BKID 429

کلاسیکی شاعری

ایم۔اے،عربی

(سمسٹر-II)

پرچہ اول

نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد

© مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد

سلسلہ مطبوعات نمبر-53

ISBN: 978-93-80322-58-2

Edition: July 2020

ناشر	:	رجسٹرار، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد
اشاعت	:	جولائی 2020
تعداد	:	1600
قیمت	:	175 روپے (فاصلاتی طرز تعلیم کے طلبا کی داخلہ فیس میں کتاب کی قیمت شامل ہے۔)
مطبع	:	کرشک پرنٹ سولیوشنس پرائیویٹ لمٹیڈ، حیدرآباد

Classical Poetry

Chief Editor:

Prof. Syed Alim Ashraf

Head, Department of Arabic, MANUU

On behalf of the Registrar, Published by:

Directorate of Translation and Publications

Maulana Azad National Urdu University

Gachibowli, Hyderabad-500032 (TS)

E-mail: directordtp@manuu.edu.in

for

Directorate of Distance Education

E-mail: dir.dde@manuu.edu.in; Website: www.manuu.edu.in

کورس کوآرڈینیٹر

پروفیسر سید علیم اشرف

مصنفین		اکائی نمبر
غوث محمد ریسرچ اسکالر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی		1
ڈاکٹر مفتی شرف عالم (مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی)		2 تا 4
ڈاکٹر مصطفی عبدالقدوس ندوی (جامعۃ العلوم۔ گجرات)		5 تا 6
ڈاکٹر عظمت اللہ (دائرۃ المعارف العثمانیہ)، مولانا لطیف احمد (جامعہ نظامیہ)	مشترکہ	7
مولانا لطیف احمد (جامعہ نظامیہ)		8
مولانا علاء الدین ندوی (ندوۃ العلماء)		9 تا 12
مولانا سید ضیاء الدین نقشبندی (جامعہ نظامیہ)		13 تا 16

مدیران

ڈاکٹر احسان اللہ خان (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)

ڈاکٹر محمد انظر ندوی (انگلش اینڈ فارن لنگویجز یونیورسٹی)

ڈاکٹر ثمینہ کوثر (مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی)

ڈاکٹر محمد عبدالعلیم (مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی)

ڈاکٹر سید محمد عمر فاروق (مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی)

ڈاکٹر محمد رحمت حسین (مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی)

ٹائٹل پیج: ڈاکٹر ظفر گلزار

فہرست

			صفحہ
پیغام		انچارج وائس چانسلر	6
پیغام		ڈائرکٹر، نظامت فاصلاتی تعلیم	7
پیش لفظ		ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز	8
کتاب کا تعارف		کورس کوآرڈینیٹر	9
بلاک	I	عصر جاہلی میں عربی شاعری	
اکائی	1	جاہلی شاعری کا ارتقا، سبع معلقات: تعارف، امتیازات وخصوصیات	11
اکائی	2	معلقہٴ امرؤالقیس (ابتدائی بیس اشعار)	42
اکائی	3	معلقہٴ زہیر بن ابی سُلمی (ابتدائی بیس اشعار)	61
اکائی	4	لامیۃ العرب از: شنفری (ابتدائی بیس اشعار)	79
بلاک	II	عصر اسلامی میں عربی شاعری	
اکائی	5	اسلامی شاعری اور چند نمائندہ شعرا	101
اکائی	6	قصیدہ: ''عفت ذات الأصابع'' از: حضرت حسان بن ثابت اور ''بانت سعاد'' از: حضرت کعب بن زہیر (ابتدائی بیس اشعار)	122
اکائی	7	قصیدہ: ''إن الذي سمک السماء بنی لنا'' از: فرزدق قصیدہ: ''أبت عيناک بالحسن الرقادا' از: جریر	149
اکائی	8	قصیدہ: ''ولقد دخلتُ الحيَّ يخشى أهله'' از: عمرو بن ابی ربیعہ	170
بلاک	III	عصرِ عباسی اول میں عربی شاعری	

اکائی	9	قصیدہ: "إذا كنت في كل الأمور معاتبا" از: بشار بن برد	184
اکائی	10	قصیدہ: "الخير والشر عادات" از: ابوالعتاہیہ	200
اکائی	11	قصیدہ: "دع عنك لومي" از: ابونواس	218
اکائی	12	قصیدہ: "وقد رنقت شمس الأصيل" از: ابن الرومی	235
بلاک	IV	عصر عباسی دوم میں عربی شاعری	
اکائی	13	قصیدہ: "بغيرك راعيا عبث الذئاب" از: متنبی	249
اکائی	14	قصیدہ لامیۃ العجم، از: طغرائی	268
اکائی	15	قصیدہ: "سلام الله عدة رمل خبت" از: ابوتمام	289
اکائی	16	قصیدہ: "أمن تذكر جيران بذي سلم" از: بوصیری	309
		ماڈل پیپر برائے امتحان	330

پیغام

وطنِ عزیز کی پارلیمنٹ کے جس ایکٹ کے تحت مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا ہے اُس کی بنیادی سفارش اُردو کے ذریعے اعلیٰ تعلیم کا فروغ ہے۔ یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جو ایک طرف اِس مرکزی یونیورسٹی کو دیگر مرکزی جامعات سے منفرد بناتا ہے تو دوسری طرف ایک امتیازی وصف ہے، ایک شرف ہے جو ملک کے کسی دوسرے اِدارے کو حاصل نہیں ہے۔ اُردو کے ذریعے علوم کو فروغ دینے کا واحد مقصد و منشا اُردو داں طبقے تک عصری علوم کو پہنچانا ہے۔ ایک طویل عرصے سے اُردو کا دامن علمی مواد سے لگ بھگ خالی ہے۔ کسی بھی کتب خانے یا کتب فروش کی الماریوں کا سرسری جائزہ بھی تصدیق کر دیتا ہے کہ اُردو زبان سمٹ کر چند ''ادبی'' اصناف تک محدود ہو گئی ہے۔ یہی کیفیت رسائل و اخبارات کی اکثریت میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ ہماری یہ تحریریں قاری کو کبھی عشق و محبت کی پُر پیچ راہوں کی سیر کراتی ہیں تو کبھی جذباتیت سے پُر سیاسی مسائل میں اُلجھاتی ہیں، کبھی مسلکی اور فکری پس منظر میں مذاہب کی توضیح کرتی ہیں تو کبھی شکوہ شکایت سے ذہن کو گراں بار کرتی ہیں۔ تاہم اُردو قاری اور اُردو سماج آج کے دور کے اہم ترین علمی موضوعات چاہے وہ خود اُس کی صحت و بقا سے متعلق ہوں یا معاشی اور تجارتی نظام سے، وہ جن مشینوں اور آلات کے درمیان زندگی گزار رہا ہے اُن کی بابت ہوں یا اُس کے گرد و پیش اور ماحول کے مسائل۔۔۔۔۔ وہ ان سے نابلد ہے۔ عوامی سطح پر ان اصناف کی عدم دستیابی نے علوم کے تئیں ایک عدم دلچسپی کی فضا پیدا کر دی ہے جس کا مظہر اُردو طبقے میں علمی لیاقت کی کمی ہے۔ یہی وہ چیلنجز ہیں جن سے اُردو یونیورسٹی کو نبرد آزما ہونا ہے۔ نصابی مواد کی صورت حال بھی کچھ مختلف نہیں ہے۔ اسکولی سطح کی اُردو کتب کی عدم دستیابی کے چرچے ہر تعلیمی سال کے شروع میں زیرِ بحث آتے ہیں۔ چونکہ اُردو یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم ہی اُردو ہے اور اس میں علوم کے تقریباً سبھی اہم شعبہ جات کے کورسز موجود ہیں لہٰذا اِن تمام علوم کے لیے نصابی کتابوں کی تیاری اِس یونیورسٹی کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ اِسی مقصد کے تحت ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز کا قیام عمل میں آیا ہے اور احقر کو اِس بات کی بے حد خوشی ہے کہ اپنے قیام کے محض ایک سال کے اندر ہی یہ برگِ نو، ثمر آور ہو گیا۔ اس کے ذمہ داران کی انتھک محنت اور قلم کاروں کے بھرپور تعاون کے نتیجے میں کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ چل پڑا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کم سے کم وقت میں نصابی اور ہم نصابی کتابوں کی اشاعت کے بعد اِس کے ذمہ داران، اُردو عوام کے واسطے بھی علمی مواد، آسان زبان میں تحریر عام فہم کتابوں اور رسائل کی شکل میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کریں گے تاکہ ہم اِس یونیورسٹی کے وجود اور اِس میں اپنی موجودگی کا حق ادا کر سکیں۔

پروفیسر فاطمہ بیگم
انچارج وائس چانسلر
مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

پیغام

فاصلاتی طریقۂ تعلیم سارے عالم میں ایک انتہائی کارگر اور مفید طریقۂ تعلیم کی حیثیت سے تسلیم کیا جا چکا ہے اور چہار سو اس طریقے سے بڑی تعداد میں لوگ تعلیم اور اسناد سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی نے بھی اپنے قیام کے ابتدائی دنوں ہی سے صورت حال کو محسوس کرتے ہوئے اِس طریقے کو اختیار کیا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اِس یونیورسٹی نے روایتی طریقۂ تعلیم سے پہلے فاصلاتی طریقے سے تعلیم کو اُردو عوام تک پہنچانے کا سلسلہ شروع کیا۔ پہلے پہل یہاں کے تدریسی پروگراموں کے لیے بعض دوسری یونیورسٹیوں کے نصابی مواد سے من وعن اور بشکل ترجمہ استفادہ کیا گیا۔ اِرادہ یہ تھا کہ بہت تیزی سے اپنا نصابی مواد تیار ہو جائے گا اور بتدریج دوسری یونیورسٹیوں پر سے انحصار ختم ہو جائے گا۔ لیکن جب نصابی مواد کی تیاری کا سلسلہ شروع کیا گیا تو اندازہ ہوا کہ یہ اتنا آسان کام نہیں تھا۔ قدم قدم پر مسائل پیش آئے اور مختلف النوع اُلجھنوں نے رفتار کو سست کر دیا۔ مگر کوششیں جاری رہیں اور نتیجے کے طور پر اب بہت تیزی سے یونیورسٹی نے اپنے نصابی مواد کی اشاعت شروع کر دی ہے اور جلد ہی ان شاء اللہ ہمارے سبھی کورسز کی کتابیں ہماری خود کی ہوں گی۔

نظامتِ فاصلاتی تعلیم (ڈی ڈی ای)، مانو نے طلبا کی سہولت کے لیے ایک بہت بڑا نیٹ ورک تیار کیا ہے جس میں 9 علاقائی مراکز (بنگلورو، بھوپال، دربھنگہ، دہلی، کولکاتا، ممبئی، پٹنہ، رانچی اور سری نگر) اور 5 ذیلی علاقائی مراکز (حیدرآباد، لکھنؤ، جموں، نوح اور امراوتی) شامل ہیں۔ ہر علاقائی/ذیلی علاقائی مرکز (Regional Centre/Sub Regional Centre) فاصلاتی تعلیم کے طلبا کو "Learner Support Centre" کے ذریعے تعلیمی اور انتظامی مدد فراہم کرتا ہے۔ سال 2017-18 میں، نظامت فاصلاتی تعلیم میں علاقائی/ذیلی علاقائی مراکز کے ذریعے 158 ''Study Centres'' چلائے جا رہے تھے۔ اب جن کا نام ''Learner Support Centre'' ہو گیا ہے۔ اپنے آپ کو جدید تر بنانے اور فاصلاتی طلبا کی سہولت کے لیے معیار میں اضافہ کرنے کی خاطر ڈی ڈی ای نے یو جی اور نئے ایم اے پروگراموں کے لیے 'انتخاب پر مبنی کریڈٹ سسٹم' (Choice Based Credit System-CBCS) متعارف کیا ہے۔ ڈی ڈی ای نے اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں میں آئی سی ٹی کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ اب ڈی ڈی ای کے تمام پروگراموں کے لیے داخلے صرف آن لائن طریقے سے ہی دیے جا رہے ہیں۔

کسی بھی وقت، کہیں بھی اکتسابی ماحول فراہم کرنے کے لیے یونیورسٹی کا 'انسٹرکشنل میڈیا سنٹر' ویڈیو لکچرز تیار کر رہا ہے جو یوٹیوب چینل http://youtube.com/u/imcmanuu پر دستیاب ہیں۔ مستقبل میں یونیورسٹی کی ویب سائٹ کے ذریعے طلبا کو اکتسابی مواد کی سافٹ کاپیاں فراہم کرنے کا بھی منصوبہ ہے۔ ڈی ڈی ای اور طلبا کے درمیان رابطے کے لیے ایس ایم ایس کی سہولت فراہم کی جا رہی ہے جس کے ذریعے طلبا کو پروگرام کے مختلف پہلوؤں جیسے کورس کے رجسٹریشن، مفوضات (Assignments)، کونسلنگ اور امتحانات وغیرہ کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔

فی الحال نظامتِ فاصلاتی تعلیم میں یو جی، پی جی، بی ایڈ، ڈپلوما اور سرٹیفکیٹ کورس پر مشتمل جملہ پندرہ کورسز چلائے جا رہے ہیں۔ بہت جلد تکنیکی ہنر پر مبنی کورسز (Skill Based Courses) بھی شروع کیے جائیں گے۔ اپنی کاوشوں کے ذریعے ڈی ڈی ای نارساؤں تک رسائی کی بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ امید ہے کہ سماج کے تعلیمی، معاشی اور ثقافتی طور پر پچھڑے طبقات کو مرکزی دھارے میں لانے میں ڈی ڈی ای، مانو کا بھی نمایاں کردار رہے گا۔

پروفیسر ابوالکلام

ڈائرکٹر، نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

پیش لفظ

ہندوستان میں اُردو ذریعہ تعلیم کی خاطر خواہ ترقی نہ ہو پانے کے اسباب میں ایک اہم سبب اُردو میں نصابی کتابوں کی کمی ہے۔اس کے متعدد دیگر عوامل بھی ہیں لیکن اُردو طلبہ کو نصابی اور معاون کتب نہ ملنے کی شکایت ہمیشہ رہی ہے۔ 1998ء میں جب مرکزی حکومت کی طرف سے مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا تو اعلیٰ سطح پر کتابوں کی کمی کا احساس شدید ہوگیا۔اعلیٰ تعلیمی سطح پر صرف نصابی کتابوں کی نہیں بلکہ حوالہ جاتی اور مختلف مضامین کی بنیادی نوعیت کی کتابوں کی ضرورت بھی محسوس کی گئی۔ فاصلاتی طریقہ تعلیم کے تحت چونکہ طلبہ کو نصابی مواد کی فراہمی ضروری ہے لہٰذا اُردو یونیورسٹی نے مختلف طریقوں سے اُردو میں مواد کا نظم کیا۔کچھ مواد یہاں بھی تیار کیا گیا مگر علمی کتابوں کی منظم اور مستقل اشاعت کا سلسلہ شروع نہیں کیا جاسکا۔

سابق شیخ الجامعہ ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے اپنی آمد کے ساتھ ہی اُردو کتابوں کی اشاعت کے تعلق سے انقلاب آفریں فیصلہ کرتے ہوئے ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز کا قیام عمل میں لایا۔اس ڈائرکٹوریٹ میں بڑے پیمانے پر نصابی اور دیگر علمی کتب کی تیاری کا کام جاری ہے۔کوشش یہ کی جارہی ہے کہ تمام کورسز کی کتابیں متعلقہ مضامین کے ماہرین سے راست طور پر اُردو میں ہی لکھوائی جائیں۔اہم اور معروف کتابوں کے تراجم کی جانب بھی پیش قدمی کی گئی ہے۔توقع ہے کہ مذکورہ ڈائرکٹوریٹ ملک میں اشاعتی سرگرمیوں کا ایک بڑا مرکز ثابت ہوگا۔اب تک یہاں سے چار درجن سے زائد کتابیں شائع ہوچکی ہیں اور توقع ہے کہ آنے والے دنوں میں بھی یہاں سے کثیر تعداد میں اُردو کتابیں شائع ہوں گی۔

زیر نظر کتاب فاصلاتی طریقہ تعلیم کے تحت پی جی سمسٹر اول کے طلبہ کے لیے تیار کی گئی ہے جس سے روایتی طریقہ تعلیم کے طلبہ بھی استفادہ کرسکتے ہیں۔کتاب کی تیاری میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ طلبہ یہاں جن موضوعات کا مطالعہ کریں ان پر انہیں بھرپور اور مکمل مواد دستیاب ہوجائے۔

یہ اعتراف ضروری ہے کہ حالیہ عرصے میں جو بھی کتابیں شائع کی جارہی ہیں ان میں شیخ الجامعہ کی راست سرپرستی اور نگرانی شامل ہے۔اُن کی خصوصی دلچسپی کے بغیر اس کتاب کی اشاعت ممکن نہ تھی۔نظامت فاصلاتی تعلیم اور شعبہ عربی کے اساتذہ اور عہدیداران کا بھی عملی تعاون شاملِ حال رہا ہے جس کے لیے اُن کا شکریہ بھی واجب ہے۔

اُمید ہے کہ قارئین اور ماہرین اپنے مشوروں سے نوازیں گے۔

پروفیسر محمد ظفرالدین

ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز

کتاب کا تعارف

عربی زبان دنیا کی اہم زبانوں میں سے ایک ہے۔ یہ زبانوں کے افرو-ایشیائی خاندان کے ایک بڑے لسانی گروہ سامی زبانوں کا حصہ ہے، دوسری سامی زبانوں میں عبرانی، آرامی اور امہری وغیرہ شامل ہیں۔ عربی اقوام متحدہ میں استعمال ہونے والی چھ رسمی زبانوں میں سے ایک ہے، بائیس عرب ممالک کی سرکاری زبان اور کئی ملکوں کی دوسری سرکاری زبان ہے جیسے: مالی، چاڈ، اریٹیریا اور صومالیہ وغیرہ۔ عربی زبان عہد وسطی میں علم وحکمت اور سائنس وٹکنالوجی کی زبان تھی، اس حیثیت کے سبب اس نے دنیا کی تقریبا سوزبانوں کو متاثر کیا ہے اور انھیں ہر دو علمی ولغوی اعتبار سے مالا مال کیا ہے، جن میں سرفہرست فارسی ترکی اور اردو زبانیں آتی ہیں۔ آج کے تناظر میں بھی عربی ایک اہمیت کی حامل زبان ہے۔ شرق اوسط میں تیل کی دولت سے مالا مال ملکوں کی موجودگی نے اس زبان کی اہمیت کو دوبالا کردیا ہے اور عربی زبان اور اس کے متعلمین و مکتسبین کے لیے کئی نئے امکانات کے دروازے کھول دیے ہیں۔

زیر نظر کتاب فاصلاتی نظام تعلیم کے ایم اے عربی سمسٹر-II کے طلبہ کے لیے تیار کی گئی ہے جو روایتی طرز تعلیم کے طلبہ کے لیے بھی یکساں طور پر مفید و معاون ہے، کیونکہ یہ بیورو برائے فاصلاتی تعلیم (DEB) کی ہدایات مجریہ 18-2017 کے مطابق ہے، جس کے بموجب فاصلاتی اور روایتی دونوں طرز تعلیم کا نصاب یکساں ہونا چاہیے۔ یہ کورس مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں جاری روایتی طرز تعلیم کے ایم اے کے نصاب کے عین مطابق ہے۔

یہ کتاب چار بلاک اور سولہ اکائیوں پر مشتمل ہے جو عربی زبان کے قدیم ادبی شعر کے نمونوں سے عبارت ہے اور اس کا مقصد طلبہ میں قدیم عربی شاعری کو سمجھنے کی قدرت پیدا کرنا اور ان کے اندر فصیح عربی کا صحیح ذوق پیدا کرنا ہے اور مختلف دور میں عربی شاعری کی خصوصیات، اس کے اصناف اور اسالیب بیان سے واقف کرانا ہے۔ واضح رہے کہ ابتداءً یہ کتاب پانچ بلاک اور جملہ تیئیس (۲۳) اکائیوں پر مشتمل تھی جن میں سے بعض کو حذف کیا گیا ہے اور بعض کو دوسری اکائیوں میں ضم کر دیا گیا ہے اور یہ تبدیلی بیورو برائے فاصلاتی تعلیم (DEB) کے اصول وضوابط کے مطابق کی گئی ہے۔ بلاک دو تین اور چار سے تعارفی اکائیاں حذف کردی گئیں، بلاک 1 کی پہلی اور دوسری اکائیوں کو باہم ضم کر دیا گیا، عصر اسلامی میں چوں کہ اسلامی اور اموی دونوں دور کو شامل کیا جاتا ہے اسی لیے ان دو عصروں پر مشتمل دو بلاکس کو باہم ضم کر دیا گیا اور ان کی تعارفی اکائیوں کو حذف کر دیا گیا اس کے علاوہ اکائی نمبر ۱۰ (قصیدہ فرزدق) اور اکائی نمبر ۱۱ (قصیدہ جریر) دونوں کو ضم کر کے ایک اکائی بنائی گئی ہے۔ جن تعارفی اکائیوں کو فنی ضرورت کی بنا پر حذف کر دیا گیا ہے طلبہ ان معلومات کے لیے سمسٹر I کی کتاب ''تاریخ ادب عربی-I'' سے رجوع کر سکتے ہیں۔

کتاب کے پہلے بلاک میں عصر جاہلی میں عربی شاعری کا تعارف، اس کی نشوونما، اس کے اصناف کو بیان کیا گیا ہے اور جاہلی شاعری کے مختلف نمونوں بشمول معلقات اور صعالیک شعرا کے منتخب کلاموں کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ دوسرے بلاک میں صدر اسلام اور اموی عصر کی عربی شاعری کو

موضوع بنایا گیا ہے۔عصر اسلامی اور اموی دور کے نمائندہ شعرا جیسے حضرت حسانؓ ،حضرت کعب بن زہیرؓ،فرزدق اور جریر کے قصیدوں کا مفصل جائزہ لیا گیا ہے ان کی اہم خصوصیات اور فنی امتیازات کو پیش کیا گیا ہے۔تیسرے بلاک میں عصر عباسی اول اور چوتھے میں عصر عباسی ثانی میں عربی ادب کے نمائندہ شعرا جیسے بشار بن برد، ابوالعتاہیہ، ابونواس، ابن الرومی، متنبی، ابوتمام، طغرائی اور بوصیری کے قصائد کا شرح وبسط کے ساتھ مطالعہ کیا گیا ہے۔شعری نمونوں کے انتخابات میں اسلوبی اور فنی تنوع کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

چونکہ اس کتاب کو ''خود اکتسابی مواد'' (S.L.M.) کے طور پر تیار کیا گیا ہے لہٰذا ان اصولوں اور طریقوں کی پوری طور پر رعایت کی گئی ہے جن کی روشنی میں اس قسم کا تعلیمی مواد تیار کیا جاتا ہے، تاکہ فاصلاتی نظام کے طلبہ کو ان اسباق کے پڑھنے اور سمجھنے میں نہ کوئی دقت آئے نہ کسی بیرونی ذریعے یا خارجی مدد کی حاجت پیش آئے۔

پروفیسر سید علیم اشرف جائسی
کورس کوآرڈینیٹر
مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

اکائی 1 جاہلی شاعری کا ارتقا، سبع معلقات: تعارف، امتیازات وخصوصیات

اکائی کے اجزا

1.1 تمہید

1.2 مقصد

1.3 شعر کی تعریف

1.4 عرب میں شعر کی ابتدا

1.5 عربی شاعری غنائی ہے

1.6 عہد جاہلیت میں شاعری کی اہمیت

1.7 عہد جاہلیت میں شاعری کی امتیازی خصوصیات

1.7.1 جاہلی دور میں شاعری کی اصناف واغراض

1.7.2 جاہلی دور میں شاعری کی معنوی خصوصیات

1.7.3 جاہلی شاعری کی لفظی خصوصیات اور اسلوب بیان

1.8 معلقات کی وجہ تسمیہ

1.9 اصحاب معلقات کی تعداد

1.10 عربی ادب میں معلقات کا مقام

1.11 معلقات کی عام خصوصیات

1.12 امرؤالقیس کا معلقہ اور اس کی خصوصیات

1.13 طرفہ کا معلقہ اور اس کی خصوصیات

1.14 زہیر کا معلقہ اور اس کی خصوصیات

1.15 لبید کا معلقہ اور اس کی خصوصیات

1.16 عمرو بن کلثوم کا معلقہ اور اس کی خصوصیات
1.17 عنترہ کا معلقہ اور اس کی خصوصیات
1.18 حارث بن حلزہ کا معلقہ اور اس کی خصوصیات
1.19 اکتسابی نتائج
1.20 امتحانی سوالات کے نمونے
1.21 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1.1 تمہید

عرب میں شاعری کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی؟ اس سلسلے میں عربی ادب کی تاریخ میں حتمی وضاحت نہیں ملتی، البتہ عربی ادب کے معروف ناقد جاحظ کے مطابق عرب میں شاعری کی تاریخ ظہور اسلام سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پرانی ہے، کیونکہ شاعری کے جو نمونے ہم تک پہنچے ہیں، وہ بالکل پختہ اور اعلیٰ قسم کے تھے، جو اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ شاعری کی ابتدا کم ازکم اس زمانے میں تو نہیں ہوئی جس زمانے کی شاعری ہم تک پہنچی، بلکہ تب تک عربی شاعری اپنی نشوونما کے کئی ادوار دیکھ چکی تھی اور مستقل فن کی صورت اختیار کر چکی تھی۔

عرب ابتدا ہی سے شعروشاعری کے دلدادہ تھے، لکھنے پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے شاعری ہی وہ واحد ذریعہ تھی جس سے وہ اپنی تاریخ اور اپنے آباواجداد کے کارناموں کو محفوظ کر سکتے تھے، کیونکہ نثر کے بجائے نظم میں چیزوں کو یاد رکھنا زیادہ آسان تھا، اس لیے مختلف اغراض کے ساتھ ساتھ جاہلی شاعری کی ایک تاریخی حیثیت بھی ہے، جو اسے دیگر زمانوں کی شاعری سے ممتاز کرتی ہے، مزید برآں جاہلی شاعری کی اپنی امتیازی خصوصیات بھی ہیں اور لفظی ومعنوی محاسن بھی، جس نے اس دور کی شاعری کو حیات جاوداں بخشی۔

معلقات جاہلی شاعری کے مصادر میں سب سے مستند اور قابل اعتماد شعری مجموعہ ہے۔ یہ وہ سات قصائد ہیں جو دور جاہلیت میں عرب کے سب سے مشہور شعرا کے ذریعہ کہے گئے۔ مورخین کی رائے کے مطابق یہ قصائد اہل عرب کے منتخب قصائد تھے جنہیں اظہار مقبولیت اور دائمی شہرت کے لیے کعبے کی دیوار پر آویزاں کیا گیا، ان میں سے بعض فتح مکہ کے دن وہاں لٹکے ہوئے تھے اور کچھ اس آگ کی نذر ہو گئے جو قبل اسلام خانہ کعبہ میں لگی تھی۔ ان قصائد کے کہنے والوں کے اسما اس طرح ہیں: امرؤالقیس بن حجر الکندی، عنترۃ بن شداد، زہیر بن ابی سلمی، طرفہ بن العبد، عمرو بن کلثوم ،لبید بن ابی ربیعہ، حارث بن حلزہ۔

1.2 مقصد

اس سبق کا مقصد طلبہ کو جاہلی شاعری کی امتیازی خصوصیات اور خوبیوں سے متعارف کرانا ہے، چونکہ جاہلی شاعری عربی ادب میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے اور اپنے مابعد ادوار کے لیے قابل تقلید نمونہ ہے اس لیے اس دور کے شعری مزاج کو سمجھنا اور اس میں رائج شاعری کے اغراض واصناف اور ان کی لفظی ومعنوی محاسن سے واقفیت عربی ادب کے طالب علم کے لیے از حد ضروری ہے۔

اس کے علاوہ اس سبق کا مقصد طلبہ کے اندر عرب کے مشہور شعرا اور ان کے شہرۂ آفاق قصائد (معلقات) کے متعلق معلومات فراہم کرنا اور ان کی اہمیت وخصائص کو بیان کرنا ہے۔ چونکہ جاہلی زمانہ میں کہی گئی شاعری کی فنی حیثیت مسلم ہے اور اپنی گوناگوں امتیازی خصوصیات کی بنا پر بعد کی شاعری کے لیے نمونہ ہے اس لیے عربی ادب کے طالب علم کو اس باب پر خاص توجہ دینا ضروری ہے تاکہ وہ قدیم عربی شاعری کی خصوصیات اور جدید عربی شاعری پر پڑنے والے اس کے اثرات سے بھی واقف ہو سکے۔

1.3 شعر کی تعریف

شعر کی لغوی تعریف: لفظ ''شعر'' کا مطلب کسی چیز کا علم یا ادراک وشعور ہے۔ بعض علما کے نزدیک ''شعر'' عبرانی لفظ ''شیر'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی مقدس گیت یا بھجن کے ہیں۔

شعر کی اصطلاحی تعریف: اصطلاحی اعتبار سے شعر موزون اور مقفّٰی کلام کو کہتے ہیں، جسے قصد وارادہ سے کہا گیا ہو، نیز اس میں نازک خیالی اور لطیف جذبات واحساسات کی عکاسی بھی ہو۔

قصد وارادہ کی قید اس لیے ضروری ہے کہ بعض کلام باوزن اور مقفّٰی ہوتے ہیں؛ لیکن مقصود شاعری نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر قرآن کریم کی بہت سی آیات وزن اور قافیہ کے اعتبار سے شعر کا حصہ بن سکتی ہیں؛ لیکن چونکہ قرآن کریم شعر نہیں اور نہ ہی اس کا مقصد شعر گوئی ہے، اس لیے اس پر شعر کی تعریف صادق نہیں آئے گی۔

جذبہ، خیال اور احساس کی قید اس لیے ضروری ہے تاکہ نظم محض کو شعر کی تعریف سے جدا کیا جا سکے، جس میں کسی حقیقت کو منظوم انداز میں بیان کیا گیا ہو، مگر احساسات وجذبات کی ترجمانی نہ ہو۔ بالفاظ دیگر شعر وہ فصیح وبلیغ کلام ہے جس میں وزن کے علاوہ نادر اور اچھوتے خیالات اور لطیف جذبات واحساسات کی عکاسی اس طرح کی گئی ہو کہ انسان کے دل ودماغ پر براہ راست اس کا اثر پڑے۔

1.4 عرب میں شعر کی ابتدا

عربی شاعری کی ابتدا کے تعلق سے تاریخ ادب عربی کی کتابوں میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ابتدائی اوزان رجز کے تھے، جو غالباً پہلے پہل حُدی خوانوں کے لیے استعمال ہوئے۔ ان کی تفعیلات یا اوزان شعری کو اونٹوں کے آہنگ قدم سے اخذ کیا گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ شعر کی ابتدا سجع سے ہوئی جسے عام طور پر کاہن یا حکیم ودانشوران قوم کہا کرتے تھے، پھر رفتہ رفتہ رجز کا وجود ہوا، جس کے ذریعہ عرب قوم حکمت وفلسفہ کی باتیں زبانی یاد کر لیتے، یہ عبارتیں مسجع ومقفّٰی ہونے کی وجہ سے یاد رکھنے میں آسان ہوتی، پھر رفتہ رفتہ قافیہ کے ساتھ دیگر اوزان بھی وجود میں آئے، جس نے آگے چل کر قصیدے کی شکل اختیار کر لی۔

کہتے ہیں کہ مضر بن نزار اپنے اونٹ سے گر پڑا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، لوگ جب اسے اٹھا کر لے چلے تو اس نے شدت تکلیف سے چلا کر کہنا شروع کیا وایداہ! وایداہ! یعنی ہائے میرا ہاتھ! ہائے میرا ہاتھ! آدمی خوش گلو تھا۔ چناں چہ جب اس کے منھ سے ایک خاص زیر و بم اور خاص وقفے سے یہ الفاظ نکلنے لگے جن میں تکلیف ودرد کی وجہ سے سوز بھی پیدا ہو گیا تھا، تو اونٹوں نے انہیں غور سے سنا اور آواز کے پیچھے تیز چلنے لگے، اس سے عربوں کو پہلی مرتبہ اندازہ ہوا کہ اس طرح کی آواز اس انداز سے نکالی جائے تو اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں، چناں چہ انھوں نے مضر کے جملے کے مطابق ھایدا! ھایدا! کی آواز منہ سے نکالی اور محسوس کیا کہ اونٹوں پر اچھا اثر ہوتا ہے، اس لیے اس کا رواج پڑ گیا اور اس طرح آواز پیدا کر کے اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے ''حدی خوانی'' کی اصطلاح بنی جو رجز کہلاتی ہے، رجز کے لفظی معنی ہیں اونٹ کا چلنا اور اس کا ہلنا، پھر رفتہ رفتہ دوسرے اوزان وجود میں آئے اور بحر کا چلن ہوا اور شعرا نے کوشش کی کہ مروجہ بحروں میں سے ان بحروں میں شعر کہیں جن میں موسیقیت کا پہلو غالب ہو، یوں قصیدے کی شروعات ہوئی اور شعر کی مختلف اصناف وجود میں آئیں۔

1.5 عربی شاعری غنائی ہے

شعر کو بنیادی طور پر تین انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے (۱) رزمیہ یا قصصی شاعری (۲) غنائی شاعری (۳) تمثیلی شاعری۔

رزمیہ شاعری میں نظم کی صورت میں قدیم سورماؤں اور قدیم دیوی دیوتاؤں کی طویل داستان اور حکایت بیان ہوتی ہے، جب کہ تمثیلی

شاعری سماج کی خوبیوں وخرابیوں اور زندگی کے نشیب وفراز کو ڈرامائی شکل یا ناٹک کی صورت میں پیش کرتی ہے،جس میں شاعری کے ساتھ ساتھ حرکت وعمل کا بھی دخل ہوتا ہے۔رہی غنائی یا وجدانی شاعری تو یہ جذبات واحساسات کی ترجمانی کرتی ہے،جس میں شاعر اپنی قلبی واردات کو بیان کرتا ہے اور اس میں شخصی واجتماعی دونوں طرح کے احساسات وجذبات کارفرما ہوتے ہیں۔

قدیم عربوں کی شاعری میں رزمیہ اور تمثیلی شاعری کی مثال خال خال ہی نظر آتی ہے،ان کی زیادہ تر شاعری مدح وہجو،فخر وحماسہ،عشق و محبت،صحرا و بیابان کی منظرکشی،جانوروں کا وصف اور پرمغز اقوال پر مشتمل ہے،جو تمام کی تمام غنائی شاعری کا حصہ ہے۔اس لیے یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ قدیم عربوں کی شاعری غنائی ہے،جس میں وہ اپنے جذبات واحساسات الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں ،جس میں ان کی فطری سادگی اور برجستگی ملتی ہے،الفاظ واسلوب میں صحراؤں کی وسعت اور پہاڑوں کی صلابت محسوس ہوتی ہے۔

1.6 عہد جاہلیت میں شاعری کی اہمیت

عہد جاہلی میں شعروشاعری کی بڑی اہمیت تھی،شعرنشر واشاعت کا مؤثر ذریعہ سمجھا جاتا تھا،لوگ شعرا کو قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اوران کی باتوں کو دھیان سے سنتے تھے؛ کیونکہ شعرا اپنے قبائل کی خصوصیات اور امتیازات کو فخریہ انداز میں گنگناتے تھے،ان کی خوبیوں اور بھلائیوں کا تذکرہ کرتے تھے ساتھ ہی دشمن قبائل کی ہجو بھی بیان کرتے تھے۔فخر ومباہات اور جنگ کے موقع پر شعرا کی اہمیت اور بڑھ جاتی تھی کیونکہ شاعر اپنے اشعار اور قوت بیانی سے فوجوں میں ایک نئی روح پھونک دیتا تھا،جس کے نتیجے میں فوج جواں مردی سے دشمنوں کا مقابلہ کرتی۔ان ہی ساری خصوصیات کی وجہ سے جب کبھی کسی قبیلے میں شاعر پیدا ہوجاتا تو وہ خوشی کے شادیانے بجاتے،پکوان پکاتے اور سارے قبائل کو دعوت دیتے تھے۔

ابن رشیق (م ۴۵٦) نے لکھا ہے کہ جب کسی عربی قبیلے میں کوئی شاعر پیدا ہوجاتا تو دوسرے قبیلے اس کے پاس آتے اور اہل قبیلہ کو مبارک باد دیتے، پکوان پکائے جاتے اور عورتیں دف بجاتیں،جس طرح شادی بیاہ کے موقعوں پر کرتی ہیں اور چھوٹے بڑے سب اس خوشی میں شامل ہوتے اس لیے کہ یہ شاعر ان کی عزتوں کا ضامن ہوتا اور دشمنوں سے مقابلے کے وقت ان کا دفاع کرتا،ان کے مفاخر اور کارناموں کو دوام بخشتا اوران کی تعریف میں قصیدے کہہ کر ان کو رفعت وبلندی عطا کرتا تھا،اس لیے عربوں کا دستور تھا کہ وہ صرف تین موقعوں پر مبارکباد دیتے تھے ایک تو اس وقت جب کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا یا کوئی شاعر ابھرتا یا کوئی اصیل گھوڑی بچہ دیتی۔

جاہلی زمانے میں شعر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ محض ایک شعر کے کہہ دینے سے عزت تارتار بھی ہوتی اور بحال بھی ہوتی،یہی وجہ ہے کہ ہر قبیلہ شاعر کی خوشامد کرتا اور اس کی ضیافت اور خاطر داری میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا۔کیونکہ قبائل کی عزت ان کے شعرا کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔جس قبیلے کی شان میں شاعر کوئی قصیدہ کہتا تو وہ آناً فاناً سارے قبائل میں پھیل جاتا اور عرب کی ساری محفلوں اور بیٹھکوں میں اس کا تذکرہ ہوتا اور اس قبیلے کے لوگ سر اٹھا کر چلتے،ایسے ہی اگر کوئی شاعر کسی قبیلے سے بدظن ہوکر اس کی برائی میں کوئی شعر کہتا تو دیکھتے ہی دیکھتے اس قبیلے کی ہجو ہر خاص وعام کی زبان زد ہوجاتی اور سر کو اونچا کر کے چلنے والے لوگوں کی گردنیں جھک جاتیں۔

اس کی مثال حضرت حسان بن ثابت کے اس واقعے میں ملتی ہے جو بنی عبدعدان کے ساتھ پیش آیا جو اپنی قدآوری اور تندخوئی پر فخر کیا کرتے تھے۔حضرت حسان کے اس شعر کی وجہ سے جو ان کی ہجو میں کہا تھا ان کی یہ خوبی برائی میں بدل گئی،وہ شعر یہ ہے۔

لا بأس بالقوم من طول ومن عظم　　　جسم البغال و أحلام العصا فير

ترجمہ: ایسی قوم سے کیا سروکار جو صحت مند و توانا تو ہے لیکن ان کے جسم خچروں والے اور عقلیں گوریا والی ہیں۔

چناں چہ بنی اعدان کے کچھ لوگ حضرت حسان کے پاس آئے اور بولے اے ابوالولید! آپ نے ایسا کر دیا کہ ہمیں اپنے تنومند جسم کا ذکر کرتے ہوئے شرم آ رہی ہے۔ جب کہ ہم انہیں جسموں پہ فخر کیا کرتے تھے۔ حضرت حسان نے کہا کہ میں پھر سے سب کچھ ٹھیک کر دوں گا اور چند اشعار ان کی تعریف میں کہے اور ان کی تنومندی کی تعریف کی، جن سے ان کی عزت پھر سے بحال ہو گئی وہ اشعار یہ ہیں:

وقد كنا نقول إذا رأينا　　　لذي جسم يعد وذي بيان

كأنك أيها المعطي لسانا　　　وجسما من بني أعدان

ترجمہ: جب ہم کسی خوش بیان اور خوب رُو آدمی کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے اے وہ شخص جو تنومند اور خوش کلام ہے، معلوم ہوتا ہے تو بنی اعدان سے ہے۔

اس طرح کے واقعات تاریخ کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعرا اپنے قبائل کے درمیان بے تاج بادشاہ ہوتے تھے، ان کو اپنے معاشرے میں وہ حیثیت حاصل تھی جو کسی بادشاہ کو میسر نہ تھی۔

جاہلی زمانے میں شعر اور شعرا کی اہمیت کا اندازہ ان خرافاتی قصے اور کہانیوں سے بھی لگایا جا سکتا ہے جن میں شعرا کو مافوق الفطرت مخلوق باور کرایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ہر شاعر کے ساتھ ایک شیطان اور جن وابستہ ہوتا ہے۔ جو شاعر کی زبان سے بولتا ہے۔ تاہم اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شاعری اس دور میں نشر و اشاعت کا مؤثر ترین ذریعہ تھی اس لیے فطری طور پر اس کی اہمیت تھی اور ہجو کے خوف اور مدح کی خواہش کے سبب شاعر کی خوشامد کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ شاعری اہل عرب کے لیے ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی تھی، جن میں ان کی ثقافتی و معاشرتی اقدار، ان کے انساب و مفاخر کا ذکر تھا، اسی لیے کہا جاتا تھا "الشعر ديوان العرب" یعنی شعر عربوں کا دستاویز یا روزنامچہ ہے۔

1.7　جاہلی زمانے کی شاعری کی امتیازی خصوصیات

جاہلی زمانے کی شاعری گوناگوں خصوصیات کی حامل ہے جن میں ان کی فطری سادگی اور برجستگی، الفاظ کا حسن انتخاب، موضوعات میں تنوع، معانی و مطالب میں گہرائی اور اصناف اغراض میں تعدد بھی ہے اور مخصوص اوزان قوافی کا حسن امتزاج بھی، ساتھ ہی موسیقی اور نغمہ سنجی کا حسن استعمال بھی، جو جاہلی زمانہ کی شاعری کو دیگر ادوار کی شاعری سے ممتاز کرتا ہے اور انہیں خوبیوں کے باعث اس دور کے شعرا کو شاعری کا استاذ اور خلاق تسلیم کیا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل سطور میں جاہلی زمانہ کی انہیں خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

1.7.1 جاہلی شاعری کی اصناف و اغراض

جاہلی زمانے میں شعرا نے اپنے ماحول اور طبعی میلان و سماجی تقاضوں کے مطابق مختلف اصناف و اغراض میں طبع آزمائی کی ہے۔ جن میں غزل، وصف، مرثیہ اور فخر و حماسہ اور ہجو سرفہرست ہیں، جن کے ذریعے شاعر اپنے احساسات کی ترجمانی کرتا تھا اور جذبات کو ایک لطیف پیرایے کی شکل دیتا تھا، جس میں اس کی سادگی اور فطری آزادی اور بدوی زندگی کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے، مخصوص حالات کی وجہ سے جاہلی زمانے کی شاعری کے تمام نمونے ہم تک نہیں پہنچ سکے تاہم بعض اصناف و اغراض کی تفصیل حسب ذیل ہے:

غزل:

جاہلی زمانے کی سب سے مشہور صنف غزل ہے جس کا موضوع اور محور عورت تھی۔ غزل یا تشبیب کا معنی عورتوں سے دل لگی کرنا اور ان سے باتیں کرنا ہوتا ہے۔ ادبی زبان میں غزل نظم کی وہ صنف ہے جس میں حسن وعشق کے تذکرے، محبوب کے خدوخال کی تعریف، اس کے ظلم وستم، ہجر وفراق کی تڑپ اور وصال کی آرزو بھی ہو جس میں خزاں و بہار، یاس و امید اور غم اور شادی کا ذکر ہو۔ چونکہ عرب قبائل، خانہ بدوشی کی زندگی گزراتے تھے، چارہ و پانی کی تلاش میں ادھر ادھر آیا جایا کرتے تھے، اس طرز زندگی میں مختلف قبائل کی عورتیں اور مرد آپس میں ملتے تھے اور حسن عشق کے قصے پروان چڑھتے تھے اس لیے ان میں غزل گوئی کا شوق پیدا ہونا فطری تھا، یہی وجہ ہے کہ غزل ان کے قصائد کا آغاز سخن تھی جن میں جاہلی شاعر اپنی محبوبہ کے محاسن بیان کرتا تھا اس کی لمبی گردن، رخسار، آنکھوں اور زلفوں کا منفرد انداز و نادر تشبیہات کے ساتھ نقشہ کھینچتا تھا اور کبھی اس کے اچھے اخلاق وکردار کی تعریف کرتا تھا۔

عورت کی اس حیثیت کی بنا پر ایک لمبے زمانے تک وہ غزل کا موضوع رہی اور ہر قصیدے کی ابتدا اسی غزل سے ہوتی، یہی حال زمانہ اموی وعباسی تک رہا، عصر عباسی میں پہلی دفعہ بعض شعرا نے عورت کی جگہ شراب وشباب کی مجلسوں سے قصیدے کی ابتدا کی پہل کی جن میں عباسی دور کا مشہور زمانہ شاعر بحتری پیش پیش تھا۔ لیکن یہ کوشش محدود تھی، روایت پسند شعرا آج بھی عورت کو غزل کا محور سخن مانتے ہیں اور اپنے قصیدے کی ابتدا اسی قسم کی غزل سے کرتے ہیں۔

زمانہ جاہلی میں رائج اس غزل کے کئی پہلو تھے جن میں شاعر اپنے محبوبہ کے اجڑے ہوئے دیار کا ذکر کرتا اور اس کے ساتھ ان کھنڈرات میں گزرے حسین لمحوں کو یاد کرکے روتا، پھر محبوبہ کے کوچ کر جانے کی داستان سناتا اور ان کھنڈرات کو دیکھ کر محبوبہ سے ملنے کی شدید خواہش کا اظہار کرتا پھر انہیں حسرتوں کے ساتھ قصیدے کی باقی ماندہ اغراض کی طرف متوجہ ہوتا جس میں اس کی سواری کا وصف اور صحرا کی منظر کشی شامل ہے۔

ڈاکٹر طہ حسین کے مطابق جاہلی شعرا اپنی غزلیہ شاعری میں لطیف احساسات اور پاکیزہ جذبات کی عکاسی نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کی غزل حسی ہوتی تھی جس میں عورت کے سراپا کا نقشہ کھینچا جاتا تھا اور اعضائے جسم کی دل کھول کر تعریف کی جاتی تھی ان کے یہاں غزل میں لطیف بیانی اور نازک خیالی خال خال نظر آتی ہے۔ غزل کا محور عورت ضرور تھی لیکن اس کی بنیاد جنسی جذبات پر ہوتی تھی، ان کے جذبات واحساسات جنسیت زدہ ہوتے تھے جس میں جنسیت ولذت کا پہلو نمایاں رہتا، جس کی واضح مثال امرؤالقیس کی شاعری اور اس کی غزل ہے جس میں عورت کے اعضا اور اس کے مفاتن کا تذکرہ خوب ہے لیکن پاک بازی اور عفت کا پہلو کمزور ہے۔

ڈاکٹر طہ حسین کی بات سے مکمل اتفاق نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ امرؤالقیس اور اس جیسے شعرا کے یہاں عورت صرف لذت کا سامان تھی لیکن کچھ ایسے شعرا بھی ملتے ہیں جن کی غزل میں پاک بازی وعفت کا عنصر نمایاں تھا اور ان کی شاعری میں جذبات کے ساتھ ندرت خیال اور رفعت خیال بھی ہے جیسے شنفری اور مرقش اکبر کا غزلیہ کلام۔

حاصل یہ ہے کہ جاہلی زمانے کے غزلیہ کلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک غزل حسی: جس میں عورت کے سراپا اور اعضا کا ذکر ہے اور لذت وجنسیت کا پہلو غالب ہے۔ دوسری غزل عفیف: جس میں حسی کے بجائے معنوی پہلو پر زیادہ زور ہے، خیالات کی پاکیزگی اور احساسات کی صحیح ترجمانی ہے۔

جاہلی دور میں غزل کے نمونے:

فخر و حماسہ:

بروکلمان کے قول کے مطابق یہ صنف عرب قبائل میں سب سے زیادہ رائج اور معروف ومشہور تھی، اسی لیے جب عربی شاعری کے انتخابات وضع کیے گئے تو حماسہ کے نام سے زیادہ معروف ہوئے ان میں سب سے زیادہ مشہور حماسہ ابوتمام ہے، کیونکہ عربی شاعری کا اکثر حصہ فخر و حماسہ پر مشتمل ہے۔

غزل کے بعد یہ صنف جاہلی شاعری کی اہم ترین اصناف میں سے ایک ہے، جس میں شاعر اپنی ذات اور حسب ونسب پر فخر کرتا ہے، اپنے آباواجداد کی بہادری کے قصے سناتا ہے اور سارے قبائل میں اپنے قبیلے کی بالادستی کو گنا تا ہے، کرم وسخاوت میں پیش رفتگی اور جنگ وجدال میں اس کی بہادری کے گن گا تا ہے، دوسرے قبائل پر اپنی بڑائی بیان کر کے انہیں نیچا دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔

اس صنف کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اکثر فخر وحماسہ کے اشعار جنگ کے موقعے پر گائے جاتے اور یہ جوشیلی شاعری جنگجوؤں میں ایک نئی روح پھونک دیتی تھی جس کے نتیجے میں وہ اور زیادہ ہمت و جوانمردی کا مظاہرہ کرتے، اسی لیے جنگ کے موقعے پر ہر قبیلے کا شاعر اس کے ساتھ ہوتا اور فخر یہ شعر کہہ کر لڑنے والوں کی ہمت افزائی کرتا۔

فخر وحماسہ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عربی ادب میں حماسہ کے مکمل دیوان مرتب کیے گئے جن میں ابوتمام کا حماسہ بہت مشہور ہوا، جو اپنی گونا گوں خصوصیات کی وجہ سے فخر یہ شعر کا اہم کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔

جاہلی دور میں فخر وحماسہ کا نمونہ

فلو أن ما أسعى لأدنى معيشة كفاني ـولم أطلب۔ قليل من المال

ولكنما أسعى لمجد موثل وقد يدرک المجد الموثل أمثالي

وما المرء ما دامت حشاشة نفسه بمدرک أطراف الخطوب ولاآل

1۔اگر چہ میں ادنی سی معیشت کے لیے کوشاں ہوتا تو میرے لیے کافی تھا،لیکن مجھے تھوڑے سے مال کی طلب نہیں۔

2۔ بلکہ میں تو پائیدار اور دائمی مجد وسروری کے حصول کے لیے کوشاں ہوں میرے جیسے لوگ دائمی مجد وعزت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔

3۔ جب انسان کے جسم میں جان باقی ہے وہ کوشش کے باوجود مصائب اور مشکلات کے سروں اور کناروں کو نہیں پا سکتا۔

مدح:

مدح کا مطلب کسی کی تعریف وتوصیف ہے جس میں شاعر کسی ذی حیثیت شخص یا بادشاہ کی تعریف کرتا ہے اور اس کی کرم نوازی و بہادری اور نیک نامی کے گن گا تا ہے۔ممدوح کے اخلاق فاضلہ کو بیان کرتا ہے اس کی سخاوت وکرم نوازی،عفت و پاکدامنی، بہادری وشجاعت اور عدل و انصاف کا تذکرہ کرتا ہے۔

ابتدا میں یہ مدح خالص ہوتی تھی اور بے جا غلو سے پاک سچائی پر مبنی ہوتی تھی،شاعر اپنے ممدوح کی وہ خوبیاں بیان کرتا تھا جو واقعی اس

میں ہوتی تھیں جس کی مثال جاہلی شاعر زہیر بن ابی سلمی کا وہ قصیدہ ہے جسے اس نے حارث بن عوف اور ھرم بن سنان کی مدح میں کہا ہے جن کی کوششوں سے عرب قبائل میں جاری چالیس سالہ خونی جنگ کا خاتمہ ہوا۔

لیکن مدحیہ شاعری کا عروج وارتقا اس وقت ہوا جب بعض شعرا نے شاعری کو حصول جاہ کا ذریعہ بنالیا اور بادشاہوں کی تعریف وتوصیف میں دل کھول کر قصیدے کہے جس کے صلے میں ممدوحین کی طرف سے خوب انعام واکرام سے نوازہ گیا ان میں اعشی کا نام قابل ذکر ہے اور ان بادشاہوں میں سے جن کی شان میں سب سے زیادہ مدحیہ قصیدے لکھے گئے وہ مناذرہ تھے چناں چہ عمرو بن ہند کا دربار عرب شاعروں سے بھرا رہتا تھا، اس کی تعریف وتوصیف میں قصیدے لکھنے والوں میں متقب بن عدی، طرفة بن العبد اور سیب بن علی کا نام سرفہرست ہے۔ اعشی کے بارے میں شوقی ضیف کہتے ہیں وہ شاعری کا بادشاہ تھا، شاعری ہی اس کا پیشہ تھی اس نے عرب وعجم کے کسی مشہور شخصیت اور بادشاہوں کو نہیں چھوڑا جس کی شان میں اس نے قصیدے نہ کہے ہوں، مدحیہ قصائد کہنے میں نابغہ کا نام بھی سرفہرست ہے جس نے نعمان بن المنذر کی تعریف میں بھی خوب قصیدے کہے جس کا اسے خوب صلہ بھی ملا، کہا جاتا ہے وہ سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا کھاتا تھا۔

جاہلی دور میں مدح کا نمونہ:

زہیر بن ابی سلمی ہرم بن سنان کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے:

وأبيضَ فياضٍ يداه غمامةٌ	على معتفِيْهِ ما تغبُّ فواضله
أخي ثقة لا يهلک الخمر ماله	ولكنه قد يهلک المال نائله
تراه إذا ما جئته متهللا	كأنک تعطيه الذي أنت سائله

۱۔(ممدوح) نہایت شریف اور سخی ہے اس کے ہاتھ ہمیشہ بادل کے برسنے کی طرح سائلین پر انعامات کی بارش کرتے ہیں اور انعامات کا یہ سلسلہ کبھی نہیں رکتا۔

۲۔وہ خود اعتماد ہے شرابیں اس کا مال ختم نہیں کرسکتیں لیکن سوال کرنے والے اس کا مال ختم کرڈالتے ہیں۔

۳۔تم جب بھی ان کے پاس آؤ گے اسے شاداں وفرحاں پاؤ گے تمہیں ایسے معلوم ہوگا کہ جیسے تم خود اسے وہ کچھ دے رہے ہو جو اس سے مانگ رہے ہو۔

مرثیہ:

مرثیہ رثاء سے بنا ہے جس کے معنی مردے پہ رونا اور آہ وزاری کرنا ہے۔ یہ صنف بھی جاہلی شاعری کا اہم جز ہے جس میں مرنے والے کے خصائص وفضائل کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کی کرم نوازی وشجاعت وبہادری کو یاد کرکے رنج وغم کا اظہار کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر شوقی کے بقول مرثیہ کا تعلق جوشیلی شاعری سے زیادہ ہے۔ جاہلی دور میں شعرا اپنے بہادروں کو فخریہ وجوشیلے قصیدے کہہ کر یاد کرتے تھے تاکہ اہل قبیلہ کو ان کی موت کا بدلہ لینے کے لیے ابھاریں اور ان کے بچھڑ جانے سے گھر وخاندان پہ جو مصیبت آن پڑی ہے اس کا ذکر کرتے اور یہ مرثیہ گوئی چند دنوں کے لیے نہیں ہوتی بلکہ اس وقت تک جاری رہتی جب تک مرنے والے کی موت کا بدلہ نہیں لیا جاتا۔

ابن رشیق لکھتے ہیں کہ جاہلی زمانہ میں جب کوئی کسی کے مرنے پر مرثیہ کہتا تھا تو بڑے بڑے بادشاہوں کی موت، بڑے بڑے ملکوں کی تباہی، عظیم الشان قوموں کی فنا کی مثالیں دیتا اور ان کے مقابلے میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والے تنومند، پہاڑی بکروں اور جھاڑیوں میں چھپے

رہنے والے شیروں اور چٹیل میدانوں میں پھرنے والے زیبروں، گدھوں، عقابوں اور سانپوں کی قوت و درازی عمر کی طرف توجہ دلاتا، مطلب یہ تھا کہ بڑے اور شریف لوگوں کی عمریں تھوڑی ہوتی ہیں اور جنگلی جانور چرند و پرند بہت دنوں تک جیا کرتے ہیں۔ گویا کہ موت بڑائی کی نشانی ہے اور طول عمر بے مصرف زندگی کی۔

جاہلی دور میں مرثیے کے نمونے:

لبید بن ربیعہ نعمان کا مرثیہ:

ألا تسألان المرء ماذا يحاول	أَ نَحْبٌ فيُقْضَى أَمْ ضلالٌ و باطل
أرى الناس لا يَدْرَوْنَ ما قدرُ أمرِهم	بَلَى كُلُّ ذِيْ لُبٍّ إلى الله واسل
ألا كل شيء ما خلا الله باطل	وكل نعيم لا محالة زائل
وكل أناس سوف تدخل بينهم	دُوَيْهِيَةٌ تَصْفَرُّ مِنْهَا الأَناملُ
وكل امرئٍ يوما سَيَعْلَمُ سعيَه	إذا حصلت عندَ الإله المَحَاصِلُ
إذا المرء أسرى ليلة خال إنه	قضى عاملا و المرء مادام عامل
فقولا له إن كان يقسم أمره	أَلَمَّا يَعِظْکَ الدهر أمک هابل
فتعلم أن لا أنتَ مُدْرِکٌ مَا مَضَى	ولَا أَنْتَ مِمَّا تَحْذَرُ النَّفْسُ وَائِلُ

ا۔ اے دوساتھیو! تم انسان سے یہ کیوں نہیں سوال کرتے کہ وہ کیا چاہتا ہے کیا وہ کسی مقصد کی تکمیل کر رہا ہے یا محض ضلال و باطل ہی ہے؟

۲۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ اپنے معاملات سے ناواقف ہیں ہاں البتہ ہر ذی ہوش اپنی لو اللہ سے لگا تا ہے۔

۳۔ ذہن نشیں کر لو! کہ اللہ کے سوا ہر چیز کو فنا ہو جانا ہے اور ہر نعمت یقیناً زائل ہونے والی ہے۔

۴۔ ہر انسان پر ایک آفت ضرور آئے گی جس سے انگلیاں زرد ہو جائیں گی۔

۵۔ اور ہر انسان ایک دن اپنی پوشیدہ زندگی کو معلوم کر لے گا جب اللہ کے ہاں اعمال کے نتائج سامنے آئیں گے۔

۶۔ جب انسان رات بھر چلتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنا کام پورا کر لیا ہے حالانکہ انسان تو مرتے دم تک کام میں ہی لگا ہوا ہے۔

۷۔ میرے ساتھیو! اس آدمی سے کہو جو اپنے معاملات کے نظم و نسق میں لگا ہوا ہے تیری ماں تجھے روئے کبھی زمانے نے تجھے گزشتہ واقعات سے ابھی تک سبق نہیں دیا۔

۸۔ تا کہ تجھے اتنا معلوم ہو جاتا کہ جو کچھ گزر چکا اسے تو نہیں پا سکتا اور نہ تو اس کھٹکے سے (موت سے) نجات پا سکتا ہے۔

ہجو:

ہجو کہتے ہیں کسی کی برائیوں کو بیان کرنا اور اس کی خامیوں پر عار دلانا عرب قبائل کی آپسی رنجشیں اور لڑائیاں معروف تھیں ہر قبیلہ اپنے آپ کو اعلی سمجھتا تھا اور دوسرے کو ادنی دکھانے کی کوشش کرتا، عرب قبائل ایک دوسرے کا مذاق اڑاتے اور سماج و معاشرے میں ایک دوسرے کی جو حیثیت ہوتی اس کو گرانے کی کوشش کرتے، اسی خانہ جنگی میں اس صنف کو خوب فروغ ملا۔

عرب میں لوگ ہجو سے بدشگونی لیتے تھے اور جہاں تک ممکن ہوتا وہ کسی شاعر کی ہجو سے بچتے حتی کہ اگر کوئی کسی کا مال غصب کر لیتا اور دوسرا اس کی ہجو کی دھمکی دیتا تو وہ اس ہجو کے خوف سے غصب شدہ مال واپس کر دیتا۔ چناں چہ مروی ہے کہ حارث بن اسدی نے زھیر کے قبیلے والوں پر حملہ کر دیا اور ان کے اونٹ اور غلام اٹھا کر لے گیا تو زہیر نے چند اشعار کہے جس میں اس نے حارث کو سخت ہجو سے ڈرایا زہیر کہتا ہے:۔

لیأتِیَنّکَ مِنِّيْ مَنْطِقٌ قَذِعٌ بَاقٍ کَمَا دنسَ القبطیةَ الودکُ

ترجمہ: میں تمہاری ایسے الفاظ سے ہجو کروں گا جو ہمیشہ کے لیے تمہارے کردار کو گندہ کر دیں گے جیسے چربی صاف ستھرے سفید کپڑے کو گندہ کر دیتی ہے۔

یہ بات سن کر حارث ڈر گیا اور اس نے لوٹا ہوا سارا سامان واپس کر دیا۔

معذرت:

جاہلی زمانے کی شاعری کا ایک اہم پہلو اعتذار یا معذرت ہے یعنی اپنی غلطی کے لیے اظہار افسوس کرنا اور اپنے اوپر لگے تہمت کے داغ کو صاف کر کے ممدوح کی قربت حاصل کرنا اور ممدوح کے دل میں اس کے لیے موجود کدورت کو ختم کرنا ہے۔

اس صنف میں جاہلی زمانہ کے مشہور شاعر نابغہ ذبیانی کا نام سرفہرست ہے بلکہ کہا جاتا ہے "النابغة أشعر الشعراء إذا رهب" یعنی نابغہ سب سے بڑا شاعر ہے جب وہ خوف و دہشت میں معذرت کی غرض سے شعر کہتا ہے، نابغہ کی معذرت کا قصہ یہ ہے کہ اس کو نعمان بن المنذر کی بارگاہ میں بڑی قربت حاصل تھی، نابغہ بھی بادشاہ کی خوب مدح سرائی کرتا اور بادشاہ بھی خوب داد و دہش سے نوازتا، ایک دن کسی بات سے نعمان بن المنذر نابغہ سے خفا ہو گیا اور نابغہ نے بادشاہ کے حریف غسان کے بادشاہ کی صحبت اختیار کر لی لیکن اس کا دل ابھی بھی نعمان کی بارگاہ سے جڑا ہوا تھا اور وہ پھر سے نعمان سے قرب حاصل کرنا چاہ رہا تھا اسی لیے اس نے نعمان بن المنذر کی تعریف اور اعتذار میں کئی قصائد لکھے بالآخر نعمان نے اسے معاف کر دیا اور پھر سے اس کو اپنا مصاحب بنا لیا، نابغہ کی اعتذار گوئی کو عربی ادب میں کافی شہرت ملی اور اس صنف میں سب نے بالاتفاق اس کا لوہا تسلیم کیا ہے گویا اس کی شاعری اس صنف کی روح ہے بلکہ جب بھی اس صنف کا ذکر آتا ہے صفحہ ذہن پر نابغہ کا نام ابھر کر سامنے آتا ہے، گویا نابغہ اور معذرت خواہی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

جاہلی دور میں معذرت کا نمونہ:

نابغہ ذبیانی اپنے قصیدے میں نعمان بن منذر کی مدح کے ساتھ ساتھ اس سے معذرت خواہی بھی کر رہا ہے۔

أَتَانِي -أَبَيْتُ اللَّعْنَ- أَنَّکَ لُمْتَنِيْ وَتِلْکَ الَّتِيْ تَسْتَکُّ مِنْهَا الْمَسَامِعُ

مَقَالَةٌ أَنْ قَدْ قلت: أناله وذلک مِنْ تِلْقَاءِ مِثْلِکَ، رائع

لعمری -وما عمري عليَّ بهين- لقد نطقتْ بَطْلًا عَلَيَّ الأَقَارِعُ

أَقَارِعُ عَوْفٍ، لا أُحَاوِلُ غَيْرَهَا وُجُوْهُ قُرُوْدٍ، تَبْتَغِيْ مَنْ تُجَادِعُ

أَتَاکَ امْرُؤٌ مُسْتَبْطِنٌ لِيَ بِغْضَةً له مِنْ عَدُوٍّ، مِثْلَ ذلک شافعُ

أتاکَ بقولٍ هَلْهَلِ النَّسجِ کَاذِبٍ ولمْ يأتِ بالحقِّ الذيْ هُوَ نَاصِعُ

أتاكَ بقولٍ لمْ أَكُنْ لِأَقُولَهُ   وَلَوْ كَبَلَتْ فِيْ ساعديَّ الجوامعُ

ا۔اے بادشاہ سلامت! خدا آپ کا اقبال بلند کرے۔ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے مجھے ملامت کی ہے یہ ایسی خبر ہے جسے سن کر کان بہرے ہوجاتے ہیں۔

۲۔اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس کی گرفت کروں گا، آپ جیسے ممدوح کی طرف سے یہ تنبیہ خطرے کی گھنٹی ہے۔

۳۔میری زندگی کی قسم، جب کہ میری زندگی میرے نزدیک کوئی معمولی چیز نہیں۔لیکن یہ سب اقارع کے مجھ پر جھوٹے الزامات ہیں۔

۴۔اقارع سے میری مراد صرف قریع بن عوف کی اولاد ہے اور کسی کی طرف میرا نشانہ نہیں ہے جن کے چہرے بندروں جیسے ہیں اور ان کی تو یہ خواہش رہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ان کے ساتھ لڑائی کرتا رہے۔

۵۔آپ کو یہ جھوٹی بات اس شخص نے سنائی ہے جو دل میں میرے متعلق کینہ چھپائے ہوئے ہے اور اسے اپنے جیسا ایک اور دشمن بطور سفارشی بھی مل گیا ہے۔

۶۔اس نے آپ کے ہاں آکر جھوٹی بات کو مرچ مسالہ لگا کر بیان کیا ہے اس کی بات میں قطعاً کوئی سچائی یا صحت نہیں ہے۔

۷۔اس نے میرے متعلق ایسی بات منسوب کی ہے اگر میرے ہاتھوں کو ہتھکڑیاں پہنا دی جائیں تب بھی میں ایسے الفاظ نہ کہوں۔

وصف:

وصف کہتے ہیں خارج میں موجود کسی چیز کی منظر کشی اس انداز سے کرنا کہ اس کا نقشہ سامع کے ذہن میں واضح ہو جائے اور اس خوب صورتی سے اس تصویر کھینچنا گویا کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس شئے کو دیکھ رہا ہے۔جاہلی زمانہ کے شعرا نے شعر کی دوسری اصناف کی طرح وصف میں مستقل طور پر قصیدے نہیں لکھے بلکہ عام طور پر غزلیہ شاعری کے بعد اس کا ذکر ہوتا ہے، جس میں شاعر کبھی اپنی اونٹنی کا وصف بیان کرتا ہے اور کبھی جنگلی جانوروں کی منظر کشی کرتا ہے۔

اس صنف کی سب سے بڑی خوبی شاعر کی ندرت خیالی ہے اور اس میں جن نادر تشبیہات واستعارات کا استعمال جاہلی شعرا نے کیا ہے یہ انہیں کا خاصہ ہے۔عربوں نے وصف کی متعدد شکلیں ایجاد کی ہیں، اپنی سواری سے لے کر جنگل و بیابان تک کا نقشہ کھینچا ہے اور اس میں کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے۔

جاہلی شعرا میں طرفہ بن العبد کو وصف نگاری میں کمال حاصل تھا اور اس نے اپنے معلقے میں اونٹنی کا جو وصف بیان کیا ہے اور اس میں جس کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے یہ اسی کا خاصہ ہے۔یونہی اوس بن حجر کی اپنے لامیہ میں تلوار اور ڈھال اور قوس کی تصویر کشی بھی دل آویز ہے۔ان کے علاوہ جاہلی شعرا نے نبادات و جمادات، چاند، سورج، بادل، بجلی بارش ریت کے ٹیلے اور کھنڈرات کا وصف بھی بیان کیا ہے، عورت کا سراپا کھینچنے میں جاہلی شعرا نے بڑی باریک بینی دکھائی ہے امرؤالقیس نے اپنی محبوبہ کے مفاتن اور محاسن کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ بڑا دل کش اور جاذب نظر ہے۔
امروالقیس کہتا ہے:

وقد أغتدي والطيرُ في وكناتها   لغيثٍ من الوسمي رائدهُ خالٍ
تَحَامَاهُ أَطْرَافَ الرماحِ تَحَامِيًا   وجاد عليه كلُّ أسحمَ هطّالِ

بِعِجْلِزَةٍ قَدْ أَتْرَزَ الْجَرْيَ لَحمَهَا	كُمَيْتٍ كَأنهَا هِرَاوَةُ مِنْوَالِ
ذعرتُ بها سِرْبًا نَقِيًّا جلودُه	وأكرَعُهُ وشي البُرُوْدِ مِنَ الْخَالِ
كأن الصُّوَارَ إذْ يُجاهِدْنَ غَدْوَةً	على جَمَزَى خيلٌ تجول بأجلال
فجالَ الصُّوَارُ، واتَّقَينَ بِقَرْهَبٍ	طويلِ القَرَا والرَّوْقِ أَخْنَسَ ذَيَّالِ
فعاديتُ منه بين ثَوْرٍ ونَعْجَةٍ	وَكَانَ عِدَائِيْ إِذْ رَكِبْتُ عَلَى بَالِ

ا۔ صبح صبح میں نکلتا ہوں جب پرندے اپنے گھونسلوں میں ہوتے ہیں موسم بہار کی پہلی بارش سے اگنے والی ہریالی کے لیے جسے تلاش کرنے والے عموما ناکام رہتے ہیں۔

۲۔ نیزوں کی نوکیں اس کی خوب حفاظت کرتی ہیں اس علاقے پر پانی سے بھرے ہوئے سیاہ بادل خوب برستے ہیں

۳۔ ایسے مضبوط قدآور گھوڑے پر سوار ہوکر نکلتا ہوں جسے مقابلے کی دوڑ نے چھریرا بنا کر جولا ہے کی کھڈی کی اس لکڑی کی طرح کر دیا ہے جس پر وہ کپڑا بنتا ہے۔

۴۔ میں نے اس گھوڑے کی بدولت نیل گایوں کے ریوڑ کو گھبراہٹ میں ڈال دیا، جن کی کھالیں نرم وصاف اور ٹانگیں دھاری دار تھیں۔

۵۔ جب وہ گائیں بھاگتی تھیں تو ایسے دکھائی دے رہا تھا گویا جھول پہنے ہوئے گھوڑے بھاگ رہے ہیں۔

۶۔ یہ گائیں دوڑ کر ایک لمبے موٹے اور بڑے سینگوں والے، لمبی دم اور چپٹی ناک والے جنگلی بیل کی پناہ میں آ گئیں۔

۷۔ میں نے اس بیل اور نیل گائے کا تیزی سے تعاقب کیا جب میں سوار ہو گیا تو میں گھوڑا دوڑانے میں بہت تجربہ کار تھا۔

1.7.2 جاہلی شاعری کی معنوی خصوصیات:

شاعری کا ایک اہم جز اس کا معنی اور فکر ہے جسے شاعر الفاظ کے قالب میں ڈھال کر پیش کرتا ہے جو شاعر کے جذبات اور احساسات کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے۔

جاہلی زمانے کی شاعری اپنے معانی کے اعتبار سے ایک معیاری شاعری ہے کہتے ہیں کہ شاعر "ابن البیئۃ" ہوتا ہے چونکہ دور جاہلی میں لوگ بدویانہ طرز اور خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے اسی لیے جاہلی شاعری پر بھی بدویانہ انداز نمایاں ہے، جاہلی کی مندرجہ ذیل معنوی خصوصیات ہیں۔

ا۔ جاہلی شاعری کے معانی بہت واضح اور سلیس ہیں جن میں تکلف نہیں ہے اور حقیقت اور واقعیت سے بہت قریب ہیں۔

۲۔ جاہلی شاعری میں غلو اور مبالغہ کی کثرت نہیں ہے ان کی شاعری طبعی ہے اور فطرت سے میل کھاتی ہے۔

۳۔ عرب بدوی زندگی گزارتے تھے اور ان کی یہی طبیعت ان کی شاعری پر غالب تھی اس لیے ان کی شاعری میں نادر تشبیہات دور دراز استعارے، مشکل موضوع نہ کے برابر ہیں اور نہ ان کا فنی ذوق ان کے احساسات اور واقعی چیزوں پر حاوی ہوتا ہے، ان کی شاعری ان کی زندگی کی حقیقی منظر کشی ہے، ان خصوصیات کے ساتھ جاہلی شاعری کی تاریخی حیثیت بھی ہے جس پر مورخین نے ان کی بدوی زندگی اور رہن سہن کو بتانے اور جنگوں کے حالات وواقعات پر اعتماد کیا ہے اور ان کی شاعری سے استشہاد بھی کیا ہے۔

۴۔ جاہلی شاعری میں ہر شعر مستقل معنی رکھتا ہے اس میں ترتیب اور فکر میں ہم آہنگی نا کے برابر ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں ایک یہ کہ جو فکر یا خیال ان کے ذہن میں آتا اس کو اپنے اشعار میں باندھ دیتے، کبھی ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف منتقل ہو جاتے اور پھر اس سے تیسرے کی طرف بغیر کسی فکری ہم آہنگی کے، دوسری وجہ یہ تھی کہ اکثر جاہلی شعرا، کسی ایک مجلس میں مکمل قصیدہ نہیں کہتے تھے یا کوئی ایک حادثہ یا واقعہ ان کی مشق نظر نہیں ہوتا بلکہ کئی موقعوں کی مناسبت سے قصیدہ ترتیب دیتے اس لیے معنی و فکر میں تنوع اور متعدد موضوع ہونا فطری تھا۔

لیکن بعض شعرا پورے پورے قصیدے کہنے کے بعد اصلاح کے مرحلے سے گزارتے تھے تاکہ معانی ومطالب باترتیب ہو جائیں اور موضوع و فکر میں ہم آہنگی پیدا ہو ایسے قصیدے جو ان مراحل سے گزرے ہوں انہیں حولیات کہا جاتا ہے، زہیر ابن سلمی کا شمار انہیں شعرا میں ہوتا ہے جو اپنے قصائد کی ترتیب و تہذیب میں پورا سال صرف کرتے تھے اور حذف واضافہ کرتے رہتے تھے۔

ڈاکٹر شوقی ضیف کے بقول جاہلی شاعری میں تقلید کا عنصر غالب ہے اور جاہلی شعرا اپنی غزلوں اور مدحیہ شاعری میں ایک ہی جیسے معنی خیال اور تشبیہات کا استعمال کرتے ہیں۔ جو وصف طرفہ نے اپنی اونٹی کا بیان کیا وہی وصف انہیں صورتوں میں دوسرے شعرا کے یہاں ملتا ہے اور امرؤالقیس کا کھنڈرات پر اپنی محبوبہ کے فراق میں آہ وفغاں کرنا تمام شعرا کے درمیان مشترک ہے؛ لیکن معانی کا دائرہ تنگ ہونے کے باوجود عمدہ فکر اور ندرت خیالی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

1.7.3 جاہلی شاعری کی لفظی خصوصیات اور اسلوب بیان

عرب فطری شاعر تھے اس لیے ان کی شاعری بھی فطری تھی اور تکلف سے خالی تھی۔ الفاظ بالکل سلیس اور واضح ہوتے اور معانی سے مطابقت رکھتے تھے، موضوع کے موافق الفاظ کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ الفاظ و بیان کے اعتبار سے جاہلی شاعری میں حسب ذیل خصوصیات ملتی ہیں۔

☆ جاہلی شاعری کا ڈھانچہ اور اس کی ترکیب مکمل اور اپنے مدلول کے مطابق ہوتی تھی۔ عبارت اپنے معنی کو مکمل طریقے سے بیان کرتی تھی اور یہ سب ان کی عربی زبان پر قدرت کی وجہ سے تھا اس لیے الفاظ کا انتخاب موزوں ہوتا تھا اور استعمال کے صحیح موقع ومحل کو خوب سمجھتے تھے۔

☆ جاہلی شعرا بھاری بھرکم اور ثقیل الفاظ کا استعمال کیا کرتے تھے لیکن اس میں نہ تکلف ہوتا تھا اور نہ دقت پسندی بلکہ یہ ان کی بدوی زندگی کا اثر تھا جو ان کی شاعری میں جھلکتا تھا۔

☆ جاہلی شعرا معانی کے ساتھ ساتھ الفاظ میں تقلید کے قائل تھے اسی تکرار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زہیر کہتا ہے:

ماأرانا نقول إلا مَعَارًا أَوْمَعَا دَامِنْ لفظِنا مكرورًا

☆ جاہلی شعرا نے تشبیہات واستعارات اور مجاز کا استعمال بقدر ضرورت مگر خوب کیا ہے امرؤالقیس اور طرفہ کی شاعری میں اونٹنی اور گھوڑا کے وصف میں عمدہ و نادر تشبیہات اور استعارات کا استعمال ان کے کمال فن کی گواہی دیتا ہے۔

جاہلی شاعری میں جناس اور طباق اور مقابلہ کا استعمال دوسرے ادبی عناصر کے مقابلے کم ہے جیسے امرؤالقیس کا یہ شعر:

مِكَرّ مِفَرّ مُقْبِلْ مُدْبِرٍ مَعًا كَجُلْمُوْدِصَخْرٍ حَطَّهُ السَّيْلُ مِنْ عَلِ

كُمَيْتٍ يَزِل اللبد عن حال متنه كما زلت الصفواء بالمتنزل

پہلے شعر میں طباق اور دوسرے میں جناس کا استعمال خوب ہے

☆ جاہلی شاعری کی ایک خصوصیت اس کا پیرایۂ بیان ہے جاہلی شعرا الفاظ کا استعمال بہت خوب صورت انداز میں کرتے تھے، تصویر کشی اتنی پرکشش ہوتی کہ نبادات و جمادات میں روح پھونک دیتا اور شاعر اپنی تنہائی کو بھول کر ان سے باتیں کرتا اور کبھی محبوبہ کے اجڑے ہوئے دیار کو مخاطب کرتا اور اسے اپنی بے بسی کے قصے سناتا اور گزرے ہوئے حسین لمحوں کو یاد کر کے آنسو بہاتا۔

1.8 سبع معلقات کی وجہ تسمیہ

عرب ابتدا ہی سے شعر و شاعری کا ذوق رکھتے تھے، شاعری ان کی گھٹی میں شامل تھی، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے دور جاہلی کے سرمایہ شعر و شاعری میں سے سات بہترین قصائد کو چھانٹ کر محفوظ کر لیا تھا۔ قصائد کے اس مجموعہ کو ''سبع معلقات'' کہتے ہیں۔ ان قصائد کو معلقات کہنے کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ شعرائے عرب اپنا کلام تیار کر کے قریش کے سامنے پیش کرتے، اگر وہ اسے پسند کر لیتے تو یہ عمدہ اور اچھا کلام سمجھا جاتا، پھر قریش اس قصیدے کو سونے کے پانی سے قباطی پر لکھوا کر خانہ کعبہ کی دیواروں پر آویزاں کر دیتے، اسی وجہ سے انہیں معلقات یعنی لٹکائے ہوئے قصیدے کہا گیا۔ لیکن بعض حضرات کا خیال ہے کہ معلقات ''عِلق'' (بکسر العین) سے ماخوذ ہے، علق ایسے مال کو کہتے ہیں جو بیش قیمت اور محبوب ہو۔ ہر جنس کی نفیس ترین چیز کو بھی علق کہتے ہیں عربی میں کہا جاتا ہے ''هذا عِلقُ مَضَنَّةٍ'' چونکہ یہ قصیدے، حسن بندش، عمدہ تشبیہ، نادر استعارات و کنایات، کثیر معانی و مطالب، بہترین اسالیب کی وجہ سے قیمتی جواہر پارے اور یکتا موتیوں کی طرح ہیں اس لیے انہیں معلقات کا نام دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ معلقات ''عَلق'' (بفتح العین) لٹکانے کے معنی میں ہے کہ جو بھی انہیں پڑھتا یا سنتا ہے دل و دماغ ان قصائد سے معلق ہو جاتے ہیں۔

معلقات کی تسمیہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے محل نزاع وجہ تسمیہ ہے، وہ حضرات جو کعبہ میں ان قصائد کے لٹکائے جانے کے قائل نہیں ہیں اور اس کے لیے ان کے اپنے دلائل ہیں وہ معلقہ کو ''عِلق'' (بکسر العین) سے ماخوذ مانتے ہیں اور بلا شبہ یہ عربوں کی ادبی میراث کی سب سے گراں مایہ شئے اور سب سے قیمتی اور نفیس سرمایہ ہے اور جو حضرات اس کے کعبہ میں لٹکائے جانے کے قائل ہیں اور اس کے لیے دلائل رکھتے ہیں ان کے نزدیک یہ ''عَلق'' (بفتح العین) سے ماخوذ ہے۔

ان قصائد کو کعبہ معظّمہ میں تعلیق کا اثبات کرنے والے اور انکار کرنے والے دونوں کی بڑی تعداد ہے، البتہ اثبات کرنے والوں کی فہرست زیادہ طویل ہے پہلے ہم انکار کرنے والوں اور ان کے دلائل پر نظر ڈالتے ہیں۔

معلقات کے کعبے میں تعلیق کا انکار کرنے والوں کے سرخیل ابو جعفر نحاس (وفات: 338ھ) ہیں، ابن انباری نے ان سے نقل کیا ہے کہ: حماد الراویہ (وفات: 155ھ) نے ان سات طویل قصیدوں کو جمع کیا لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ انہیں کعبے میں آویزاں کیا گیا تھا۔

کارل بردکلمان نے بھی تعلیق کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی وجہ تسمیہ ان کی نفاست اور قیمت ہے، تعلیق نہیں ہے۔ جرمن مستشرق تھیوڈور نولد کے (Theodor Noldeke) کی بھی یہی رائے ہے۔ ماضی قریب کی علمی شخصیات میں سے جس نے تعلیق کا انکار کیا ہے وہ شیخ مصطفی صادق الرافعی (وفات: 1356ھ) کی ذات ہے انھوں نے تعلیق کے قصے کو موضوع قرار دیا ہے۔ معاصرین میں ڈاکٹر شوقی ضیف اور ڈاکٹر جواد علی نے بھی ان قصائد کے کعبے شریف میں لٹکائے جانے کا انکار کیا ہے۔ منکرین کے دلائل کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

1. عہد جاہلی میں عربی زبان سماعی تھی تحریری نہیں تھی۔

2. قرآن کریم کی تمام تر بزرگی وقداست کے باوجود اور حدیث شریف کی تمام اہمیت وعظمت کے باوجود عہد رسالت میں ان کی جمع وتدوین کا کام نہیں ہوا۔

3. فتح مکہ کے بعد جب کعبے کے بتوں کو توڑا گیا اور تصویروں کو مٹایا گیا۔اس وقت معلقات یا اس کے اجزا ملنے کا کسی مؤرخ یا سیرت نگار نے ذکر نہیں کیا ہے۔

4. بعثت سے قبل جب کعبہ کی جدید تعمیر ہوئی اس واقعے کے بیان میں بھی معلقات کا ذکر نہیں ملتا۔

5. جن صحابہ اور تابعین نے ان قصائد کی روایت کی ہے ان میں سے کسی نے بھی ان کے کعبے میں لٹکائے جانے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

تعلیق کے قائلین کی فہرست طویل ہے ان میں ابن عبد ربہ (وفات: 328ھ)، ابن رشیق قیروانی (وفات: 456ھ) ، ابن خلدون (وفات: 808ھ)، یاقوت حموی (وفات: 626ھ) اور جلال الدین سیوطی (وفات: 911ھ) وغیرہ شامل ہیں۔متاخرین میں جرجی زیدان بھی تعلیق کے قائل ہیں۔

ان حضرات کے مطابق معلقات کی وجہ تسمیہ کعبہ معظّمہ میں ان کی تعلیق ہے۔انہیں تعظیم کی جہت سے قباطی کپڑے پر سونے کے پانی سے لکھ کر کعبہ معظّمہ کی دیواروں پر آویزاں کیا گیا تھا۔سب سے پہلے امرؤالقیس کا قصیدہ حج کے زمانے میں رکن کعبہ پر لٹکایا گیا تھا، بعد میں دوسرے قصائد بھی لٹکائے گئے۔ابوجعفر نحاس کے علاوہ متقدمین میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا، تعلیق کے انکار کو سب سے پہلے مستشرقین نے اچھالا اور پھر عرب مصنفین نے ان کی تائید کردی۔ان لوگوں کی یہ تائید مستشرقین کے دلائل کی قوت کے سبب نہیں ہے بلکہ نئی چیز میں رغبت کے باعث ہے، ورنہ جو عہد جاہلی میں شعر کی اہمیت کو جانتے ہیں ان کے لیے یہ بات ہرگز تعجب خیز نہیں ہے۔بلا شبہ اس عہد میں کتابت کا عام رواج نہیں تھا؛ لیکن اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں مثلاً نابغہ ذبیانی اپنے قصائد تحریری شکل میں حیرہ کے بادشاہ نعمان کے پاس بھجواتا تھا۔ابن ہشام وغیرہ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ قریش نے بنو ہاشم کے بائیکاٹ کو جو دستاویز تیار کی تھی اسے کعبے میں لٹکایا گیا تھا۔ایسے اور بھی شواہد پیش کیے جا سکتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد جاہلی میں معلقات کے علاوہ بھی تحریری نمونے ملتے ہیں اور بعض تحریروں کو کعبہ میں لٹکانے کی نظیریں بھی ملتی ہیں۔لہٰذا اگر ان قصائد کو بھی لٹکایا گیا ہو تو اس کے لیے کوئی علمی، عقلی یا فنی رکاوٹ مانع نہیں ہے۔

ان قصیدوں کا ایک نام مذھبات بھی ہے۔یعنی سونے کے پانی سے لکھے ہوئے قصیدے۔مذھبات اس لیے کہتے ہیں کہ ان قصائد کو پہلے سونے کے پانی سے قباطی پر لکھا جاتا پھر خانہ کعبہ پر لٹکایا جاتا۔

1.9 اصحاب معلقات کی تعداد

معلقات کی تعداد اور مصداق میں بھی علما کا اختلاف ہے۔بعض نے انہیں سات قصیدے قرار دیا ہے اور بعض کے نزدیک ان کی تعداد دس ہے۔اس کے علاوہ کون سے قصائد ان کا مصداق ہیں اور کون سے قصائد معلقات میں شمار ہوتے ہیں؟ یہ امر بھی مختلف فیہ ہے۔جن پانچ پر سب کا اتفاق ہے وہ امرؤالقیس، زہیر، لبید، طرفہ اور عمرو بن کلثوم کے قصیدے ہیں۔پھر بعض حضرات عنترہ اور حارث بن حلزہ کے معلقات ملا کر سبع

معلقات کومکمل کرتے ہیں اور یہی سب سے راجح موقف ہے۔زیر نظر سبق میں اسی کی اتباع کی گئی ہے۔بعض لوگ نابغہ اوراعشی کے معلقات کے ذریعے سات کی تعداد مکمل کرتے ہیں اور بعض ان سب کے ساتھ عبید بن ابرص کا قصیدہ بھی ملا لیتے ہیں اور ان کے نزدیک معلقات کی تعداد دس ہے؛لیکن اصح قول یہی ہے کہ جن شعرا کے قصیدے خانہ کعبہ میں لٹکائے گئے ان کی تعداد سات ہے۔

1.10 عربی ادب میں معلقات کا مقام

جاہلی شاعری کے جونمونے ہم تک پہنچے ہیں ان میں سب سے زیادہ صحیح اور تاریخی لحاظ سے سب سے مستند معلقات کا مجموعہ ہے۔اس لیے عربی زبان وادب میں ان کی اہمیت بھی سب سے زیادہ ہے۔احمد حسن زیات کے بقول عربی شاعری میں انچاس قصائد سب سے زیادہ صحیح ہیں جنہیں ابوزید قرشی نے ''جمهرة أشعار العرب'' میں ذکر کیا ہے، پھر ان میں بھی سب سے زیادہ قابل اعتماد وہ سات قصائد ہیں جو معلقات کے نام سے معروف ہیں۔

معلقات کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صحابۂ کرام بالخصوص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن مجید کے الفاظ کی تشریح اور محل استعمال کی وضاحت کے لیے جاہلی شاعری خاص طور پر معلقات کے اشعار سے استشہاد کیا کرتے تھے۔چناں چہ عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس جب بھی قرآنی آیات کی وضاحت کرتے تو استشہاد کے طور پر ایک شعر بھی پیش کرتے اور فرماتے کہ جب تم پر قرآن کی کسی آیت کی تفسیر دشوار ہو تو اس کا معنی شعر میں تلاش کرو کیونکہ وہ عرب کا وثیقہ ہے۔

ان قصائد کی اہمیت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ عرب نے ان سات قصائد کو تمام جاہلی شاعری پر فوقیت دی اور سونے کے پانی سے لکھ کر تعظیما کعبہ کی دیواروں پر لٹکایا۔یوں یہ قصائد شاعری کے مثالی نمونے اور حوالے کی حیثیت اختیار کر گئے۔

عربی زبان وادب میں ان قصائد کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے گویا یہ ایک کسوٹی ہے جس پر دیگر شعرا کی شاعری کو پرکھا جاتا ہے اور ان معلقات کی تقلید کرنا اور ان کے مثل شعر کہنا باعث فخر سمجھا جاتا ہے، کیونکہ یہ قصیدے اور ان کے کہنے والے شعرا جن امتیازی خصوصیات کے حامل تھے وہ بعد کے شعرا اور ان کی شاعری میں کم نظر آتی ہیں اسی لیے ان قصائد کو اور ان کے قائلین کو سب سے زیادہ شہرت بھی ملی۔یہ قصائد لفظی ومعنوی محاسن اور تاریخی واقعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نہ صرف عربی زبان کے لیے مصدر اول کی حیثیت رکھتے ہیں، بلکہ عہد جاہلی کی دینی، سماجی اور سیاسی زندگی کی سچی تصویر بھی ہیں، اسی طرح یہ قصائد جاہلی دور کی تقالید، ان کے رہن سہن، سادگی اور بدویانہ طرز زندگی کی صحیح عکاسی کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں معلقات کا ترجمہ ہوا۔معروف محقق فوادسزکین نے معلقات کے اردو، فارسی، ترکی، انگریزی، فرانسیسی، لاطینی، روسی، جرمن اور سویڈس میں تراجم کی ایک طویل فہرست ذکر کی ہے۔

آگے ہم ان معلقات کی عمومی خصوصیات کا جائزہ لیں گے پھر ہر ایک معلقہ کی امتیازی خصوصیات کا سرسری تجزیہ کریں گے۔

1.11 معلقات کی عام خصوصیات

☆ معلقات سبعہ کی خوبی یہ ہے کہ یہ جاہلی شاعری کے بہترین نمونے ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخی دستاویز کی بھی حیثیت رکھتے ہیں۔

ان کی امتیازی خصوصیات میں سے سب سے اہم انداز بیان کی سادگی اور سچائی ہے۔اصحاب معلقات کی شاعری اکثر فطری اور برجستہ ہوتی تھی جیسے: حارث بن حلزہ کا قصیدہ جو اس نے بادشاہ عمرو بن ہند کے دربار میں برجستہ کہا۔ جاہلی شعرا کے دل میں جو بھی خیال گزرتا یا انہیں جس چیز کا احساس ہوتا اسے شاعری کا جامہ پہنا دیتے یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری ان کے علوم وفنون کا مخزن، ان کے جنگی کارناموں کی ڈائری اور ان کے غلط وصحیح کا آئینہ ہے۔

☆ معروف ناقد وادیب شوقی ضیف کے مطابق معلقات کی شاعری زیادہ تر فخر وحماسہ کے اردگرد گھومتی ہے جس سے یہ بات صاف ہوتی ہے فخر وحماسہ ان کی محبوب ترین صنف تھی رہی غزل وتشبیب تو وہ ان کی شاعری کی اصل غرض اور مقصد کا پیش خیمہ اور مقدمہ ہوتی تھی۔

☆ معلقات کی ایک خاصیت ان کا ظاہری تصنع اور بناوٹ سے خالی ہونا ہے، اسلوب شعری سلیس اور دلکش ہے، جس میں اختصار کا وصف نمایاں ہے، مجاز اور مبالغہ کا استعمال بقدر ضرورت ہے، جو ان کے جذبات اور احساسات کی صحیح ترجمانی ہے، علاوہ ازیں بھاری بھرکم الفاظ کا استعمال، اسلوب کی سلاست، ترکیب کی متانت، معانی میں گہرائی ان کی شاعری کا خاص وصف ہے۔ کچھ قصائد کی زبان بہت سلیس ہے جیسے عنترہ اور عمرو بن کلثوم کے قصیدے، اس کے برعکس کچھ قصائد میں غریب الفاظ کا استعمال بکثرت ہے جیسے طرفہ بن العبد کا معلقہ۔

☆ جاہلی شعرا منطقی طرز تکلم اور اشعار کے مابین فکری تسلسل اور ترتیب سے واقف نہ تھے جسے دور جدید میں یک موضوع سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ یہ ان کی بدویانہ طرز زندگی کے منافی تھا، اسی لیے معلقات میں اشعار کی ترتیب بے جوڑ اور بے ربط ہے حتی کہ اگر آپ کسی شعر کو حذف کر دیں یا اس میں تقدیم وتاخیر کر دیں تو قصیدہ میں کوئی خامی یا کمی محسوس نہ ہوگی۔

1.12 معلقہ امرؤالقیس

جاہلی شعرا میں امرؤالقیس سب سے مشہور شاعر گزرا ہے۔ ابن سلام نے اپنی کتاب "**طبقات فحول الشعراء**" میں اس کا شمار طبقہ اولی کے شاعروں میں کیا ہے۔ امرؤالقیس کے کلام کا سب سے اچھا اور بہترین نمونہ اس کا شہرۂ آفاق معلقہ ہے، جس میں اس نے ساری قوت حسن تغزل، نادر تشبیہات، عمدہ استعارات، منظرکشی، اپنی محبوبہ کی مدح وسرائی، اپنے گھوڑے کی بہادری، پھرتی، تیز رفتاری، چالاکی کو بیان کرنے میں صرف کی ہے، کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اپنی محبوبہ کی یاد میں بوسیدہ کھنڈرات، اکھڑے ہوئے خیموں کے نشانات اور اجڑے ہوئے دیار کو دیکھ کر رونے والا اور آہ وفغاں کرنے والا اور اسے اپنی شاعری میں بیان کرنے والا شاعر امرؤالقیس ہی ہے۔ اور بعد کے جتنے شعرا ہوئے سب نے اس کی تقلید کی لیکن اس کی گرد کو نہ پا سکے۔

امرؤالقیس کا پسندیدہ مشغلہ عورتوں سے تغزل اور تشبیب تھا، اسی لیے اسے "**الملک الضلیل**" یعنی بگڑا ہوا شہزادہ بھی کہا جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس کے باپ نے جو کندہ کا بادشاہ تھا اس کو گھر بدر کر دیا۔ امرؤالقیس کے معلقہ میں اس کا یہی وصف غالب ہے۔ جس میں اس نے اپنی محبوبہ کا وصف اور اس سے ملاقات کی جو منظرکشی کی ہے وہ قاری کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی ہے، اپنی سواری کا وصف بیان کرنے اور فخریہ شاعری کہنے میں امرؤالقیس کو بلا کی مہارت اور کمال حاصل تھا جو اس کے معلقہ سے واضح ہے۔

چونکہ یہ معلقہ نہ صرف امرؤالقیس کی زندگی کا آئینہ دار ہے بلکہ اس کے کمال فن کا بھی شاندار مظہر ہے اسی لیے عربی ادب میں اس کو نمایاں

مقام حاصل ہے۔

1.12.1 معلقہ کہنے کا سبب:

اس معلقے کو کہنے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ امرؤ القیس کو اپنی چچا زاد بہن عنیزہ بنت شرحبیل سے بڑی محبت تھی دونوں ایک دوسرے سے چوری چھپے ملا کرتے تھے ایک مرتبہ جب قبیلے نے کوچ کیا تو یہ چپکے سے مردوں سے الگ ہو کر کسی قافلے کے ساتھ ہو لیا جس میں اس کی محبوبہ تھی۔ چناں چہ امرؤ القیس مردوں سے الگ ہو کر عورتوں کے پیچھے لگ گیا۔ راستے میں ایک تالاب دارِ جلجل کے نام سے پڑتا تھا امرؤ القیس نظریں بچا کر عورتوں سے پہلے وہاں پہنچ گیا اور ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب عورتیں تالاب پر پہنچیں تو انھوں نے کپڑے اتار کر تالاب میں نہانا شروع کر دیا، ان کے ساتھ اس کی محبوبہ عنیزہ بھی تھی۔ ادھر امرؤ القیس چپکے سے آیا اور سب کے کپڑے جمع کر کے ان پر بیٹھ گیا اور عورتوں سے کہا کہ جب تک برہنہ ہو کر میرے سامنے نہ نکلو گی کپڑے نہیں دوں گا۔ عورتوں نے بہت خوشامد اور التجا کی لیکن وہ نہیں مانا۔ جب بہت دیر ہو گئی تو مجبوراً ایک ایک کر کے سب نکلتی گئیں اور سب کو ان کے کپڑے دیتا گیا۔ عنیزہ کی جب نکلنے کی باری آئی تو اس نے نکلنے میں بہت ٹال مٹول اور حیلہ بہانہ کیا اور قسم دے کر کہا کہ میرے کپڑے مجھے یہیں لا کر دے دے، لیکن امرؤ القیس نے ایک نہ سنی چناں چہ وہ برہنہ باہر نکلی اور کپڑے لے کر پہنے۔ ان اٹکھیلیوں میں ظاہر سی بات ہے کافی دیر ہو گئی۔ لڑکیوں نے کہنا شروع کیا خدا تجھے غارت کرے تو نے اتنی دیر کروا دی، قافلہ کہاں سے کہاں نکل گیا ہوگا اور اب ہمیں بھوک لگ رہی ہے امرؤ القیس نے فوراً اپنی اونٹنی ذبح کی۔ لڑکیوں نے گوشت بھونا، خوب کھایا، پیا جب چلنے کا وقت ہوا سب نے امرؤ القیس کا سامان بانٹ کر اپنے اونٹوں پر لاد لیا۔ سامان تو لد گیا لیکن خود امرؤ القیس کے لیے سواری کا سوال تھا کہ وہ کس طرح سفر کرے چناں چہ اس نے عنیزہ سے کہا تم مجھے اپنے اونٹ پر بٹھالو اور دوسری لڑکیوں نے بھی اس بات پر زور دیا۔ مجبوراً عنیزہ نے اسے اونٹ کے اگلے حصے پر بٹھالیا اور اس طرح یہ حسین قافلہ چل پڑا۔

راستے میں امرؤ القیس عنیزہ کے کجاوہ میں سر ڈال کر اس سے سرگوشیاں کرتا اور پیار اور محبت کا اظہار کرتا۔ اس واقعہ کے بعد اس نے اپنا یہ مشہور معلقہ کہا، جس میں نہ صرف اس واقعے کا ذکر ہے بلکہ مختلف موضوعات، مناظر اور مضامین اس میں آئے ہیں۔ مطلع یہ ہے:

قفا نبکِ مِنْ ذکری حبیبٍ و منزلِ بِسقط اللوِی بینَ الدَخول فحَوْملِ

یعنی اے میرے دونوں دوستوں رکو ذرا ہم دخول اور حومل نامی جگہوں کے بیچ واقع سقط اللوی (ریت کے ٹیلوں) پہ اپنی محبوبہ اور اس کی منزل کو یاد کر کے رو لیں۔

1.12.2 معلقے کا موضوع اور مرکزی خیال:

امرؤ القیس کا یہ معلقہ ایک محض گشتی کاوش کا نتیجہ نہیں ہے اس لیے اس کا موضوع اور غرض بھی ایک نہیں ہے۔ بلکہ اس نے اپنے زمانہ شباب اور مشاہدے کے مختلف مناظر کی تصویر کشی کی ہے البتہ اس کا مرکزی خیال غزل ہے، جس میں محبوبہ کے ٹھہرنے کی جگہوں اور نشانیوں کو یاد کر کے آہ وفغاں کرتا ہے اور سوزش غم کا اظہار کرتا ہے۔

اس کے بعد اپنے غزلیہ اشعار میں ام الحویرث اور ام الرباب نامی دو عورتوں سے دل لگی کی داستاں بیان کرتا ہے۔ پھر زمانہ شباب کی شوخیوں اور رنگ ریلیوں خاص طور سے تالاب دارِ جلجل اور وہاں پیش آنے والے واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔

معلقہ کا ایک امتیازی پہلو وصف ہے جس میں شاعر تاریک راتوں، صحرا و بیاباں کی وحشتوں کا خوف ناک نقشہ کھینچتا ہے اور اپنے گھوڑے کا وصف بیان کرتا ہے اور اس کی سرعت، تیزی، پھرتی، پے در پے حملہ، بہادری کو مختلف تشبیہات اور نادر کنایات سے اجاگر کرتا ہے۔

1.12.3 معلقے کی شعری خصوصیات:

امرؤالقیس کا یہ معلقہ متنوع مضامین، عمدہ اسالیب، حسین تراکیب، بہترین منظر کشی، دقت معانی، پر تاثیر بیان جیسی امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔ پر شکوہ الفاظ، عمدہ تراکیب، سرعت خیال، ندرت تصور، بھاری بھر کم الفاظ استعمال کرنے میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ ساتھ ہی اس کا کلام بدویانہ طرز زندگی اور جاہلانہ عادات واطوار کی عکاسی کرتا ہے۔

امرؤالقیس وہ پہلا شاعر ہے جس نے سب سے پہلے محبوبہ کے اجڑے دیار پر ٹھہرنے اور تھوڑی دیر ان ویران کھنڈرات پر کھڑے ہو کر رونے کی رسم ایجاد کی۔ اسی نے سب سے پہلے دوشیزاوں کو ہرنیوں، نیل گایوں سے تشبیہ دی اور گورے رنگ کو شتر مرغ کے انڈوں سے تشبیہ دی۔ گھوڑے کی طاقت وقوت، سرعت رفتاری کو بیان کرتے ہوئے اسے جنگلی جانوروں کو قید کرنے والے سے تشبیہ دی۔

معلقہ کی خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ وہ غزل میں نزاکت خیالی کے ساتھ ایسا خوب صورت پیرایہ بیان اختیار کرتا ہے کہ جس سے معانی ومطالب فوراً ذہن میں آجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ استعارہ اور تشبیہ کے برمحل اور پر تاثیر استعمال نے اس کی شاعری پر چار چاند لگا دیے۔

معلقے کی ایک امتیازی خصوصیت اشیا کی حسین منظر کشی ہے۔ جس میں شاعر نے محبوبہ کی سواری، رات کی تاریکی اور ہواؤں کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کا جواب پوری جاہلی شاعری میں نہیں ملتا۔

امرؤالقیس کے کلام میں مختلف خوبیوں کے ساتھ پوری بدویانہ شان بھی نمایاں ہے یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے شعرا نے بہت سے مضامین میں اس کی نقل اتارنے کی کوشش کی لیکن اس کے مقام کو نہ پا سکے۔

1.13 معلقہ طرفہ بن العبد

طرفہ بن العبد جس کا پورا نام عمرو طرفہ بن العبد ہے۔ کم سنی اور کم عمری کے باوجود اس کا شمار زمانہ جاہلیت کے چوٹی کے شعرا میں ہوتا ہے۔ اس کا شہرۂ آفاق معلقہ عربی زبان وادب کا عظیم شاہکار ہے۔ ایک سو پانچ اشعار پر مشتمل یہ معلقہ اس کی قادرالکلامی، دقت فکر، آفاقی سوچ، روشن خیالی اور دوراندیشی کا حسین مرقع ہے، ساتھ ہی اس کی آزادی فکر، حریت پسندی کی صحیح عکاسی بھی کرتا ہے۔ جس کا مطلع ہے:

لِخولةَ اطلالٌ ببرقةَ ثهمدِ تَلوحُ كباقي الوشمِ في ظاهرِ اليدِ

وَقُوفا بهاصَحبِی علی مطیهم یقولونَ لاتهلک أسیً وتجلدِ

ترجمہ: ا۔ ثہمد کی پتھریلی زمین میں خولہ (شاعر کی محبوبہ) کے گھر کے نشانات اسی طرح چمک رہے ہیں، جس طرح ہاتھ کے اوپر مٹتے ہوئے گودنے کے نشانات۔

۲۔ اس جگہ میرے دوست میرے پاس اپنی سواریاں روک کر مجھ سے کہتے ہیں کہ صبر رکھو! اس طرح اپنے آپ کو ہلکان نہ کرو۔

1.13.1 معلقہ کہنے کا سبب

طرفہ کے اس معلقے کا پس منظر یہ ہے کہ طرفہ اپنے قبیلے کے اونٹ چرایا کرتا تھا، جس میں اس کے چچازاد بھائیوں کے جانور بھی تھے۔لیکن ان کا رویہ طرفہ کے ساتھ درست نہ تھا اور باپ کی موت کے بعد جب اس پر اور اس کی ماں پر ظلم اور بڑھنے لگا تو تنگ آکر گھر سے بھاگ گیا اور آزادانہ زندگی گزارنا شروع کردی، لیکن کچھ عرصے کے بعد سارے پیسے ختم ہو گئے اور مفلسی کے عالم میں پھر اپنی قوم کے پاس آیا تو دیکھا کہ اس کے بھائیوں کے کچھ اونٹ گم ہو گئے ہیں۔ چناں چہ طرفہ اپنے چچازاد بھائی مالک کے پاس گیا تا کہ اونٹوں کی تلاش میں اس کی مدد کرے، لیکن اس نے جھڑک دیا اور یہ کہا کہ " فرطتَ فيهاثم أقبلتَ تتعب في طلبها" پہلے تو تم نے اس کی طرف سے لاپروائی برتی اور جب سب کھو گئے تو اب اس کی تلاش میں ہمدردی کا راگ الاپنے آگئے، طرفہ پر اس بات کا گہرا اثر ہوا جس کے نتیجے میں اس نے یہ معلقہ کہا اور اپنے بھائیوں کے ظلم وستم کا ذکر کیا ہے۔

1.13.2 معلقے کا موضوع

معلقے کا موضوع اس کی اپنی ذات ہے جس میں اس نے زندگی کے فلسفے اور اس کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے، ساتھ ہی اپنے چچازاد بھائیوں کی طرف سے ہونے والے مظالم کا بھی تذکرہ کیا ہے، فلسفۂ موت وحیات کے علاوہ کہیں کہیں ذاتی بڑائی کا عنصر بھی نظر آتا ہے۔طرفہ زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق گزارنے کا قائل ہے، یاران مے خوار اور اپنی مطرب دلنواز کا بڑے خوب صورت انداز میں ذکر کرتا ہے، اپنی بہادری وشجاعت کے قصائد پڑھنے کے بعد زہیر بن ابی سلمی کی طرح معلقے کو حکمت وفلسفے کی باتوں پر ختم کرتا ہے۔

طرفہ کا معلقہ دوسرے شعرا کی طرح متعدد اغراض کا مجموعہ ہے، جس کی ابتدا میں غزل ہے اور پھر محبوبہ کی سواری اور اونٹنی کا وصف بہت ہی خوب صورت انداز میں بیان کرتا ہے۔اس کے بعد اپنے کارناموں کو گناتا ہے اور اپنے اوپر ہونے والے مظالم کی داستان بھی سناتا ہے اور فلسفہ وحکمت کی باتوں پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔

1.13.3 معلقے کی امتیازی خصوصیات

یہ معلقہ اپنی امتیازی خصوصیات کی وجہ سے عربی ادب کے شائقین کے نزدیک بہت قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔لفظی ومعنوی اعتبار سے اس میں نئے نئے معانی اور تجربوں کا ذکر ہے جو اس سے پہلے نہیں ملتے۔اسلوب بیان کی دلکشی اور اثر آفرینی میں اس کو امتیازی شان حاصل ہے۔طرفہ کا معلقہ دقت فکر ونظر، رفعت تخیل، ندرت تشبیہ ونزاکت وصف کی ایسی مثال ہے جس کی نظیر کسی جاہلی شاعر کے کلام میں نہیں ملتی۔ساتھ ہی معنیٰ کی گہرائی، پیرایۂ بیان کی عمدگی اور حکمت وفلسفہ کی چاشنی نے اس کو معجزہ نما کلام کی حیثیت دے دی ہے۔ جہاں تک وصف کا تعلق ہے تو طرفہ کا اس صنف میں مشکل سے کوئی ہمسر ملے گا، جس کی ایک مثال معلقہ میں موجود اونٹنی کا وصف ہے۔جس میں اس کے ہر ہر عضو کی تفصیل ہے اور ایسی ایسی تشبیہیں ہیں، جن کی مثال مشکل سے ملے گی۔

ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی کے بقول یہ سب اس کے خیال کی ندرت اور فکری پرواز کی رفعت کو بتاتا ہے۔ہاں اس نے اونٹنی کی تعریف میں جس تطویل اور دقت نظری کا اظہار کیا اس سے کہیں نہ کہیں ابہام اور تعقید معنوی پیدا ہو گئی ہے اور بعض جگہ ترکیب میں تعقید اور الفاظ میں ثقل اور معانی میں گھماؤ یا الجھاؤ کا احساس ہوتا ہے۔لیکن ندرت خیال اور رفعت پرواز کا لطف اس بے مزگی کو دھو دیتا ہے۔

طرفہ کے قصیدے کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اس کے بعض اشعار جو حکمت وفلسفہ سے متعلق ہیں، عربی ادب میں ضرب المثل بن گئے، جن میں یہ شعر بہت مشہور ہوا:

سَتُبْدِي لک الأيامُ ما كنتَ جاهلاً ويأتيک بالأخبار منْ لم تزودِ

ترجمہ: جن چیزوں سے تم غافل ہو زمانہ خود ہی قیمت بتادے گا اور تمہیں خود بخود حقیقتوں کا علم ہو جائے گا۔

1.14 معلقہ زھیر ابن ابی سلمی

زھیر ابن ابی سلمی کا شمار جاہلی دور کے پاک باز اور پاک گفتار شاعروں میں ہوتا ہے۔ کلام میں اختصار پسندی، حکمت وفلسفہ کی گہرائی اس کا امتیازی وصف ہے جو اسے دیگر جاہلی شعرا سے ممتاز کرتا ہے۔ اس کا واضح نمونہ اس کا وہ مشہور معلقہ ہے جسے اس نے عرب کے قبیلے ذبیان کے دو نامور سردار ھرم بن سنان اور الحارث بن عوف کی مدح میں لکھا ہے، جو ۵۹/اشعار پر مشتمل ایک خوب صورت مجموعہ ہے جس کا مطلع ہے:

أمن أم أوفى دمنةٌ لم تكلمِ بحومانة الدراج فالمتثلمِ

ترجمہ: کیا ام اوفی کے نشانات جو مقام حومانۃ الدراج اور متثلم میں ہیں بولتے نہیں؟ اور اسی کی طرح خاموش ہیں؟

1.14.1 معلقہ کہنے کا سبب

عرب کی مشہور اور لمبی لڑائیوں میں سے ایک لڑائی عبس اور ذبیان کی لڑائی ہے۔ جسے "حرب داحس و الغبراء" کے نام سے جانا جاتا ہے جو مسلسل چالیس سال تک جاری رہی۔ اس میں ہزاروں لوگوں کی جانیں گئیں۔ جب چالیس سال تک کشت وخون کا سلسلہ بند نہ ہوا تو قبیلہ ذبیان کے دو سردار، ہرم بن سنان اور حارث بن عوف کے دل میں رحم آیا اور انہوں نے کوشش کرکے آپس میں صلح کرائی اور مقتولین کے خون بہا کے طور پر اپنے پاس سے تین ہزار اونٹ دیے اس طرح یہ برسوں سے جاری جنگ ختم ہوئی۔

زہیر بن ابی سلمی پر جو فطرتاً صلح جو، اخلاق حمیدہ کا مالک اور امن وآشتی کا داعی تھا، اس واقعے کا بہت گہرا اثر ہوا، چناں چہ ان کی کاوش سے خوش ہو کر ان کی شان میں ایک شاندار مدحیہ قصیدہ لکھا جس میں دل کھول کر ان کے اس نیک کام کی تعریف کی، نیز جنگ وجدال کی ہولناکیوں کے برے انجام سے ڈرایا اور صلح وصفائی سے رہنے کی ترغیب دی اور حکمت و پند نصائح سے بھرپور اشعار کے ساتھ اپنے معلقہ کو ختم کیا۔

1.14.2 معلقے کا موضوع

معلقے کا موضوع اور مرکزی خیال جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہرم بن سنان اور حارث بن عوف کی صلح وصفائی کی دعوت اور قربانیوں کا ذکر اور ان کے کارناموں کی تعریف ہے ساتھ ہی محبت، صلح وآشتی سے رہنے کی تلقین ہے۔ ابتدائی اشعار میں اپنی بیوی ام اوفی سے اظہار عشق ہے، اس کے بعد اصل موضوع یعنی ہرم اور حارث کی تعریف ہے اور ان کی کوششوں کی مدح سرائی ہے، پھر سارے عرب کو مخاطب کر کے جنگ وجدال اور اس کے ہولناک انجام سے ڈراتا ہے۔ معلقے کے آخر میں حکمت وفلسفہ کی باتیں اور زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہے۔

1.14.3 معلقے کی خصوصیات

زہیر کے کلام کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ وہ فضول گوئی، بے ہودہ خیالات اور فحاشیات سے پاک ہے۔ الفاظ بہت مختصر اور معانی کثیر ہیں گویا

حسن ایجاز کا مرقع ہے۔ وہ اس خوب صورتی سے شعر کہتا ہے کہ تھوڑے الفاظ سے بہت سے معانی اور مطالب پیدا کر دیتا ہے۔

زہیر کی مدحیہ شاعری بہت معیاری اور جھوٹ سے پاک وصاف ہے چناں چہ جب کسی کی تعریف کرتا ہے تو اس کے سچے اور حقیقی اوصاف کو گناتا ہے بے جا مبالغہ آرائی کر کے تعریف کے پل نہیں باندھتا ہے۔ اسی لیے حضرت عمرؓ نے اسے شاعروں کے شاعر کا خطاب دیا، وجہ پوچھنے پر فرمایا وہ اپنے کلام میں تعقید پیدا نہیں کرتا تھا اور نہ ہی ایک مفہوم کو دوسرے سے ملاتا تھا، اس کا یہی وصف اس کے معلقے میں غالب ہے۔ اس کے علاوہ زہیر کا معلقہ پیچیدہ عبارات، غریب الفاظ سے پاک ہے۔ الفاظ کا آپس میں ربط و جوڑ، کلمات وحروف کی حسن بندش خوب ہے۔ مفاہیم ومطالب کو بڑے اچھوتے انداز میں بیان کیا ہے۔

علاوہ ازیں زہیر کا معلقہ دوسرے معلقات کے مقابل زیادہ واضح اور غیر مانوس الفاظ سے خالی ہے۔ اس میں تعقید لفظی ومعنوی سے حتی الامکان پرہیز کیا گیا ہے۔ زہیر کے معلقے کی ایک امتیازی خصوصیت، حکمت وفلسفہ اور ضرب الامثال کی کثرت ہے جو کسی دوسرے جاہلی شاعر کے کلام میں نہیں ملتی۔ اس متعلقے میں مندرجہ ذیل اشعار ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں:

ومَهْما يكنْ عند امرئٍ من خليقةٍ وإنْ خالَها تُخفَى على الناسِ تُعْلَم

لسانُ الفتى نصفٌ ونصفٌ فؤاده فلم يبقَ إلا صورةُ اللحْمِ والدَّمِ

1.15 لبید بن ربیعہ کا معلقہ

لبید بن ربیعہ کا شمار جاہلی اور مخضر مین دونوں زمانہ کے شعرا میں ہوتا ہے، یہ دور جاہلیت میں عربوں کا واحد شاعر تھے جنھوں نے عہد نبوی بھی پایا اور بحالت ایمان وفات پائی۔ لبید کا شمار طویل قصیدہ گو شعرا میں ہوتا ہے۔ ۸۸/اشعار پر مشتمل اس کا معلقہ عمدہ شاعری اور اس کی قادرالکلامی کی بہترین مثال ہے، اس کی شاعری بدوی زندگی اور اس کے اخلاق وعادات کی منہ بولتی تصویر ہے۔ جس کا مطلع ہے:

عَفتِ الديارُ محلها فمقامها بمنىً تأبَّدَغولها فرجامها

ترجمہ: منی کے عارضی اور دائمی مقامات مٹ گئے اور کوہ غول ورجام وحشت کدے بن گئے۔

1.15.1 معلقہ کہنے کا سبب

زوزنی کے مطابق اس معلقے کے وجود کے پیچھے کوئی خاص سبب یا حادثہ کارفرما نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس کا شاعری کی طرف طبعی میلان کا نتیجہ ہے۔ جس میں بدوی زندگی کی منظر کشی اور جاہلی زمانہ کی عادات واطوار کا بیان ہے ساتھ ہی اس نے اپنے کرم وسخاوت اور بہادری کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

1.15.2 معلقے کا موضوع

دوسرے جاہلی شعرا کی طرح لبید کا معلقہ بھی متعدد اغراض کا مجموعہ ہے جس کی ابتدا میں محبوب کے اجڑے دیار، ٹیلوں اور کھنڈرات کا ذکر ہے۔ پھر غزل کے کچھ اشعار ہیں اس کے بعد اونٹنی کے اوصاف وخوبیوں کو بڑے حسین پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے جو اس معلقے کا ایک اہم حصہ ہے۔ پھر شاعر نے اپنے شباب وشراب کی محفلوں کا تذکرہ کیا ہے اور اخیر میں فخر وحماسہ کے اشعار کہے اور اپنے جود وسخا کی جم کر تعریف کی ہے۔

1.15.3 معلقے کی خصوصیات

لبید کا معلقہ اس کے اخلاق وجذبات کی صحیح تعبیر ہے۔جس میں سچائی، خلوص اور اعتدال کا عنصر غالب ہے۔ انداز بیان نہایت شستہ اور اسلوب بیان دل کو چھو لینے والا ہے۔ ہاں کہیں کہیں الفاظ سخت اور اسلوب پیچیدہ ہو گیا ہے جس میں تندخوئی اور درشتی پوری طرح عیاں ہے۔ لبید اپنے قصیدے میں مبالغہ آرائی سے گریز کرتا ہے اور اپنی ذات پر فخر کرتے ہوئے بھی زیادہ مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیتا ہے۔ گو کہ اس کی شاعری میں جاہلی زمانے کی شاعری کی تمام صفات اور خصوصیات پوری طرح واضح ہیں۔

لبید کے معلقے کی امتیازی خصوصیت اپنی ناقہ (اونٹنی) کا وصف ہے، جس میں نادر تشبیہات کا استعمال اس کے خیال کی ندرت کو بتاتا ہے اور وہ طرفہ کی طرح بہت خوب صورتی سے اونٹنی کے اعضا کا نقشہ کھینچتا ہے۔قصیدے کا یہ حصہ خاصہ طویل اور غامض بھی ہے جس میں بلند شاعرانہ محاکات اور منظر کشی ہے جس کا بغیر ترجمہ اور صاف تشریح کے سمجھنا نوجوان طبقہ کے لیے آسان نہیں۔

1.16 عمرو بن کلثوم التغلبی کا معلقہ

عمرو بن کلثوم قبیلہ تغلب کا شاعر اور نامور سردار تھا۔عرب قبائل میں ”فتاک العرب“ کے لقب سے مشہور تھا۔عمرو بن کلثوم کا معلقہ فخریہ شاعری کا بہترین نمونہ ہے جس میں اس کی شاہانہ پرورش اور شان وشکوہ، بہادری واولوالعزمی کی جھلک نظر آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اسی ایک قصیدے کی بدولت وہ فخریہ شاعری کا امام بن کر چمکا۔اس قصیدہ میں ۱۰۶ اشعار ہیں۔جس کا مطلع یہ ہے:

أَلَاهُبِّي بصحنکِ فاصبحینَا ولاتُبْقِي خمورَ الأندریناَ

ترجمہ: اے محبوبہ اپنا جام لے کر اٹھ اور صبح کی شراب سے ہمیں سیراب کر اور اندرین کی بہترین شراب میں سے کچھ بچا کر مت رکھ۔

1.16.1 معلقہ کہنے کا سبب

عمرو بن کلثوم کے معلقے کی وجہ بہت دلچسپ ہے۔ ہوا یوں کہ ایک دن حیرہ کے بادشاہ عمرو بن ہند نے اپنے ہمنشینوں سے پوچھا کہ عرب میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی ماں میری ماں کی خدمت کرنے سے انکار کر دے گی۔ درباریوں نے کہا کہ ہمیں اس کا علم نہیں البتہ عمرو بن کلثوم کی ماں آپ کی ماں کی خدمت سے صاف انکار کر دے گی۔ کیونکہ اس کا باپ مہلہل بن ربیعہ ہے، اس کا چچا کلیب بن وائل جو عرب کے سردار تھے اور اس کا شوہر عرب کا مشہور شہسوار کلثوم بن عقاب تھا اور اس کا بیٹا عمرو بن کلثوم ہے، جو اپنی قوم کا سردار ہے۔

چنانچہ عمرو بن ہند نے عمرو بن کلثوم کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنی ماں کی معیت میں میری ضیافت قبول کرو۔ عمرو بن کلثوم نے حیرہ کے بادشاہ کی دعوت قبول کر لی اور اپنا لاؤلشکر لے کر اپنی ماں کی معیت میں بغرض ملاقات چل پڑا۔ عمرو بن ہند کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی ماں سے کہہ دیا کہ اندر جب دسترخوان لگ جائے تو نوکروں کو اشارہ سے ذرا دور ہٹا دینا اور پھر عمرو بن کلثوم کی ماں سے کسی کام کی فرمائش کرنا چناں چہ جب عمرو بن کلثوم اپنے آدمیوں کی معیت میں اور اس کی ماں اپنے خواص کے ساتھ عمرو بن ہند کے یہاں پہنچے تو اس نے شاندار استقبال کیا اور خود عمرو بن کلثوم کو لے کر شاہی خیمہ میں لے گیا اور اس کی ماں عمرو کی ماں کو زنانہ خیمہ میں لے گئی۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد دسترخوان چن دیا گیا، جب پروگرام کے عین موقع پر سارے ملازمین غائب ہو گئے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر عمرو بن ہند کی ماں نے عمرو بن کلثوم کی ماں سے پلیٹ اٹھانے کا

اشارہ کیا۔لیلیٰ نے کہا: جس کوضرورت ہے وہ خود ہی کیوں نہ لے لے۔لیکن جب عمرو بن ہند کی ماں نے ذرا تیزی اوراصرار سے پلیٹ اٹھانے کو کہا تو وہ برداشت نہ کرسکی اور زور سے چلائی ہائے یہ ذلت ! کہاں ہوا ے تغلبیو ! یہ آواز جب عمرو بن کلثوم نے سنی تو غصے سے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔عمرو بن ہند نے موقع کی نزاکتوں کو تاڑ لیالیکن جب تک وہ کچھ سمجھ سکےعمرو بن کلثوم نے بلا کی پھرتی سے خیمہ میں لٹکی تلوار اٹھا کر بادشاہ کی گردن ماردی اوراپنے آدمیوں کوحکم دیا کہ سب کچھ لوٹ لو۔ان لوگوں نے سارے قیمتی ساز وسامان لوٹ لیااورخوشی کے شادیانے بجائے اوراپنے جزیزہ کوواپس آ گئے۔وطن واپسی پر عمرو بن کلثوم نے یہ قصیدہ کہا جواس کے معلقے کے طور پر مشہور ہے۔

1.16.2 معلقے کا موضوع

عمرو بن کلثوم ان شعرا میں سے ہے جنہوں نے بہت کم اشعار کہےلیکن یہی چند اشعار ان کی شہرت اور مقبولت کا سبب بن گئے۔ بلکہ صرف ایک معلقے کی وجہ سے عمرو بن کلثوم کا شمار جاہلی زمانہ کے چوٹی کے شعرا میں ہوتا ہے۔معلقے کا موضوع فخر وحماسہ ہے جس میں شاعر اپنے آباواجداد کے کارناموں پرفخر کرتا ہےاوراپنی بہادری اورشجاعت کا تذکرہ کرتا ہے، جس میں اس نے اس واقعے کا بھی ذکر کیا ہے جو اس کے اور عمرو بن ہند کے بیچ پیش آیا۔

دیگر معلقات کی طرح عمرو بن کلثوم کا معلقہ بھی متعدد اغراض کا مجموعہ ہے، جس میں مختلف حوادث کا ذکر ہے، یہ اس بات کا غماز ہے کہ یہ معلقہ مختلف زمانوں اور مختلف موقعوں پر کہا گیا۔

معلقے کی ابتدا جاہلی عادات کے برخلاف ساغر وساقی کے ذکر سے ہوتی ہے۔اس کے بعد شاعر اپنی محبوبہ کے حسن کی منظرکشی کرتا ہے اور پھر مرکزی خیال جو کہ فخر ہے اس میں اپنے بزرگوں کے کارناموں کو گنا تا ہےاورجنگوں میں ان کی بہادری اور بادشاہوں سے نبردآزمائی کرنے کے واقعات ذکرکرکے دیگر قبائل پراپنے قبیلے کی بالادستی ثابت کرتا ہے۔ساتھ ہی اپنے قبیلے کی جودوسخا،مہمان نوازی اوراپنی طاقت وسطوت کا بڑی تعلّیٰ سے ذکرکرتا ہے۔

1.16.3 معلقے کی خصوصیات

عمرو بن کلثوم کے معلقے کی دو امتیازی خصوصیات ہیں جو اسے دیگر معلقات سے ممتاز کرتی ہیں۔ان میں سے ایک یہ کہ اس نے معلقے کی ابتدا زمانہ جاہلی کی شاعرانہ روایت جو کہ محبوبہ کے اجڑے ہوئے دیاراورکھنڈرات پرآہ وفغاں کرنا اوراورانہیں مخاطب کرکے آنسو بہانا ہے کے برخلاف ساغر وساقی کے ذکر سے کی ہے، دوسری خصوصیت مبالغہ آرائی میں غلو ہے جس کی مثال عام جاہلی شاعری میں شاذونادر ہی ملتی ہے اپنی قوم کی بڑائی اوران پرناز کرنے میں شاعر نے زمین وآسمان کے قلابے ملادیے ہیں لیکن سلاست اورروانی نے اس مبالغہ آرائی کو بھی حسین روپ دے دیا۔ جیسے اس کے یہ اشعار:

ملأنا البَرَّ حتى ضاق عنا وماء البحر نملؤه سفينا
إذا بلغ الفطامَ لنا صبيٌّ تَخِرُّ له الجبابرُ ساجدينا

عمرو بن کلثوم کا معلقہ فن شاعری میں اس کی قادرالکلامی اورحسن انتخاب کو بتا تا ہے۔موقع ومحل کے لحاظ مناسب الفاظ کوانتخاب کرکے انہیں

نظم کرنے میں اسے ملکہء تامہ حاصل تھا، قصید ہے کے معنی صاف اور واضح ہیں، اسلوب بیان دلکش ورطرز ادا بڑا دل نشیں اور موثر ہے۔

اس معلقے کی ایک خوبی اس کی قافیہ وردیف کا حسن انتخاب ہے جس پر سلاست اور روانی نے چار چاند لگا دیے ہیں۔ موسیقی اور نغمے کے حسین پیرایے کے ساتھ ساتھ سہل بیانی اور انداز بیان اتنا دلچسپ تھا کہ بنو ثعلب کے بچے بچے کو یہ قصیدہ یاد تھا اور قومی ترانے کی طرح ہر گلی کوچے میں اس کو گنگنایا جاتا تھا۔

عمرو بن کلثوم کے معلقے کی ایک خاصیت خیال کی بلندی ہے۔ چناں چہ اپنی محبوبہ کے سراپا کا اس طرح نقشہ کھینچتا ہے کہ اس کے انگ انگ کی تصویر اتار کر رکھ دیتا ہے۔ اور مفاتن جسم کی تشبیہ دینے میں اسے کمال حاصل تھا۔

1.17 معلقہ عنترہ بن شداد

عنترہ کا معلقہ عربی ادب میں فخر وحماسہ میں اپنی مثال آپ ہے یہ معلقہ تمام معلقات میں الفاظ کے حسن اختیار، خوب صورت پیرایۂ بیان، بہترین وصف اور شاندار فخر وحماسہ کا اعلیٰ نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ عنترہ کا معلقہ فخریہ شاعری کا عظیم شاہکار ہے، فوج میں جوش پیدا کرنے اور جنگجوؤں کو ابھارنے کے لیے اس کے اشعار پڑھے جاتے تھے۔ جس کا مطلع ہے:۔

هلْ غادرا الشعراء مِن متردمِ

أَم هلْ عرفتَ الدار بعدتوهم

1.17.1 معلقہ کہنے کا سبب

اس معلقے کے کہنے کا سبب یہ ہوا کہ قبیلہ کے ایک شخص سے تلخ کلامی ہوگئی جس نے اس کے کالے رنگ اور اس کی حبشی نژاد ماں کا طعنہ دیا، گندی اور فحش گالیاں بھی دیں۔ اس پر عنترہ نے کہا کہ تجھ جیسا بزدل میرا کیا مقابلے کر پائے گا۔ میں تو جنگوں کا شہسوار ہوں، مال غنیمت برابر تقسیم کرتا ہوں اور کبھی کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتا ہوں اور اپنے مال میں سے بے دریغ سخاوت کرتا ہوں، بہادری اور شجاعت میں میرا اپنا مقام ہے، عبسی نے کہا لیکن میں تم سے بڑا شاعر ہوں اور شعر گوئی میں تم سے زیادہ کمال رکھتا ہوں اس پر عنترہ نے کہا: تم بہت جلد جان جاؤ گے کہ کون اچھے شعر کہتا ہے۔ چناں چہ اس کے بعد اس نے اپنا یہ مشہور معلقہ کہا۔

1.17.2 معلقے کا موضوع

عنترہ کا یہ معلقہ اس کی ذات کے اردگرد گھومتا ہے، جس میں اس نے اپنی زبان دانی اور شجاعت و بہادری کے قصیدے پڑھے ہیں اور اپنے اخلاق فاضلہ کو بیان کرنے میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیے ہیں، ساتھ ہی اپنے قوم کے کارناموں کو گنایا ہے اور ضمنا اس کی مدافعت میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے تھے ان کا ذکر ہے، اپنی سخاوت اور دریا دلی کا بھی کھل کر اظہار کیا ہے۔ قصیدے کی شروعات محبوبہ کے اجڑے ہوئے دیار کے ذکر سے ہوتی ہے پھر شاعر اپنی محبوبہ (عبلہ) کے مفاتن اور اس کے اعضا کی تعریف کرتا ہے اور شدید محبت اور حسرت و یاس کے ساتھ محبوبہ کے ہونٹ، اس کی مسکراہٹ اور آنکھوں کا خوب صورت نقشہ کھینچتا ہے، اس کے بعد اس کے کوچ اور سواری کا ذکر کرتا ہے، پھر اپنی بہادری، جوانمردی اور کارناموں کو بیان کرتا ہے، تا کہ اپنی محبوبہ کو اپنی طرف مائل کر سکے۔ قصیدے کا یہ حصہ اس کی روح ہے۔

1.17.3 معلقے کی خصوصیات

اس بات میں کوئی دورائے نہیں کہ عنترہ غیر معمولی قوت کا حامل تھا اور بہادری وشجاعت میں اپنی مثال آپ تھا۔اسی بہادری اور شجاعت کی جھلک اس کے اس معلقہ میں نظر آتی ہے۔اس معلقے کی امتیازی خصوصیات اس کا وہ حسین انداز بیان ہے جس میں اپنی محبوبہ عبلہ کو جاہلی طرز پر خطاب کرتا ہے اور اس کے بعد اپنی محبوبہ کی آنکھ اس کی مسکراہٹ اور ہونٹوں کی تعریف کرتے ہوے اپنی شدید محبت کا اظہار کرتا ہے۔

عنترہ کے معلقے کی ایک خوبی خوب صورت اور نادر تشبیہات کا استعمال ہے جو اس کے خیال کی بلندی، فکر کی عمدگی کو ظاہر کرتی ہیں، جن میں وہ اپنی محبوبہ کو فارۃ المسک یعنی نافہ مشک سے تشبیہ دیتا ہے اور محبوبہ کے منہ کی خوشبو کو سرسبز وشاداب باغ کی خوشبو سے تشبیہ دیتا ہے جو بارشوں سے سیراب ہوا ہے، جس میں چوپایوں وغیرہ نے پہنچ کر اس کی ہوا کو گندہ اور ملوث نہیں کیا ہے۔

عنترہ اپنے معلقہ میں عیش ومستی کا بھی ذکر کرتا ہے اور عربی اعلی اقدار اور اخلاق کا بھی، شراب کی مجلسوں کا بھی ذکر ہے اور اپنی عزت وآبرو اور غیرت وحمیت کا تذکرہ بھی۔کہتا ہے:

وإذا شربت فإني مستهلك مالي وعرضي وافرٌ لم يكلم

وإذا صحوت فمااقصرعن ندی وكما علمتِ شمائلي وتكرمي

عنترہ کے قصیدے کی ایک امتیازی وصف اس کی سہل وشستہ بیانی ہے۔ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی نے ڈاکٹر طہ حسین کے حوالے سے لکھا ہے کہ لبید کے قصیدے کا لطف نوجوان طبقہ اسی وقت اٹھا سکتا ہے جب کہ اس کا ترجمہ اور صاف تشریح کردی جائے اور اس میں جو بلند شاعرانہ محاکات اور منظر کشی ہے اسے ان کے سامنے سہل اور آسان زبان میں پیش کردی جائے۔لیکن عنترہ کا یہ قصیدہ اگر تم نوجوانوں کے سامنے پڑھو تو وہ بغیر ترجمہ وتشریح کے اس کے اکثر حصہ کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں گے کیونکہ عنترہ کا یہ قصیدہ واضح اور صاف ہے، اس کے الفاظ آسان، معانی مطالب عام فہم ہیں اور باوجود (بعض جگہ) غرابت الفاظ ومعانی کے بغیر کسی دشواری ودقت کے بات دل میں اتر جاتی ہے۔

اس قصیدے کی موسیقی ونغمہ کے حسین پیرایہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر طہ حسین آگے لکھتے ہیں کہ ''جب میں یہ قصیدہ پڑھتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قصیدہ کیا ہے! نغمہ وموسیقی کی مختلف دھنوں کو ایک ساتھ ملا کر ایک ایسا راگ پیدا کیا گیا ہے جس میں مرکزی حیثیت صرف ایک ہی دھن کو حاصل ہے جو شروع قصیدہ سے آخر تک اسی مرکز ومحور کے ارد گرد گھومتی ہے۔''

غرض کہ عنترہ کا معلقہ اور اس کا کلام اس کی بدوی زندگی اور حالات کا آئینہ دار ہے۔جس میں جاہلی زمانے کی تمام صفات اور خصوصیات پوری طرح عیاں ہیں ساتھ ہی فضول، لغو اور بیکار باتوں سے پاک وصاف ہے۔

1.18 حارث بن حلزہ کا معلقہ

حارث بن حلزہ قبیلہ بکر کا نامور شاعر تھا۔فی البدیہہ شعر کہنے اور فخر وحماسہ کے مضامین میں ممتاز شاعر سمجھا جاتا ہے۔حارث بن حلزہ کا معلقہ جو اس نے بادشاہ کے دربار میں فی البدیہہ کہا اس کی شہرت دوام کا سبب بنا۔حارث کا معلقہ خاصا طویل ہے اس میں کل ۸۲/اشعار ہیں، جن

کا مطلع یہ ہے:

آذنتنا ببينها أسماء رب ثاوٍ يُمَلُّ منه الثواءُ

کہا جاتا ہے کہ حارث نے جس وقت یہ قصیدہ کہا وہ بہت بوڑھا تھا اور اس کی عمر تقریباً ۱۳۵ سال ہو چکی تھی بہر حال اس قصیدے کی وجہ سے بنو بکر کا سر فخر سے اونچا ہو گیا اور سارے عرب میں ان کی دھوم مچ گئی۔

1.18.1 معلقہ کہنے کا سبب

حارث کے معلقہ کہنے کی وجہ بنو تغلب اور بنو بکر کی آپسی رنجش اور وہ لڑائی تھی جو حرب بسوس سے معروف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حیرہ کے بادشاہ عمرو بن ہند کے باپ "المنذر بن السماء" نے بڑی مشکل سے ان دونوں قبیلوں میں صلح کرائی تھی اور قبیلہ سے سو سو غلام بطور ضمانت لیے تھے کہ اگر کسی نے ظلم و زیادتی کی تو مظلوم قبیلے کو اس کے غلام دے دیے جائیں گے۔ عمرو بن ہند نے بھی اپنے باپ کی طرح اس عہد و پیمان کو برقرار رکھا۔

چناں چہ ایک دفعہ عمرو نے ان غلاموں کو ایک مہم پر روانہ کیا۔ بنو شیبان کے ایک کنویں پر پہنچ کر تغلبی غلاموں کو بکری غلاموں نے مار بھگایا۔ بیچارے بھوکے پیاسے صحرا میں مر گئے اور بکر کے غلام بچے رہے، اس پر تغلبیوں کو شبہ ہوا کہ قبیلۂ بنو بکر نے جان بوجھ کر ہمارے غلاموں کو ایسی جگہ ڈھکیل دیا کہ جہاں پانی نہ ملے اور یہ پیاسے مر جائیں۔ چناں چہ انہوں نے ان غلاموں کا خون بہا مانگا جسے دینے سے قبیلۂ بنو بکر نے انکار کر دیا۔ معاملہ عمرو بن ہند تک پہنچا۔ اس مقدمہ میں تغلبیوں کا وکیل عمرو بن کلثوم اور بکریوں کا النعمان بن ہرم تھا جو بنو ثعلبہ یشکر کا فرد تھا، بادشاہ کے سامنے جب مقدمہ پیش ہوا تو اس میں نعمان بن ہرم نے کچھ جملے تہذیب سے گرے ہوئے کہہ دیے جن کی وجہ سے عمرو بن ہند بہت خفا ہوا، وہ پہلے ہی بنو تغلب کی طرف مائل تھا نعمان کی اس بدتمیزی نے معاملہ اور خراب کر دیا اب اس کا پورا خطرہ تھا کہ فیصلہ بنو تغلب کے حق میں ہو جائے گا اتنے میں حارث بن حلزہ جو اس وقت دربار میں موجود تھا کھڑا ہوا اور اس نے فی البدیہہ اپنا مشہور معلقہ کہنا شروع کر دیا، جسے سن کر عمرو بن ہند بہت خوش ہوا اور اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور بنو تغلب وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

1.18.2 معلقے کا موضوع

حارث بن حلزہ کے قصیدے کا موضوع عمرو بن کلثوم کی طرح فخر و حماسہ ہے۔ جس میں اس کے قبیلے کی بہادری و شجاعت، وفا شعاری اور جود و سخا کا تذکرہ ہے۔ ساتھ ہی بادشاہ عمرو بن ہند کی تعریف و توصیف میں وہ اشعار بھی ہیں جنھوں نے بادشاہ کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا اور اس کے دل میں بکریوں کے لیے موجود کدورت کو ختم کر دیا اور حارث بن حلزہ کو اپنے پاس بلا کر اپنے برابر بٹھا لیا۔ چناں چہ اغانی نے ابن الکلبی سے روایت کی ہے کہ الحارث بن حلزہ کے جسم پر برص کے داغ تھے اس لیے جب وہ پڑھنے کھڑا ہوا تو عمرو بن ہند نے اپنے سامنے (سات) پردے ڈلوا دیے، جب حارث نے اپنا معلقہ پڑھنا شروع کیا تو عمرو بن ہند اتنا متاثر ہوا کہ اس نے ایک ایک کر کے ساتوں پردے ہٹوا دیے اور اس کو اپنے پاس بٹھا لیا۔

حارث بن حلزہ نے اپنے معلقے میں عمرو بن کلثوم کا جواب بھی دیا ہے اور قبیلۂ تغلب کے برے کاموں اور ان کی بری عادتوں کا ذکر بھی کیا

ہے،لیکن کہیں بھی متانت اور سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور بڑی چالاکی سے بادشاہ کو غیر شعوری طور پر اپنے قبیلے کی طرف مائل کرنے کوشش کی ہے اور اس میں پوری طرح کامیاب ہوا ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر میں بادشاہ نے تغلبیوں کے خلاف بنوبکر کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

1.18.3 معلقے کی خصوصیات

نقاد کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حارث بن حلزہ کا یہ معلقہ فنی نقطہ نظر سے بہت سی خوبیوں کا حامل ہے۔ پیرایۂ بیان دلکش ہے،اغراض ومعانی واضح اور الفاظ سلیس وسہل ہیں ۔منفرد اسلوب اور متعدد اغراض وفنون پر مشتمل ہونے کی وجہ سے جاہلی قصیدوں میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ حارث بن حلزہ کی قادرالکلامی وموزونی طبع کا لوہا اس لیے بھی مانا جاتا ہے کہ اس نے یہ معلقہ ایک مجلس میں فی البدیہہ کہا ہے ۔جس کی مثال دور جاہلیت میں اور کہیں بھی نہیں ملتی۔

اس قصیدے کا ایک امتیازی وصف اس کی فخر یہ شاعری ہے جس کا مقام اتنا اونچا ہے کہ فخر میں حارث ضرب المثل بن گیا، چنانچہ کہتے ہیں کہ:''ماأفخر من الحارث بن حِلِّزة''، یعنی حارث سے بڑھ کر کوئی فخر گو نہیں ہوسکتا۔اس کے علاوہ حارث کے قصیدے کی ایک تاریخی حیثیت بھی ہے۔ چنانچہ حارث نے جہاں بنوتغلب کی برائیاں گنانی شروع کی ہیں اس سلسلے میں ادوار عرب اور دور جاہلیت کے بہت سے واقعات اور جنگوں کا ذکر بھی کیا ہے اس اعتبار سے اس کا معلقہ ان واقعات اور جنگوں کی ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

حارث کا یہ معلقہ اس کی لمبی زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہے جس میں محبوبہ کے وصف اور فخر کا حسین امتزاج ہے۔ساتھ ہی اس کی طلاقت لسانی،حکمت عملی،موقع شناسی اور شیریں بیانی کا اعلی نمونہ ہے۔اس کے قصیدے میں فخر اور غزل کے جو مضامین آئے ہیں اگر چہ وہ مجمل اور مختصر ہیں لیکن بڑے دل آویز اور پر تاثیر ہیں جو اس کی چرب زبانی اور قادرالکلامی کی جیتی جاگتی مثال ہے۔

حارث کے کلام کی خوب صورتی یہ ہے کہ وہ اپنے فریق مخالف عمرو بن کلثوم کی طرح مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیتا بلکہ بادشاہ عمرو بن ھند کی مدح سرائی بھی اس دلکش انداز میں کرتا ہے کہ بادشاہ کا دل پسیج جاتا ہے اور اپنے قبیلے کے تعلق سے بادشاہ کی کدورت دور کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

1.19 اکتسابی نتائج

جاہلی شاعری اپنی بے شمار خصوصیات اور خوبیوں کی بدولت ہر دور میں قابل تقلید نمونہ رہی ہے،جس میں صداقت ،سادگی اور برجستگی نیز زبان وبیان کی دلکشی جیسی خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔زمانہ جاہلی کی شاعری صناعت اور لفظی پیچیدگیوں سے پاک ،خشونت اور تکلف سے عاری ہے،جس پر طبعی عنصر اور احساس غالب ہے اور غلو اور مبالغہ کی کثرت نہیں ہے،ان کی شاعری طبیعت اور فطرت سے میل کھاتی ہے۔حضرت عمر نے زہیر کو سب سے بڑا شاعر اسی لیے کہا کیونکہ اس کے کلام کی خوبی یہ تھی کہ اس میں پیچیدگی نہیں ہوتی، الفاظ نامانوس نہیں ہوتے اور جب وہ کسی کی تعریف کرتا ہے تو وہ خوبیاں گناتا ہے جو واقعی اس میں پائی جاتی ہیں۔

جاہلی شاعری متنوع مضامین،معانی ومطالب کی گہرائی اور متعدد اصناف شعری،موسیقی اور نغمہ سنجی کے حسن استعمال جیسی خوبیوں کی وجہ سے عربی زبان وادب میں نمایاں مقام رکھتی ہے اور اس دور کے شعرا کو عربی شاعری کا خلاق تصور کیا جاتا ہے جن کی تقلید کرنا اور ان کے مثل شعر کہنا بعد کے شعرا کے نزدیک قابل فخر کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔

جاہلی شاعری عربی زبان وادب کا عظیم شاہکار ہےجس کے متعدد مصادر ہیں ان میں سب سے اہم مصدر وہ سات قصائد ہیں جو معلقات، مذھبات اور سموط کے نام سے معروف ہیں۔ یہ قصائد جاہلی شاعری کا قابل تقلید نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اہم تاریخی دستاویز بھی ہیں جن سے ہمیں جاہلی زمانے کی تقالید، ان کے شب وروز اور جنگی حالات کا علم ہوتا ہے۔

معلقات کی تعداد اور ان کے تعین میں علما کے مختلف اقوال ہیں لیکن راجح یہ ہے کہ ان کی تعداد سات اور ان کے قائلین شعرا حسب ذیل ہیں: **امرؤ القيس، طرفة بن العبد، زهير بن أبي سلمى، لبيد بن ربيعه، عمرو بن كلثوم، عنترة بن شداد، حارث بن حلزه۔**

معلقات عرب کے ان چنندہ قصائد کا مجموعہ ہے جو اپنی گوناگوں خوبیوں، لفظی اور معنوی محاسن کی وجہ سے عربی زبان وادب میں اہم مقام رکھتا ہے۔ نادر تشبیہات، عمدہ خیال، پرشکوہ الفاظ اور اسلوب کی سلاست اور معانی میں غیر معمولی لطافت اور گہرائی کی وجہ سے ہر دور میں قابل تقلید نمونہ رہے ہیں۔ ہر معلقے کی مشترک اور امتیازی خوبیاں ہیں جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں

1.20 امتحانی سوالات کے نمونے

1۔ عربوں کے نزدیک شعر کی اہمیت کیا ہے؟ بیان کریں۔

2۔ جاہلی شاعری کی معنوی محاسن کا تفصیل سے ذکر کریں۔

3۔ جاہلی شاعری میں غزل کی اہمیت کو بیان کریں۔

4۔ جاہلی دور کی معروف شعری اصناف کا ذکر کریں۔

5۔ معلقات کی وجہ تسمیہ اور اس سلسلے میں علما کے اختلاف کو واضح کیجیے۔

6۔ معلقات کی تعداد کتنی ہے اور اصحاب معلقات سبعہ کون کون ہیں؟ مختلف روایات کی روشنی میں بیان کریں۔

7۔ معلقات کی کعبے میں تعلیق اور عدم تعلیق کے متعلق علما کی آرا واضح کریں۔

8۔ معلقات سبعہ کی عمومی خصوصیات پر روشنی ڈالیں۔

9۔ امرؤالقیس کے معلقہ کی امتیازی خصوصیات بیان کیجیے۔

10۔ طرفہ ابن العبد کے معلقے کا موضوع بیان کریں اور اس کی لفظی ومعنوی خوبیوں کو واضح کریں؟

11۔ عنترہ بن شداد کو کس صنف میں درک وکمال حاصل تھا؟

12۔ زہیر بن ابی سلمی نے اپنا معلقہ کس کی تعریف میں کہا اور کیوں؟

1.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

۱۔العمدة في صناعة الشعر ونقده ابن رشیق

۲۔تاريخ الأدب العربي **أحمد حسن زيات**

٣۔تاریخ آداب اللغه العربية جرجي زيدان

٤۔العصر الجاهلي شوقي ضيف

٥۔الشعر الجاهلي طه حسين

٦۔عربی ادب قبل از اسلام خورشید رضوی

٧۔عربی ادب کی تاریخ عبدالحلیم ندوی

اکائی 2 معلقۂ امرؤالقیس

اکائی کے اجزا

2.1 تمہید

2.2 مقصد

2.3 معلقے کے ابتدائی بیس اشعار

2.4 امرؤالقیس اور حیات وشاعری

2.5 معلقے کا ترجمہ

2.6 لغوی تحقیق

2.7 اشعار کی تشریح

2.8 اکتسابی نتائج

2.9 امتحانی سوالات کے نمونے

2.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

2.1 تمہید

امرؤالقیس جاہلی زمانے کی شاعری کا بہت بڑا نام ہے۔اس کی شاعری کو تمام جاہلی شعرا کی شاعری پر فوقیت دی گئی ہے۔اسے زمانۂ جاہلیت کا ایک نابغۂ روزگار شاعر تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ اس کی شاعری میں الفاظ کی شوکت، مشکل الفاظ کی کثرت، اشعار کی عمدہ بندش اور حسن تشبیہ پائی جاتی ہے۔اس کے اشعار میں جو استعارے اور کنائے استعمال کیے گئے ہیں اس سے پہلے کے شاعروں کے کلام میں وہ مفقود ہیں اور بعد میں آنے والے شعرا اس سلسلے میں اس کے متبع ہیں۔مسلسل سفروں، خطروں کے مقابلوں اور مختلف معاشرے کے افراد سے ملنے کی وجہ سے امرؤالقیس کے دماغ میں نئے نئے معانی اور انوکھے مضامین آئے۔اس نے محبوب کے کھنڈروں پر کھڑے ہونے اور ان پر رونے کی رسم سے دوسرے شاعروں کو روشناس کرایا۔عورتوں کو ہرنیوں اور نیل گایوں سے تشبیہ دی اور گورے رنگ کو شتر مرغ کے انڈوں کے مشابہ قرار دیا۔وہ موروثی طور پر بادشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی بے تاج بادشاہ تھا۔

2.2 مقصد

اس اکائی کا مقصد طلبہ کو قدیم عربی ادب کے اہم شاعر امرؤالقیس کے بارے میں معلومات فراہم کرنا ہے۔امرؤالقیس کا شمار زمانہ جاہلیت کے نامور شعرا میں ہوتا ہے۔اس اکائی میں امرؤالقیس کے معلقہ سے ابتدائی بیس (۲۰) اشعار کو پیش کیا گیا ہے جن کو پڑھنے کے بعد آپ امرؤالقیس کی سوانح حیات، ان کی شاعری، ان کی شعری خصوصیات اور عربوں کی بدوی زندگی کو تفصیل کے ساتھ جان سکیں گے۔

2.3 معلقے کے ابتدائی بیس (۲۰) اشعار

۱ قِفَا نَبکِ مِنْ ذِکْرى حَبِيبٍ وَ مَنْزِلِ
بِسِقْطِ اللِّوىٰ بَيْنَ الدَّخُولِ فحَوْمَلِ

۲ فتُوْضِحَ فالمِقْرَاةِ لَمْ يَعْفُ رَسْمُهَا
لِمَا نَسَجَتْها مِنْ جَنُوبٍ وَّشَمْأَلِ

۳ تَرى بَعَرَ الآرَامِ فِيْ عَرَصَاتِهَا
وقِيْعَانِهَا كَأَنَّهُ حَبُّ فُلْفُلِ

۴ كَأَنِّيْ غَدَاةَ البَيْنِ يَوْمَ تَحَمَّلُوْا
لَدَى سمُراتِ الحَيِّ نَاقِفُ حَنْظَلِ

۵ وُقُوفاً بِهَا صَحْبِيْ عَلَيَّ مَطِيَّهُمْ
يَقُوْلُوْنَ لاتَهْلِکْ أسىً وتَجَمَّلِ

۶ وَ شِفَائِيْ عَبْرَةٌ مُهْرَاقَةٌ
فَهَلْ عِنْدَ رَسْمٍ دَارِسٍ مِنْ مُعَوَّلِ

٧ كَدَأْبِکِ مِنْ أمّ الحُوَيْرِثِ قَبْلَهَا
وجَارَتِهَا أمّ الرَّبَابِ بِمَأْسَلِ
٨ إذَا قَامَتَا تَضَوّعَ الْمِسْکُ مِنْهُمَا
نسيمَ الصَّبَا جاء تْ بِرَيّا القَرَنْفُلِ
٩ فَفَاضَتْ دُمُوعُ الْعَيْنِ مِنّي صَبَابَةً
عَلَى النَّحْرِ حَتّى بَلّ دَمْعِيْ مِحْمَلِيْ
١٠ ألاَ رُبَ يَوْمٍ كَانَ مِنْهُنَّ صَالِحٍ
وَلَاسِيَّمَا يَوْمٍ بِدَارَةِ جُلْجُلِ
١١ ويومَ عقرتُ لِلْعَذارىٰ مَطِيَّتِيْ
فَيَا عَجَباً مِنْ كُوْرِهَا الْمُتَحَمَّلِ
١٢ فظلّ العذارىٰ يرتَمين بِلَحْمِهَا
وَشَحْمٍ كَهُدّابِ الدِّمَقْسِ المُفَتَّلِ
١٣ وَيَوْمَ دَخَلْتُ الْخِدْرَ خِدْرَ عُنَيْزَةٍ
فَقَالَتْ: لَکَ الْوَيْلَاتُ إنّکَ مُرْجِلِيْ
١٤ تَقُوْلُ: وَقَدْ مَالَ الْغَبِيْطُ بِنَا مَعًا
عَقَرْتَ بَعِيْرِيْ يَا امْرَأَالْقَيْسِ فَانْزِلِ
١٥ فَقُلْتُ لَهَا: سِيْرِيْ وَأرْخِيْ زِمَامَهٗ
وَلَا تُبْعِدِيْنِيْ مِنْ جَنَاکِ الْمُعَلَّلِ
١٦ فَمِثْلُکِ حُبْلىٰ قَدْ طَرَقْتُ وَمُرْضِعٍ
فَأَلْهَيْتُهَا عَنْ ذِيْ تَمَائِمَ مُحْوِلِ
١٧ إذَا مَابَكىٰ مِنْ خَلْفِهَا اِنصرفَتْ لهٗ
بِشِقٍ وَتَحْتِيْ شِقُّهَا لَمْ تُحَوِّلِ
١٨ وَيَوْماً عَلىٰ ظَهْرِ الْكَثِيْبِ تَعَذَّرَتْ
عَلَيَ وَآلَتْ حَلْفَةً لَمْ تَحلّلِ
١٩ أفاطِمَ مَهْلاً بَعْضَ هٰذَا التَّدَلُّلِ
وإِنْ كُنْتِ قَدْ أزمَعْتِ صَرْمِيْ فَأَجْمِلِيْ

۲۰ أَغَرَّکِ مِنّي أنّ حُبَّکِ قَاتِلِيْ
وأنّکِ مَهْمَا تَأْمُرِي القَلْبَ يَفْعَلِ

2.4 امرؤالقیس: حیات اور شاعری

امرؤالقیس کا پورا نام ابوالحارث جندح، لقب امرؤالقیس اور کنیت ابووہب تھی۔ اس کو "الملک الضلیل" اور "ذو القروح" بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا باپ حجر بن عمرو کندی قبیلہ بنواسد کا آخری بادشاہ تھا۔ ماں کا نام فاطمہ تھا۔ وہ قبیلۂ تغلب کے سردار ربیعہ کی بیٹی اور قبیلہ تغلب کے نامور شاعر وشہسوار کلیب اور مہلہل کی دختر تھی۔ امرؤالقیس نے ایک شہزادے کی حیثیت سے بہت آسودہ حالی اور عیش وآرام میں پرورش پائی۔ سرداری کے ماحول میں پلا بڑھا۔ جب جوانی کی طرف قدم بڑھایا تو شہزادوں کی عادت کے مطابق سیر وشکار، کھیل کود، مے نوشی، آوارگی اور دل لگی کو اپنا شیوہ بنالیا۔ اس کو شاعری سے بہت شغف تھا۔ لیکن اس کے والد حجر کے نزدیک اس کا شاعری سے والہانہ لگاؤ غیر مستحسن عمل تھا۔ کیونکہ شعر گوئی شاہی شان وشوکت کے شایان شان نہیں سمجھی جاتی تھی اور لڑکیوں اور عورتوں سے عشق بازی اور معاملہ بندی کے واقعات کو کھلم کھلا اشعار میں بیان کرنا حجر کو سخت ناپسند تھا۔ امرؤالقیس ایسی نازیبا حرکتیں کرتا جو ایک شہزادے اور بڑے گھرانے کے نوجوان کی تمکنت کے خلاف تھا۔ وہ حکومت کے کاموں میں حصہ لینے سے گریزاں رہتا تھا۔ باپ نے کئی مرتبہ اس کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن یہ بگڑا ہوا اوباش شہزادہ باز نہ آیا، تو مجبور ہوکر اس کو گھر سے نکال دیا۔ گھر سے نکلنے کے بعد خاندان اور اس کے وقار کے بندھنوں سے آزاد ہوگیا۔ آوارہ گردوں اور اوباشوں کا مجمع اس کے اردگرد رہنے لگا۔ یہ لوگ تالابوں اور جھرنوں کے قریب پڑاؤ ڈالتے، عیش وعشرت میں مست رہتے، شراب سے لطف اٹھاتے، ناچ گانوں میں وقت گزارتے، جب وہاں پانی اور گھاس ختم ہوجاتی، تو دوسرے تالاب کے پاس ڈیرہ ڈالتے، اسی طرح رات دن دادِ عیش دیتے۔ ایک دن جب بے فکروں کا قافلہ "حضرموت" کے قریب ایک گاؤں "دمون" میں تھا، تو امرؤالقیس کو اپنے باپ کے قتل ہونے کی اندوہناک خبر ملی جس کو بنواسد نے اس کے ظالمانہ رویے کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ یہ خبر سنتے ہی اس کے نشے کا خمار جاتا رہا، اس کے دل پر چوٹ لگی اور اس نے کہا "ضَيَّعَنِيْ صغيراً، وَ حَمَلَنِيْ دَمَهُ كَبِيْرا، لاصَحْوَ اليومَ ولا سُكرَ غداً، اليومَ خَمْرٌ وغداً أمر" میرے باپ نے کمسنی میں مجھے گنوادیا اور بڑا ہونے پر اپنا خون میرے سرمنڈھ دیا، آج ہوش نہیں اور کل نشہ نہیں، آج شراب اور کل معاملے کی بات۔

اگلے روز والد کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے قبیلے قبیلے پھر کر مدد کا طلب گار ہوا، بعض نے مدد کی اور بعض نے معذرت کرلی اپنے مساعدین اور ننیہالی رشتہ داروں بنوبکر اور بنوتغلب کے لوگوں کو لے کر بنواسد پر حملہ کیا اور بنواسد کے بہت سے لوگوں کو تہہِ تیغ کردیا۔ پھر بھی دل کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی تو وہ مزید فوج جمع کرنے کے لیے قبائل سے مدد مانگنے کے لیے نکلا۔ اسی دوران حیرہ کے بادشاہ "منذر بن ماء السماء" نے اپنی پرانی دشمنی کی وجہ سے ایک بھاری معیت کے ساتھ امرؤالقیس پر حملہ کردیا۔ حملہ کی تاب نہ لاکر اس کے حمایتی منتشر ہوگئے اور امرؤالقیس نے عرب کے مختلف قبیلوں کے پاس معاونت کی درخواست کی لیکن اس کو کہیں پناہ نہ ملی۔ گھومتے پھرتے وہ "سموأل بن عادیا" والی تیماء کے پاس پہنچ کر پناہ کا طلب گار ہوا۔ سموأل نہایت شریف اور معزز سردار تھا۔ اس وقت وہ اپنے قلعہ ابلق میں مقیم تھا۔ اس نے مدد کا وعدہ کیا تو اس کے پاس اپنے جنگی ساز وسامان امانت کے طور پر رکھا اور اس سے شام کے بادشاہ حارث بن شمر غسانی کے نام سفارتی خط لکھوایا، تاکہ وہ اسے قیصر روم تک پہنچادے۔ حارث کا خط لے کر وہ

قیصر کے پاس قسطنطنیہ پہنچا اور قیصر سے مدد کی درخواست کی۔قیصر نے اس کی آؤ بھگت کی اور اس کی مدد کے لیے ایک فوجی دستہ تیار کرایا۔لیکن اس دوران بنواسد کے ایک شخص ''طماح اسدی'' نے قیصر سے شکایت کر دی کہ امرؤالقیس آپ کو بُرا بھلا کہتا ہے۔طماح اسدی کا مقصد امرؤالقیس سے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینا تھا۔قیصر نے امرؤالقیس سے کچھ نہ کہا لیکن رخصت کے وقت اس کو انعام کے طور پر ایک خلعت دیا اور یہ کہا کہ میں نے اپنے ملبوسات میں سے یہ قبا تم کو یُمن و برکت کے لیے دیا ہے،اس کو زیب تن کرنا اور اپنے معاملات سے آگاہی دیتے رہنا،چونکہ یہ بہت تیز قسم کے زہر میں بجھا ہوا تھا اس لیے جب امرؤالقیس نے وہ خلعت زیب تن کیا تو اس سے سارے جسم پر چھالے پڑ گئے اور بڑے بڑے آبلے پڑ گئے اور ان میں پیپ بھر گیا۔ان آبلوں کی وجہ سے اُسے ''ذوالقروح'' کہا جاتا ہے۔رفتہ رفتہ زہر خون میں سرایت کر گیا اور وہ مقام انقرہ میں مرگیا۔

موت کی مدہوشی میں اس کی زبان پر یہ کلمات رواں تھے۔''رُبَّ خُطْبَةٍ مُسْتَحْضَرَةٍ,وَ قَصِيْدَةٍ مُحْبَرَةٍ,وَ طَعْنَةٍ مُسْحَنْفِرَةٍ,وَ جَفْنَةٍ مُثْعَنْجَرَةٍ تَبْقىٰ غَداً بِأَنْقَرَةَ'' یعنی کتنے ہی فصیح و بلیغ خطبے،عمدہ و مزین قصیدے،نیزوں کے تیز طعنے اور لبریز پیالے کل انقرہ میں رہ جائیں گے۔اس کی وفات اسّی (۸۰) قبل مسیح 565 عیسوی میں ہوئی۔

2.4.1 شاعری

امرؤالقیس بچپن ہی سے شعر و شاعری سے دلچسپی رکھتا تھا۔بے انتہا ذہین تھا،جاہلی دور کے شاعروں میں طبقۂ اول میں شمار کیا جاتا ہے۔اس کی شاعری میں الفاظ کی شوکت،مشکل الفاظ کی کثرت،شعروں کی عمدہ بندش،منظر کشی،حسنِ بیان،نزاکت خیال،مضامین کے تنوع،استعارات اور تشبیہات کا برمحل استعمال پایا جاتا ہے۔مسلسل سفر،خطرات کے مقابلے،شدائد کو برداشت کرنے اور مختلف معاشروں کے لوگوں سے ملنے کی وجہ سے اس کے دماغ میں وسعت پیدا ہوگئی تھی،چناں چہ وہ نئے نئے معانی پیدا کرتا تھا انوکھے اسالیب اختیار کرتا۔یہ پہلا عربی شاعر ہے،جس نے محبوب کے کھنڈروں پر کھڑے ہونے اور انہیں یاد کر کے رونے کی رسم کو ایجاد کیا۔اپنے اشعار میں عورتوں سے عشق کا برملا اظہار کیا،انہیں نیل گایوں اور ہرنیوں سے تشبیہ دی اور گورے رنگ کو شتر مرغ کے انڈوں کے مشابہ قرار دیا۔اسی لیے اس کا کلام جنسی جذبات کی تشریح سے مملوء ہے۔سفر کی کثرت اور گھوڑے پر پیہم سواری کرنے کی وجہ سے رات اور گھوڑے کا وصف بہت اچھے اسلوب میں بیان کیا ہے۔اس کا کلام جاہلی دور کی بدوی تہذیب،معاشرت،رسم و رواج اور دوسری اہم معلومات کا آئینہ دار ہے۔زمانے کا شکوہ،دوستوں کا ساتھ چھوڑ دینے کے بیان کو اچھوتے انداز میں تعبیر کیا ہے اور بعد میں آنے والے شعرانے بہت سے مضامین کے بیان کرنے میں اس کی نقالی کی کوشش کی ہے۔

فلک نیرنگ ساز نے اسے ہمیشہ بے چین رکھا،عالمِ شباب میں باپ مقتول ہوا اور یہ تا دمِ مرگ در بدری میں گزارا،اگر یہ فارغ البالی سے بہرہ ور ہوتا اور اعدا کے شر سے مامون رہتا تو اس کے اشعار کے ڈھنگ اور نرالے ہوتے اور عربی شاعری کے ذخیرے میں وقیع سرمایہ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوتا لیکن ایام کی گردش نے اسے سراسیمہ رکھا اور فلک فتنہ ساز نے عشق کے علاوہ اور کسی بات میں اس کی معاونت نہ کی۔یہ انتقام اور ملک گیری کا ارمان دل میں لیے ہوئے کارگاہِ عالم کو خیرباد کہہ دیا۔

غرض آپ کو اس شاعری میں اس کی پوری بدوی زندگی کی جھلک نظر آئے گی اور اس کے اخلاق و عادات کی زندہ تصویر کا مشاہدہ ہوگا،اس میں شاہی شوکت،شاہانہ طمطراق،فقیرانہ مسکنت،قلندرانہ مستی،بپھرتے شیر کی حمیت،آوارگی کی بے حیائی اور زخم خوردہ کے شکوے سب ہی یکجا مل جائیں گے۔امرؤالقیس کے متعلق تمام اہل نقد کی متفق علیہ رائے ہے کہ وہ مذکورہ وجوہ سے تمام جاہلی دور کے شاعروں کا سرخیل تھا۔

امرؤالقیس کے اشعار کی کچھ خوبیاں یہ ہیں:

- ☆ محبوبہ کے کھنڈرات پر آہ و بکاء سے قصیدے کی ابتدا۔
- ☆ اشعار میں عشق و معاشقہ کا برملا اظہار۔
- ☆ عورتوں کو نیل گایوں، ہرنیوں اور گورے رنگ کو شتر مرغ سے مشابہت۔
- ☆ تمثیلات واستعارات کا برمحل استعمال۔
- ☆ اسفار کے مرحلوں کی بہترین تصویر کشی۔
- ☆ موضوعات میں تسلسل۔
- ☆ فحاشی وعریانی کا بے جھجک تذکرہ۔
- ☆ فخریہ اشعار کا فقدان۔

2.5 معلقے کا ترجمہ

۱۔ قِفَا نَبْکِ مِنْ ذِکْرٰی حَبِیْبٍ وَّ مَنْزِلِ بِسِقْطِ اللِّوٰی بَیْنَ الدَّخُوْلِ فحَوْمَلِ

اے میرے دونوں دوستو! اس جگہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ، یہ میری محبوبہ کا اجڑا ہوا ویران مکان ہے۔آؤ تا کہ ہم سب مل کر اپنی محبوبہ اور اس کے مکان کو یاد کر کے رولیں، جو ریت کے ٹیلے کے آخر پر دخول اور حومل کے مقامات کے درمیان تھا۔

۲۔ فَتُوضِحَ فالمِقْرَاةِ لم یَعْفُ رَسْمُهَا لِمَا نَسَجَتْها من جَنُوبٍ وَّشَمْأَلِ

اس مقام کے نشانات شمالی اور جنوبی ہواؤں کے ایک دوسرے کے مخالف رُخ چلنے کی وجہ سے اب تک نہیں مٹے ہیں۔

۳۔ تَرٰی بَعَرَ الآرَامِ فِیْ عرَصَاتِها وَقِیْعَانِهَا کَأَنَّهٗ حَبُّ فُلْفُلِ

تم کو منزلِ محبوب کے صحنوں میں سفید ہرنوں کی مینگنیاں اس مکان کے میدانوں اور ہموار زمینوں میں اس طرح نظر آ رہی ہیں، گویا کہ وہ سیاہ مرچ کے دانے ہوں۔

۴۔ کَأَنِّي غَدَاةَ الْبَیْنِ یَوْمَ تَحَمَّلُوْا لَدَی سَمُرَاتِ الْحَيِّ نَاقِفُ حَنْظَلِ

یوم فراق کی صبح کو جب محبوبہ کے قبیلے والے اس کی ہمراہی میں روانہ ہو رہے تھے، تو قبیلے کے ببول کے درختوں کے نزدیک گویا میں اندرائن توڑنے والا تھا۔

۵۔ وُقُوْفاً بِهَا صَحْبِيْ عَلَيَّ مَطِیَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ: لاتَهْلِکْ أسیً وتَجَمَّلِ

میں رو رہا تھا اور احباب میرے پاس ان میدانوں میں اپنی سواریاں روکے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم فراق کے غم میں رو رو کر اپنے کو ہلاک نہ کرو اور صبر وضبط سے کام لو۔

۶۔ وإِنَّ شِفَائِيْ عَبْرَةٌ مُهْرَاقَةٌ فَهَلْ عِنْدَ رَسْمٍ دَارِسٍ مِنْ مُعَوَّلِ

(جواباً کہتا ہے کہ میں رونے سے کس طرح اپنے کو روک سکتا ہوں، جب کہ) میرے دردِ دل کا علاج تو یہی آنسو ہیں، جو میں بہا رہا ہوں، (پھر اپنے آپ سے سوال کرتا ہے) کیا ان مٹے ہوئے نشانوں کے پاس کوئی قابل اعتماد فریاد رس ہے؟ (نہیں ہے تو رونا بے سود ہے)۔

۷۔ كَدَأبِکَ مِنْ اُمِّ الْحُوَيْرِثِ قَبْلَهَا وَجَارَتِهَا أُمِّ الرَّبَابِ بِمَأْسَلِ

شاعر اپنے کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تیری حالت عنیزہ کے عشق میں اسی طرح ہوگئی جیسی اس سے پہلے امّ حویرث اور اس کی پڑوسن ام رباب کے عشق میں کوہِ ماٴسل میں تھی۔

۸۔ اِذَا قَامَتَا تَضَوَّعَ الْمِسْکُ مِنْهُمَا نَسِيْمَ الصَّبَا جَاءَتْ بِرَيَّا الْقَرَنْفُلِ

(اب ان دونوں محبوباؤں کو یاد کر کے کہتا ہے) جب وہ دونوں (مستانہ انداز میں) کھڑی ہوتی تھیں، تو ان کے جسموں سے مشک جیسی خوشبو نکل کر چاروں طرف پھیل جاتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نسیمِ صبح لونگ کے باغوں سے خوشبو اڑا کر لائی ہو۔

۹۔ فَفَاضَتْ دُمُوعُ الْعَيْنِ مِنِّي صَبَابَةً عَلَى النَّحْرِ حَتّى بَلَّ دَمْعِیْ مِحْمَلِيْ

ان کی جدائی میں سوزشِ عشق اور شدتِ جذبات کے باعث میری آنکھوں سے آنسو سینے پر بہنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری تلوار کا پرتلہ بھیگ گیا۔

۱۰۔ أَلَا رُبَّ يَوْمٍ كَانَ مِنْهُنَّ صَالِحٍ وَلَاسِيَّمَا يَوْمٍ بِدَارَةِ جُلْجُلِ

سنو! بہت سارے دن ان دوشیزاؤں کے ساتھ بہت اچھے بھی گزرے، خصوصاً دارۂ جلجل کا دن تو یادگار تھا۔

۱۱۔ وَيَوْمَ عَقَرْتُ لِلْعَذارىٰ مَطِيَّتِيْ فَيَاعَجَباً مِنْ كُورِهَا الْمُتَحَمَّلِ

خاص طور پر وہ دن کس قدر پُر کیف تھا، جس دن میں نے حسین دوشیزاؤں کی خاطر اپنی سواری کی اونٹنی ذبح کر ڈالی تھی اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ان دوشیزاؤں نے میری اونٹنی کا سامان اپنی سواریوں پر لا دلیا، حالانکہ ان سے ایسی توقع نہیں تھی۔

۱۲۔ فَظَلَّ الْعَذَارىٰ يَرْتَمِيْنَ بِلَحْمِهَا وَشَحْمٍ كَهُدَّابِ الدِّمَقْسِ الْمُفَتَّلِ

وہ دوشیزائیں میری اونٹنی کا گوشت اور اس کی چربی کو جو بٹے ہوئے ریشم کی جھامر کی طرح تھی، بطور ہنسی دل لگی ایک دوسرے پر پھینکنے لگیں۔

۱۳۔ وَيَوْمَ دَخَلْتُ الْخِدْرَ خِدْرَ عُنَيْزَةٍ فَقَالَتْ: لَکَ الْوَيْلَاتُ إِنَّکَ مُرْجِلِي

اور وہ دن کتنا خوشگوار تھا، جس دن میں اپنی محبوبہ عنیزہ کے محمل میں داخل ہوا، اس وقت اس نے مجھ سے کہا، تیرا برا ہو، تو مجھ کو پیدل چلنے پر مجبور کر دے گا۔

۱۴۔ تَقُوْلُ وَقَدْ مَالَ الْغَبِيطُ بِنَا مَعًا عَقَرْتَ بَعِيْرِيْ يَا اِمْرَأَالْقَيْسِ فَانْزِلِ

جب ہم دونوں کے وزن سے اونٹ کا محمل ایک سمت کو جھک گیا تو عنیزہ نے مجھ سے کہا، اے امرؤالقیس! تم نے میرے اونٹ کی کمر جھکا دی، بس اب تم اس پر سے نیچے اتر جاؤ۔

۱۵۔ فَقُلْتُ لَهَا سِيْرِىْ وَأَرْخِيْ زِمَامَهٗ وَلا تُبْعِدِيْنِىْ مِنْ جَنَاکِ الْمُعَلَّلِ

میں نے عنیزہ کو جواب دیا کہ تم اونٹ کی مہار ڈھیلی چھوڑ دو اور چلی چلو اور مجھے اپنے جوبن کے تر و تازہ میوے سے محروم نہ کرو۔

۱۶۔ فَمِثْلُکِ حُبْلٰى قَدْ طَرَقْتُ وَ مُرْضِعٍ فَأَلْهَيْتُهَا عَنْ ذِيْ تَمَائِمَ مُحْوِلِ

اے عنیزہ! میں تجھ ہی سے خواہش وصل نہیں کر رہا ہوں، بلکہ تجھ جیسی بہت سی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں ہیں جن کے پاس میں رات کے وقت گیا اور ان کو لذت وصل سے ہم کنار کیا اور انہیں تعویذ والے یک سالہ بچے سے غافل کر دیا۔

۱۷۔ اِذَا مَا بَكىٰ مِنْ خَلْفِهَا انْصَرَفَتْ لَهٗ بِشِقٍّ وَتَحْتِیْ شِقُّهَا لَمْ تُحَوَّلِ

جب وہ بچہ اپنی ماں کی پشت سے روتا تھا تو وہ اپنے جسم کا اوپر والا حصہ اس کی طرف پھیر دیتی تھی، تا کہ وہ دودھ پیتا رہے اور زیریں حصہ غایت الفت کی وجہ سے میرے نیچے رہتا تھا جس کو وہ نہیں پھیرتی تھی۔

۱۸۔ وَيَوْماً عَلىٰ ظَهْرِ الْكَثِيْبِ تَعَذَّرَتْ عَلَيَّ وَآلَتْ حَلْفَةً لَمْ تَحَلَّلِ

ایک روز محبوبہ نے ٹیلے کی پشت پر آڑ میں کھڑے ہو کر بڑی سختی اور ناگواری کے ساتھ مجھ سے ترک تعلق کی بات کی اور مجھے چھوڑ کر چلے جانے کی قطعی قسم کھائی، ایسی قسم جس کو توڑا نہیں جا سکتا۔

۱۹۔ أَفَاطِمَ مَهْلاً بَعْضَ هٰذَا التَّدَلُّلِ وَإِنْ كُنْتِ قَدْأَزْمَعْتِ صَرْمِيْ فَأَجْمَلِيْ

میں نے اس سے کہا کہ اے فاطمہ! یہ ناز ونخرے چھوڑ دو اور اگر تم نے مجھ سے ترک تعلق اور جدا ہونے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے، تو پھر اچھے طریقے کے ساتھ کرو۔

۲۰۔ أَغَرَّکِ مِنِّيْ أَنَّ حُبَّکِ قَاتِلِيْ وَأَنَّکِ مَهْمَا تَأْمُرِي الْقَلْبَ يَفْعَلِ

شاید تم کو اس احساس نے دھوکے میں ڈال دیا ہے اور تمہارے اندر غرور پیدا کر دیا ہے کہ تمہاری محبت مجھے مار ڈالے گی اور میں تمہارا ہر حکم بجا لاؤں گا کہ میرا دل تمہارے حکم کا پابند ہے۔

2.6 لغوی تحقیق

قِفَا: تم دونوں ٹھہرو، وقف یقف وقوفاً (ض) سے فعل امر کا تثنیہ ہے، ٹھہرنا، باب افعال وتفعیل سے کھڑا کرنا، مفاعلۃ سے ایک دوسرے کے مقابل کھڑا ہونا۔ قفا کے کلمہ میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ خطاب مصاحبوں سے ہو، کیونکہ آقاؤں کے ساتھ دو خادم عمومی طور پر ہوا کرتے تھے۔ ایک اونٹوں کو چرانے والا اور دوسرا بکریوں کو۔ دوسرا یہ کہ مخاطب ایک ہو اور تاکید کے لیے تثنیہ کا استعمال ہوا۔ جیسے قرآن میں استعمال ہے۔ رَبِ ارْجِعُوْنِ یعنی اِرْجِعْ اِرْجِعْ۔ علامہ رضی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ تثنیہ نہیں ہے، بلکہ تکرار لفظ ہے اور دوبار قف قف کہنے کے بجائے صرف ایک ہی پر اختصار کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے "أَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ"۔ مخاطب داروغۂ جہنم "مالک" ہے جو واحد ہے۔ لیکن تعبیر تثنیہ سے کیا گیا ہے۔

نَبْکِ: ہم روئیں، بکیٰ یبکي بُکاءً (ض) رونا، تفاعل سے تباکی: رونے کی صورت بنانا، باب تفعیل، استفعال اور افتعال سے رلانا، یہاں (ضرب) سے ہے اور جواب امر کی وجہ سے مجزوم ہے۔

مِن: حروف جارہ میں سے ہے۔

حبیب: فعیل کے وزن پر بمعنی مفعول یعنی محبوبہ، فعیل فاعل ومفعول دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، جب بمعنی مفعول ہو تو مذکر ومؤنث دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جب بمعنی فاعل ہو تو مذکر ومؤنث میں فرق کیا جاتا ہے۔ جیسے امرأۃ ضریبۃ: مارنے والی عورت، رجل ضریب: مارنے والا مرد۔

مَنْزِل: (ض) سے اسم ظرف، اترنے کی جگہ، گھر، ج منازل، نزل (ض) نُزولاً: اترنا، اوپر سے نیچے آنا، تفعیل سے اتارنا، تفعل سے ٹھہر ٹھہر کر اترنا۔

سِقْط: آخری کنارہ، کونہ، نامکمل بچہ، ج أسقاط۔

اللّویٰ: ج أولیة، ریت کا ٹیلہ جو ایک طرف کو جھک گیا ہو، سِقْطُ اللِّویٰ: نجد میں ایک جگہ کا نام۔

بین: ظرف مبہم ہے، عام طور پر وہ دو یا زیادہ اسموں کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ معنیٰ: درمیان، درمیان میں۔

فاء: حرف عطف ہے اور چونکہ دَخول شاعر کے ذہن میں تصور کے اعتبار سے مقدم ہے، لہٰذا حومل، توضح، المقراۃ پر واوٴ کے بجائے شاعر نے فاء استعمال کیا ہے۔

دَخول، حَوْمَل: یہ دونوں جگہ کے نام ہیں، دَخول، قَبول کے وزن پر اور حَومل، جَوھر کے وزن پر ہے۔

توضح اور المقراۃ: یہ دونوں نجد میں جگہ کے نام ہیں اور ''سقط اللویٰ'' دخول، حومل، توضح اور، مقراۃ چاروں جگہوں کے درمیان واقع ہے۔

لَمْ یَعْفُ: نہ باقی رہا، صیغہ واحد مذکر غائب، اصل یعفو تھا، لم کی وجہ سے واوٴ گر گیا، عفا یعفو عفُواً (ن) الریحُ الأثرَ: ہوا کا نشانات مٹا دینا۔ عَفَا فلاناً: معاف کر دینا۔

رسم: ج: رُسوم، أرسم: نشان۔

نَسَجَتْ: ہوا چلی، صیغہ واحد مؤنث غائب: نَسَجَتِ الریحُ: ہوا کا لہریں پیدا کرتے ہوئے چلنا، نسج الثوب (ض، ن) کپڑا بننا، یہاں نسج، ہواؤں کی آمد و رفت سے کنایہ ہے۔

جَنوب: جیم کے فتحہ کے ساتھ، وہ ہوا جو دکھشن کی طرف سے چلے۔

شَمْأَل: شین کے فتحہ اور میم کے سکون کے ساتھ، جَوْھَر کے وزن پر، وہ ہوا جو شمال کی طرف سے چلے، شِمال: شین کے کسرہ کے ساتھ جہت شمال کو کہتے ہیں، اس میں بہت سے لغات ہیں۔ الشَمال، الشِمال: شین کے فتحہ اور شین کے کسرہ کے ساتھ، شِمألّ، لام کے تشدید کے ساتھ، شَمْأل، شمیل، شَمول، شَوْمل، شَیمَل: وہ ہوا جو اتر کی طرف سے چلے۔

بَعَر: باء اور عین کے فتحہ کے ساتھ اور عین کا سکون بھی آیا ہے؛ مینگنیاں، واحد بَعْرۃ، جیسے تمرۃ واحد ہے تمر کا۔

الآرام: اس میں ایک لغت الأرْآم بھی ہے، سفید رنگ کا ہرن، واحد: ریم، یاء کے ساتھ اور رئم، ہمزہ کے ساتھ۔

عرصات: واحد: عرصة؛ گھر کا صحن اور وہ آنگن جس میں عمارت نہ ہو، میدان۔

قیعان: واحد: قاع؛ ہموار زمین، بے گھاس کی زمین۔

فُلْفُل: فاء کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ، واحد: فُلفُلة؛ گول مرچ، کالی مرچ۔ اگر لفظ قلقل ہے، تو قلقل ایک پھول ہے جو چکنا کالے رنگ کا ہوتا ہے جو کالی مرچ کے مشابہ ہوتا ہے۔

حب: واحد: حبّة: دانہ، حبّ فلفل: سیاہ مرچ کے دانے۔

غداۃ: جمع: غدوات، صبح، چاشت، طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان کا وقت۔

البین: جدائی، فاصلہ اور وصال، دونوں معنیٰ میں آتا ہے۔ یہ اضداد میں سے ہے، یہاں جدائی کے معنی میں ہے۔

یوم: جمع: أیام، جمع الجمع: أَیَاوِیْمُ: دن، وقت۔

تَحَمَّلُوا: انھوں نے کوچ کیا، صیغہ جمع مذکر غائب، ماضی معروف، باب تفعل سے **تحمل**: لادنا، کوچ کرنا، روانہ ہونا۔

لدیٰ: ظرف مکان، مبنی بمعنی پاس۔

سَمُرَات: واحد: **سمرة**، جمع: **سَمُر وأسمُر وسمرات**: ببول کا درخت۔

حيّ: جمع: **أحياء**: چھوٹا قبیلہ، قبیلہ، محلہ۔

ناقف: اسم فاعل، توڑنے والا، **نقف (ن) نقفاً**: توڑنا۔

حنظل: اندرائن، ایک سخت کڑوا پھل، یہ نارنگی جیسا ہوتا ہے مگر اندر سے انتہائی کڑوا ہوتا ہے۔

وُقُوْفاً: ٹھہرے ہوئے، واحد **واقف**، مواشی کا ٹھہرنا، **وقف (ض) وقوفاً**: ٹھہرنا، کھڑا ہونا۔

صحبي: واحد: **صاحب**: ہم نشین، ساتھی ج؛ **أصحاب، صَحْب، صِحاب**۔

مطيَهم: **مطيّ**؛ واحد: **مطية**؛ سواری، یہ مذکر ومؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اونٹ اور اونٹنی۔

لاتَهْلِكْ: نہی حاضر کا صیغہ، تو ہلاک نہ ہو، **هلك (ض) هُلوكا وهلاكا ومَهلكا**؛ مرجانا، فنا ہونا، ہلاک ہونا۔

أسىٰ: **أسي (س) أسى**: غمگین ہونا، یہ یا تو مفعول مطلق کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا فعل محذوف ہے یعنی **لاتأس أسى**، یا پھر **لاتهلك** کی ضمیر سے حال ہے۔

تجمّل: تفعّل سے امر ہے؛ مصائب پر صبر کر، **تجمّل** کو ''حاء'' کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، **تحمّل**؛ برادشت کرنا، صبر کرنا۔

شفائي: **شفاء**، تندرستی، **شفي (ض) شفاء**؛ ناقص یائی سے مصدر ہے، تندرست ہونا، **شفا (ن) شفواً**؛ ناقص واوی سے؛ چاند کا طلوع ہونا۔

عَبْرَة: ایک آنسو، ج: **عِبَر وعَبَرات، عبِر (س) عَبَراً**؛ کسی کی آنکھ میں آنسو آنا۔

مُهَرَاقَة: بہا ہوا، یہ اصل میں مُراقة تھا، اس میں ہاء زائدہ ہے۔ بمعنی بہائے گئے، یہ اسم مفعول ہے۔ اصل میں باب اِفعال اِراقة ہے؛ بہانا۔ **أراقَ الماء**؛ پانی گرانا۔

رسم: ج: **رسوم**؛ نشان، اثر

دارس: اسم فاعل، مٹنے والا، **درس (ن) دَرْساً، الرسمُ**؛ مٹنا۔ **الثوب**: بوسیدہ ہونا، **الكتابَ**: پڑھنا۔

معوّل: معتمد، تفعیل سے اسم مفعول ہے، اعتماد کیا ہوا، بھروسہ، قابل اعتماد، **معوّل عليه**: جس پر دارومدار ہو، **عال (ن) عَوْلاً**: ظلم کرنا، راہ راست سے ہٹ جانا۔

دأب: عادت وحالت، **دأب (ف) دأبا**؛ جانفشانی سے کام کرنا، **دأب دأبا**: عادت بنالینا۔

جارة: مذکر **جار**، ہمسائی، پڑوسن۔

أمّ الحويرث: ھرّة، نام ہے، یہ حارث بن حصین کلبی کی بیٹی کی کنیت ہے۔ یہ امرؤالقیس کی معشوقہ تھی۔

أمّ الرباب: امرؤالقیس کی محبوبہ، یہ بنو نبہان سے تھی، یہ قبیلہ بنو طے کی ایک شاخ ہے۔

مأسل: سین کے فتحہ کے ساتھ؛ پہاڑ کا نام، کسرۂ سین کے ساتھ؛ قبیلہ طے کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ نیز سین کے فتحہ کے ساتھ: ایک جگہ کا نام ہے جو

دیارِعقیل میں ایک ٹیلہ ہے۔

قامتا: وہ دونوں کھڑی ہوئیں، تثنیہ مؤنث غائب فعل ماضی معروف، قام(ن)قیاماً: کھڑا ہونا، تقویم: کھڑا کرنا، مقاومة: کسی کے ساتھ قیام کرنا۔

تضوّع: یہ صیغہ واحد مذکر غائب ہے، فعل ماضی معروف، خوشبو پھیلنا، منتشر ہونا۔

مِسک: خوشبو، مذکر، ہرن کے ناقہ سے نکلنے والا خوشبو دار مادہ، ج: مِسَک؛ اسے مؤنث بھی کہا گیا ہے کہ یہ مِسْكَة کی جمع ہے۔

نسیم: دھیمی دھیمی ہوا، لطیف وخوشگوار ہوا۔

صبا: وہ ہوا جو مشرق سے مغرب کی طرف چلے۔ پُروائی ہوا۔

ريّا: خوشبو، عمدہ خوشبو۔

قرنفل: و: قرنفلة؛ لونگ۔

فاضت: بہنا، صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معروف، فاض(ض) فیضا وفیوضا: کثرت سے بہنا، پانی کا اوپر سے نیچے آنا۔

دموع: واحد: دمع؛ آنسو۔

صبابة: صاد کے فتحہ کے ساتھ، سوزشِ عشق اور صاد کے ضمہ کے ساتھ: برتن میں پانی وغیرہ کا بقیہ حصہ، جمع: صبابات۔ صب إلیه(س) صبابة: عاشق ہونا۔

نحر: ج: نحور؛ سینے کے اوپر کا حصہ، سینہ۔

محمل: ج: محامل؛ تلوار کا پرتلہ، تلوار لٹکانے کا پٹا یا پیٹی۔ میان، وہ چیز جس میں کوئی چیز اٹھائی جائے۔

بلّ: ماضی، بلّ(ن) بللا: تر کرنا، گیلا کرنا۔

أَلَا: حرف تنبیہ، کلام کے شروع میں لایا جاتا ہے، ترجمہ تنبیہی الفاظ کے ساتھ کیا جاتا ہے جیسے معنی، سنو! جان لو! خبردار! وغیرہ۔

رُبّ: حرف جر۔ حسب سیاق کلام تکثیر وتقلیل کا فائدہ دیتا ہے۔ ہمیشہ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اور زائدہ کے حکم میں ہوتا ہے جیسے **رُبّ فاعل خيرٍ مذموم**، بہت سے اچھے کام کرنے والے لوگ برے ہوتے ہیں۔

صالح: اسم فاعل، صلح(ن، ف): اچھا اور نیک ہونا۔

لا سيّما: لائے نفی جنس ہے، سِيَ؛ اصل میں سَيْو تھا، واؤ کو یاء کر کے ادغام کیا اور یاء کے ماقبل کو کسرہ دیا، سِي ہو گیا اور **لا سيّما** میں سَيّ لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہو جاتا ہے۔ یہ لازم الاضافت ہے۔ لغت میں معنی مثل ہے، جیسے کہا جاتا ہے **هما سيّان أي مثلان**، **لا سيما**: بمعنی بے مثل اور جو چیز بے مثل ہو وہ خاص ہو جاتی ہے۔ اس لیے مجازاً اس کا معنی ''خاص طور پر'' یا ''خاص کر'' کیا جاتا ہے۔ ''سي'' کے بعد ماء زائدہ ہے۔ اس کی ترکیب اس طرح ہوگی۔ سيّ مضاف، ما زائدہ اور سيّما کا مابعد مجرور مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر لفظا منصوب ہو کر اسم اور موجودٌ خبر محذوف ہے۔

یا **لا سيّما** بمعنی خصوصا کے ہو کر مفعول مطلق ہے، محذوف فعل کا، **أي خصّه یا أخصّه**: خصوصا اور اس کا مابعد الگ جملہ ہوگا، یا سي مضاف ما نکرہ غیر موصوفہ ممیز اس کا مابعد تمیز، ممیز تمیز مل کر مضاف الیہ۔

دارة جلجل: حوض کا نام، یا ایک جگہ کا نام، جو شام فرازہ کے نخلستان کے بالمقابل یا منازل حجر الکندی نجد میں واقع ہے۔

عَقَرْتُ: میں نے ذبح کیا،صیغہ واحد متکلم، ماضی معروف، عقر (ض) عقراً: زخمی کرنا، یا اونٹ کی ایک ٹانگ کاٹ کر پھر نحر کرنا، زمانۂ جاہلیت میں اونٹ کو ذبح کرتے وقت قابو میں کرنے کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔

عذاری: و:عذراء؛ باکرہ، کنواری۔

مطية: سواری، (مذکر و مؤنث دونوں کے لیے) ج:مطایا، و مطيّ۔

ياعجبا: اے لوگو! میری حیرت پر گواہ رہنا۔ عجبا کا الف یائے متکلم کے بدلے میں ہے۔ اصل میں تھا ''ياعجبي'' یا حرف تنبیہ ہے کیونکہ یاء کے بعد اگر ایسا اسم ہو جو منادی بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو یاء حرف تنبیہ ہوتا ہے، خواہ مابعد اسم ہو یا غیر اسم۔

كور: ج:أكوار، کاف کے ضمہ کے ساتھ، بمعنی پالان، کجاوہ، اونٹ کا کجاوہ مع سامان۔

المتحمل: اسم مفعول، لادا ہوا، اٹھایا ہوا، تحمّل: اٹھانا، لادنا۔

ظلّ: یہ افعال ناقصہ میں سے ہے، یہ افعال اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں، ظلّ (س) ظلّاً: کرتے رہنا، جیسے کہا جاتا ہے: ظلّ على موقفه: وہ اپنے موقف پر جما رہا۔

يرتمين: صیغہ جمع مؤنث غائب، مضارع معروف، ایک دوسرے پر پھینک رہی تھیں۔ ارتمى ارتماء: ایک دوسرے پر پھینکنا، رمی (ض) رَمْیا: پھینکنا۔

لحم: گوشت، ج: لِحام، لحوم، لِحمان، لُحمان، ألحُم۔

شحم: چربی، شحيم؛ موٹا۔

هُدّاب: پھندنا، کپڑے کا جھالر۔ و: هُدْبة۔

دِمَقْس: دال کے کسرہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ: ریشم، سفید ریشم، اسے دِمْقاس بھی کہتے ہیں۔

المفتّل: اسم مفعول، بٹا ہوا، فتّل تفتيلا: رسی بٹنا۔

دخلتُ: میں داخل ہوا، صیغہ واحد متکلم، ماضی معروف۔ دخل (ن) دخولاً: اندر آنا، داخل ہونا، دخل به: اندر لانا، و۔عليه: زیارت کرنا، ملاقات کرنا۔

خِدْر: کجاوہ، پالکی، ہودج، ج: أخدار، و خدور، جمع الجمع: أخادير۔

عُنَيْزَة: اس لڑکی کا نام ہے جس پر امرؤ القیس فریفتہ تھا۔ لفظ عنیزۃ غیر منصرف ہے، تعریف اور تانیث کی وجہ سے۔ لیکن یہاں ضرورت شعری کی وجہ سے منصرف پڑھا گیا ہے۔

الويلات: ہلاکت، شر، برائی کا نزول، ویل، ويلة: اہل عرب بددعا کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ج: ويلات۔

مُرْجِلي: مُرْجِل: پیادہ کرنے والا، اسم فاعل کا صیغہ ہے، أرجل إرجالا: کسی کو پیدل چلنے والا بنانا، پیدل چلانا، رجِل (س) رَجَلا و رُجْلة: پیدل چلنا۔

مال: اجوف یائی ہے، صیغہ واحد مذکر غائب، فعل ماضی معروف، مال (ض) ميلا: مائل ہونا، جھکنا، مال (ن): اجوف واوی سے، مال دار ہونا۔

غبيط: کجاوہ، وہ کجاوہ جس پر ہودہ باندھا جائے۔ ج: غُبط۔

عقرْتَ: صیغہ واحد مذکر حاضر، فعل ماضی معروف، تونے زخمی کردیا، عقر (ض) عَقْراً: زخمی کرنا۔

بعیر: اونٹ یا اونٹنی جو سواری یا بار برداری کے لیے ہو۔ ج: أَبْعِرَةٌ جج: أباعر، أباعیر۔

یاامرأ القیس: یاء حرف نداء ہے، اِمرأ منادیٰ مضاف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

انزل: اتر پڑ، فعل امر ہے۔ نزل (ض) نزولا: اترنا۔

سِیْرِي: چلی چل، فعل امر، صیغہ واحد مؤنث حاضر ہے۔ سار (ض) سیراً: اجوفِ یائی؛ چلنا، چالو ہونا، جانا، حرکت کرنا وغیرہ۔

أَرْخِي: ڈھیلی چھوڑ، فعل امر، صیغہ واحد مؤنث حاضر، أرخی إرخاءً: نرم کرنا، جانور کی رسی ڈھیلی کرنا۔

زِمَام: زاء کے کسرہ کے ساتھ، نکیل، لگام، مہار، ڈور۔ ج: أَزِمّة۔

جَنَا: پھل، میوہ، وہ تازہ میوہ جو درخت سے توڑا جائے، مراد پیار کرنا، جنی (ض) جَنْیاً: توڑنا۔

المعلّل: بار بار پیار کیا جانا، جسے دوبارہ پانی پلایا گیا ہو۔ علّل تعلیلاً و علّ (ض، ن) بار بار پلانا۔ علّل بکذا: دل بہلانا، کسی کام کو مکرر کرنا۔

فَمِثْلُک: یہاں فاء کے بعد رُبّ مقدر ہے۔ اس لیے معنی ہوگا تجھ جیسی بہت سی نازنینائیں۔ کِ ضمیر مجرور متصل ہے۔ مثل؛ مانند ہونا اور فعل مضاف ہوکر بھی نکرہ کے حکم میں ہے۔ کیونکہ مثل کا لفظ جب بھی مضاف ہو چاہے معرفہ ہی کی طرف ہو، نکرہ کے حکم میں رہتا ہے۔ (فوائد الضیائیۃ، ص265)

حُبلیٰ: حاملہ، ج: حبالی، و حبلیات، حبِل (س) حَبَلاً: حاملہ ہونا۔

طَرَقْتُ: میں رات کے وقت گیا، صیغہ واحد متکلم، فعل ماضی معروف۔ طرق (ن): رات کو آنا، (س) گدلا پانی پینا۔

مرضع: دودھ پلانے والی، اسم فاعل۔ أرضع إرضاعاً: دودھ پلانا۔ رضیع: دودھ پیتا بچہ۔

فألهیتُها: میں نے اس کو غافل بنا دیا۔ صیغہ واحد متکلم، فعل ماضی معروف، ھا ضمیر مؤنث ہے۔ مذکورۃ کی تاویل میں ہوکر حبلیٰ اور مرضعۃ دونوں کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ألهیٰ إلهاء: غافل کردینا۔ لهِي فلاناً عن الشيئ (س) لهیا و لهیاناً: غافل کرنا، کسی چیز سے توجہ ہٹانا۔

مُحْوِل: یک سالہ بچہ، اسم فاعل، أحال إحالة: سال گزرنا۔

إذاما: جب۔ ما زائدہ ہے۔

خلف: پیچھے، لام کے سکون کے ساتھ۔

انصرفتْ: پھیر دیتی تھی۔ صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معروف۔ انصرف له انصرافاً: کسی کے لیے پھر جانا، پھر جانا، مڑ جانا۔

له: لام بمعنی إلی ہے۔ یعنی بچہ کی طرف۔

شق: جانب، کنارہ، انسان کی ایک جانب، شین کے کسرہ کے ساتھ۔

تحتي: میرے نیچے، ضمیر متکلم ہے، تحت بمعنی نیچے، اس کے لیے اضافت لازم ہے۔ کبھی کبھی بغیر اضافت بھی ذکر کرتے ہیں۔ اس وقت یہ ضمہ پر مبنی ہوتا ہے۔

لم یُحوّل: نہیں پھیرا جاتا تھا۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ فعل مضارع مجہول، نفی جحد بلم ہے۔ فعل مضارع معروف مؤنث غائب کے صیغے سے بھی منقول ہے۔

یوما: دن،مفعول مقدم ہے،تعذّرت فعل سے۔

ظهر: الظاء کے فتحہ کے ساتھ، پشت، پیٹھ،ج:ظهور, ظُهر : ظاء کے ضمہ کے ساتھ،دن کے آدھے ہونے کا وقت۔ظِهرة، ظاء کے کسرہ کے ساتھ: مدد، ظهير: مددگار۔

کثیب: ریت کا ٹیلہ، ریگ کا تودہ۔ج:أكثبة, كُثبان, كُثُب۔

تعذّرت: اس نے سختی کی،صیغہ واحد مؤنث غائب،فعل ماضی معروف،تعذّر علی:سختی کرنا۔

آلت: قسم کھائی،صیغہ واحد مؤنث غائب،فعل ماضی معروف، آلی إیلاء:قسم کھانا۔

حلفة: قسم،حلف (ض) حلفاً:قسم کھانا،یہ آلت سے مفعول مطلق ہے۔

لم تحلّل: قسم جو نہ ٹوٹے،قطعی قسم کھائی جس میں استثناء نہیں تھا۔صیغہ واحد مؤنث غائب،فعل ماضی معروف،نفی جحد بلم،اصل میں تتحلّل تھا۔تحلّل تحلّلاً: کفارہ ادا کر کے آزاد ہو جانا۔

أفاطم: اس میں ہمزہ نداء کے لیے ہے۔فاطم: یہ فاطمہ کا مرخم ہے۔فاطم منادی مرخم ہے۔عنیزۃ کا اصل نام فاطمہ تھا۔عنیزہ اس کا لقب ہے۔

مهلا: ای أمهلي:ٹھہرو، چھوڑو، مصدر امر کے معنی میں ہے۔واحد،جمع ،مذکر،مؤنث سب کے لیے مَهْلاً ہی استعمال ہوتا ہے۔بمعنی چھوڑنا۔

التدلّل: نازنخرے والا ہونا۔دلّت المرأة علی زوجها (ض) دلالا:عورت کا شوہر کی بناوٹی مخالفت کرنا۔دلّ (ن) دلالة:رہنمائی کرنا،راستہ دکھانا۔

اَزمَعْتِ: تو نے پختہ ارادہ کرلیا،صیغہ واحد مؤنث حاضر،ماضی معروف، أزمع إزماعا: ثابت قدم رہنا، پختہ ارادہ کرنا۔

صَرْمِيْ: اپنے توڑنے کو۔صرم وصلُه (ن) صَرْماً:تعلق توڑنا،گفتگو بند کرنا،قطع تعلق کرنا۔صَرَمَ فلاناً: چھوڑنا۔

فأجْمِلِيْ: اچھے طریقے سے،خوش اسلوبی سے۔أجمل اِجمالاً:اچھی طرح عمدگی کے ساتھ کام کرنا۔

أغَرّكِ: ہمزہ استفہام۔کبھی کبھی ہمزہ استفہام،تحقیق اور تثبیت کے لیے آتا ہے۔غرّ: گھمنڈ،تکبر،دھوکہ۔غرّ (ن) غرّاً:دھوکہ دینا۔

مَهْما: اسم شرط جازم۔

تأمُرِيْ: تو حکم دے گی۔صیغہ واحد مؤنث حاضر،فعل مضارع،اصل میں تأمرین تھا،نون جازم عامل کی وجہ سے گر گیا۔

قلب: دل،ج:قلوب۔

2.7 اشعار کی تشریح

امرؤالقیس نے پرانی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے محبوبہ عنیزہ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحوں کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے،اس کے حسن کو بیان کرتے ہوئے اپنے اوصاف بیان کیے جس میں اپنے آپ کو سخت جان انسان ثابت کیا ہے۔آپ کو اس کی شاعری میں بدوی زندگی کی عکاسی اور اس دور کے لوگوں کے اخلاق وعادات کی ایک چلتی پھرتی تصویر نظر آئے گی۔

ا۔ قِفَا نَبْکِ مِنْ ذِکْرٰی حَبِیْبٍ وَّ مَنْزِلِ بِسِقْطِ اللِّوٰی بَیْنَ الدَّخُوْلِ فَحَوْمَلِ

امرؤالقیس جب محبوبہ کے کھنڈر اور ویران مکان کے پاس سے گزرا،تو اس کو محبوبہ کی یاد آ گئی، جہاں اس کی محبوبہ رہتی تھی،تو عرب کے

دستور کے مطابق اپنے دوستوں سے رونے میں مدد کا طالب ہوا، تا کہ اس کے دوست بھی اس کے غم میں اس کے ساتھ شریک ہوں۔

۲۔ فَتُوضِحَ فَالْمِقْرَاةِ لَمْ يَعْفُ رَسْمُهَا لِمَا نَسَجَتْهَا مِنْ جَنُوْبٍ وَشَمْأَلِ

شاعر نے اپنی معشوقہ کے مکان کے حدود اربعہ بیان کیا اور کہا کہ محبوبہ کا مکان سقط اللوی میں ہے اور اس کے چاروں طرف دخول، حومل، توضح اور مقراۃ کے مقامات ہیں، اس مکان پر جنوبی ہوا کچھ مٹی اڑا کر لے جاتی تھی، تو شمالی ہوا پھر اس مٹی کو وہاں لا کر ڈال دیتی تھی، اس وجہ سے وہ آثار باقی رہے۔

۳۔ تَرَى بَعَرَ الآرَامِ فِيْ عَرَصَاتِهَا وَقِيْعَانِهَا كَأَنَّهُ حَبُّ فُلْفُلِ

شاعر محبوبہ کے دریار کے ویران ہو جانے کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کے وہاں سے کوچ کر جانے کی وجہ سے اس جگہ پر وحشی جانوروں نے ڈیرہ ڈال دیا ہے، آپ کو وہ وحشی جانوروں کی مینگنیاں ہر طرف بکھری نظر آئیں گی اور سفید ہرن کو خاص طور سے اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ دوسرے جانوروں کے مقابلہ میں زیادہ ویرانے میں رہتا ہے۔

۴۔ كَأَنِّيْ غَدَاةَ البَيْنِ يَوْمَ تَحَمَّلُوْا لَدَى سمُرَاتِ الْحَيِّ نَاقِفُ حَنْظَلِ

جدائی کی صبح جب محبوبہ اپنے قبیلے والوں کے ساتھ روانہ ہو رہی تھی، تو میں اس مقام کے قریب ببول کے درختوں کی آڑ لے کر اس منظر کو دیکھ رہا تھا اور میری آنکھوں سے اس طرح آنسو امنڈے چلے آرہے تھے، جس طرح اندرائن توڑنے والے کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے ہیں۔

۵۔ وُقُوْفاً بِهَا صَحْبِيْ عَلَيَّ مَطِيَّهُمْ يَقُولُونَ لاتَهْلِکْ أَسىً وَتَجَمَّلِ

شاعر محبوبہ کے فراق کی وجہ سے بے تحاشا آنسو بہا رہا تھا اور اس کے ہمراہیوں نے اپنی اپنی سواریاں وہاں روک لیں اور ٹھہر گئے اور اس کو تسلی دیتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ صبر سے کام لو اور رو رو کر اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

۶۔ وإِنَّ شِفَائِيْ عَبْرَةٌ مُهراقةٌ فهلْ عِنْدَ رَسْمٍ دَارِسٍ مِنْ مُعَوَّلِ

شاعر کہتا ہے کہ میں رونے سے کیسے رک سکتا ہوں، کیونکہ میرے درد دل کا علاج تو یہی آنسو ہیں، میں جتنا آنسو بہاتا ہوں، اسی قدر دل کو ہلکا پاتا ہوں۔ پھر اپنے آپ سے سوال کرتا ہے کہ اگر ان ویرانوں میں کوئی فریادرس نہیں ہے تو رونے کا کیا فائدہ؟

۷۔ كَدَأْبِکِ مِنْ أمِّ الْحُوَيْرِثِ قَبْلَهَا وَجَارَتِهَا أمِّ الرَّبَابِ بِمَأْسَلِ

شاعر اپنے کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اس محبوبہ کی محبت میں تمہاری حالت بہت خراب ہو گئی ہے، جس طرح اس سے پہلے ام حویرث اور ام رباب کی محبت میں مبتلا ہو کر تم مصیبتیں جھیل چکے ہو اور ان کے وصل سے محروم رہ چکے ہو، اسی طرح اس محبوبہ کی محبت میں حرماں نصیبی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۸۔ اِذَا قَامَتَا تَضَوَّعَ الْمِسْکُ مِنْهُمَا نَسِيْمَ الصَّبَا جَاءَتْ بِرَيَّا القَرَنْفُلِ

شاعر عشق کی ان پچھلی داستانوں کو یاد کر رہا ہے، اس سے اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنا غم ہلکا کرنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتلانا چاہتا ہے کہ وہ بہت نفاست پسند تھیں، ہر وقت خوشبو میں بسی رہتی تھیں، وہ جس طرف سے بھی گزر جاتی تھیں، ان کی خوشبو سے وہ سارا علاقہ خوشبو میں بس جاتا تھا۔

۹۔ فَفَاضَتْ دُمُوعُ العَيْنِ مِنّي صَبَابَةً عَلَى النَّحْرِ حَتّى بَلَّ دَمْعِيْ مِحْمَلِيْ

شاعر کہتا ہے کہ اب صبر وتحمل مجھ میں نہیں ہے، کیونکہ ان کے عشق کی وجہ سے میری آنکھوں نے اتنے آنسو بہائے ہیں کہ سیل اشک سے میرا سینہ اور میری تلوار کا پرتلہ سب تر ہو گیا اور روتے روتے ننگ و نام سب سرحدوں کو پار کر گیا ہوں۔

۱۰۔ ألَا رُبَّ يَوْمٍ كَانَ مِنْهُنَّ صَالِحٍ وَلَاسِيَمَا يَوْمٍ بِدَارَةِ جُلْجُلِ

شاعر اپنے کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ کب تک تم روتے دھوتے رہو گے اور غم واندوہ میں ڈوبے رہو گے اور اس کو یاد کر کے اپنی جان کو گھلاتے رہو گے، ذرا یہ بھی تو سوچو کہ تم نے دارۂ جلجل کے دن کو کتنی اچھی طرح سے لطف اندوز ہوئے اور ان مہ جبینوں کے وصل سے لطف اٹھاتے رہے۔

۱۱۔ وَيَوْمَ عَقَرْتُ للعَذَارىٰ مَطِيَّتِيْ فَيَا عَجَباً مِنْ كُوْرِهَا المُتَحَمَّلِ

شاعر اپنے میٹھے دنوں کو یاد کر کے کہتا ہے کہ میں نے حسین دوشیزاؤں کے بھوک کو مٹانے کے لیے اپنی سواری کی اونٹنی کو ذبح کر دیا اور کوچ کے وقت ان دوشیزاؤں نے میرا سامان اپنی سواریوں پر رکھ لیا، جب کہ مجھے ان نازنینوں سے ایسی توقع بالکل نہ تھی۔

۱۲۔ فَظَلَّ العَذَارىٰ يرتَمِيْنَ بِلَحْمِهَا وَشَحْمٍ كَهُدَّابِ الدِّمَقْسِ المُفَتَّلِ

شاعر ان نازنینوں کی اٹھکیلیوں کو ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ وہ صرف اونٹنی کا گوشت کھا ہی نہیں رہی تھیں، بلکہ سرور میں مست ہو کر اونٹ کے گوشت اور اس کی چربی کو ایک دوسرے پر پھینک رہی تھیں، جیسے وہ گوشت اور چربی نہ ہوں، بلکہ بٹے ہوئے ریشم کے جھالر ہوں۔

۱۳۔ وَيَوْمَ دَخَلْتُ الخِدْرَ خِدْرَ عُنَيْزَةٍ فَقَالَتْ لَکَ الوَيلَاتُ إنَّکَ مُرجِلِي

شاعر ان خوشگوار لمحات کو یاد کر کے خوشی میں مست ہو رہا ہے کہ وہ لمحہ کتنا فرحت انگیز تھا جب میں اپنی محبوبہ کے محمل میں داخل ہوا، تو اس نے چڑ کر مجھ سے کہا کہ تیرے بوجھ کو میری اونٹنی برداشت نہ کر سکے گی اور مجھے پیدل چلنا ہوگا۔

۱۴۔ تَقُوْلُ وَقَدْ مَالَ الغَبِيطُ بِنَا مَعاً عَقَرْتَ بَعِيْرِيْ يَا امْرَأَ الْقَيْسِ فَانْزِلِ

شاعر کہتا ہے کہ جب اونٹنی پر رکھا ہوا کجاوہ ہم دونوں کے بوجھ سے جھک جاتا تھا، تو وہ کہتی تھی کہ امرؤالقیس! اتر جا، کیونکہ بوجھ کی شدت اور جھکاؤ کی وجہ سے میری اونٹنی زخمی ہو رہی ہے۔

۱۵۔ فقلتُ لَهَا: سِيْرِىْ وَأرْخِيْ زِمَامَهُ وَلاَ تُبْعِدِيْنِىْ مِنْ جَنَاکِ الْمُعَلَّلِ

میں نے عنیزہ سے کہا کہ تم اونٹ کی مہار ڈھیلی چھوڑ دو اور چلتی رہو اور میں جو تمہارے بوس و کنار کی لذت سے لطف اندوز ہو رہا ہوں، اس سے محروم نہ کرو۔

۱۶۔ فَمِثْلُکِ حُبْلىٰ قَدْ طَرَقْتُ وَ مُرْضِعٍ فَأَلْهَيْتُهَا عَنْ ذِيْ تَمَائِمَ مُحْوِلِ

شاعر اپنی محبوبہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تم اپنے حسن پر نہ اتراؤ، کیونکہ بہت سی عورتیں حسن وخوب صورتی میں یکتا تھیں اور ان کی حالت دودھ پلانے کی اور حمل کی تھی، ان کو میں نے اپنی طرف مائل کر لیا اور ان کے وصل سے شادکام ہوا، اس لیے تو غرور حسن کو بالائے طاق رکھ دے اور مجھے اپنے تازہ پھل سے سیراب ہونے دے۔

۱۷۔ اِذَا مَابَکىٰ مِنْ خَلْفِهَا اِنصَرَفَتْ لَهُ بِشِقٍّ وَتَحْتِيْ شِقُّهَا لَمْ تُحَوّلِ

شاعر اپنی طبیعت کی عیاشی کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب میں ان حسینوں سے شاد کام ہو رہا تھا اور اس وقت اس کا بچہ ماں کی پشت کی وجہ سے روتا تھا، تو وہ اوپری حصہ بچے کی طرف پھیر دیتی تھی اور زیریں حصہ مجھ سے نہ پھیرتی تھی، تا کہ میں اس سے لطف اندوز ہوتا رہوں۔

۱۸۔ وَيَوْماً عَلىٰ ظَهْرِ الْكَثِيْبِ تَعَذَّرَتْ عَلَيَّ وَآلَتْ حَلْفَةً لَمْ تَحَلَّلِ

شاعر اپنی ناکامی اور محبوبہ کی سختی کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ایک روز محبوبہ نے ریت کے ٹیلے پر مجھ سے ترک تعلق کی بات کی اور مجھے چھوڑ کر چلے جانے کی قسم کھائی۔

۱۹۔ أَفَاطِمَ مَهْلاً بَعْضَ هٰذَا التَدَلُّلِ وإِنْ كُنتِ قَدْ أَزْمَعْتِ صَرْمِيْ فَأَجْمِلِيْ

شاعر اپنی محبوبہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ یہ ناز و انداز چھوڑ دو، اگر تم نے مجھ سے جدائی کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اچھے طریقے سے جدا ہو جاؤ، جدائی کو بیان کرنے کا ایک انوکھا خیال ظاہر کرتا ہے لیکن بہ نسبت عاشق کے اس میں احساس محبت کی کمی ہے۔

۲۰۔ أَغَرَّكِ مِنِّيْ أَنَّ حُبَّكِ قَاتِلِيْ وَأَنَّكِ مَهْمَا تَأْمُرِيْ الْقَلْبَ يَفْعَلِ

شاعر اس شعر میں اپنی بے نیازی کو ظاہر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تجھے یہ دھوکہ ہو گیا ہے کہ تیری محبت میری جان لے لے گی اور جو تم میرے دل کو حکم دو گی، اسے وہ بجا لائے گا، حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ اگر تو جانا چاہتی ہے تو خوشی سے جا۔

معلومات کی جانچ

1۔ امرؤالقیس کو کس وجہ سے نابغۂ روزگار تسلیم کیا گیا؟

2۔ امرؤالقیس کی شاعری میں نئے نئے معانی اور انوکھے مضامین کے اسباب کیا ہیں؟

3۔ الملک الضلیل اور ذو القروح یہ دونوں ایک ہی شاعر کے القاب ہیں یا دو مختلف شعرا کے؟

4۔ امرؤالقیس کی کنیت کیا تھی؟

5۔ امرؤالقیس کا تعلق کس قبیلے سے تھا؟

6۔ امرؤالقیس کے والد کا کیا نام تھا؟

7۔ امرؤالقیس کو اس کے والد نے کیوں در بدر کیا؟

8۔ امرؤالقیس کی وفات کون سے سال میں ہوئی؟

9۔ امرؤالقیس کی معشوقہ کا نام کیا تھا؟

10۔ امرؤالقیس کا محبوب موضوع کیا تھا؟

2.8 اکتسابی نتائج

جاہلی دور کے عظیم شاعر امرؤالقیس کا تعلق بنو اسد سے تھا۔ اس کا باپ بنو اسد کا آخری بادشاہ تھا۔ ماں بنو تغلب کی شہزادی تھی۔ اس کو نوعمری سے ہی شعر کہنے کا شوق تھا۔ اس نے شاہزادوں کی طرح ناز و نعم میں زندگی گزاری۔ بچپن ہی سے اس کو سیر و شکار کا شوق تھا۔ شراب نوشی اس کی گھٹی

میں تھی۔لڑکیوں اورعورتوں کا یہ دلدادہ تھا۔ اپنے اشعار میں ان کے ساتھ معاملہ بندی کو بہت فحش الفاظ میں بیان کرتا تھا۔ جوانی میں اس کے باپ نے بارہا اس کوراہ راست پر لانے کی کوشش کی۔لیکن اس کی سعی بلیغ ناکام ہوگئی اور یہ راہ راست پر نہ آسکا۔نتیجتاً اس کے والد نے اس کو گھر سے نکال دیا۔تو یہ معاشرہ، خاندان اوراس کے وقار کے تمام قیود سے یک لخت آزاد ہوگیا۔سونے پہ سہاگہ یہ ہوا کہ اس کوآوارہ قسم کے دوست مل گئے۔جن کے ساتھ مل کراس نے خوب دادعیش دیا۔

اس کو اپنی چچازاد بہن عنیزہ سے بہت محبت تھی۔ قبیلے کے بزرگ لوگ اس کو عنیزہ سے ملنے نہیں دیتے تھے۔انہیں خدشہ تھا کہ امرؤالقیس اپنے اشعار میں عنیزہ کا نام لے کراس کو بدنام نہ کردے۔تمام احتیاط کے باوجود دونوں میں کسی نہ کسی طرح راہ ورسم جاری رہی۔اتفاق سے ایک بار جب ان کا قبیلہ ایک مقام سے کوچ کر کے دوسرے مقام کی طرف رخت سفر باندھ رہا تھا۔توحسبِ دستور مرد کے قافلے آگے تھے اورعورتیں قافلے کے پیچھے۔امرؤالقیس موقع دیکھ کرمردوں کے قافلے سے پیچھے رہ گیا اورعورتوں سے جاملا۔راستے میں ایک تالاب پر جس کا نام دارۃ جلجل تھا۔عنیزہ جب اپنی سہیلیوں کے ساتھ اس تالاب پر نہانے کو گئی اورانہوں نے اپنے کپڑے اتار دیے اورتالاب میں نہانے لگیں۔امرؤالقیس جو موقعے کی تاک میں تھا۔اس نے تمام کپڑوں کو اپنے قبضہ میں کرلیا۔جب عورتیں نہانے سے فارغ ہوئیں اور باہرنکلیں تو دیکھا کہ ان کے کپڑے غائب ہیں۔ اس موقع پر امرؤالقیس سامنے آیا اوراس نے کہا کہ وہ سب باری باری عریاں حالت میں اس کے پاس آئیں اوراپنے کپڑے لے جائیں۔عورتوں نے بہت خوشامد کی۔لیکن امرؤالقیس ٹس سے مس نہ ہوا۔ بالآخروہ باری باری آتی گئیں اور یہ انہیں ان کے کپڑے دیتا گیا۔آخر میں عنیزہ کو بھی برہنہ حالت میں اس کے پاس آکراپنا کپڑا لینا پڑا۔

اس ردوقدح میں بہت وقت گزرگیا۔عورتیں بھوک کی شکایت کرنے لگیں تو امرؤالقیس نے اپنی توانا اونٹنی ان کے کھانے کے لے ذبح کردی اورتمام عورتوں نے گوشت بھونے اورآسودہ ہوکرکھائیں اورکھانے کے دوران اٹکھیلیاں بھی کرتی رہیں۔

جب روانگی کا وقت آیا تو امرؤالقیس کا سامان ان عورتوں نے تھوڑا تھوڑا کرکے اپنی اونٹنیوں پر رکھ لیا اورامرؤالقیس خوشامد کرکے عنیزہ کے ساتھ بیٹھ گیا اورراستے میں عنیزہ کے ہودج میں سرڈال کراظہار محبت اورچھیڑ چھاڑ کرتا جاتا تھا۔دونوں میں نوک جھونک بھی جاری رہی اور پیار ومحبت کا سلسلہ بھی رہا۔اس سفر کے اختتام کے بعداس نے اپنے مشہور معلقہ میں اپنے سفر کی ساری سرگزشت کو بیان کیا۔اس میں جوزور بیان اورحسن ادا ہے، وہ لاجواب ہے۔قدرتی مناظر،صحرائی تشبیہات، دل کش مضامین، حسن تغزل اوراظہارجذبات کا کھلا پن اس کی نمایاں خوبیاں ہیں۔

امرؤالقیس کی شخصیت میں آوارہ مزاجی کے ساتھ مضبوط قوتِ ارادی اورپیہم جدوجہد پائی جاتی ہے۔اس کی زندگی کو دوحصوں میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا حصہ رنگینیوں سے بھرپور بسر ہوا اور دوسرا حصہ سنگینیوں کی نذر رہوا۔اس کی آوارہ گردی نے تجربے میں وسعت اورتخیل میں گیرائی عطا کی اورخاندانی عظمت، جوش انتقام،لشکرکشی، سیاسی اتار چڑھاؤ، مدح وہجو، جاہ کے حصول کے لے سعیٔ پیہم ،مظاہرفطرت کی تصویرکشی،گھوڑے اوراونٹنیوں کے اوصاف اوراس کے علاوہ دوسرے جانوروں کے تذکروں سے اس نے ادب کے گیسو کوسنوارا۔

2.9 امتحانی سوالات کے نمونے

1۔ یہ کیوں تصور کیا جاتا ہے کہ امرؤالقیس ایک بے باک شاعر تھا؟

2۔ گھر سے الگ ہوکر امرؤالقیس نے کس طرح کی زندگی گزاری؟
3۔ باپ کی موت کی خبر سن کر امرؤالقیس کے اندر کیا احساسات پیدا ہوئے؟
4۔ کن وجوہ سے امرؤالقیس کو قسطنطنیہ کا سفر کرنا پڑا؟
5۔ امرؤالقیس کی موت کس طرح واقع ہوئی؟
6۔ امرؤالقیس کی شعری خصوصیات قلم بند کیجیے۔
7۔ کس طرح یہ خیال کیا جاتا ہے کہ امرؤالقیس کی شاعری اس کے زمانے کے حالات کی آئینہ دار ہے۔ وضاحت کیجیے۔
8۔ امرؤالقیس کے معلقے کی کیا خوبیاں ہیں؟
9۔ امرؤالقیس کو معشوقہ کے قبیلے کے لوگ ملنے کا موقعہ کیوں نہیں دیتے تھے؟
10۔ دارۃ جلجل کیا ہے؟ وہاں پیش آیا واقعہ بیان کیجیے۔
11۔ اپنی محبوبہ عنیزہ سے ملاقات کے لیے امرؤالقیس نے کیا تدبیر اختیار کی؟
12۔ امرؤالقیس کی شاعری میں زندگی کے تجربات کی عکاسی ہے، تبصرہ کیجیے۔
13۔ امرؤالقیس کا محبوب موضوع نسوانی حسن تھا، اظہار خیال کیجیے۔
14۔ امرؤالقیس کی شخصیت میں کن اوصاف کی آمیزش پائی جاتی ہے؟

2.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔ كتاب الشعر والشعراء۔	ابن قتيبه
2۔ طبقات فحول الشعراء۔	ابن سلّام الجمحی
3۔ جمهرة أشعار العرب۔	ابن زيد القرشي
4۔ في الأدب الجاهلي۔	طٰه حسين
5۔ تاريخ آداب اللغة العربية۔	جرجي زيدان
6۔ تاريخ الأدب العربی۔	دكتور شوقی ضيف
7۔ تاريخ الأدب العربي۔	أحمد حسن الزيات
8۔ الجديد في الأدب العربی۔	حنا الفاخوري
9۔ كتاب الأغاني۔	أبو الفرج الأصبهاني

اکائی 3 معلقۂ زہیر بن ابی سلمیٰ (ابتدائی بیس اشعار)

اکائی کے اجزا

3.1 تمہید

3.2 مقصد

3.3 معلقے کے ابتدائی بیس اشعار

3.4 زہیر بن ابی سلمیٰ - حیات اور شاعری

3.5 معلقے کا ترجمہ

3.6 لغوی تحقیق

3.7 اشعار کی تشریح

3.8 اکتسابی نتائج

3.9 امتحانی سوالات کے نمونے

3.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

3.1 تمہید

زہیر بن ابی سلمیٰ دورِ جاہلیت کی شاعری کا ایک نمایاں نام ہے۔اس کا شمار جاہلی شعرا کے طبقۂ اولیٰ میں ہوتا ہے۔ یہ امرؤالقیس اور نابغہ ذبیانی کا ہم پلّہ شمار کیا جاتا ہے اور بعض ناقدین ادب نے زہیر بن ابی سلمیٰ کو ان دونوں پر فوقیت دی ہے۔ کیونکہ اس کا کلام حسنِ ایجاز، سچی اور حقیقی مدح، نامانوس اور غریب الفاظ سے پاک ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں عفت مآبی، ضرب الامثال، حکمت وفلسفہ کی آمیزش، جنگ وجدال اور لڑائی جھگڑوں سے نفرت، صلح وآشتی، امن وچین کی دعوت اور وجودِ خدا کا تصور پایا جاتا ہے۔

3.2 مقصد

اس اکائی کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو قدیم عربی ادب کے شاعر زہیر بن ابی سلمیٰ کے بارے میں مواد فراہم کیا جائے۔اس اکائی میں زہیر بن ابی سلمیٰ کے معلقے کے ابتدائی بیس اشعار کو پیش کیا گیا ہے۔جس کے ذیل میں دی گئی تفاصیل کو پڑھنے کے بعد آپ کو زہیر بن ابی سلمیٰ کی سوانح حیات، اس کی شاعری، اس کی شعری خصوصیات اور عربوں کی سماجی اور معاشرتی زندگی کی تفصیلات کی جانکاری ہو سکے گی۔

3.3 معلقہ زہیر بن ابی سلمیٰ کے ابتدائی بیس (۲۰) اشعار

۱ أَمِنْ أمِّ أَوْفی دِمْنَةٌ لَمْ تَكَلَّم
بِحَوْمَانَةِ الدَّرَّاجِ فَالْمُتَثَلَّم

۲ وَدَارٌ لَهَا بِالرَّقْمَتَيْنِ كَأَنَّهَا
مَرَاجِيْعُ وَشْمٍ فِيْ نَوَاشِرِ مِعْصَم

۳ بِهَا الْعِيْنُ وَ الآرَامُ يَمْشِيْنَ خِلْفَةً
وَأَطْلاَؤُهَا يَنْهَضْنَ مِنْ كُلِّ مَجْثَم

۴ وَقَفْتُ بِهَا مِنْ بَعْدِ عِشْرِيْنَ حِجّةً
فَلاَيًاً عَرَفْتُ الدّارَ بَعْدَ تَوَهُّم

۵ أَثَافِيَّ سُفْعاً فِي مُعرّس مِرْجَلٍ
وَنُؤْياً كَجَذْمِ الْحَوْضِ لَمْ يَتَثَلَّم

۶ فَلَمَّا عَرَفْتُ الدَّارَ قُلْتُ لِرَبْعِهَا
أَلاَ أَنْعِمْ صَبَاحاً أَيُّهَا الرَّبْعُ وَاسْلِم

۷ تَبَصَّرْ خَلِيْلِيْ هَلْ تَرىٰ مِنْ ظَعَائِن
تَحَمَّلْنَ بِالْعَلْياءِ مِن فوقِ جُرْثُم

٨ جَعَلْنَ الْقَنَانَ عَنْ يَمِيْنٍ وَّ حَزْنَهُ
وَكَمْ بِالْقَنَانِ مِنْ مُحِلّ و مُحرِمِ

٩ عَلَوْنَ بِأَنْمَاطٍ عِتَاقٍ وَّكِلَّةٍ
وِرَادٍ حَوَاشِيْهَا مُشَاكِهَةِ الدّمِ

١٠ وَوَرّكْنَ فِي السُّوبانِ تَعْلُونَ مَتْنَهُ
عَلَيْهِنَّ دَلُّ النَّاعِمِ الْمُتَنَعّمِ

١١ بَكَرْنَ بُكُوراً واسْتَحَرْنَ بسُحْرَةٍ
فَهُنَّ وَوَادِي الرَّسِّ كَالْيَدِ لِلْفَمِ

١٢ وَفِيْهِنَّ مَلْهىً لِلَّطِيْفِ وَمَنْظَرٌ
أَنِيْقٍ لِعَيْنِ النَّاظِرِ الْمُتَوَسّمِ

١٣ كَأَنَّ فُتَاتَ الْعِهْنِ فِيْ كُلّ مَنْزِلٍ
نَزَلْنَ بِهٖ حَبُّ الْفَنَا لَمْ يُحَطَّمِ

١٤ فَلَمَّا وَرَدْنَ الْمَاءَ زُرْقاً جِمَامُهُ
وضعْنَ عِصِيَّ الحاضِرِ المتخيّمِ

١٥ ظهرْنَ مِن السُّوْبَانِ ثُمَّ جَزَعْنَهُ
عَلىٰ كُلِّ قَيْنِيٍ قَشِيْبٍ وَّمُفْأَمِ

١٦ فَأَقْسَمْتُ بِالبَيْتِ الّذِيْ طَافَ حَوْلَهُ
رِجَالٌ بَنَوْهُ مِنْ قُرَيْشٍ وَّ جُرهُمِ

١٧ يَمِيْناً لَنِعْمَ السيّدَانِ وُجِدتُّمَا
عَلىٰ كُلّ حَالٍ مِنْ سَحِيْلٍ وَّمُبْرَمِ

١٨ تَدَارَكْتُمَا عَبساً وَذُبْيَانَ بَعْدَمَا
تَفَانَوْا وَدَقُّوا بَيْنَهُمْ عِطرَ مِنْشَمِ

١٩ وَقَدْ قُلْتُمَا إِنْ نُدرِكِ السِّلْمَ وَاسِعاً
بِمَالٍ وَّمَعْرُوْفٍ مِنَ الْقَوْلِ نَسْلَمِ

۲۰ فأَصْبحتُما مِنْهَا عَلىٰ خَيْرِ مَوطِنٍ
بَعِيدَيْنِ فِيْهَا مِنْ عُقُوْقٍ وَّمَأْثَم

3.4 زہیر بن ابی سلمٰی - حیات اور شاعری

زہیر بن ابی سلمٰی جاہلی دور کا نامور شاعر تھا۔ یہ صف اول کے شاعروں میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس کا شمار جاہلی دور کے ان تین عالی رتبہ شاعروں میں ہوتا ہے، جن کو طبقۂ اولیٰ کا مقام حاصل ہے۔ زہیر بن ابی سلمٰی کا تعلق قبیلہ مُزینہ سے تھا، جو قبیلہ مُضَر کی ایک شاخ تھا۔ اس کا باپ ابوسلمٰی ربیعہ بن رباح کسی وجہ سے بنوغطفان کے علاقے میں گیا اور وہیں سکونت پذیر ہوگیا اور اسی قبیلے کے ایک گھرانے بنوفہر بن مرہ میں شادی کرلی۔ زہیر کی پیدائش وہیں ہوئی اور وہیں وہ پروان چڑھا۔

زہیر بن ابی سلمٰی کے خاندان میں شاعری موروثی صورت میں پائی جاتی ہے۔ زہیر بن ابی سلمٰی کا حقیقی باپ ابی سلمٰی ربیعہ بن رباح، سوتیلا باپ اوس بن حُجر، ماموں بشامہ بن غدیر، دونوں بہنیں سُلمی اور الخنساء، دونوں بیٹے کعب اور بُجیر، پوتا عقبہ بن کعب اور پڑپوتا العوّام بن عقبہ سب شاعر تھے۔ زہیر کا استاد اول اس کا سوتیلا باپ اوس بن حجر تھا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے ماموں بشامہ بن غدیر سے بھی استفادہ کیا جو ایک بہترین شاعر اور بیدار مغز، نفیس طبیعت کا انسان تھا۔ وہ اپنی تیز فہمی، دوراندیشی اور دولت مندی میں خاصی شہرت رکھتا تھا۔ ایسے شاعرانہ ماحول میں اس کی نشوونما ہوئی تو اس کے شعر گوئی کے فطری جوہر نمایاں ہونے لگے۔ جب اس نے شعروشاعری کے میدان میں قدم رکھا تو کچھ ہی عرصے میں اس کی شہرت پھیلنے لگی اور اس کی رفعت کے لوگ معترف ہونے لگے۔

قبیلہ غطفان کے اس علاقے میں عرب کے دو قبیلوں عبس وذبیان کے مابین ایک لمبے عرصے تک خوں چکاں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ لڑائی عرب کی سرزمین میں "حرب داحس والغبراء" کی تاریخی لڑائیوں کے نام سے موسوم ہے۔ جس کی نذر ہزاروں انسانی جانیں ہوئیں۔ انگنت بچوں کے سر سے باپ کا سایہ اٹھا اور متعدد عورتیں شوہر کی نعمت سے محروم ہوئیں۔ دوسری طرف ان لڑائیوں کے نتیجے میں شعروشاعری کے لیے نئے نئے میدان وا ہوئے۔ جن میں قابل ذکر فخریہ، ہجویہ اور انتقامی جذبات کو ہوا دینے والے اشعار ہیں۔ اسی طرح ان لڑائیوں کے جزوی و تفصیلی واقعات کو محفوظ رکھنے کے لیے اشعار سے معاونت لی گئی۔ اس کے نتیجے میں ایک جانب ان خون آشام لڑائیوں اور ان کی تباہیوں کا ذکر ملتا ہے تو دوسری جانب صلح وآشتی سے زندگی گزارنے کی دعوت اور معرکہ آرائی سے کراہیت کے اشعار ملتے ہیں۔ ان شاعروں میں سرفہرست زہیر بن ابی سلمٰی کا نام آتا ہے جس نے معرکہ آرائیوں کے نقصانات کو اشعار میں ڈھالا اور ان کی تباہ کاریوں سے باز رہنے کی انتھک کوشش کی۔ عربوں کو میل محبت سے رہنے کے لیے اشعار میں نغمے الاپے۔ انہیں اتحاد کا درس دیا۔ کیونکہ اس وقت عرب تباہی کے دہانے پر پہنچ چکے تھے۔ بنوعبس وذبیان میں داحس وغبراء کے معرکے کا بازار گرم تھا۔ جس کا سلسلہ چالیس سال سے چل رہا تھا اور اس کی ہولناکی ختم ہونے کو نہ آرہی تھی۔ اس کی بھینٹ ہزاروں انسان چڑھ چکے تھے۔ اس وقت قبیلہ ذبیان کے دو رحم دل سرداروں ہرم بن سنان اور حارث بن عوف کو اپنی قوم کی حالتِ زار پر رحم آیا اور انھوں نے دونوں قبیلوں کے درمیان صلح وآشتی کا علم بلند کیا اور آپس میں شیر وشکر کرنے کے لیے بے انتہا کوششیں کیں اور بالآخر ان کے درمیان صلح کرادی۔ مقتولین کے خون بہا اپنے پاس سے تین ہزار اونٹنیوں کی شکل میں دیے اور یہ منحوس لڑائی اختتام پذیر ہوئی۔ لوگوں کو سکون کا سانس لینا نصیب ہوا۔

زہیر بن ابی سلمٰی کی سرشت میں نیکی وبھلائی تھی، وہ صلح پسند اورامن کا پیامبر تھا۔اس کے دل ودماغ پر ان سرداروں کی کوششوں کے نتیجے میں امن وسکون کی فضا پروان چڑھنے سے بیحد اثر ہوا۔ان فوائد کا بغور مشاہدہ کیا اوراس نے ان سرداروں کی شان میں نہایت اثر انگیز مدحیہ قصیدہ لکھا،جس میں ان کے اچھے عمل کو شاندار الفاظ میں سراہا،لڑائی جھگڑوں کی تباہ کاریوں کی نحوست اوراس کے بدانجامی کی نشاندہی کی اور میل محبت سے رہنے کی تلقین کی۔اس عمل کو نہایت دل کش پیرایۂ بیان میں ذکر کیا۔جو دلوں کے تاروں کو جھنجھنا دیتا ہے۔اس کی دعوت کی ضوفشانی نے سارے جزیرہ نما عرب کو روشن کر دیا اور عربوں نے زہیر بن ابی سلمٰی کو آسمان شعروادب کا چمکتا ستارہ سمجھا۔

عرائس الشعر کے طور پر زہیر بن ابی سلمٰی کے یہاں بہت سے نام ملتے ہیں،لیکن حقیقی زندگی میں عورت کا وجود صرف اس کی بیویوں امّ اوفی اورامّ کعب کی شکل میں پایا جاتا ہے۔امّ اوفی کے نام کو اپنے معلقے کے مطلع میں استعمال کیا ہے۔جس سے اس کا نام سرمدی صورت اختیار کر گیا ہے۔امّ اوفی سے اولاد ہوئی۔لیکن شومیٔ قسمت کوئی زندہ نہ رہا۔پھر اس نے حصول اولاد کے لیے کبشہ بنت عمار سے دوسری شادی کی جس سے دولڑکے کعب اور بجیر کی پیدائش ہوئی۔ان دونوں کو صحابیٔ رسول ہونے کا شرف حاصل ہوااور کعب کی طرف نسبت کی وجہ سے انہیں امّ کعب کہا گیا۔

زہیر بن ابی سلمٰی کے کلام کی شعری خصوصیات میں سے چند یہ ہیں:

☆ حقیقت کی ترجمانی:

زہیر بن ابی سلمٰی کی شاعری میں ثقیل اور بھاری بھرکم الفاظ بہت قلیل ہیں اوراس کی شاعری حسنِ ایجاز کا نمونہ سمجھی جاتی ہے۔مدح میں عموماً شعراحدّ اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں لیکن زہیر بن ابی سلمٰی اس میں بھی اعتدال کا خیال رکھتا ہے اور مدح میں انہیں صفات ومحاسن کو بیان کیا ہے جو حقیقت میں اس میں موجود تھیں،کسی بھی معاملہ میں دورازکار باتوں اور مبالغہ آرائیوں سے وہ مکمل مجتنب رہا اور وہ عربی معاشرے کی صدق وسادگی کے گن گاتا رہا اس لیے وہ ترجمان حقیقت کے درجے پر فائز نظر آتا ہے۔

☆واضح عبارت:

زہیر بن ابی سلمٰی کی شاعری میں الفاظ ومعانی کے بہترین امتزاج کا مشاہدہ ہوتا ہے۔وہ ایسے الفاظ منتخب کرتا ہے جس سے معانی تک رسائی آسانی سے ہوجاتی ہے۔اس نے استعارات وتشبیہات اور غیر ضروری صنعت لفظی اور تعقید معنوی سے اپنے کلام کو پاک وصاف رکھا۔مفہوم کو خوب واضح الفاظ میں بیان کیا، نامانوس اور بھدے الفاظ کے استعمال سے بچتا رہا۔وہ اپنی شاعری کے آرائش زلفِ سخن میں عرق ریزی سے کام لیتا تھا اور الفاظ ومعانی پر خوب غوروفکر کرتا تھا اوراس کی تہذیب وتنقیح میں لگا رہتا تھا۔اس کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ وہ مہینے بھر میں ایک قصیدہ کہتا اور پھر سال بھر اس کی کاٹ چھانٹ میں لگا رہتا۔اس کے ایسے قصیدے ''حولیات''کہلاتے ہیں یعنی سال سال بھر میں کہے ہوئے۔کیونکہ وہ انہیں ایک سال کے بعد منظر عام پر لاتا تھا اور خود اسے ''**عبید الشعر**'' کہا جاتا ہے اوراس کی شاعری میں جو حکمت وموعظت پائی جاتی ہے اس کی وجہ سے اس کو آفاقی درجہ ملا۔

☆اخلاقی اقدار اورضرب الامثال:

زہیر بن ابی سلمٰی کی شاعری میں غیر معیاری اور کم تر درجہ کے الفاظ قریب قریب نہیں کے برابر ہیں اور ہجو کہیں پایا بھی جاتا ہے تو وہ واقعات کی حقیقی ترجمانی کے درجہ میں ہے۔اس کے کلام میں حکمت وفلسفہ، اخلاقی اقدار اورضرب الامثال کا تذکرہ بہت کثرت سے

پایا جاتا ہے اور دوسرے جاہلی شعرا کا کلام اس معاملہ میں زہیر بن ابی سلمیٰ سے پیچھے ہے اور اس مخصوص اسلوب بیان کی وجہ سے زہیر بن ابی سلمیٰ کے کلام میں ایک قسم کا تقدس جھلکتا ہے اور ابن قتیبہ کے بقول: کان زُھیرٌ یَتَأَلّٰہُ وَیَتَعَفَّفُ فِیْ شِعْرِہٖ۔ (زہیر بن ابی سلمیٰ اپنی شاعری میں باخدا اور باعفت رہتا تھا)۔

☆منظر نگاری:

زہیر بن ابی سلمیٰ کی شاعری میں اعلیٰ درجے کی منظر نگاری پائی جاتی ہے۔ اس کے حسن تخیل نے مظاہر فطرت، عربی ماحول، بدوی زندگی کی صحیح عکاسی میں بہت معاونت کی ہے اور اس نے اپنی شاعری کے مضامین میں ان صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور اس کی شاعری میں لفظی صنعت اور استعارے و کنایے مناسب انداز میں مستعمل ہیں جن کے برمحل استعمال سے کلام کی دل کشی دوبالا ہوگئی ہے۔

زہیر بن ابی سلمیٰ نے طویل عمر پائی اور اس کی مذہبی حیثیت کے بارے میں معتدل بات یہ کہی جا سکتی ہے کہ اس کا تعلق متأخر جاہلی دور کے ان سلیم الطبع لوگوں میں سے تھا، جو ذاتی بصیرت اور اہل کتاب کی صحبت کی وجہ سے ایک دینی انقلاب کی آمد کے لیے تیار تھے۔

3.5 معلقے کا ترجمہ:

۱۔ أَمِنْ اُمِّ أَوْفیٰ دِمْنَةٌ لَمْ تَکَلَّمِ بِحَوْمَانَةِ الدَّرَّاجِ فَالْمُتَثَلَّمِ

کیا مقام دَرّاج اور مُتَثَلَّم کی سنگلاخ اور ویران زمین پر جو نشانات مجھے نظر آ رہے ہیں، میری محبوبہ بیوی امّ اوفی کے مکان کے ہیں۔

۲۔ وَدَارٌ لَهَا بِالرَّقْمَتَيْنِ كَأَنَّهَا مَرَاجِيعُ وَشْمٍ فِيْ نَوَاشِرِ مِعْصَمِ

امّ اوفی کا ایک مکان مقام ضمان میں دو باغوں کے درمیان واقع ہے، وہ نشان کہنہ ہونے کی وجہ سے ایسا نظر آتا ہے، جیسے عورت کی کلائی پر گودے کے دوہرے نشانات ہوتے ہیں۔

۳۔ بِهَا الْعِيْنُ وَ الآرَامُ يَمْشِيْنَ خِلْفَةً وَأَطْلاَؤُهَا يَنْهَضْنَ مِنْ كُلِّ مَجْثَمِ

اس ویران مکان میں اس وقت نیل گائیں اور ہرن ایک دوسرے کے آگے پیچھے بکثرت پھر رہے ہیں اور ان کے بچے اپنی ماؤں کے دودھ پینے کے لیے ہر جگہ سے اٹھ رہے ہیں۔ (کیونکہ وہ اسی جگہ پیدا ہوئے ہیں)

۴۔ وَقَفْتُ بِهَا مِنْ بَعْدِ عِشْرِيْنَ حِجَّةً فَلأَياً عَرَفْتُ الدّارَ بَعْدَ تَوَهُّمِ

مجھے آج بیس سال کی طویل مدت کے بعد اس جگہ ٹھہرنا ہوا ہے، زیادہ عرصہ گزرنے کی وجہ سے مکان کا ڈھانچہ بدل چکا ہے، اس لیے بہت تأمل کے بعد پہچاننا ممکن ہو سکا ہے۔

۵۔ أَثَافِيَّ سُفْعاً فِي مُعرّس مِرْجَلٍ وَنُؤْياً كَجَذْمِ الْحَوْضِ لَمْ يَتَثَلَّمِ

میں نے اس جگہ کے اس سرخی مائل سیاہ پتھروں کو بھی پہچان لیا، جن پر وہ دیگ رکھ کر پکاتی تھی، وہ نالی بھی دیکھی، جو خیموں کے اردگرد پانی روکنے کے لیے کھودی گئی تھی، جو حوض کی طرح تھی اور ابھی تک صحیح وسالم ہے۔

۶۔ فَلَمَّا عَرَفْتُ الدَّارَ قُلْتُ لِرَبْعِهَا أَلاَ أَنْعِمْ صَبَاحاً أَيُّهَا الرَّبْعُ وَاسْلِمِ

جب میں نے محبوبہ کی قیام گاہ کو ان نشانات کی وجہ سے پہچان لیا، تو میں نے اس کے گھر کو مخاطب کر کے کہا، اے دارِ حبیب! خدا تجھ کو صبح کی لوٹ مار سے امن میں رکھے، تیرا وقت آرام و سکون سے گزرے اور تم آفتِ روزگار سے محفوظ رہو۔

۷۔ تَبَصَّرْ خَلِيلِيْ هَلْ تَرىٰ مِنْ ظَعَائِنٍ تَحَمَّلْنَ بِالْعَلْيَاءِ مِن فوقِ جُرثمِ

(اب شاعر اپنے دوست سے مخاطب ہوکر کہتا ہے) اے میرے دوست! ذرا غور سے دیکھو! کیا تم کو سامنے وہ ہودج نشیں عورتیں نظر آ رہی ہیں، جو اپنے اسباب باندھ کر آبِ جرثم کے پاس اونچی جگہ پر بیٹھی ہوئی آمادۂ سفر معلوم ہو رہی ہیں، یا غایت مدہوشی کی وجہ سے تصور کی نگاہوں میں مجھ کو کچھ ایسا ہی نظر آ رہا ہے۔

۸۔ جَعَلْنَ الْقَنَانَ عَنْ يَمِيْنٍ وَ حَزْنَه وَكَمْ بِالْقَنَانِ مِنْ مُحِلّ و مُحرِمِ

ان عورتوں نے کوہ قنان اور اس کی پتھریلی زمین کو داہنی جانب چھوڑا اور قنان میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کا خون دشمنی کی وجہ سے ہمارے لیے حلال ہے اور بہت سے ایسے ہیں جن کا خون دوستی کی وجہ سے ہمارے لیے حرام ہے۔

۹۔ عَلَوْنَ بِأَنْمَاطٍ عِتَاقٍ وَكِلَّةٍ وِرَادٍ حَوَاشِيهَا مُشَاكِهَةُ الدَّمِ

ہودج نشینوں نے اپنے کجاووں کو مختلف رنگ کے کپڑوں سے سجا رکھا تھا، گویا کہ ان کا کجاووں کو رنگ برنگے کپڑوں سے سجانے کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان پر ناز پروردہ معشوق کی سی ادائیں تھیں۔

۱۰۔ وَوَرّكْنَ فِي السُّوبانِ يَعْلُونَ مَتْنَهُ عَلَيْهِنَّ دَلُّ النَّاعِمِ الْمُتَنَعِّمِ

اور ہودج نشیں عورتیں جس راہ پر جا رہی تھیں، وہ چلتے چلتے وادیٔ ''سوبان'' کی طرف نشیب میں اتر گئیں، ان کی حالت یہ تھی کہ جب وہ بلندی پر چڑھتی تھیں تو اس وقت وہ نازک اندام اور خوش حال معشوقوں کی طرح نظر آتی تھیں۔

۱۱۔ بَكَرْنَ بُكُوراً واسْتَحَرْنَ بسُحْرَةٍ فَهُنَّ وَوَادِي الرَّسِّ كَالْيَدِ لِلْفَمِ

اے میرے دوست! ان ہودج نشیں عورتوں کی حالت دیکھو! کہ وہ صبح سویرے وادیٔ رس جانے کے لیے اٹھیں اور اس وادی میں اس طرح تیزی کے ساتھ بے تکلف پہنچ گئیں، جس طرح سیدھا ہاتھ منہ میں پہنچ جاتا ہے۔

۱۲۔ وَفِيهِنَّ مَلْهىً لِلَّطِيفِ وَمَنْظَرٌ أَنِيْقٌ لِعَيْنِ النَّاظِرِ الْمُتَوَسِّمِ

ان عورتوں میں خوش طبع شخص کے لیے دل بستگی کے سب سامان موجود ہیں اور حسن کو پرکھنے والے اہلِ نظر کے لیے وہ ایک دل کش منظر پیش کرتی ہیں۔

۱۳۔ كَأَنَّ فُتَاتَ الْعِهْنِ فِيْ كُلِّ مَنْزِلٍ نَزَلْنَ بِهِ حَبُّ الْفَنَا لَمْ يُحطَّمِ

جس منزل پر وہ جا کر اتریں، ان کے ہودجوں پر پڑے ہوئے سرخ اونی کپڑے کے خوب صورت ٹکڑے، ایسی آب و تاب دکھا رہے تھے جیسے مکوہ کے پودے میں لگے ہوئے سرخ دانے چمکتے ہیں، (مکوہ ایک مشہور پودا ہے، جس کے گول پھل پختہ ہونے پر سرخ اور چمک دار نظر آتے ہیں اور ٹوٹنے کے بعد ان کی تابانی زائل ہو جاتی ہے)۔

۱۴۔ فَلَمَّا وَرَدْنَ الْمَاء زُرْقاً جِمامُهُ وضعْنَ عِصِيَّ الحاضِرِ المتخيِّمِ

جب وہ اس پانی پر اتریں، جس کی گہرائیاں نیلگوں معلوم ہوتی تھیں، تو انھوں نے خیمہ نصب کرنے والے شہری کی طرح اپنی چھڑیاں رکھ دیں اور وہیں قیام پذیر ہوگئیں۔

۱۵۔ ظَهَرْنَ مِن السُّوْبَانِ ثُمَّ جَزَعْنَهُ عَلىٰ كُلِّ قَيْنِيٍّ قَشِيْبٍ وَمُفْأَمِ

وہ عورتیں وادئ سوبان سے ظاہر ہوئیں، پھر انھوں نے اس وادی کی چوڑائی کو طے کیا، وہ سب نئے اور کشادہ ہودجوں میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

۱۶۔ فَأَقْسَمْتُ بِالبَيْتِ الَّذِيْ طَافَ حَوْلَهُ رِجَالٌ بَنَوْهُ مِنْ قُرَيْشٍ وَ جُرهُم

میں نے اس گھر کی قسم کھائی، جس کے گرد قبیلہ قریش اور قبیلہ جرہم کے ان لوگوں نے طواف کیا، جنھوں نے اس کی تعمیر کی۔

۱۷۔ يَمِيْناً لَنِعْمَ السيِّدَانِ وُجِدتُمَا عَلىٰ كُلِّ حَالٍ مِنْ سَحِيْلٍ وَمُبْرَمِ

میں خانۂ کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مصیبت و راحت دونوں حالتوں میں تم ہی دو بہترین سردار پائے گئے۔

۱۸۔ تَدَارَكْتُمَا عَبساً وَذُبْيَانَ بَعْدَمَا تَفَانَوْا وَدَقُّوا بَيْنَهُمْ عِطرَ مَنْشِمِ

تم دونوں سرداروں نے قبیلۂ عبس وذبیان کو باہم کٹ مرنے کے بعد اور عطر منشم پر عہد کرنے کے بعد بچا لیا، یہ تمہارا بڑا کارنامہ ہے۔

۱۹۔ وَقَدْ قُلْتُمَا إِنْ نُدرِكِ السِّلْمَ وَاسِعاً بِمَالٍ وَّمَعْرُوْفٍ مِنَ الْقَوْلِ نَسْلَمِ

تم نے اچھی بات کہی کہ اگر ہم مال خرچ کر کے اور بھلی بات کے ذریعہ کامل صلح کر لیں، تو ہم آپس کی خوں ریزی سے محفوظ ہو جائیں گے۔

۲۰۔ فأَصْبحتُما مِنْهَا عَلىٰ خَيْرِ مَوطِنٍ بَعِيدَيْنِ فِيْهَا مِنْ عُقُوْقٍ وَمَأْثَمِ

تم صلح کے بہترین مقام پر پہنچ گئے اور صلح کے بارے میں نافرمانی اور گناہ سے بچے رہے۔

3.6 لغوی تحقیق

أمِن: ہمزہ استفہامیہ اور مِنْ جارہ ہے۔

أمّ أوفیٰ: اس کے محبوبہ کی کنیت ہے، یا یہ زہیر بن ابی سلمیٰ کی پہلی بیوی تھی۔

دِمنَة: گھر کے نشانات، کوڑا کباڑ اڈالنے کی جگہ، ج: دِمَن، و دِمْن۔

لم تتکلّم: نفی جحد بلم، بات چیت نہیں کی۔ یہ اصل میں تتکلّم تھا، اس میں تاء کو گرا دیا گیا ہے۔

حَومانة: سخت زمین، پتھریلی زمین، ج: حَوْمان۔

دَرّاج اور متثلّم: دونوں جگہوں کے نام ہیں۔

دار: گھر، صحن دار مکان، رہائشی مکان، قبیلہ، شہر، ج: دور، دیار، أدوار، یہ مؤنث ہے۔

الرقمتین: تثنیہ، مفرد، الرقمة، باغ، وادی کا کنارہ، وادی کی نشیبی جگہ جہاں پانی اکٹھا ہو، یہاں دو باغ مراد ہیں۔ ایک بصرہ کے قریب ہے اور دوسرا مدینہ منورہ کے قریب ہے، جو صمّان کی طرف واقع ہے اور صمّان متثلّم کے قریب ہے۔

مراجیع: گودنے کے وہ نشانات جو دوبارہ سیاہی سے اجاگر کیے گئے ہوں، واحد: مرجوع۔

وَشْم: اسم مصدر، گودائی، گودنے کا اثر، علامت، ج: وُشوم، وِشام۔

نواشر: بڑی رگ، رگ، ہاتھ، جلد کا ظاہری حصہ، واحد: ناشر یا ناشرۃ۔

مِعْصَم: کلائی، بازو، بازوؤں میں وہ جگہ جہاں کنگن پہنے جاتے ہیں، ج: معاصم۔

عِین: کسرہ کے ساتھ، و: عیناء؛ بڑی آنکھ والا ہونا، موصوف البقرات محذوف ہے، البقرات العِین: بڑی آنکھوں والی نیل گائیں۔

أرآم: خالص سفید رنگ کا ہرن، ہرنی، و: ریم اور رِئم۔

خِلفة: ایک چیز کے بعد آنے والی چیز، آگے پیچھے آنا جانا، آگے پیچھے۔

أطلاء: انسان یا جانور کا بچہ، پیدائش سے طاقتور ہونے کی عمر تک، ہرنی کا بچہ ہر چھوٹی چیز، و: طِلاء۔

ینهضن: وہ عورتیں اٹھتی ہیں، صیغہ جمع مؤنث غائب، فعل مضارع معروف، نهض (ف) نَهْضاً و نهوضاً: اٹھنا۔

مجثِم: یہ اسم ظرف ہے، بیٹھنے کی جگہ، ج: مجاثم، من کلّ مجثم: ہر جگہ، جَثَمَ الحیوانَ (ن، ض) جَثْماً و جُثُوماً: سینے کو زمین میں لگانا۔

حِجّة: حاء کے کسرہ کے ساتھ، سال، ج: حِجَج۔

فلأیا: فاء عطف کے لیے ہے، جہد و مشقت، غور و فکر، مشقت و کوشش، ج: الّلائی۔

توهّم: خیال کرنا، تأمل کرنا، گمان کرنا، تصور کرنا، توهّم الخیر فیه: کسی بھی بھلائی اور اچھائی کے آثار محسوس کرنا۔

أثافيّ: چولہے کا وہ پتھر جس پر ہانڈی یا دیگچی رکھی جائے، چولہا، و: أثفیة۔

سُفْعاً: سرخی مائل سیاہ رنگت، چولہے کا ایک پتھر، سیاہ پتھر، و: سُفَعاء، مذکر أسفع۔

معرّس: اسم ظرف، باب تفعیل سے، رات کے وقت اترنا، پھر بطور استعارہ اس مقام کے لیے استعمال کیا جانے لگا جہاں ہانڈی رکھی جاتی ہے، اخیر رات میں مسافر کی اقامت گاہ۔

مِرجل: میم کے کسرہ کے ساتھ، ہانڈی یا دیگچی کے اترنے کی جگہ، مٹی کی پختہ ہانڈی، ہنڈیا، ج: مراجل۔

نُؤی: نون کے ضمّہ کے ساتھ، مہموز عین، وہ نالی جس کے ذریعے بارش یا مائے مستعمل کو مکان وغیرہ سے نکالا جائے، نالی، ج: آناء۔

الجَذْم: اصل، جڑ، ج: أجذام، جُذوم۔

لم یتثلّم: نفی جحد بلم معروف، نہ ٹوٹا، تثلّم: ٹوٹنا، ٹوٹ پھوٹ جانا، رخنہ پڑنا، شگاف پڑنا، کند ہونا۔

رَبْع: مکان، حویلی جس میں متعدد چھوٹے چھوٹے مکانات ہوں، چوتھائی، ج: رِباع، رُبوع، رَبَعَ بالمکان (ف) رُبوعا: قیام کرنا، ربع الربیعُ: موسم بہار آنا۔

أنعم: نعِم (س): خوش باش ہونا، أنعم صباحا: دعائیہ کلمہ، تمہاری صبح بخیر ہو۔

أسلم: سالم و محفوظ رہے۔

تبصّر: یہ واحد مذکر امر حاضر کا صیغہ ہے، نظر جما کر دیکھ، تبصّر: غور سے دیکھنا، شناخت کرنا، تبصّر الشّیئَ و فیه: غور و فکر کرنا۔

ظعائن: ہودج، پالکی، ہودج میں بیٹھی ہوئی عورتیں، ہودج نشیں عورتیں، و: ظعینة، ج: ظعائن، ظُعُن، أظعان۔ ظَعَنَ (ف) ظعْناً و ظُعوناً: روانہ

ہونا، چلنا۔

تحمّلن: جمع مؤنث غائب، ماضی معروف؛ان عورتوں نے سفر کیا، روانہ ہوئیں، **تحمّل القومُ:** کوچ کرنا، سفر کرنا، **تحمّل فلانٌ:** برداشت کرنا، ہمت سے کام لینا۔

العَلْیاء: ہر بلند چیز، اونچی جگہ، اونچی زمین، پہاڑ کی چوٹی وغیرہ۔

فوق: ظرف مکان، بلندی اور ارتفاع کے بیان کے لیے لایا جاتا ہے۔

جُرثم: مقام کا نام، جہاں بنو اسد ابن خذیمہ کا چشمہ تھا، آبِ جرثم، قبیلہ بنو اسد کا چشمہ، یا ذخیرۂ آب۔

القنان: ایک پہاڑی کا نام، پہاڑ کا نام جو سمیراء کے قریب ہے اور اس میں بنو اسد کا ایک چشمہ تھا۔ **قُنَة:** ہر چیز کا بلند حصہ، چوٹی، الگ تھلگ کھڑا ہوا بلند پہاڑ، ج: **قُنَن و قِنان**۔

الحَزْن: سخت جگہ، پتھریلی زمین، اکھڑ امزاج آدمی، ج: **حُزون**۔

محلّ: اسم مفعول، **أحلّ الشيء:** حلال کرنا۔

محرّم: اسم مفعول، **حرّم تحريماً:** حرام کرنا۔

علون: جمع مؤنث غائب، ماضی معروف، وہ سوار تھیں، **علا الدابةَ (ن) عَلْواً:** جانور پر سوار ہونا، **علا فلان فی الأرض:** مغرور و متکبر ہونا، **علا الشيءو فيه وعليه:** اوپر چڑھنا۔

أنماط: وہ اونی کپڑا جو ہودج پر ڈالا جاتا ہے، جھالر دار رنگین اونی کپڑا، و: **نَمَط**۔

عِتاق: نفیس و عمدہ، **عَتيق:** پرانا، بیش قیمت، ج: **عُتُق و عِتاق، عتُق (ک) عِتقاً و عَتاقة:** پرانا ہونا، نفیس و عمدہ ہونا۔

كِلّة: کاف کے کسرہ کے ساتھ، باریک کپڑا، مچھردانی، باریک پردہ، ج: **كِلَل: تكلّل الشيءُ الشيءَ و به:** کسی شئے کا دوسری شئے کو گھیر لینا۔

وِراد: زردی مائل سرخی، ہلکا سرخ، و: **وَرْد**، گلاب، گلاب کا پھول، غالب استعمال خوشبودار یا گلاب، ج: **وُرْد، وِراد**۔

حواشي: کنارہ، طرف، و: **حاشية**۔

مُشاكِهَة: اسم فاعل، مشابہت، **شاكه، مشاكهة:** مشابہ ہونا، ہم شکل ہونا۔

ورّكن: جمع مؤنث غائب، ماضی معروف، تو ریک سے جھکنا، گزرنا، **ورّک علی الدابة:** ٹانگ موڑ کر ایک کولہا زین پر رکھنا، سرین پر بیٹھنا، **ورّک علی الأمر:** قادر ہونا۔

السوبان: علاقے کا نام، چوٹی کا نام، وادی کا نام، بلند زمین۔

مَتَن: پشت، سخت و بلند زمین، کمر کو دونوں طرف سے گھیرے ہوئے پٹھے اور گوشت، ج: **متون**۔

دلّ: ادائیں، **دلّ (س) دَلاًّ و دَلَلاً:** ناز نخرے کرنا۔

ناعم: ملائم، نرم و نازک، **نعم الرجلُ (ن، س، ف) نعمة:** آسودہ حال ہونا۔

متنعّم: ناز و نعمت کی پروردہ، ناز پروردہ، ناز و انداز معشوقانہ، **تنعّم:** ناز و نعمت کی زندگی بسر کرنا۔

بکرن: جمع مؤنث غائب، ماضی معروف، وہ صبح کے وقت اٹھیں، بَکَر (ن) بُکُوراً: صبح کے وقت آنا جانا، یا اٹھنا، بَکَر إلی الشيء وعلیه، وفیه: کسی کام کو جلدی کرنا، اول وقت کسی کام کو کرنا۔

استحرن: جمع مؤنث غائب، ماضی معروف: وہ صبح کے وقت نکلیں، استحر استحاراً: صبح کے وقت میں داخل ہونا، یا صبح کے وقت میں نکلنا، منه اندھیرے میں نکلنا، استحر الطائر: صبح سویرے پرندے کا چہچہانا، مرغ کا بانگ دینا۔

سُحرة: تڑکا، رات کا اخیر اور فجر سے کچھ پہلے کا وقت، صبح کاذب، تاریکی میں پھوٹنے والی سفیدی۔

الرسّ: وادی کا نام جو یمامہ یا نجد کے قریب ہے۔

ملهی: اسم ظرف، خوش طبعی کی جگہ، تفریح گاہ، تماشہ گاہ، ج: الملاهی، لها بالشيء (ن) لَهْواً: کسی چیز سے کھیلنا، دل بہلانا، تفریح کرنا، مانوس اور فریفتہ ہونا۔

لطیف: صیغۂ صفت، پاکیزہ، نرم، مہربان، باریک باریک امور کا جاننے والا، خوش مزاج، خوش طبع۔

منظر: دیکھنے کے قابل خوب صورتی، نگاہ کو پسند آنے والی صورت یا جگہ یا نقشہ، ج: مناظر۔

أنیق: صیغۂ صفت، خوب صورت، خوش منظر، أنِق (س) أنَقا و أناقة: خوش نما ہونا، خوش منظر ہونا، أنِق فلان: خوش ہونا، و به، و له: پسند آنا، پسند کرنا۔

المتوسّم: اسم فاعل، گہری نظر سے تاڑنے والا، فراست سے دریافت کرنے والا، توسّم: فراست سے معلوم کرلینا، غور سے دیکھنا۔

فُتات: غُراب کے وزن پر ہے، یہ فتّ سے ماخوذ ہے، چورا، ریزہ، برادہ، ریزہ ریزہ شدہ چیز کا ایک ٹکڑا، فَتّه (ن) فتاً: ریزے ریزے کرنا، انگلیوں سے توڑ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنا، روٹی چورنا۔

العِهْن: عین کے کسرہ کے ساتھ مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی اون، رنگی ہوئی روئی، اون، اون کی پونی یا ٹکڑا، ج: عُهون۔

حبّ الفَنا: رات کا سایہ، حبّ؛ واحد: حبّة: دانہ، الفنا، واحد: فناة؛ مکوہ، مکوہ ایک خاص قسم کی بوٹی ہے، جسے عربی میں عنب الثعلب بھی کہتے ہیں۔

لم یحطّم: نہ ٹوٹی، نہ توڑی گئی، نفی جحد بلم، حطّم تحطیما، و حَطَمه (ض) حَطْماً: توڑنا، انحطم الناسُ علیه: کسی کے پاس بھیڑ لگانا، ٹوٹ پڑنا۔

وَرَدْن: جمع مؤنث غائب، ماضی معروف، وہ آئیں، وَرَدَ (ض) ورودا: قریب آنا، پہنچنا، ورد الماء: اونٹ وغیرہ کا پانی پر پہنچنا، پانی کے پاس اترنا۔

زُرْقاً: صاف اور نیلگوں پانی، نیلگوں ہونا، و: أزرق، الزُّرْقة: نیل گونی، نیلا پن، نیلگوں۔

جِمام: و: جَمّ؛ گہرائی، بڑی تعداد، بہت پانی یا وہ جگہ جہاں پانی جمع ہوجائے، پانی کا بڑا حصہ۔

عصا: لاٹھی، ڈنڈا (مؤنث) اس کا تثنیہ عَصَوان ہے، ج: عِصِيّ، و أعصٍ، وضع عصاه / ألقی عصاه: ٹھہرنا، قیام کرنا، رفع عصاه: چلنا، قیام ترک کرنا، شقّ عصا الطاعة: نافرمانی کرنا۔

حاضر: شہری، شہر میں رہنے والا، ج: حُضور، حُضّار، حُضّر، حضارۃ سے مشتق ہے، جو شہر میں مقیم ہو، یہ بادی کی نقیض ہے۔

متخیّم: اسم فاعل، خیمہ لگانے والا، تخیّم: خیمہ نصب کرنا۔

ظَهَرْن: جمع مؤنث غائب، ماضی معروف، وہ ظاہر ہوئیں، ظهر (ف) ظهرا و ظهورا: ظاہر ہونا، باہر آنا، نکلنا۔

جَزَعْنَ: جمع مؤنث غائب، ماضی معروف، وہ گزریں، جزع الوادیَ (ف) جَزْعاً: پار کرنا قطع کرنا، وادی کو عرض میں چل کر قطع کرنا۔

القین: لوہار اور ہر کاریگر، یا ایک کاریگر تھا قینی نام کا، جو عمدہ کجاوہ بناتا تھا۔اس کی طرف منسوب ہے، یاقین کے آخر میں یاءِ نسبتی لگا کر کجاوہ کی طرف منسوب کیا گیا، توسّعا ہر کاریگر کو قین کہا جاتا ہے، ج: قُیون: یا صانع بول کر مصنوع یعنی کجاوہ مراد لیا گیا ہے۔ **قان الحدیدَ (ض) قیناً:** لوہے کو برابر کرنا۔

قشیب: نیا، صاف ستھرا، سفید، **قشیب السیف:** تلوار کا تازہ صیقل کی ہوئی ہونا، ج: قَشَب۔

مُفْأَم: اسم مفعول، کشادہ وفراخ کجاوہ، أفأمَ، باب افعال، ہودج کو وسیع کرنا۔

أقسمتُ: واحد متکلم، ماضی معروف، میں نے قسم کھائی، أقسم إقساماً: قسم کھانا، أقسم باللہ: اللہ کی قسم کھانا، **أقسم بیمین الوَلاء لأحد:** کسی کے لیے حلف وفاداری اٹھانا۔

طاف: (ن) طوفا و طوافا: اردگرد گھومنا، چکر لگانا، **الطواف** کا شرعی معنی خانہ کعبہ کے گرد گھومنا۔

بَنَوْہ: جمع مذکر غائب، ماضی معروف، ان لوگوں نے اس کی تعمیر کی، بنی (ض) بَنْیاًو بِناءًو بُنیاناً: تعمیر کرنا، عمارت کھڑی کرنا۔

قریش و جرھم: دونوں قبائل کے نام ہیں، **جرھم:** یمن کا ایک قبیلہ ہے، اس قبیلہ کی ایک لڑکی برعلۃ بنت مضاض بن عمرو بن حارث الجرھمی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شادی کی تھی، جس سے آپ کو دس بچے پیدا ہوئے، ان میں نابت بن اسماعیل علیہ السلام کعبۃ اللہ کے متولی بنے۔ پھر نابت کے نانا مضاض بن عمرو متولی ہوئے، یہاں تک کہ سیلاب آیا اور کعبۃ اللہ کی عمارت شہید ہوگئی، تو قبیلہ جرہم کے ایک شخص عمرو الجارود نے اسے تعمیر کیا، عمرو الجارود کی کنیت ابوجدرہ تھی۔

پھر بنوخزاعہ نے غلبہ پا کر کعبۃ اللہ کی تولیت حاصل کر لی، یہاں تک کہ بنی عبشان الخزاعی سے قصی بن کلاب بن مرۃ القرشی نے شراب کے ایک مشکیزے کے عوض کعبہ کی تولیت خرید لی، پھر قریش نے اس کی نئے سرے سے تعمیر کی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) برس تھی۔

یمینا: یمین، قسم، ج: أیمان، یہ أقسمت کا مفعول مطلق ہے۔

نِعْم: فعل مدح ہے، اس کے دیگر صیغے نہیں آتے، یہ اپنے مابعد اسم کی مدح کے لیے آتا ہے، قرآن پاک میں ہے، **نعم العبدُ إنّہ أوّاب:** کیا ہی اچھے بندے تھے، اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

السیّدان: مخصوص بالمدح ہے، یہ تثنیہ ہے، و: سید: سردار، اس سے مراد حارث بن عوف اور ہرم بن سنان ہیں۔

سحیل: ایک لڑی میں بٹی ہوئی رسی، اکہری بٹی ہوئی رسی، کچا دھاگہ، مراد: کمزوری وضعف، آسانی۔

مُبْرَم: دوہری بٹی ہوئی رسی، مراد؛ مضبوط و مستحکم، طاقت وقوت، **برم الحبلُ (ن) برما:** مضبوط ہونا، أبرم: مضبوط و مستحکم کرنا۔

تدارکتما: صیغہ تثنیہ، تم دونوں نے تلافی کی، تدارک: درست کرنا، تلافی کرنا، **تدارک الخطأَ بالصواب:** غلطی کے بعد صحیح بات کہہ کر اس کی تلافی کرنا۔

عبس و ذُبیان: یہ دونوں قبیلے کے نام ہیں۔

تفانَوْا: جمع مذکر غائب، ماضی معروف، وہ ایک دوسرے کو فنا کر رہے تھے، تفانی: ایک دوسرے کو ختم کرنا، آپس میں کٹ مرنا، اس سے مراد بہت بڑی لڑائیاں لڑنا ہے۔ التفانی: سرفروشی، جاں نثاری، فَنِیالشیئُ (س) فَنا: ناپید ہوجانا، معدوم ہوجانا، برباد ہوجانا۔

دقّوا: جمع مذکر غائب، ماضی معروف، ان لوگوں نے کوٹا، خلط ملط کیا، خوب عطر مل لیا، دقّ الشیئَ (ن) دقّاً: کوٹنا، ظاہر کرنا، کہتے ہیں ؛ **دَقُّوا بینهم عطر منشِم:** انھوں نے ایک دوسرے کی عیب کشائی کی۔

عطر منشِم: یہ کنایہ ہے سخت لڑائی سے۔ واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ منشم وجیہ کی بیٹی کا نام تھا، جو مکّہ معظّمہ میں عطر فروش تھا، جب بنی خزاعہ اور بنی جرہم آپس میں لڑنے لگتے تھے، تو اس کا عطر مل لیا کرتے تھے۔ اس سے بہت سے آدمی مارے جاتے تھے، چناں چہ اس کا عطر منحوس سمجھا گیا اور یہ کہاوت ضرب المثل ہوگئی، أسأم من **عطر منشِم:** یہ عطر منشم کے عطر سے بھی زیادہ منحوس ہے۔

بعض نے لکھا ہے کہ منشم ایک مرد کا نام تھا، جس کا عطر مردوں کو بطور خاص لگایا جاتا تھا، لہذا شاعر **عزم علی القتال** کو عطر منشم سے تعبیر کر رہا ہے۔

ندرک: جمع متکلم، مضارع معروف، ہم پالیں گے، أدرک اِدْراکاً: پانا، حاصل کرنا۔

السِّلم: صلح، امن، خلاف حرب، فتحہ اور کسرہ کے ساتھ، مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے، ج: أسلُم و سِلام۔

معروف: بھلائی، احسان، حسن سلوک۔

نَسْلَم: جمع متکلم، مضارع معروف، ہم مامون ہوجائیں، سلِم (س) سلماً: سلامتی حاصل کرنا، نجات پانا۔

موطن: مقام، قیام گاہ، جگہ، ٹھکانہ، اسم ظرف، ج: مواطن: وطن المکان (ض) وطْناً: وطن بنانا، قیام کرنا۔

عقوق: نافرمانی، بدسلوکی، جو خدمات واجبہ ہیں، ان کو انجام نہ دینا، و: عاقّ، عاقّہ (ض) عَقّاقاو عققاً: مخالفت کرنا، اعتقّ السحاب: بادل پھٹنا۔

مأثَم: اسم ظرف، گناہ کی جگہ، گناہ یا جرم، ج: ماٰثم، أثِم (س) أثَما واِثماو أثاماو مأثما: گنہ گار ہونا، جرم کرنا، گناہ کرنا۔

3.7 اشعار کی تشریح

۱۔ أَمِنْ أُمِّ أَوْفیٰ دِمْنَةٌ لَمْ تَكَلَّمِ بِحَوْمَانَةِ الدَّرَّاجِ فَالْمُتَثَلَّمِ

شاعر ایک لمبے عرصے کے بعد مقام دراج اور متثلم کے پاس سے گزرا، جہاں کبھی اس کی محبوبہ مطلقہ بیوی ام اوفی کا مکان تھا، لیکن اب وہ منہدم ہوکر کھنڈر کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس مقام کو دیکھ کر اسے گزرے ہوئے دنوں کی یاد آتی ہے اور اس کی جدائی کا خیال اس کو مضطرب کر دیتا ہے، تو وہ اپنے آپ سے مخاطب ہوکر سوال کرتا ہے۔

۲۔ وَدَارٌ لَهَا بِالرَّقْمَتَيْنِ كَأَنَّهَا مَرَاجِيعُ وَشْمٍ فِيْ نَوَاشِرِ مِعْصَمِ

کیا ام اوفی کی قیام گاہوں میں ایک وہ جگہ بھی ہے جو مقام ضمان میں دو باغوں کے درمیان واقع ہے اور موضع متثلم کے نزدیک ہے۔ وہ مکان کہنہ ہوگیا ہے اور سیلابوں کی وجہ سے مٹی نے بہہ کر مکان کو ایک نئی شکل دی ہے اور جو نشانات دوبارہ ابھر کر سامنے نظر آرہے ہیں، انہیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے عورت کی کلائی پر گودنے کے دوہرے نشانات ہوتے ہیں۔

۳۔ بِهَا الْعِيْنُ وَ الآرَامُ يَمْشِيْنَ خِلْفَةً وَأَطْلاَؤُهَا يَنْهَضْنَ مِنْ كُلِّ مَجْثَمِ

اس جگہ سے محبوبہ کیا گئی کہ اس جگہ ویرانی چھا گئی ہے۔ اس ویرانی کا فائدہ جنگلی جانوروں کو حاصل ہوا ہے۔ جب آپ وہاں پر جائیں گے تو آپ کو نیل گائیں اور ہرن دھما چوکڑی کرتے نظر آئیں گے اور ان کے بچے جو وہیں پیدا ہوئے ہیں۔ وہ اپنی ماؤں کے پیچھے کلیلیں کرتے ہوئے دکھائی دیں گے، کیونکہ ویرانی کا سب سے زیادہ فائدہ انہیں کو ہوا ہے۔ انھوں نے جگہ کو غیر آباد دیکھ کر اپنا بسیرا کر لیا اور مدت مدید گزرنے کی وجہ سے وہیں ان کے بچے بھی پیدا ہوئے، وہ اپنی ماؤں کے پیچھے جاتے ہوئے ایسے نظر آتے ہیں گویا ہر جگہ وہی ہیں۔

۴۔ وَقَفْتُ بِهَا مِنْ بَعْدِ عِشْرِيْنَ حِجّةً فَلأْيًا عَرَفْتُ الدّارَ بَعْدَ تَوَهُّمِ

بیس سال کی طویل مدت گزر گئی اور مجھے اس دوران ادھر سے گزرنا نہ ہوا اور آج جب طویل مدت میں ہر چیز میں تبدیلی آ گئی ہے۔ اس وقت میں ام اوفی کے مکان کے ڈھانچہ کے قریب کھڑا ہوا ہوں اور اس کے مکان کو دیکھ کر پہچاننے کی کوشش کر رہا ہوں، تو اس کو شناخت کرنے میں دشواری محسوس کر رہا ہوں۔ بہت وقفہ غور و فکر کی نذر ہوا اور نشانات پر غور کیا، تو تأمل بسیار کے بعد اس مکان کا پہچاننا ممکن ہو سکا۔

۵۔ أَثَافِيَّ سُفْعاً فِي مُعرّس مِرْجَلِ وَنُؤْياً كَجِذْمِ الْحَوْضِ لَمْ يَتَثَلَّمِ

میں نے علامتوں اور نشانوں پر غور کیا اور اپنے حافظہ میں ان چیزوں کو ڈھونڈا، جو وہاں دھندلے انداز میں مرتسم تھیں، دونوں کا موازنہ کیا، تو یادداشت کے دریچے میں وہ چیزیں ابھریں اور یکا یک وہ تمام روشن ہو گئیں، تو میں نے سرخی مائل سیاہ پتھروں کو بھی پہچان لیا جن پر دیگ رکھ کر وہ پکاتی تھی اور خیموں کے اردگرد پانی روکنے کے لیے جو نالی بنائی گئی تھی، اس کو بھی دیکھا کہ وہ صحیح وسالم ہے، کیونکہ وہ حوض کی طرح تھی۔ ان تمام نشانات نے منزل محبوب کے پہچاننے میں میری معاونت کی اور میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔

۶۔ فَلَمَّا عَرَفْتُ الدَّارَ قُلْتُ لِرَبْعِهَا أَلاَ انْعِمْ صَبَاحاً أَيُّهَا الرَّبْعُ وَاَسْلِمِ

شاعر نے جب دیارِ حبیب کو پہچان لیا، تو بے ساختہ اس کی زبان سے دعائیہ کلمات نکلے اور غائبانہ اس کو مخاطب کر کے دعاء کے یہ الفاظ کہے، اے دارِ حبیب! خدا تجھ کو صبح کی لوٹ مار سے اپنی امان میں رکھے، تیرا وقت آرام وسکون سے گزرے۔ تم آفاتِ روزگار سے محفوظ رہو۔ شاعر نے تخاطب میں صبح کی تخصیص کی، کیونکہ لوٹ مار اور قتل وغارت گری کے حادثات عموماً صبح ہی کے وقت ہوتے تھے۔ جب کوئی صبح کے وقت امن میں رہا، تو گویا اس کا پورا دن سکون میں بسر ہوگا۔

۷۔ تَبَصَّرْ خَلِيْلِيْ هَلْ تَرىٰ مِنْ ظَعَائِنٍ تَحَمَّلْنَ بِالْعَلْيَاءِ مِن فوقِ جُرثمِ

شاعر دیارِ محبوب کو دیکھ کر ماضی کی خوشگوار یادوں میں کھو گیا اور اپنے کو اسی زمانے اور اسی ماحول میں محسوس کرتا ہے جس میں اسے محبوب کا قرب حاصل تھا، تو وہ اپنے دوست کو مخاطب کر کے سوال کرتا ہے۔

اے میرے ہم نشیں! ذرا غور سے تو دیکھو! کیا تم کو بھی وہ ہودج نشیں عورتیں سامنے دکھائی دے رہی ہیں، جو چشمۂ جرثم کے پاس اونچی جگہ پر ہیں، اپنے اسباب کو باندھنے میں منہمک ہیں اور سفر کے لیے آمادہ معلوم ہو رہی ہیں یا میں غایت مدہوشی میں ڈوبا ہوا ہوں اور تصور کی آنکھوں سے ایسا دیکھ رہا ہوں اور اس کی وجہ سے میری نگاہوں کے سامنے ان کے جانے کا یہ سماں بندھ گیا ہے۔

۸۔ جَعَلْنَ الْقَنَانَ عَنْ يَمِيْنٍ وَ حَزْنَهُ وَكَمْ بِالْقَنَانِ مِنْ مُحِلٍّ و مُحرمِ

وہ عورتیں قنان کی پہاڑیوں سے گزریں،تو کوہ قنان اور اس کی سخت پتھریلی زمین کو اپنی دائیں جانب چھوڑ دیا۔شاعر مقام قنان کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں ہمارے بہت سے دوست و دشمن رہتے ہیں۔دوستوں کی دوستی کا لحاظ کرتے ہیں۔ان کی زندگی کے خواہاں رہتے ہیں اور ان کی ہر طرح مدد کے لیے مستعد رہتے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی دشمنی کی وجہ سے ان کے قتل کے درپہ ہو تو ان کی معاونت کے لیے آمادہ رہتے ہیں اور ان کو بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔وہیں پر دوسری طرف ہمارے دشمن بھی رہتے ہیں۔ہم ان کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کا مددگار آجاتا ہے تو اس کو بھی موت کے گھاٹ اتارنے سے نہیں چوکتے ہیں۔

۹۔ عَلَوْنَ بِأَنْمَاطٍ عِتَاقٍ وَكِلَّةٍ وِرَادٍ حَوَاشِيهَا مُشَاكِهَةُ الدَّمِ

اسی عالم تصور میں کہہ رہا ہے، دیکھو تو! ان ہودج نشیں نازنینوں نے اپنے کجاؤوں کو رنگ برنگے سرخ گوٹے والے کپڑوں سے سجا رکھا ہے،ان کپڑوں کے جھالر لٹک رہے ہیں، جب وہ ہوا سے پھر یرے لیتے ہیں،تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناز پروردہ معشوق ہیں، جو بل کھا رہی ہیں اور ادائیں دکھلا رہی ہیں۔

۱۰۔ وَوَرَّكْنَ فِي السُّوبانِ يَعْلُونَ مَتْنَهُ عَلَيْهِنَّ دَلُّ النَّاعِمِ المُتَنَعِّمِ

وہ ہودج نشیں نازنینائیں چلتے ہوئے وادیٔ سوبان کی طرف نشیب میں اتر گئیں، جب وہ بلندی کی طرف چڑھتی تھیں،تو ان کی حالت ناز پروردہ معشوق کی سی ہو جاتی تھی جو اپنی نازک اندامی میں ادائیں دکھلا رہی ہیں، گویا وہ سواریوں کے پُٹھوں پر سوار معلوم ہو رہی ہیں، کیونکہ چڑھائی پر اونٹ کا کجاوہ پٹھوں کی طرف جھک جاتا ہے۔

۱۱۔ بَكَرْنَ بُكُوراً واسْتَحَرْنَ بسُحْرَةٍ فَهُنَّ وَوَادِي الرَّسِّ كَاليَدِ لِلْفَمِ

وہ صبح سویرے اٹھیں اور وادیٔ رس کے لیے قصد کناں ہوئیں اور وہاں اس طرح پہنچیں، جیسے کھانا کھاتے وقت بغیر کسی غلطی اور تکلّف کے ہاتھ سیدھا منہ میں پہنچتا ہے۔

۱۲۔ وَفِيهِنَّ مَلْهىً لِلَّطِيفِ وَمَنْظَرٌ أَنِيقٌ لِعَيْنِ النَّاظِرِ المُتَوَسِّمِ

وہ ہودج نشیں عورتیں بہت جاذب نظر ہیں،جنہیں دیکھ کر خوش مزاج آدمی بے قابو ہو جاتا ہے اور اس کا دل بے اختیار ہو کر انہیں چھیڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور جو نظر باز ہو،اس کے لیے اور اس کی آنکھوں کے لیے باعث ٹھنڈک ہے اور اس کے دل کے لیے تسکین کا سامان ہے۔

۱۳۔ كَأَنَّ فُتَاتَ الْعِهْنِ فِيْ كُلِّ مَنْزِلٍ نَزَلْنَ بِهِ حَبُّ الْفَنَا لَمْ يُحطَّمِ

وہ عورتیں جہاں اتریں، وہاں انھوں نے اپنے ہودجوں کی زیب و زینت کے لیے اونی سرخ کپڑے آویزاں کیے تھے، وہ آب و تاب میں نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے، جیسے مکوہ کے پودے میں سرخ دانے چمک دکھلاتے ہیں اور لم یُحطّم کی قید اس لیے لگائی ہے کہ درخت سے ٹوٹنے کے بعد مکوہ میں آب و تاب باقی نہیں رہتی ہے۔

۱۴۔ فَلَمَّا وَرَدْنَ الْمَاءَ زُرْقاً جِمَامُهُ وضعْنَ عِصِيَّ الحاضِرِ المتخيِّمِ

جب وہ عورتیں کثیر اور صاف ستھرے پانی کے پاس پہنچیں، جو صفائی کے باعث نیلگونی جھلک دے رہا تھا،تو انھوں نے شہری خیمہ زن کی طرح اپنی لاٹھیاں رکھ دیں اور ڈیرہ ڈال کر کثیر پانی کے پاس مقیم ہو گئیں۔

۱۵۔ ظَهَرْنَ مِن السُّوْبَانِ ثُمَّ جَزَعْنَهُ عَلىٰ كُلِّ قَيْنِيٍّ قَشِيْبٍ وَّمُفْأَمِ

وہ ہودج نشیناں سوبان کی وادی سے نمودار ہوئیں اور انھوں نے اس وادی کو چوڑائی میں طے کیا، وہ سب نئے اور کشادہ ہودجوں میں بیٹھی ہوئی تھیں، وادئ سوبان ان کے راستے میں دوبارآیا اور وہ دوبار اس وادی سے گزریں۔ (یہاں تک تمام اشعار قصیدے میں تشبیب کے طور پر ہیں)۔

۱۶۔ فَأَقْسَمْتُ بِالبَيْتِ الّذِيْ طَافَ حَوْلَهُ رِجَالٌ بَنَوْهُ مِنْ قُرَيْشٍ وَ جُرهُمِ

اب یہاں سے شاعر گریز کر کے اصل مقصد پر روشنی ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خانۂ کعبہ کی قسم کھا کر یہ عرض کرتا ہوں، جس کے گرد قبیلۂ قریش اور قبیلۂ جرہم کے لوگ طواف کرتے ہیں اور انہیں قبائل کے باعظمت لوگوں نے کعبۃ اللہ کو تعمیر کیا ہے۔ خانۂ کعبہ کو پہلے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مل کر بنایا تھا، جب وہ منہدم ہو گیا تو قبیلۂ جرہم میں سے عمرو جارود نے اس کو از سرِ نو تعمیر کیا، اس کے بعد قبیلہ خزاعہ ان پر غالب آ گیا اور ان کو نکال دیا اور کعبۃ اللہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا، پھر ان سے قصیٔ بن کلاب نے کعبۃ اللہ کو شراب کی مشک دے کر خرید لیا اور اس کی کنجی اپنے قبضے میں کی، پھر قریش نے اس کو تعمیر کیا جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس برس کی تھی۔

۱۷۔ يَمِيْناً لَنِعْمَ السيِّدَانِ وُجِدتُّمَا عَلىٰ كُلِّ حَالٍ مِنْ سَحِيْلٍ وَّمُبْرَمِ

میں خانہ کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم دونوں حارث بن عوف اور ہرم بن سنان مدح و ستائش کے مستحق ہو، کیونکہ تم دونوں سرداروں نے دو قبیلوں کے باہمی نزاع کو ختم کرادیا اور ان کے مابین صلح و صفائی کرادی، ورنہ دشمنی کی یہ بھیانک آگ برسوں بھڑکتی رہتی اور اس میں کئی خاندان تباہ و برباد ہو جاتے۔

۱۸۔ تَدَارَكْتُمَا عَبْساً وَذُبْيَانَ بَعْدَمَا تَفَانَوْا وَدَقُّوا بَيْنَهُمْ عِطرَ مَنْشِمِ

تم دونوں نے قبیلہ عبس اور ذبیان کی خبر گیری کی، وہ لڑلڑ کر فنا ہونے کے قریب تھے اور انھوں نے منشم نامی مشہور عورت کا منحوس عطر مل کر لڑائی لڑنے کا سخت عہد کیا تھا کہ وہ اخیر دم تک لڑیں گے اور مقابل کو ختم کر کے دم لیں گے یا خود ختم ہو جائیں گے، مگر تم دونوں سرداروں نے بیچ میں پڑ کر ان کے درمیان باہم صلح کرادی۔ یہ تم دونوں کا بڑا کارنامہ ہے، جسے لوگ یاد رکھیں گے اور تم دونوں کا نام سنہرے حرفوں سے لکھا جائے گا۔

۱۹۔ وَقَدْ قُلْتُمَا إِنْ نُدرکِ السِّلْمَ وَاسِعاً بِمَالٍ وَّمَعْرُوْفٍ مِنَ الْقَوْلِ نَسْلَمِ

اے دونوں سردارو! تم نے درست بات کہی کہ ہم دونوں فریق آپس میں صلح و صفائی کر لیں اور مال و دولت اور عمدہ گفتگو کو ذریعہ بنا لیں، تو آپس کی خوں ریزی سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارہ پالیں گے۔

۲۰۔ فأَصْبحتُما مِنْهَا عَلىٰ خَيْرِ مَوطِنٍ بَعِيدَيْنِ فِيْهَا مِنْ عُقُوْقٍ وَّمَأْثَمِ

اس طرح تم کو دونوں فریقوں میں صلح و صفائی کرانے کا نہایت اچھا موقع حاصل ہوا، لوگ تمہارے شکر گزار ہوئے، تم دونوں اللہ سے اجر پانے کے مستحق ہو گئے اور اس گناہ سے بھی دور رہے جو رشتوں کو کاٹتا ہے۔

معلومات کی جانچ

۱۔ زہیر بن ابی سلمیٰ کو حکیم شاعر کیوں کہا گیا؟

۲۔ زہیر بن ابی سلمیٰ کو جاہلی شاعروں کے طبقۂ اولیٰ میں کیوں شمار کیا جاتا ہے؟

۳۔ زہیر بن ابی سلمٰی کا تعلق کس قبیلے سے تھا؟

۴۔ زہیر بن ابی سلمٰی کے والد کا کیا نام تھا؟

۵۔ زہیر بن ابی سلمٰی کے خاندان میں کون کون شعرا تھے؟

۶۔ زہیر بن ابی سلمٰی کے بیٹے کون تھے؟

۷۔ زہیر بن ابی سلمٰی کے شاعری میں کتنے استاد تھے؟

۸۔ قبیلہ غطفان کے علاقے میں کون سی جنگ ہوئی ؟

۹۔ بنو عبس وذبیان میں داحس وغبرا کا معرکہ کتنے سال پر محیط رہا؟

۱۰۔ کن دو سرداروں کی وجہ سے جنگ ختم ہوئی ؟

3.8 اکتسابی نتائج

زہیر بن ابی سلمٰی کو جاہلی شعرا میں بلند مقام حاصل ہے۔اس کے مقام کے تعین کے لیے صرف یہی کافی ہے کہ وہ طبقۂ اولیٰ کے درجے میں شامل ہے۔اس کے خاندان میں شاعری موروثی حیثیت کی حامل ہے۔اس نے جب شعور کی آنکھیں کھولیں،تو اپنے اردگرد شاعری کا چرچا سنا،تو فطری طور پر شعر گوئی اس میں ہویدا ہونے لگی اور اس نے شعر گوئی میں تدبر سے کام لیا اور شہرت کے بام عروج کی طرف گامزن ہوا۔تو لوگ اس کی عظمت کے معترف ہونے لگے۔

زہیر بن ابی سلمٰی قبیلہ غطفان کے علاقے میں رہتا تھا،اس علاقے میں قبیلہ عبس وذبیان میں معمولی بات پر لڑائی چھڑی اور اس کا سلسلہ چالیس سال پر محیط رہا،اس لڑائی کی حیثیت عربی تاریخ میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔اس میں ہزارہا لوگوں کی جانیں ضائع ہوئیں، بہت سے بچوں کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا اور عورتوں کی ایک کثیر تعداد سے ان کے شوہروں کو چھین لیا گیا۔ان خوں چکاں حادثوں کا اثر دو سرداروں ہرم بن سنان اور حارث بن عوف پر بہت پڑا اور انھوں نے دونوں قبیلوں سے جنگ ختم کرانے کی بہت کوشش کی اور ان کے درمیان صلح وآشتی کے قیام میں ایثار وقربانی کیا اور مال کو خرچ کیا،جس کے نتیجہ میں یہ منحوس لڑائی ختم ہوئی۔ان سرداروں کی کوششوں کا اثر زہیر بن ابی سلمٰی پر پڑا اور اس نے ان سرداروں کی شان میں زوردار تعریفی اشعار کہا اور ان کے بہترین عمل کو اشعار میں بیان کر کے ان کے نام کو جاوداں کر دیا۔

زہیر بن ابی سلمٰی مالی حیثیت سے نمایاں مقام رکھتا ہے۔اس نے انعام واکرام کے طمع میں کسی کی بے جا خوشامد نہیں کی ،وہ حلیم الطبع انسان تھا۔جنگ وجدال سے نفور اور صلح وآشتی کا پیام بر تھا۔خدا ترسی اس کی فطرت میں تھی،اس کا اثر اس کے فن میں بھی جھلکتا ہے۔مدح وستائش میں بھی وہ بہت محتاط ہے،زہیر بن ابی سلمٰی کے اس عمل کی وجہ سے حضرت عمرؓ اس کو بہت پسند کرتے تھے۔حضرت عمرؓ کا قول زہیر بن ابی سلمٰی کے بارے میں یہ ہے کہ ''**لا يمدح الرجلَ إلّا بما فيه**'' وہ جس کسی کی مدح کرتا ہے،انہی اوصاف کی بنا پر کرتا ہے،جو درحقیقت اس میں موجود ہوں۔

مدح وستائش کے باب میں زہیر بن ابی سلمٰی کا حقیقی ہنر ان اشعار میں نمایاں ہوتا ہے،جن میں اس نے اعلیٰ انسانی اوصاف کی داخلی کیفیات کو نہایت اچھوتے انداز میں بیان کیا ہے۔

3.9 امتحانی سوالات کے نمونے

۱۔ حولیات کا کیا مطلب ہے؟

۲۔ زہیر بن ابی سلمیٰ کو امرؤ القیس اور نابغہ ذبیانی پر کس وجہ سے فوقیت ملی؟

۳۔ زہیر بن ابی سلمیٰ کی شاعری کی خصوصیات بیان کیجئے۔

۴۔ زہیر بن ابی سلمیٰ اپنی شاعری میں کن چیزوں کی دعوت دیتا ہے؟

۵۔ زہیر بن ابی سلمیٰ نے جنگ کے کیا نقصانات بتائے؟ ایک سرسری جائزہ لیجئے۔

۶۔ زہیر بن ابی سلمیٰ نے اپنی شاعری میں کس چیز کا پیغام دیا؟

۷۔ بیوی کو الگ کرنے کے بعد زہیر بن ابی سلمیٰ پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟ ان کو کس طرح اس نے تعبیر کیا ہے؟

3.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

۱۔ كتاب الأغاني، الجزء العاشر — أبو الفرج الأصبهاني

۲۔ طبقات فحول الشعراء — ابن سلّام الجمحي

۳۔ تاريخ الأدب العربي، العصر الجاهلي — دكتور شوقي ضيف

۴۔ تاريخ آداب اللغة العربية، الجزء الأول — جرجي زيدان

۵۔ تاريخ الأدب العربي — أحمد حسن الزيات

۶۔ الجديد في الأدب العربي — حنا الفاخوري

۷۔ في الأدب الجاهلي — طه حسين

۸۔ جمهرة أشعار العرب — أبو زيد القرشي

۹۔ العمدة في صناعة الشعر ونقده — ابن رشيق القيرواني

۱۰۔ معلقات کی شروح۔

اکائی 4 لامیۃ العرب: شنفری (ابتدائی بیس اشعار)

اکائی کے اجزا

4.1 تمہید

4.2 مقصد

4.3 لامیۃ العرب کے ابتدائی بیس اشعار

4.4 شنفری- حیات اور شاعری

4.4.1 صعالیک

4.4.2 حالات زندگی

4.4.3 شاعری

4.4.4 قصیدہ لامیۃ العرب کا تعارف

4.5 اشعار کا ترجمہ

4.6 لغوی تحقیق

4.7 اشعار کی تشریح

4.8 اکتسابی نتائج

4.9 امتحانی سوالات کے نمونے

4.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

4.1 تمہید

شنفری جاہلی دور کی شاعری کا ایک اہم نام ہے۔ اس کا شمار طبقۂ صعالیک کے پانچ نوجوانوں میں ہوتا ہے۔ جن کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ وہ شنفری، تأبّط شرّا، سُلَیک بن سَلکہ، عمرو بن برّاق اور اُسید بن جابر ہیں۔ ان میں سے تین اول الذکر نے شعر و شاعری کے میدان میں اہم مقام حاصل کیا اور ان تینوں میں سے بھی شنفری کو اس کے لامیۃ العرب کے قصیدے کی وجہ سے بہت شہرت حاصل ہوئی۔ اس قصیدے میں شنفری نے اپنے جیسے خانماں برباد لوگوں کی زندگی کو بیان کیا ہے، جو بے گھر اور بے یار و مددگار صحراؤں میں درندوں اور جنگلی جانوروں کے درمیان شدّت کی گرمی، راتوں کی گھٹا ٹوپ تاریکی اور جنگل کے ہو کے عالم میں ایک موہوم منزل کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں اور ایک بہادر کی طرح زندگی گزارتے ہوئے جان جانِ آفریں کو سونپ دیتے ہیں۔

شنفری کا یہ قصیدہ جاہلی شاعری میں بہترین کلام کا نمونہ اور صحرائی زندگی گزارنے والے ایک نوجوان کی زندگانی کی صحیح عکاسی کرتی ہے۔ یہ قصیدہ بے حد مقبول ہوا اور یہ لامیۃ العرب کے نام سے موسوم ہوا اور اس کی مقبولیت کی وجہ سے ہر زمانے میں اہل ذوق نے اس کو مرکز توجہ سمجھا۔

4.2 مقصد

اس اکائی کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو قدیم عربی ادب کے صعلوک شاعر شنفری کے سلسلے میں معلومات فراہم کرائی جائے۔ اس اکائی میں لامیۃ العرب کے ابتدائی بیس اشعار کو پیش کیا گیا ہے۔ جس کے ذیل میں دی گئی تفصیلات سے آپ کو شنفری کی سوانح حیات، صعلوک بننے کی وجہ، اس کی شاعری، اس کی شعری خصوصیات اور صعالیک کی سماجی اور معاشرتی زندگی کے بارے میں تفصیلی معلومات ہو سکے گی۔

4.3 لامیۃ العرب کے ابتدائی بیس اشعار

۱ أَقِيمُوا بَنِيْ أُمِّيْ صُدُورَ مَطِيِّكُمْ
فَإِنِّيْ إِلَى قومٍ سِوَاكُمْ لأَمْيَلُ

۲ فقدْ حُمّتِ الحَاجَاتُ واللّيْلُ مُقْمِرٌ
وشُدّتْ لِطِيّاتٍ مَطَايَا وَ أَرْحُلُ

۳ وفِي الأَرْضِ مَنْأًى لِلْكَرِيْمِ عَنِ الأَذىٰ
وفِيْهَا لِمَنْ خافَ القِلىٰ مُتَحَوَّلُ

۴ لَعَمْرُكَ مَا بِالْأَرْضِ ضِيْقٌ عَلَى امْرِئٍ
سَرىٰ رَاهِباً أَوْ رَاغِباً وَ هُوَ يَعْقِلُ

۵ وَلِيْ دُوْنَكُم أَهْلُونَ سِيْدٌ عَمَلَّسٌ
وَأَرْقَطُ زُهْلُوْلٌ وَعرْفَاءُ جَيْأَلُ

٦ هُمُ الأهلُ لا مُسْتَودِعُ السِرِّ شائِعٌ
لَديهمْ وَلَا الْجَانِيْ بِمَا جَرَّ يُخْذَلُ
٧ وَكُلٌّ أَبِيٌّ بَاسِلٌ غَيرَ أنّني
عَرَضَتْ أُوْلَى الطَّرَائِدِ أبْسَلُ
٨ وإِنْ مُدَّتِ الأَيْدِيْ إلىٰ الزَّادِ لَمْ أَكُنْ
بأَعْجَلِهِمْ أجشَعُ القَوْمِ أَعْجَلُ
٩ وَمَا ذاك اِلَّا بَسْطَةٌ عَنْ تفَضُّلٍ
عَلَيْهِمْ وَكَانَ الأَفْضَلَ الْمُتفَضِّلُ
١٠ وَإِنِّيْ كَفَانِيْ فَقْدُ مَنْ لَيْسَ جَازِياً
بِحُسْنَى وَلاَ فِى قُرْبِهِ مُتَعَلَّلُ
١١ ثَلاثَةُ أَصْحابٍ فُؤَادٌ مُشَيَّعٌ
وَأَبْيَضُ اِصْلِيْتٌ وَ صَفْرَاءُ عَيْطَلُ
١٢ هَتُوْفٌ مِنَ المُلْسِ الْمُتُونِ يَزِينُهَا
رَصَائِعُ قَدْ نِيْطَتْ عَلَيْهَا وَ مِحْمَلُ
١٣ إذا زُلَّ عَنْهَا السَّهْمُ حنَّتْ كأَنَّهَا
مُرَزَّأَةٌ ثُكْلىٰ تُرِنُّ وتُعوِلُ
١٤ وَلَسْتُ بِمِهْيَافٍ يُعَشِّيْ سَوَامَهُ
مُجَدَّعَةً سُقْبَانُها وَ هيَ بُهَّلُ
١٥ وَلاَ جُبَّاءٍ أَكْهىٰ مُرِبٍّ بِعِرْسِه
يُطالِعُهَا فِيْ شَأْنِهِ كَيْفَ يَفْعَلُ
١٦ وَلاَ خَرِقٍ هَيْقٍ كَأَنَّ فُؤَادَهُ
يَظَلُّ بِهِ المُكّاءُ يَعْلُوْ وَيَسْفُلُ
١٧ ولاَ خَالِفٍ دارِيّةٍ مُتَغَزِّلٍ
يَرُوْحُ وَ يَغْدُوْ دَاهِناً يَتَكَحَّلُ
١٨ وَلَستُ بِعَلٍّ شرُّه دُوْنَ خَيْرِهِ
أَلَفَّ اِذَا مَا رُعْتَه اِهْتَاجَ أَعْزَلُ

١٩ وَلسْتُ بِمِحْيَار الظّلاَمِ اِذَا انُتَحَتْ

هُدى الهَوُجَلِ العسِّيُفِ بَهُماءُ هُوُجَلُ

٢٠ إذا الأَمْعَزُ الصُوّانُ لاَقىٰ مَنَاسِمِيُ

تَطَايَرَ مِنُهُ قَادِحٌ وَ مُفَلَّلُ

4.4 شنفری: حیات اور شاعری

4.4.1 صعالیک

صعلوک مفلس وقلاش کو کہتے ہیں جو افلاس وغربت کے خلاف آواز بلند کرتا ہو اور اپنی عزت وعظمت کا پاس ولحاظ رکھتا ہو۔ اپنی حیثیت اور اپنی بقا کے وجود کے لیے کوشاں رہتا ہو۔ ان شعرا نے اپنا خاندان اور اپنا قبیلہ سب کچھ رکھتے ہوئے مجبوریوں کے تحت اپنے خاندان اور قبیلے کو چھوڑ دیا اور صحرا میں آزاد زندگی گزارنے کو ترجیح دی۔ نان شبینہ کے حصول کے لیے قتل وغارت گری کو اپنایا۔ یہ ساری زندگی فاقہ مست رہے، صحرا کی وسعتیں ان کی جائے رہائش تھیں اور بیابان کی ساری زمین ان کا بستر تھا۔ پتھر یا ان کا اپنا محنت کش ہاتھ تکیے کا کام دیتا تھا، جہاں پر رات ہو جاتی، وہاں ڈیرہ ڈال دیتے، ساری زندگی اسی کسمپرسی کی حالت میں رہے اور ان کا اپنے ہی جیسے لوگوں سے واسطہ رہا۔ افرادِ خانہ سے دور بیاباں کی پنہائیوں اور اس کی وسعتوں میں ایک دن گم ہو گئے، نہ کوئی رونے والا اور نہ کوئی پرسان حال تھا۔

جب ہم ان کے صعلوک بننے کے اسباب کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ عرب کا معاشرہ معاشی بدحالی کا شکار تھا۔ وہاں رہزنی اور قتل وغارت گری کی وبا عام تھی۔ دوسری طرف بعض وہ افراد تھے جن کو قدرت کی طرف سے توانائی کا وافر حصہ ملا تھا، معاشرے میں صالح نظام مفقود تھا، ہر طرف لاقانونیت کا دور دورہ تھا، وہاں جرم وسزا کا کوئی واضح قانون نہیں تھا اور کوئی قانون کو نافذ کرنے والا طاقتور ادارہ بھی نہیں تھا۔ جوان افراد کو غلط راستے کی طرف جانے سے روک سکتا اور ان پر پاداشِ عمل کے تازیانے برساتا، ان حالات میں بلند حوصلے والے افراد کی توانائیاں اچھے راستے پر نہ لگ سکیں اور وہ جرائم کی طرف بڑھ گئے، ان کے افراد خانہ اور قبیلے والے تاوان دیتے دیتے عاجز آ گئے اور ان کی حفاظت سے درماندہ ہو گئے تو ان کو برادری سے الگ کر دیا اور ان کے لیے اعلان کر دیا کہ اب یہ ہمارے قبیلے کے افراد نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کی جان کی حفاظت ہماری ذمہ داری نہیں ہے اور ان کے کسی عمل کے ہم جواب دہ نہیں ہیں، اس اعلان کی رو سے ان کو اپنی جان کی حفاظت خود ہی کرنی تھی اور اپنے بود وباش کے انتظام کی ذمے داری بھی خود ہی اٹھانی تھی، اس کے لیے انھوں نے بیابانوں کی وسعتوں اور پہاڑوں کے دامنوں کو منتخب کیا اور ان کو اپنا مسکن بنایا اور کھانے پینے کے انتظام کے لیے رہزنی کا پیشہ اختیار کیا۔

بعض کے صعلوک بننے کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے باپ بچپن ہی میں مر گئے، خاندان میں خود ہی بھک مری تھی، اہل خاندان ان کا خیال نہ رکھ سکے، اس سے ان کی صغرسنی بہت کسمپرسی میں گزری یا کسی لڑائی میں فاتح قبیلے نے ان کو گرفتار کر لیا اور ان کا مغلوب قبیلہ فدیہ دینے کی سکت نہ رکھتا تھا اور اس طرح یہ غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے، جب جوانی کی دہلیز پر پہنچے تو اپنی ذلت ورسوائی کا احساس ہوا اور یہ احساس فزوں تر ہوتا گیا اور ان کو شکایت خود اپنے قبیلے سے تھی اور جس قبیلے میں ذلت ونکبت کے ایام گزرے ان سے بھی تھی۔ اس طرح دونوں قبیلوں کے خلاف حقارت کا

جذبہ ان کے اندر موجزن ہوا اور انھوں نے اسیری ورسوائی کی زنجیروں کو توڑ دیا۔ بیابانوں کی طرف رخت سفر باندھا اور فطرت کے گھوارے میں آزادی کی سانس لی، یہاں نہ اسیری کی ذلت تھی اور نہ کسی قسم کی رسوائی۔

یہ آوارہ مزاج نوجوانوں کا ٹولہ بہت شجاع تھا۔ صحرا کی سختی، دھوپ کی تمازت، گھٹا ٹوپ راتوں میں مسلسل سفر کرنا، ہر وقت جان ہتھیلی پر لیے رہنا، مدتوں بھوک و پیاس میں وقت گزار دینا، ان کے لیے معمولی بات تھی، یہ تہی دامنی کے باوجود بڑے غیرت منداور باحوصلہ تھے، ان کی شاعری میں مہجوری کی رقت، فراق کی کسک اور زندگی کے لافانی حقائق اچھوتے اور دلنشیں انداز میں پائے جاتے ہیں۔ شاعری کے یہ شہہ پارے سلاست وروانی اور شگفتہ بیانی کے انمول موتی سمجھے جاتے ہیں، ان کو اہل ذوق بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

4.4.2 شنفری: حالات زندگی

شنفری خانماں برباد شعرا میں قابل ذکر نام ہے۔ اس کا تعلق قبیلہ ازد سے ہے۔ اس کے بچپن سے جوانی تک پہنچنے کے سلسلے میں کئی واقعات کو مؤرخین ذکر کرتے ہیں۔ تمام میں قدر مشترک اس کی کسمپرسی کی حالت میں جوانی کی دہلیز کی طرف پہنچنا ہے، مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ نوعمری میں تھا، اسی وقت اس کے باپ ربیعہ کو ازد قبیلے ہی کے ایک آدمی جابر بن حرام نے کسی وجہ سے جان سے مار ڈالا تھا۔ ان کے خاندان والوں نے اس کے خون کا بدلہ نہ لیا اور اس کی پرورش و پرداخت کی طرف توجہ نہ دی۔ وہاں یہ اور اس کا چھوٹا بھائی اور اس کی ماں تھی، تینوں کے گزارے کی کوئی صورت نہ تھی، اس کی والدہ نے پریشانی جھیل کر اپنے نونہالوں کے ساتھ سسرال میں رہنے کی سعی کی۔ لیکن کوئی پرسان حال نہ ہوا اور اس کے سسرال میں رہنے کی کوشش ناکام ہوگئی تو اس نے اپنے میکے قبیلہ فہم میں جانے کا فیصلہ کیا، وہ اپنے بچوں شنفری اور اس کے چھوٹے بھائی کو لے کر اپنے میکے آگئی، لیکن یہاں بھی ان کی پذیرائی نہ ہوئی کیونکہ یہ لوگ معاشی بدحالی کا شکار تھے۔ اپنا ہی گزارہ بڑی مشکل سے ہو رہا تھا، وہ ان مصیبت کے ماروں کا کیا خیال کرتے! دن بے آرامی اور رات بے سکونی میں گزرنے لگی۔ دانے دانے کے لالہ پڑے ہوئے تھے، نہ سکون، نہ وقار، نہ عزت، نہ کوئی پرسان حال، کچھ بھی تو نہ تھا۔ جس کے سہارے یہ زندگی گزارتے۔ شنفری بڑا احساس تھا۔ وہ یہ سب بے عزتی اور بے وقعتی کو دیکھ رہا تھا اور ان کے خلاف اس کے دل میں کدورت پیدا ہو رہی تھی اور یہ روز افزوں بڑھتی جا رہی تھی۔ جب یہ بڑا ہوا تو ددیہالی اور نانیہالی دونوں خاندانوں کے خلاف اس کے دل میں بغض بھر چکا تھا اور یہ دن بہ دن ترقی کرتا گیا، نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے ان تمام سے قطع تعلق کر لیا۔

کچھ مؤرخین یہ بیان کرتے ہیں کہ شنفری کے ددیہالی قبیلے ازد کے کسی فرد نے اس کے نانیہالی قبیلے فہم کے کسی آدمی کو قتل کر دیا۔ جب ان لوگوں نے ازدیوں سے خون بہا کا مطالبہ کیا، تو انھوں نے شنفری کی ماں اور اس کے چھوٹے بھائی کو رہن کے طور پر دے دیا۔ یہ لوگ وہاں بڑی بے عزتی کی زندگی گزارتے رہے، شنفری کو ہمہ وقت ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ وہ اسی توہین آمیز سلوک کے ساتھ پلا بڑھا اور ان کے خلاف عداوت کے جذبات اس کے دل میں پنپتے رہے۔ جب جوان ہوا تو ان کے خلاف صف آرا رہا۔

مفضل ضبّی کا بیان یہ ہے کہ شنفری کے نانیہالی قبیلے فہم کی ایک شاخ بنوشبانہ نے اس کو بچپن میں قیدی بنا لیا۔ شنفری یہاں ان کی خدمت میں رہنے لگا۔ بنو ازد کے ایک بڑے خاندان بنوسلامان نے اس کے نانیہالی خاندان بنوشبانہ کے ایک آدمی کو پابندِ سلاسل کر دیا۔ جب بنوشبانہ نے اپنے آدمی طلب کیے، تو بنوسلامان نے بدلے میں دوسو اونٹ طلب کیے۔ انھوں نے دوسو اونٹ تو نہ دیے۔ لیکن شنفری ان کے یہاں رہنے لگا۔ وہاں ایک بار ایسا واقعہ رونما ہوا، جس نے شنفری کی آنکھوں سے پردہ کو ہٹا دیا اور یہ بتا دیا کہ وہ کون ہے؟ اور اس کی اوقات کیا ہے؟۔ وہ واقعہ یہ تھا

کہ ایک بار اس نے جہاں رہتا تھا اس کی بیٹی سے کہا کہ ''اے بہن! ذرا میرا سر دھودو''۔ اتنا سننا تھا کہ اس لڑکی کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور اس نے زنّاٹے دار ایک تھپڑ سے اس کی خبر لی اور کہا کہ تیری یہ مجال کہ تو مجھے اپنی بہن کہے؟ وہ بپھرا ہوا اپنے خیالی باپ کے پاس گیا اور سوال کیا کہ بتاؤ میں کون ہوں؟ اور میرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا کہ تم اوس بن حجر کے خاندان سے تعلق رکھتے ہو، میرے بیٹے نہیں ہو، شنفری اتنا سن کر اندر تک ہل گیا اور غلامی کی خواری کے احساس سے جھنجھلا گیا اور قہر آلود لہجے میں گویا ہوا کہ تم نے مجھ کو غلام بنا کر ذلت سے دوچار کیا ہے، اس کے بدلے میں جب تک میں تمہارے سو آدمیوں کو موت کے گھاٹ نہ اتار دوں مجھے سکون نصیب نہ ہوگا۔

شنفری کے باپ کو جابر بن حرام نے قتل کیا تھا جو اسی کے قبیلے ازد سے تعلق رکھتا تھا اور اسی کی وجہ سے اسے اور اس کے چھوٹے بھائی اور اس کی ماں کو در بدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ شنفری نے موقعہ پا کر حالت احرام میں منی کے مقام پر اس کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور اس کے بعد جو بھی قبیلۂ ازد کا فرد مل جاتا تھا اس کو زندہ رہنے کا موقع نہ دیتا تھا۔

ارباب تاریخ نے شنفری کے صعلوکیت اختیار کرنے کی مختلف وجوہ پر روشنی ڈالی ہے۔ ان تمام میں قدر مشترک یہ بات پائی جاتی ہے کہ اس کے رشتے داروں نے اس پر دھیان نہ دیا، غیریت و بیگانگی کا سلوک روا رکھا، ذلیل وخوار سمجھا، غلام بنایا اور اس نے بڑی کسمپرسی کی حالت میں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا۔ اس کا ردّعمل اس پر یہ ہوا کہ اسے اپنے اعزا اور خاندان کے افراد سے اور اس سوسائٹی سے نفرت پیدا ہوگئی کیونکہ انھوں نے اس کی تباہی کو دیکھا اور مساعدت نہ کی۔ ظالموں سے باز پرس نہ کی اور مقہوروں کی طرف التفات نہ کیا۔ اس کی وجہ سے شنفری اور اس کی ٹولی نے اپنی قہرمانیت کا نشانہ انہیں کو بنایا اور اس سوسائٹی کے رسم ورواج کو چکنا چور کر دیا اور اس کے افراد کا جینا دوبھر کر دیا۔

شنفری ایک گٹھے جسم کا لمبا تڑنگا نوجوان تھا۔ اس کی سرعت رفتار ایک صبا رفتار گھوڑے سے زیادہ تھی، اس کی ٹولی میں دو اور تیز دوڑنے والے معروف تھے۔ ان میں سے ایک ''تأبّط شرّا'' اور دوسرا ''سلیک بن سلکہ'' تھا۔ یہ لوگ رہزنی کے بعد اتنی تیز دوڑ لگاتے تھے، کہ ان کی گرد کو گھوڑے بھی نہیں پاتے تھے۔

قدرت کا قانون یہ ہے کہ اگر وہ کسی کو کسی چیز سے محروم کرتی ہے، تو اس کو دوسری بے بہا نعمت دے کر اس کی تلافی کر دیتی ہے۔ شنفری کو قدرت نے طفولیت کے ایام میں باپ کی نعمت سے محروم کر دیا۔ اس کی وجہ سے اس کو دردر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں، تو اس کے بدلے میں جسمانی مضبوطی عطا کی اور بلا کا ذہن ودیعت کیا ابھی اس نے جوانی کی دہلیز پر پوری طرح قدم بھی نہیں رکھا تھا کہ شعروشاعری کے میدان میں قدم رکھ دیا۔

اس آزاد ماحول کو اپنانے والا شنفری تنہا نہ تھا بلکہ اور بھی منچلے نوجوان اس کی رفاقت میں تھے۔ وہ تمام فطرت کی بانہوں میں آزادی کی زندگی بسر کرتے تھے اور جن لوگوں نے ان کو درماندگی کی زندگی گزارنے کی طرف دھکیلا تھا، ان لوگوں سے چن چن کر بدلہ لینا شروع کر دیا۔ اب یہ تھا اور اس کے قبیلے اور رشتہ دار، اس کی ہمنوائی میں آوارہ گرد بپھرے ہوئے دوسرے نوجوان تھے۔ یہ لوگ موقع کی تاک میں رہتے تھے اور کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ یوم حساب کا آغاز ہو چکا ہے۔

بنوسلامان جنھوں نے اس کو غلامی کی حالت میں رکھا تھا، خصوصاً وہ گھرانہ جس میں یہ رہتا تھا اور اس کی بیٹی نے ہتک عزت کرتے ہوئے اس کو طمانچہ مارا تھا، وہ شنفری کے شکار کا خاص محور تھا۔ اس نے سلامیوں کے سکون کو غارت کر دیا۔ آئے دن ان پر حملہ کرتا رہا اور بہتوں کو موت کی آغوش میں سلا دیا۔ دوسری طرف شنفری کے پے بہ پے حملوں سے سلاماں کے لوگ درماندہ ہو گئے اور اس کی جان کے خواہاں ہو گئے اور اس کو کیفر

کردار تک پہنچانے کے لیے موقعے کی تاک میں رہنے لگے۔ یہ ہمیشہ ان کے جال کو توڑ کر نکل بھاگتا اور معرکے پہ معرکے سر کرتا جاتا تھا۔ وہ اپنے تمام معرکوں اور کامیابیوں کو بڑے فخر کے ساتھ اپنے قصائد میں بیان کرتا۔

4.4.3 شاعری

صعالیک شعرا میں شنفری سب سے مشہور اور پُرگو شاعر شمار کیا گیا ہے۔ اس کے یہاں مضامین میں تنوع اور سلاست و روانی پائی جاتی ہے اور غزل و وصف میں بہت باریکی اور ہجر و فراق کی کہانی میں درد پایا جاتا ہے۔ اس نے مدح، فخر وحماسہ، غزل، وصف، حکمت وفلسفہ، عزت نفس اور خودداری وغیرہ میں طبع آزمائی کی ہے۔ اس کی غزلیہ شاعری میں اس کے قصیدۂ تائیہ کو پیش کیا جاتا ہے جس میں اس جیسے بیابانوں میں پھرنے والے، آزاد طبع اور خون کی ہولی کھیلنے والے نوجوان کے دل میں محبت کی کونپل اگتی ہے اور وہ تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور اس کی تپش سے اس کے پتھر جیسے دل میں شعلہ اٹھتا ہے اور ہجر و فراق کے جان کو گھلا دینے والے لمحات، زندگی کی لذتوں کو آشفتہ حالی اور پراگندگی سے دوچار کر دیتے ہیں، تو وہ بھی دل پر ہاتھ رکھ کر آہیں بھرنے لگتا ہے اور اپنے دل نادان کی تڑپ کو ان الفاظ میں ڈھالتا ہے۔

4.4.4 لامیۃ العرب کا تعارف

شنفری کا مشہور قصیدہ لامیۃ العرب ہے۔ اس قصیدے کے اشعار اڑسٹھ (68) ہیں۔ اس میں شنفری نے اپنی اور اپنے جیسے دوسرے خانماں برباد لوگوں کے احوال کو بڑے دلنشیں انداز میں بیان کیا ہے کہ ایک بے یار و مددگار بدوی جس کا نہ کوئی گھر ہو، نہ کوئی ٹھکانہ، وہ اپنی غیرت مند طبیعت کی وجہ سے ریگ زاروں میں کس طرح کسمپرسی کی زندگی گزارتا ہے، بھوک سے نڈھال، پیاس کی شدت، گرمی کی تپش، گھٹا ٹوپ طویل راتوں کی ہوش اڑا دینے والی ہولناکی، بیابان کی ہوش ربا سنسانی اور ہو کے عالم میں ایک خیالی منزل کی طرف محو سفر رہتا ہے کہ کہیں سے کچھ ہاتھ آجائے، جس کے سہارے زندگی کی گاڑی کو آگے کی طرف دھکیل سکے، یہ نہ کسی کا احسان لیتے ہیں اور نہ کسی کے آگے دست سوال دراز کرتے ہیں۔

شنفری کا قصیدہ لامیۃ العرب جاہلی دور کا بہترین شہ پارہ اور ایک صحرانورد کی زندگی کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔ یہ قصیدہ اپنی معنوی حیثیت، سلاست روانی اور اسلوب نگارش میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس کی مقبولیت کے پیش نظر بعد میں آنے والے بہت سے شعرا نے اس بحر اور اس ردیف وقافیے میں طبع آزمائی کی۔ شنفری کے قصیدے لامیۃ العرب کے انداز بیان اور الفاظ و معانی پر غور کیا جائے تو اس کے الفاظ میں وہی ثقل، معانی میں وہی وضاحت، فخر وحماسہ میں وہی شکوہ، غزل اور وصف نگاری میں وہی بدوی سادگی اور البیلاپن پایا جاتا ہے جو جاہلی دور کے شعرا کی امتیازی خوبی ہے۔

4.5 لامیۃ العرب کا ترجمہ:

۱۔ أَقِيمُوا بَنِيْ أُمِّيْ صُدُورَ مطيكمْ فإنّيْ إلىٰ قومٍ سِوَاكُمْ لأَمْيَلُ

اے میرے ماں شریک بھائیو! (یا میری ننیہال والو!) تم میری مفارقت کے لیے تیار ہو جاؤ، کیونکہ میں تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف زیادہ مائل ہوں۔

۲۔ فقدْ حُمّتِ الحاجاتُ واللّيلُ مُقْمِرٌ وشُدّتْ لِطِيَّاتٍ مَطَايَا وَ أَرْحَلُ

چناں چہ حاجتوں کا اندازہ کیا جا چکا ہے اور معاملہ چاندنی رات کی طرح واضح ہو چکا ہے، یعنی تمہاری زیادتیوں سے اوب کر میرا جانا طے ہو گیا ہے، حاجت براری کے لیے سواریاں تیار کی جا چکی ہیں اور میں کوچ کر رہا ہوں۔

۳۔ وفِي الأَرْضِ منأى لِلْكَرِيْمِ عَنِ الأَذىٰ وفِيْها لِمَنْ خافَ القِلىٰ مُتَحَوَّلُ

اللہ کی زمین میں شریف آدمی کے لیے اذیتوں سے بچنے کے لیے ٹھکانہ مل ہی جاتا ہے اور جو بغض وعداوت کا خوف رکھتا ہو، اس کے لیے اس میں گوشۂ عافیت بھی ہے۔

۴۔ لَعَمْرُکَ، مَا بِالْأَرْضِ ضِيْقٌ عَلَى امْرِئٍ سَرىٰ رَاهِباً أَوْ رَاغِباً وَ هُوَ يَعْقِلُ

تیری عمر کی قسم! زمین ایسے شخص پر تنگ نہیں ہے، جو گھبراہٹ یا شوق میں سمجھ بوجھ کے ساتھ نکل پڑے۔

۵۔ وَلِيْ دُوْنَکُم أَهْلُونَ سِيْدٌ عَمَلّسٌ وَأَرْقَطُ زُهْلُوْلٌ وَعرْفَاءُ جَيْأَلُ

میرے لیے تمہارے علاوہ بھی اپنے لوگ ہیں، طاقتور تیز رفتار بھیڑیا، دھاری دار چکنا چیتا اور بالوں والا بدبودار بجّو، یعنی ایسے درندے بھی میرے اپنے ہیں، جن کے ساتھ جنگلوں میں رہ لوں گا۔

۶۔ هُمُ الأَهلُ لا مُسْتَودَعُ السِرِّ شائِعٌ لَدَيهِمْ وَلَا الْجَانِيْ بِمَا جَرَّ يُخْذَلُ

یہ وہ میرے گھر والے ہیں کہ ان کے یہاں راز رکھنے والوں کا راز فاش نہیں ہوتا اور نہ جرم کرنے والوں کو ان کے جرائم کے ارتکاب پر بے یار و مددگار چھوڑا جاتا ہے۔

۷۔ وَکُلٌّ أَبِيٌّ بَاسِلٌ غَيرَ أنّني إذا عَرَضَتْ أُوْلَى الطَّرائِدِ أبْسَلُ

اور ہر ایک غیور اور بہادر ہے، مگر جب بہادروں کا سامنا ہو تو میں سب سے بہادر ہوں۔

۸۔ وإِنْ مُدَّتِ الأَيْدِيْ إلىٰ الزّادِ لَمْ أکُنْ بأَعْجَلِهِمْ إِذْ أجشَعُ القَوْمِ أعْجَلُ

لیکن جب ہاتھ زادِ راہ اور غنیمت کی طرف بڑھ رہے ہوں، تو میں ان میں جلدی کرنے والا حریص نہیں ہوتا، جب کہ ہوس کے مارے لوگ جلدی کرتے ہیں۔

۹۔ وَمَا ذاکَ اِلَّا بَسْطَةً عَنْ تفضُّلٍ عَلَيهِمْ وَکَانَ الأَفْضَلَ الْمُتَفَضِّلُ

اور یہ سب کشائش صرف اس لیے کہ میں ان کے ساتھ احسان کرنا چاہتا ہوں اور احسان کرنے والا ہی ہمیشہ افضل ہوتا ہے۔

۱۰۔ وَإِنّيْ كَفَانِيْ فَقْدُ مَنْ لَيْسَ جَازِياً بِحُسْنَى وَلاَ فِي قُرْبِهِ مُتَعَلَّلُ

اور میرے لیے ایسے لوگوں کا کھو دینا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے، جو اچھائی سے بدلہ نہ دے سکتا ہو اور نہ میرے لیے ان کی قربت و رفاقت میں کوئی تسلی کا سامان ہے۔

۱۱۔ ثَلاثَةُ أَصْحابٍ فُؤَادٌ مُشَيّعٌ وَأَبْيَضُ اِصْلِيتٌ وَ صَفْرَاءُ عَيْطَلُ

میرے تین ہی غمخوار یار ہیں: میرا مضبوط و بہادر دل، میری بے نیام چمکتی ہوئی تلوار اور پیلے وزرد رنگ کی لمبی کمان۔

۱۲۔ هَتُوْفٌ مِنَ المُلْسِ الْمُتُونِ يَزِيْنُهَا رَصَائِعُ قَدْ نِيْطَتْ عَلَيْهَا وَ مِحْمَلُ

ایسی کمان جس کے چلنے کے وقت ایک آواز ہوتی ہے اور وہ بالکل چکنی اور شفاف ومضبوط ہے، اس پر کچھ زیورات بھی سج رہے ہیں اور اس کے ساتھ میرے محمل کو بھی ملا لیجیے۔

۱۳۔ إذا زُلَّ عَنْهَا السَهْمُ حنَتْ كَأَنَّهَا مُرَزَّأَةٌ ثُكْلىٰ تُرِنُّ وتُعوِلُ

جب تیر اس سے نکلتا ہے، تو اس سے اس عورت کی طرح آواز نکلتی ہے، جو روتی ہو اور بلبلاتی ہو۔

۱۴۔ وَلَسْتُ بِمِهْيَافٍ يُعَشِّيْ سَوَامَهُ مُجَدَّعَةً سُقْبَانُها وَ هِي بُهَّلُ

میں اس چرواہے کی طرح نہیں ہوں جو اپنے جانوروں کو اچھی غذا فراہم نہیں کرتا، تو وہ انہیں رات گئے تک چراگاہ میں لیے رہتا ہے، جب کہ ان کے بچے خراب غذا کھاتے ہیں اور ان اونٹنیوں کے تھنوں پر کوئی چیز بندھی ہوئی بھی نہیں ہوتی ہے۔

۱۵۔ وَلاَ جُبَّاءٍ أَكْهىٰ مُربٍ بِعِرْسِه يُطالِعُهَا فِيْ شَأْنِه كَيْفَ يَفْعَلُ

نہ میں بزدل اور بداخلاق ہوں، جو اپنی بیوی کے ساتھ گھر میں پڑا رہتا ہو اور اپنے کاموں میں اپنی بیوی کی رائے پر اعتماد کرتا ہو۔

۱۶۔ وَلاَ خَرِقٍ هَيْقٍ كَأَنَّ فُؤَادَهُ يَظَلُّ بِهِ المُكَّاءُ يَعْلُوْ وَيَسْفُلُ

نہ میں ڈرپوک شتر مرغ ہوں، گویا کہ اس کا دل کانپتا رہتا ہو اور مکّاء پرندہ اس کو اوپر نیچے ہلاتا رہتا ہے۔

۱۷۔ ولاَ خَالِفٍ دارِيّةٍ مُتَغَزِّلٍ يَرُوْحُ وَ يَغْدُوْ دَاهِناً يَتَكَحَّلُ

اور نہ میں گھر میں پڑا رہتا ہوں، جو عورتوں سے عشق ومحبت کے لیے فارغ بیٹھا ہو اور صبح وشام تیل اور سرمہ لگا کر آتا جاتا ہو۔

۱۸۔ وَلَستُ بِعَلٍّ شرُّه دُوْنَ خَيرِهِ أَلَفَّ اِذَا مَا رُعْتَه اِهْتَاجَ أَعْزَلُ

نہ میں بالکل لاخیرا ہوں، جس میں خیر نہ ہو، صرف شر ہو، کمزور اور عاجز ہو، جب اس کو ڈراؤ تو ڈر جائے اور نہ میں نہتا ہوں۔

۱۹۔ وَلستُ بِمِحْيَارِ الظَّلاَمِ اِذَا انْتَحَتْ هُدى الهَوْجَلِ العَسِيفِ بَهْماءُ هَوْجَلُ

جب صحراؤں کا قصد کیا جاتا ہے تو میں تاریکیوں سے حیران نہیں ہوتا ہوں، اس بے وقوف لمبے بے راہ شخص کی طرح جو حیران ہوجاتا ہے۔

۲۰۔ إذا الأَمْعَزُ الصَوّانُ لاَقىٰ مَنَاسِمِيْ تَطَايَرَ مِنْهُ قَادِحٌ وَ مُفَلَّلُ

جب میرے گھوڑے کے کھروں سے پتھریلی اور سخت زمینیں ٹکراتی ہیں، تو ان سے چنگاری نکلتی ہے اور وہ ٹوٹ کر بکھر جاتی ہیں۔

4.6 لغوی تحقیق

أقیموا: تیار کرو، فعل امر، جمع، أقام الشيءَ يقيم إقامة: تیار کرنا، کھڑا کرنا، قائم کرنا، قام الأمرُ (ن) قوماً وقياماً: وجود میں آنا، ہونا، قام بأمر: انجام دینا، ذمہ دار ہونا، قام بالمخاطرة: خطرہ مول لینا، قام بالمغامرة: مہمات انجام دینا، خطرناک کام کرنا، و۔ بالاقتحام: دھاوا بولنا۔

أمّ: ماں، دادی، جڑ، اصل، ج: أمّات، و أمّهات۔

صدر: ہر چیز کا پہلا حصہ، سینہ، ج: صدور

مطيّة: سواری، ج:مَطيّ، ومطايا،(مذکرومؤنث)،امتطى الدابة: سوار ہونا،سواری کرنا، تمطّى في مِشية: اتراتے ہوئے چلنا، اکڑ کر چلنا، قرآن میں ہے:"ثُمَّ ذهب إلى أهله يتمطّى"۔

قوم: قوم، جماعت، گروہ، ج:أقوام۔

أمْيَل: اسم تفضیل؛ بہت زیادہ مائل ہونے والا، ج:أمايل، مال (ض) ميلاو ميلانا: مائل ہونا، جھکنا، مال إلى: راغب ہونا، مال عنه: اعراض کرنا، مال الغُصنُ: ٹہنی کا ہلنا؛ جھومنا، تمايل وتميّل: جھومنا، ہچکولے کھانا، تمايل في مِشيته: جھومتے ہوئے چلنا، اتراتے ہوئے چلنا، استمال فلانا وبقلبه: کسی کو اپنی طرف مائل کرنا، کسی کا دل موہ لینا۔

حمّت: واحد مؤنث غائب، ماضی مجہول: مقدر کیا گیا، حُمّ الأَمرُ حَمّا: کسی بات کا مقدر کیا جانا، من جانب اللہ فیصلہ کیا جانا، حَمَّ الأمرُ فُلانًا(ن) حَمّا: مغموم بنانا، فکر میں ڈالنا۔

حَاجَة: ضرورت، ج: حَاجٌ، حَاجات، حَوْج، حَوائج، احتاج الشيءو إليه: ضرورت مند ہونا، محتاج ہونا، حوّج فلانا إلى كذا: کسی چیز کا محتاج بنانا، حوّج به عن الطريق: راستہ سے ہٹا دینا، دور کر دینا۔

الليل: رات، ج:ليالي۔

والليل مقمر: کنایہ ہے، اطمینان سے سفر کی تیاری سے، یا یہ کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کی پوشیدگی کا ارادہ نہیں ہے۔

أقمرت الليلة: يُقمر إقمارا: رات کا چاند سے روشن ہونا، چاندوالی ہونا۔

شُدّت: واحد مؤنث غائب، ماضی مجہول: باندھا جا چکا، شَدّ (ض) شِدّة: سخت ہونا، طاقتور ہونا، شدّ الشيءَ: سخت کرنا، باندھنا۔

طيّة: حاجت، نیت، جہت، ج: طيّات، استعمال، وجدتُه بطية الهضاب أي: بنو احيها وجهاته: میں نے اس کو پہاڑوں کی جہت میں پایا۔

أرْحُل: کجاوے، رَحْل: کجاوہ، ج: أرحُل ورِحال، رحَل عن بلده (ف) رحيلا وترحالا: چھوڑ دینا، کوچ کرنا، أرحل الشخصُ: سفر زیادہ ہونا، أرحل فلان؛ کسی کے پاس بکثرت سواری کے اونٹ ہونا، أرحل فلانا؛ روانہ کرنا، سفر پر بھیجنا، ارتحل: روانہ ہونا۔

مَنْأًى: دور جگہ، ج؛مَنَائِي، نأى عنه (ف) نأيا: دور ہونا، النائي: دور دراز، انتأىَ: دور ہونا، المنتأى: دور دراز جگہ۔

القِلى: بغض، ناراضگی، کینہ، قلى فلانًا (ض) قِلى، وقلاءاً: بغض رکھنا، ناراض ہونا، چھوڑ دینا، قرآن میں: "مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَاقَلَى"۔

متعزّل: اسم ظرف؛ تنہائی کی جگہ، تعزّل الشيئ، وعنه: علاحدہ ہونا، تنہائی اختیار کرنا۔

ضيق: تنگی، عدم اتّساع، سختی، رنج وغم، مصیبت، ضاء کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ، ضاق (ض) ضَيْقا وضِيقا: تنگ ہونا، ضاق بالأمر: کسی بات سے پریشان ہونا، ضاق به ذَرْعاً، وضاق به صدرُه: کسی سے تنگ آ جانا، پریشان ہونا۔

سرى: (ض) سَرْيا: رات میں چلنا۔

راغبا: رغبت، شوق، حال ہے، رغِب في (س) رغبا ورغبة: رغبت کرنا، خواہش کرنا۔

راهبا: خوف زدہ، حال ہے۔رَهِب فلان (س) رَهْبا: خائف ہونا، أرهب فلاناً: ڈرانا۔

يعقل: واحد مذکر غائب، مضارع معروف، وہ سمجھتا ہے، عقل الشيئَ (ض) عَقْلاً: سمجھنا، حقیقت سے واقف ہونا، عقل الولدُ: اشیاء کی حقیقت

سمجھنا، عقل صاحبَه: عقل میں اس پر غالب آنا، عقل القتیلَ: اس کی دیت دینا۔

أهلون: أهل؛ خاندان، رشتہ دار، ج؛ أهلون، آهال، أهِل به (س) أهلاً: مانوس ہونا۔

السِیْدُ: بھیڑیا، شیر، ج؛ سِیدان، السِیدة: مادہ بھیڑیا، ساد الرجلُ (ن) سیادة: بزرگ ہونا۔

عملّس: تیز چلنے کی طاقت رکھنے والا، خبیث کتا یا بھیڑیا، عَمْلَسَ فی سیره: لپکنا، تیز چلنا، سِید عملّس: بڑا خوفناک بھیڑیا۔

أرقط: چیتا، چتکبرا جانور، ج؛ رُقط، رَقَطَه (ن) رَقْطا: چتی دار بنانا، رقطه علی ثوبه: دھبے ڈالنا، چتیاں ڈالنا، ترقّط وارقطّ: دھبے پڑنا، چتیاں پڑنا۔

الزُّهلول: ہر چکنی چیز، ایک سانپ جس کے سر پر کلغی ہوتی ہے، ج؛ زَهَالِیل: أرقط زُهول: چکنا چیتا، زهِل (س) زَهْلاً: سفید و چکنا ہونا، زَهَل (ف) زَهْلاً: مطمئن ہونا، و-عنه: الگ ہونا، دور ہونا۔

عَزْفاء: ضبع، بجّو، ایک قسم کا گوشت خور جانور جو دن بھر بلوں میں رہتا ہے اور رات کو باہر نکلتا ہے، اس کی آنکھیں بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔

جَیْئل: بھاری بھرکم، بجّو، عَزْفاء جیئل: بدبودار بھاری بھرکم بجّو۔

ذائع: افشاءِ شر، ذائع: راز فاش، افشائے راز، ذاع الأمر (ض) ذیوعا: منتشر ہونا، پھیلنا۔

سرّ: راز، بھید، ہر چیز کی حقیقت، ج؛ أسرار۔

مستودع: گودام، اسٹور ہاؤس، امانت رکھنے کی جگہ، ج: مستودعات، استودع فلانا ودیعةً یستودع استیداعاً: کسی کے پاس کوئی امانت رکھنا، حفاظت کرانا۔ وَدَع یدع (ف) وَدْعاً: آرام وسکون پانا، سکون پذیر ہونا، و-المسافرُ الناسَ: مسافر کا لوگوں کو عیش وآرام میں چھوڑ کر جانا، مستودع السرّ: راز رکھنے والا۔

الجاني: مجرم، گنہگار، قصوروار، پھل توڑنے والا، ج: جُناة، جنی (ض) جِنایة: جرم کرنا، گناہ کرنا، جنی علی نفسه: اس نے اپنے حق میں بُرا کیا، جنی الذنبَ علی فلانٍ: کسی کو آمادۂ گناہ کرنا، جرم میں ملوث کرنا۔

جرّ: الشیئَ (ن) جَرّا: کھینچنا، گھسیٹنا، جرّ علی نفسه وغیره جریرة: کسی جرم یا گناہ کا ارتکاب کرنا، اپنے حق میں یا دوسرے کے حق میں برا کرنا۔

یُخذَل: واحد مذکر غائب، مضارع مجہول؛ چھوڑ دیا جاتا ہے، خذل فلاناً وعنه (ن) خَذلا وخِذلانا: مدد سے ہاتھ کھینچ لینا، بے یار ومددگار چھوڑ دینا۔

أبيّ: خوددار، غیور، أبی علیه یأبی إباء وإباءة: نافرمانی کرنا، سرکشی کرنا، أبی الشیئَ: ناپسند کرنا، حقارت سے رد کرنا، باز رہنا، خودداری سے کام لینا۔

باسل: بہادر، جری، شیر، ج؛ بُسُل، بواسل، بسُل (ک) بسالة وبسالاً: بہادر ہونا، ابتسل للموت: مرنے کے لیے تیار ہوجانا، موت کے منہ میں جانا۔

عرضَتْ: واحد مؤنث غائب، ماضی معروف، پیش آئی، عرض الشیئُ (ض) عَرْضا وعروضاً: ظاہر ونمایاں ہونا، سامنے آنا، پیش آنا، عرض له فکر: کوئی خیال آنا، عرض علیه شیئاً: کسی کو کوئی چیز دکھانا، کسی کے لیے کوئی چیز پیش کرنا، عرض البِضاعة للبیع: بیچنے کے لیے سامان باہر نکالنا، دکھانا۔

الطرائد: طریدة: أي مطرودة: شکار جس کا تعاقب کیا جائے، ج؛ طرائد، طرده (ن) طَرْداً: دھتکارنا، جلاوطن کرنا، طرده من المرکز: پوزیشن ختم کرنا، حیثیت گرانا، طرد الصیدَ طَرْداً: شکار پکڑنے کی سعی وتدبیر کرنا، طرد الأرواح الشریرة: جن بھوت اتارنا۔

مُدّت: واحد مؤنث غائب، ماضی مجہول؛ دراز کیا گیا، بڑھایا گیا۔ مدّ البحرُ (ن) مدّاً: سمندر کا چڑھنا، مدَّ الشيئَ: کسی چیز کو بڑھا دیا، جیسے قرآن میں ہے، والبحرُ یمدُّہ من بعدہ سبعةُ أبحرٍ: وہ سمندر جس کے پانی کو سات دریا بڑھاتے ہیں، پھیلانا، توسیع کرنا۔

ید: ہاتھ، اقتدار، نعمت، طاقت وقدرت، ج: أیدٍ، یَدِيّ، أیادٍ، الأیدی العاملة: افرادی طاقت۔

زاد: توشہ، زادراہ، ذخیرۂ عمل، ج؛ أزواد، أزوِدة: زاد (ن) زَوداً: توشۂ سفر تیار کرنا، زادراہ فراہم وتیار کرنا، أزادہ، وزوّدہ: زادراہ دینا، تزوّد: توشہ لینا، تزوّد بشيئٍ: کوئی چیز حاصل کرنا، لیس ہونا، تزوّدَ المنزلُ بالماء والکھرباء: مکان میں پانی اور بجلی فراہم ہونا۔

أعجل: اسم تفضیل؛ بہت جلدی کرنے والا، عجِل (س) عَجَلا وعَجَلة: جلدی کرنا، عجلت پسند ہونا، عجل إلیه: لپکنا، جلدی آنا، قرآن میں: ''وَعَجِلْتُ إِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضَی''، عجل فلانا والأمرَ: کسی پر سبقت کرنا، کوئی کام کسی سے پہلے کرنا، أعجل فلانا: کسی سے جلدی کرانا، عجلت کرنے پر اکسانا۔

أجشع: اسم تفضیل، بہت حریص، جَشِعٌ: لالچی، طماع، ج؛ جَشاعی، جُشعاء، وجِشاع، جشِع (س) جَشَعا: انتہائی حریص اور لالچی ہونا، تجشّع علیه: کسی چیز کا انتہائی لالچ کرنا، تجاشعوا الشیئَ: کسی چیز پر ٹوٹ پڑنا اور لوٹنا۔

بَسْطة: کشائش، زیادتی، وسعت، دسترس، بَسَط (ن) بَسْطاً: پھیلانا، کشادہ کرنا، بسُط (ک) بساطة: چہرہ کھل جانا، فراخ دست ہونا، بسّط تبسیطا: پھیلانا، آسان وسہل بنانا، انبسط: پھیلنا، ہاتھ کشادہ ہونا، شرح وبسط سے بیان کرنا۔

تفضّل: مہربانی، تفضّل علیه تفضّلاً: کرم کرنا، مہربانی کرنا، کسی پر اپنی فوقیت وبرتری جتانا، قرآن میں ہے: ''مَاهَذَا اِلّابشرٌ مِثْلُکُمْ یُرِیْدُ أَنْ یَتَفَضَّلَ عَلَیْکُمْ''، المتفضّل: فضیلت والا، احسان کرنے والا، فضل الشيء (ن) فُضْلا: ضرورت سے زائد ہونا، فَضَل فلانٌ علی غیرہ: فضل وکمال میں دوسرے پر فوقیت لے جانا، فضُل الشيءُ (ک) فُضولاً: اعلی درجہ کا ہونا، فضُل الرجلُ: بلند کردار ہونا، باکمال ہونا، تفضل علی غیرہ: فائق وبرتر ہونا۔

أفضل: ممتاز، بہت باکمال، سب سے زیادہ باکمال، ج: أفضلون، وأفاضیل، فضُل الرجلُ (ک) باکمال ہونا، بلند کردار ہونا۔

المتفضل: احسان کرنے والا، فضیلت والا۔

کفاني: واحد مذکر غائب، ماضی معروف، وہ مجھ کو کافی ہوگئی، کفاہ الشيءُ (ض) کفایة: کافی ہونا، کفایت کرنا، دوسری چیز سے بے نیاز کرنا، بسا اوقات فاعل پر باز ائد لگائی جاتی ہے، جیسے قرآن میں ہے: ''وکفیٰ بالله وکیلا، وکفیٰ بالله شهیدا'' اس میں اللہ فاعل ہے اور وکیلا اور شهیدا تمییز ہے، اکتفی بالشیئ: کسی چیز پر اکتفا کرنا۔

الجازي: کافی، کہتے ہیں: هذا رجلٌ جازیک من رجلٍ: تمہارے لیے یہ شخص کافی اور بس ہے، جزی الشيء (ض) جزاء: کافی ہونا، فائدہ پہنچانا، جزی فلانا بکذا أو علیه: بدلہ دینا، انعام دینا، جزاه عنه: بدلہ دینا، اجتزاه: بدلہ چاہنا۔

حُسنی: أحسن کی تانیث، اسم تفضیل، بہتر، عمدہ، ج: حُسنیات وحُسَن۔

متعلّل: غم ومشقت سے راحت، تعلّل الرجلُ: دلیل وحجت بیان کرنا، کسی بات کا بہانہ کرنا، تعلّل بالأمر: کسی کام میں مشغول ہوکر اسی پر بس کرنا، اعتلّ بالأمر: کسی کام میں مشغول ہونا، بہلنا۔

فؤاد: دل، ج:أفئدة۔

مشیّع: ہم نوا،مضبوط وبہادر،شیّع: پھیلنا، پھیلانا،و-فلانٌ:کسی کا ہمنوا ہونا، شیّع الغضبُ فلاناً: غصہ کا کسی کو بھڑکا دینا، آپے سے باہر کرنا، فؤاد مشیّع: بہادرودلیردل۔

إصلیت: پختہ کار، تیزمزاج، ج، أصالیت، أبیض إصلیت: بے نیام چمکتی تلوار، صلُت الجبینُ (ک) صُلوتۃ: پیشانی کا کشادہ اورروشن ہونا، الصلُت: نمایاں، چکنا، ج، أصلات، جبین صلت: کشادہ اور چمک دار پیشانی، سیف صَلُت: تیز تلوار۔

عَیطل: درازگردن والا، صفراء عَیطل: پیلی وزرد لمبی کمان، امرأۃعَیطَل: درازگردن والی حسین عورت، عَطَل: بے کاری، گردن، ج: أعطال۔

هَتوف: مذکرومؤنث دونوں کے لیے، بلندآواز سے چیخنے والا، آواز نکالنے والی کمان، هَتَف(ض) هَتْفا وهُتافا: لمبی آواز سے چیخنا، نعرہ لگانا، هتف به: کسی کو پکارنا، بلانا، و-بحیاۃ فلان: کسی کے لیے زندہ باد کا نعرہ لگانا، و-بسقوط فلان: کسی کے متعلق مردہ باد کا نعرہ لگانا۔

أملس: چکنا، ملائم، ج، مُلس، ملِس (س) مَلْسا: نرم وچکنا ہونا، تملّس الشیئ: چکنا اور ملائم ہونا، تملّس من یدہ: کسی کے ہاتھ سے چھوٹ جانا، بچ کر نکل جانا۔

مَتْن: مذکرومؤنث دونوں کے لیے، کمر، پیٹھ، دوستونوں کے درمیان کا حصہ، ج:مِتان، ومُتون۔

زانه: (ض) زَیْنا: سجانا، آراستہ کرنا، زیب دینا، ازدان وتزیّن: سجنا، آراستہ ہونا، حسین بننا، الزین: آراستگی، بناؤ، سنگار، خوب صورت، ج: أزیان۔

رصیعۃ: جڑاؤزیور، زین یا تلوار کا پرتلہ، ج: رَصائع، رصّعه ترصیعا: جواہرات یا موتی وغیرہ جڑنا، جواہرات سے آراستہ کرنا، جیسے رصّع التاجَ أو السیفَ بالجواهر۔

نیطت علیها: واحدمؤنث غائب، ماضی مجہول، اس پرسجائے گئے، اس پرلٹکائے گئے، ناط الشیئَ بغیرہ وعلیه(ن) نَوطاً: لٹکانا، متعلق کرنا، وابستہ کرنا، و-الأمرَ بفلان: کوئی کام کسی سے متعلق کرنا، سپرد کرنا، نیط علیه الشیئُ: کوئی چیز کسی کے سپرد کیا جانا۔

مِحْمَل: تلوار کا پرتلہ، وہ چیز جس کے ذریعہ تلوار یا کمان کو کاندھے پرلٹکایا جائے، ج:محامل۔

إذا زلّ عنها السهمُ: جب اس سے تیر نکلتا ہے، زلّت قدمه(ض) زَلاّ وزُلولا: پیر پھسلنا، لغزش ہونا، ڈگمگانا، ٹھوکر کھانا، زلّ فی منطقه ورأیه: بات یا رائے میں غلطی کرنا، زلّ عن مکانه: اپنی جگہ سے ہٹنا، دور ہونا، زلّت منه إلیٰ فلان نعمۃٌ: اس کے پاس سے فلاں کے پاس نعمت چلی گئی، و-الشیئُ: جانا، گزرجانا، ختم ہوجانا، جیسے زلّ عُمُرہ، استزله: پھسلانا، غلطی کرانا، قرآن میں ہے: ''إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطَانُ''۔

حَنَّتْ: واحدمؤنث غائب، ماضی معروف، آواز نکلی، حنّ(ض) حنیا: آواز نکالنا، و-القوسُ: تانت کھینچنے کے وقت آواز نکلنا، و-الرجلُ: خوشی یا تکلیف کی وجہ سے آواز نکالنا، و-إلیه: مشتاق ہونا، و-علیه: مہربان ہونا، شفقت کرنا، حنّن الشجرُ: درخت پر کلیاں آنا، شگوفہ دار ہونا۔

مُرَزَّأۃٌ: مصیبت کی ماری، رزّأه تَرْزِئَۃً: کسی کے مال کا بہت سا حصہ لینا، رزأه (ف) رزءاً، ومَرْزِئۃ: مصیبت میں ڈالنا، رزأته، رزیئۃٌ: اس پر مصیبت آپڑی، رَزیّۃ ورزیئۃ: مصیبت، ج: رزایا۔

ثُکلیٰ: عورت جس کا بچہ فوت ہوگیا ہو، وہ ماں جس کا بچہ گم ہوگیا ہو، ج: ثکالٍ، وثواکل، أثکلت المرأۃُ: اولاد یا محبوب سے محروم ہوجانا، ثکِل

الولَدَ أو الحبيبَ (س) ثَكلا و ثُكلاً: اولاد یا محبوب سے محروم ہوجانا۔

تُرِنّ: واحد مؤنث غائب، مضارع معروف، زور سے روتی ہے، غمگین آواز سے روتی ہے، أرنَ و رَنّ (ض) رنینا: آواز نکالنا، زور سے رونا، شور مچانا، آواز نکلنا، رنین: گریہ، آواز، الرّنّان: گونج دار، خطبة رنّانة: زوردار تقریر۔

تُعْوِل: واحد مؤنث غائب، مضارع معروف، بلبلاتی ہے، واویلا مچاتی ہے، أعال الرجلُ إعالة: بلبلانا، چیخ چیخ کر رونا، واویلا کرنا، مفلس ہونا، عوّل علیه: اعتماد کرنا، کسی سے مدد چاہنا، عوّل علی السفر: سفر کے لیے کمر بستہ ہونا، الإعالة: کثیر العیالی، مفلسی، التعویل: واویلا، گریہ وزاری، کمر بستگی، اعتماد و بھروسہ۔

مِهیاف: جلد پیاسا ہونے والا، خوش رفتار گھوڑا یا اونٹ وغیرہ، ج: مهاییف، هاف فلانٌ (س) هَیْفاً: جلد جلد پیاس لگنے والا ہونا، هاف ورقُ الشجر (ض) هَیْفاً: درخت کے پتے جھڑنا و گرنا، پت جھڑ ہونا۔

یُعَشِّي: واحد مذکر غائب، مضارع معروف، رات کا کھانا کھلاتا ہو، عَشَّاه تعشیة: رات کا کھانا کھلانا، عشا فلاناً (ن) عَشْوا: کسی کو رات کا کھانا کھلانا، کسی کا قصد کرنا، عشّا عن فلان: کسی پر مہربانی کرنا، العَشاء: رات کا کھانا، ڈنر۔

سَوام: چراگاہ میں چرنے والا مویشی، ج: سوائم، سوّم الماشیة: مویشی کو چرنے کے لیے آزاد چھوڑنا، استامت الماشیةُ استامة: مویشی کا جہاں چاہے چرنا، گھاس کھاتے رہنا۔

مجدّعة: وہ جانور جس کی ناک کٹی ہو، یا خراب غذا، جَدَعه (ف) جَدْعاً و جدّعه تجدعة: ناک کاٹنا، یا بدن کا کوئی حصہ کاٹنا، و-الصبيَّ: بچہ کو خراب غذا دینا، الجَدِع: معمولی غذا سے پلا ہوا بچہ۔

سُقبان: السقْب: اونٹنی کا نوزائیدہ نر بچہ، ج: أسقب، سُقُوب، سِقاب، سُقبان۔ سَقَب: قرب، نزدیکی، نزدیک، کہتے ہیں، منزل سَقَب، حدیث میں ہے: "الجارُ أحقُّ بسَقَبه"، سقِب (س) سَقَبا و سُقُوبا: قریب و نزدیک ہونا، الساقب: نزدیک۔

بُهَّل: نہتے، الگ، و: باهل و باهلة، بهِل (س) بَهَلا: نہتا ہونا، عورت کا اولاد نہ ہونے کی صورت میں الگ ہوجانا، بَهْل: بے وقار، حقیر، آزاد جس کی نگرانی نہ ہو، بُهْلُول: عمدہ صفات کا حامل سردار، مسخرا، ج: بهالیل۔

الجُبَأ و الجُبَّاء: بزدل، جَبَأ السیفُ و البصرُ (ف) جَبئاً و جُبوءاً: اچٹنا، جگہ یا نشان سے ہٹنا، و-عن: ڈر کر چھپ جانا۔

أکهی: بداخلاق، بے شگاف پتھر، گندہ ذہن، بزدل، کهِيَ فلانٌ (س) کهیً: کمزور و بزدل ہونا۔

مربّ: مقیم، ایک ہی جگہ چھپے رہنا، قیام گاہ، أربّ بالمکان و ربّ بالمکان (ن) ربّاً: مقیم رہنا، الگ نہ ہونا، کسی جگہ جمے رہنا، ربَّ الولدَ: پرورش کرنا۔

عِرس: بیوی، ج: أعراس، دولہا و دلہن، عرس عن الشيئ (ن) عَرْساً: چھوڑنا، ہٹنا، عرِس فلانٌ (س): اترانا۔

شأنٌ: حالت، معاملہ، ج: شئون۔

یُطالِعُها: واحد مذکر غائب، مضارع معروف، ها مفعول، وہ اس سے مشورہ کرتا ہے، طالع الشیئَ مطالعة و طلاعا: غور کرکے واقف ہونا، و-فلاناً: کسی کا جائزہ لینا۔

خرِق: ڈرپوک، حیران،خوف زدہ، خرِق (س) خَرَقاً: بےوقوف ہونا، اعتدال سے کام نہ کرنا، حیران و پریشان ہونا، خرُق (ک) خُرُقاً: بے وقوف ہونا، بے ہنر ہونا، و-بالشیئ: کسی چیز سے ناواقف ہونا اور اسے عمدگی سے انجام نہ دینا۔

هَیِق: شترمرغ، ج: أهْیَاق، هُیُوق، أهْیَقَ الظلیمُ: نرشترمرغ کا بہت لمبا ہونا، أهیق: لمبی گردن والا۔

یظِلُّ به: مضارع معروف، واحد مذکر غائب، اس کا دل کانپتا رہتا ہو، ظلّ الشیئ (ض) ظلالة: کسی چیز کا سایہ دار ہونا، ظلّل بالسقط: ڈرانے کے لیے کوڑا مارنے کا اشارہ کرنا، و-بشیئ: کسی چیز کا سایہ دینا۔

مُکّاء: پرکشش سیٹی بجانے والا ایک سفید رنگ کا جنگلی پرندہ، ج: مَکَاکِيّ، مکا (ن) مُکَاءً و مَکْواً: منہ سے سیٹی بجانا، قرآن میں ہے: ''وَمَا کَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ إِلاّمُکَاءً و تَصْدِیَةً''، مکا الطائرُ: پرندہ کا چہچہانا۔

یَعْلُو: واحد مذکر غائب، مضارع معروف، بلند ہوتا ہے۔ علا الشیئ (ن) عُلُوّاً: بلند ہونا، اوپر ہونا، اونچا ہونا، علا فلانٌ في الأرض: مغرور ومتکبر ہونا، قرآن میں ہے: ''إِنَّ فرعون علا في الأرض''، و-فلان بالأمر: کسی کام کو خود سنبھالنا۔

یَسْفُل: واحد مذکر غائب، مضارع معروف، نیچے لاتا ہے، سَفَل (ن) سُفُولاً و سَفالاً و سفالة: نیچا اور نچلا ہونا، پست وحقیر ہونا، و-في الشیئ: اوپر سے نیچے آنا۔

خالِفٍ: جس میں خیر نہ ہو، کمزور و بیمار آدمی جسے کھانے کی خواہش نہ ہو، خَلَفَ الشیئ (ن) خُلوفاً: بدل جانا، خراب ہونا، خَلَف فلانٌ: بےوقوف ہونا۔

داریّة: گھر میں پڑا رہنے والا جسے فکر معاش تک نہ ہو، گھر کی طرف منسوب ہے، وہ اونٹ جو اپنے گھر سے نکل کر اونٹوں کے ساتھ نہ چرتا ہو، دار: گھر، صحن دار مکان، رہائشی مکان، ج: أدوار، و دیار، و دیارة، و دُوْر۔

یَرُوحُ: واحد مذکر غائب، مضارع معروف، وہ آتا ہے، راح (ن) رَوَاحاً: شام کے وقت جانا، آنا، نیز بلا قید وقت آنا یا جانا، کہتے ہیں: راحَ القومَ و راحَ إلیهم و عندهم، رَوْحاً و رَواحاً: لوگوں کے پاس جانا یا آنا، رَاحَ الیومُ: دن کا تیز ہوا والا ہونا، خوش گوار ہوا والا ہونا۔

یَغْدُو: واحد مذکر غائب، مضارع معروف، وہ صبح کو جاتا ہے، غَدَا (ن) غُدُوّاً: صبح کو جانا، چلا جانا، روانہ ہونا، اُغْدُ عَنِّي: میرے پاس سے چلا جا۔ غَدَا عَلَیه غَدْواً و غُدُوّاً و غُدْوَةً: کسی کے پاس سویرے آنا، غَدَا إلیٰ کذا: صبح کے وقت کسی جگہ آنا، غَدَا یَفْعَلُ کذَا: کرنے لگا۔

دَاهِناً: یَرُوحُ و یَغْدُو کے ضمیر سے حال ہے، تیل لگا کر، دَهَن الشَّعْرَ وَ الرَّأسَ و غَیْرَهُما (ن) دَهَانةً و دَهَاناً: بالوں یا سر وغیرہ کو تیل ملنا، دَهَنَ المَطَرُ الأرضَ: بارش کا زمین کو ہلکا سا تر کرنا، أدْهَنَ: خلاف ضمیر بات کہنا یا کرنا، دھوکہ دینا، چبا چبا کر بات کرنا۔

یَتَکَحَّلُ: واحد مذکر غائب، مضارع معروف، حال ہے، یَرُوحُ و یغدُو کی ضمیر سے؛ سرمہ لگا کر، تَکَحَّل یتکحَّلُ تَکَحُّلاً: سرمہ لگانا، کَحَلَ العینَ (ف) کَحْلاً: آنکھوں میں سرمہ لگانا، کَحَلَ فُلاناً: کسی کی آنکھ میں سرمہ لگانا، کَحِلَتِ العینُ (س) کَحَلاً: پیدائشی طور پر آنکھ سرمگیں ہونا، پلکوں کا سیاہ ہونا، کحِلَ الرجُلُ: سرمگیں آنکھوں والا ہونا، تَکَحَّلتِ المرأةُ و اکْتَحَلَت: سرمہ لگانا۔

عَلّ: عورتوں سے بکثرت ملنے والا، دبلا، نحیف و کمزور، بے خیر و برکت آدمی، ج: عِلالٌ۔ علّلَ النّفْسَ بِکذا: دل بہلانا، اِعْتَلّ بالأمر: کسی کام میں مشغول ہونا، بہلنا۔

ألَفّ: عاجز و کمزور، ألَفَّ فلانٌ رأسَهٗ؛ اپنا سر اپنے کپڑے کے نیچے کر لینا، چھپا لینا، لَفّ فلانٌ (س) لَفَفاً: بھاری اور سست ہونا۔

رُعْتَه: واحد مذکر حاضر، ماضی معروف، ''ہ'' ضمیر مفعول: تم نے اس کو ڈرایا، رَاعَ (ن) رَوْعاً: ڈرنا، گھبرانا، رَاعَهُ ورَاعَ مِنْهُ: دونوں طرح مستعمل ہے، أَرَاعَه ورعّه: ڈرانا، گھبرادینا، اِرْتَاعَ مِنْهُ وَلَه: کسی چیز سے ڈرجانا، گھبراجانا۔

اِهْتاجَ: ڈرجانا، حماقت کی وجہ سے جلدی کرنا، جوش میں آنا، اِهْتاجَ اِهْتِياجاً: برانگیختہ ہونا، مشتعل ہونا، هَاجَ القومُ (ض) هَيْجاً و هِيَاجاًو هَيَجَاناً: لوگوں میں جوش آنا، مشتعل ہونا۔

أَعْزَلُ: نہتا، جس کے پاس ہتھیار نہ ہو، ج: عُزْلٌ، عُزَّلٌ، عَزَله (ض) عَزْلاً: کسی کام سے الگ کرنا، و-الشيئ: غیر جنس کا نکالنا، جیسے گیہوں سے گونے وغیرہ نکالنا، چھٹائی کرنا، و-عن منصبه: عہدے سے ہٹانا، اعتزل الشيئَ وعنه: الگ ہونا، کنارہ کش ہونا۔

بمحيار: متحیر، حیران ہونے والا، مبالغہ کا صیغہ ہے، رجل محيار: بہت زیادہ حیران ومتردد، حار فلانٌ (س) حَيْراً و حَيْرَةًو حَيَراناً: بھٹکنا، راستہ بھول جانا، و-في الأمر: حیران و پریشان ہونا۔

الظّلام: تاریکی، اندھیرا، ظلِم الليلُ (س) ظَلْماً، وأظلم الليلُ: رات کا تاریک ہونا۔

اِنتَحتْ: واحد مؤنث غائب، ماضی معروف، قصد کیا، انتحى الشيء: قصد کرنا، اِنتَحى: ایک طرف ہوجانا، ایک گوشہ یا کنارہ پر ہوجانا، اِنتَحى لَه: کسی کے سامنے آنا، انتحى عَلَيه: کسی پر بھروسہ کرنا، کسی کا سہارا لینا، انْتَحى في الأمْر: کسی کام میں محنت ومشقت کرنا۔

هُدى: ہدایت، رہنمائی، راستہ، صحرا میں راستہ کی رہنمائی، هَدى فلانٌ (ض) هُدىً وهَدْياًو هِداية۔ ہدایت پانا، راہنمائی حاصل کرنا، صحیح راہ پر ہونا۔

هَوْجل: لمبا آدمی جس میں سمجھ نہ ہو، بے وقوف، رہبر، بغیر پودے والی زمین، ایسا جنگل جس میں کوئی نشان نہ ہو، لمبی رات، لنگر جس سے کشتی کو ساحل پر روک کر کھڑا کیا جائے، ج: هَوَاجل۔

عَسِيف: بغیر رہنمائی کے چلنے والا، بیگاری، خدمت گار جس سے حقارت کے ساتھ بہت کام لیا جائے، ج: عُسَفَاء، وعِسَفَة، عَسَفَ الطريقَ (ض) عَسْفاً: بے سمجھے چلنا، عَسَفَ على فلانٍ ولِفُلانٍ: کسی کے لیے کام کرنا، عَسَف عن الطريق: راستہ سے ہٹنا۔

بَهْماء: صحراء، گونگا، ٹھوس، جامد، وہ جنگل و بیاباں جہاں راستہ نہ ملے، مذکر، أَبْهَم، ج: بُهْمٌ، أَبْهَمَ الأمرُ: غیر واضح اور پوشیدہ ہونا، تبهّم عليه الأمرُ: مخفی اور پوشیدہ ہونا، استَبْهَم عليه الأمرُ: کسی معاملہ کا پیچیدہ ہونا، اسْتبْهَمَ عليه الكلامُ: کلام کا مغلق ہونا۔

الأمْعَز: پتھریلی زمین، ج: أَمَاعِزُ، مَعِزَ المكانُ (س) مَعَزاً: جگہ کا سخت ہونا، أَمْعَزَ القومُ: سخت جگہ ہونا، بہت بھیڑوں والا ہونا، اسْتَمْعَزَ في أَمْرِه أو رَأْيِه: اپنے معاملہ یا رائے میں سخت ہونا۔

الصُوّان: چکنا، ہموار پتھر، ایک قسم کا سخت پتھر جس کو رگڑنے سے چنگاریاں نکلتی ہیں، ج: أَصْوِنَةٌ، صَانَ الفَرَسُ (ن) صَوناً: گھوڑے کا سُم کے کنارہ پر کھڑا ہونا۔

مَنْسِم: اونٹ کے کھر، پاؤں کا کنارہ، تلوا، پاؤں کا نشان، ج: مناسِم، نَسَمَ البعيرُ الأرضَ بِمِنْسمه (ض) نَسْماً ونَسِيماً: اونٹ کا زمین پر پاؤں مار کر نشان ڈالنا۔

تطاير: لمبا ہونا، بکھرنا، منتشر ہونا، وتطاير الشَّررُ: چنگاریاں اڑنا، طَارَ فلانٌ إلى كذا (ض) طَيْراًو طَيَراناً: کسی چیز کی طرف لپکنا، اڑکر یا دوڑ کر جانا۔

قادح: آگ لگانے والا، درخت، لکڑی، دانتوں میں کیڑے یا گھن لگنے کی بیماری، بدبو، سڑانڈ۔ قَدَحَ شَرَراً (ف) قَدْحاً: چنگاریاں نکالنا، قَدَحَ بالزَّنْد: پتھر کو پتھر سے رگڑ کر آگ نکالنا۔

مُفَلَّل: متکسر، بکھرا ہوا، ٹوٹا ہوا، فلَّلَ السیفُ: تلوار میں بہت دندانے ڈالنا، بالکل کُنڈا کر دینا، فَلَّل القومَ: شکست دینا، فَلَّ السیفُ (س) فَلَلاً: دھار توڑنا، دندانے ڈال دینا، کنڈا کر دینا، فَلَّ السیفَ (ن) فَلاًّ: تلوار میں دندانے پڑ جانا، دھار خراب ہوجانا، انفلّ القومُ: لوگوں کا شکست کھا جانا۔

4.7 اشعار کی تشریح

۱۔ أقِيمُوا بَنِيْ أمِّيْ صُدُورَ مَطِيِّكُمْ فَإنِّيْ إلى قومٍ سِوَاكُمْ لأمْيَلُ

اس شعر میں شاعر اپنے نانیہالی رشتہ داروں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تم نے میری بڑی بے عزتی کی ہے اور مجھ سے بے اعتنائی برتی ہے، مجھے تمہارے پاس رکنے میں کوئی نفع و خیر نظر نہیں آتا ہے۔ اس لیے اب میں ہمیشہ کے لیے تمہیں چھوڑ کر دوسری قوم کی طرف رحلت کا قصد رکھتا ہوں کیونکہ میں تمہارے مقابلہ میں ان کی طرف اپنا رجحان طبع زیادہ پاتا ہوں۔

۲۔ فَقَدْ حُمّتِ الْحَاجَاتُ واللّيلُ مُقْمِرٌ وشُدّتْ لِطِيّاتٍ مَطَايَا وَ أرْحُلُ

پہلے کے مقابلہ میں اب آسانی سے سفر کر کے بہت سے وسائل مہیا ہو چکے ہیں، سفر کی شدید ضرورت کے ساتھ ڈھلی ہوئی چاندنی رات ہے اور ایسے خوشگوار موسم میں سفر کرنے کے لیے سواریاں کس سے لی گئی ہیں۔ دوسرے ہم سفر بھی پا بہ رکاب ہیں، قافلہ کوچ کرنے کے لیے مستعد ہے، لہذا ابھی رحلت کا بہت مناسب موقعہ ہے۔

۳۔ وفِي الأَرْضِ مَنْأىً لِلْكَرِيْمِ عَنِ الأَذىٰ وفِيها لِمَنْ خافَ القِلىٰ مُتَحَوَّلُ

شریف آدمی جو بے عزتی اور جور و جفا کا شکار ہو اور اپنی عزت نفس اور خودداری کو عزیز رکھتا ہو، اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ مقام ذلت و رسوائی سے دور دراز مقامات کی طرف کوچ کر جائے اور جفا کے پیکروں سے علاحدگی اختیار کر لے تو اس کا ٹھکانہ مل ہی جاتا ہے۔

۴۔ لَعَمْرُکَ، مَا بِالْأَرْضِ ضِيْقٌ عَلَى امْرِئٍ سَرىٰ رَاهِباً أَوْ رَاغِباً وَ هُوَ يَعْقِلُ

زمین بہت کشائش رکھتی ہے، اس میں ضرورت مندوں اور خوف کے ماروں، دونوں کے لیے بہت کشادگی ہے اور اس میں حاجت مند اپنی حاجتیں پوری کر سکتا ہے اور خوف زدہ اپنے حسبِ منشا مقام پر پناہ گزیں ہو سکتا ہے اور جفا گستروں کے مشقِ ستم سے اپنی صیانت کر سکتا ہے۔

۵۔ وَلِيْ دُوْنَكُم أَهْلُونَ سِيْدٌ عَمَلّسٌ وَأَرْقَطُ زُهْلُوْلٌ وَعَرْفَاءُ جَيْأَلُ

ان آبادیوں کو چھوڑ کر، وہاں کے باشندگان سے منہ موڑ کر اور تم لوگوں سے قطع تعلق کر کے میں نے جنگلی جانوروں کو اپنی ہم نشینی کے لیے چن لیا ہے اور وہ تیز رفتار طاقتور بھیڑیے، دھاری دار چکنے چیتے اور بھاری بھرکم بجّو ہیں، کیونکہ یہ انسانوں کے مقابلہ میں زیادہ قابل بھروسہ ہیں۔

۶۔ هُمُ الأَهلُ لا مُسْتَوَدَعُ السِرِّ شَائِعٌ لَدَيهِمْ وَلَا الْجَانِيْ بِمَا جَرَّ يُخْذَلُ

ان وحشی جانوروں کو افراد خاندان قرار دینے کے بہت سے اسباب و علل ہیں، ان میں سب سے اہم بنیادی سبب یہ ہے کہ یہ دوسروں کا راز

افشانہیں کرتے ہیں اور اگر کسی سے کوئی جرم سرزد ہوجائے تو اس کو جرائم کی بنیاد پر بے یارومددگار نہیں چھوڑتے ہیں اور نہ اس کو دشمن کے حوالے کرتے ہیں کہ وہ اس کے ساتھ جو سلوک چاہے کرے۔

۷۔ وَكُلٌّ أَبِيٌّ بَاسِلٌ غَيرَ أَنّني إذا عَرَضَتْ أُوْلَى الطَّرَائِدِ أَبْسَلُ

ہر ایک وحشی جانور سخت مضبوط اور بہادر ہے اور ذلت ورسوائی برداشت نہیں کرتا ہے، لیکن میرا معاملہ ان کی بہادری اور جواں مردی سے بڑھ کر ہے کہ جب میرا ان کا سامنا ہوتا ہے، ان سے مڈبھیڑ ہوجاتی ہے اور دو بہ دو مقابلہ ہوجاتا ہے تو میں بہادری میں سب سے بڑھ جاتا ہوں۔

۸۔ وإنْ مُدَّتِ الأَيْدِىْ إلى الزَّادِ لَمْ أَكُنْ بأَعْجَلِهِمْ إذْ أجشَعُ القَوْمِ أَعْجَلُ

شاعر اپنی قناعت پسند طبیعت اور لالچ نہ کرنے پر فخر کررہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ میں شکار کرنے میں مسابقت کرتا ہوں، لیکن اس کو تناول کرنے میں سبقت نہیں کرتا ہوں، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جو لوگ زادراہ کی طرف ہاتھ تیزی سے بڑھاتے ہیں اور اس کو کھانے کے لیے جلدی کرتے ہیں اور دوسروں کا خیال نہیں رکھتے ہیں، وہ ہوس کے شکار ہوتے ہیں۔

۹۔ وَمَا ذاک اِلَّا بَسْطَةً عَنْ تفَضُّلٍ عَلَيْهِمْ وَكَانَ الأَفْضَلَ الْمُتَفَضِّلُ

کھانا تناول کرنے میں میرا پیچھے رہ جانا اور سبقت نہ کرنا، سخاوت اور اخلاق کی کشادگی کی وجہ سے ہے کیونکہ میں ایسا کرکے ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا چاہتا ہوں اور یہ ہر ایک جانتا ہے کہ محسن غیر محسن کے مقابلے میں افضل ہوتا ہے۔

۱۰۔ وَإِنِّيْ كَفَانِيْ فَقْدُ مَنْ لَيْسَ جَازِياً بِحُسْنَى وَلاَ فِي قُرْبِه مُتَعَلَّلُ

اور مجھے ایسے شخص کے دور ہونے اور کھودینے پر کوئی افسوس نہیں ہوتا ہے جو محسن کے احسان کی قدر نہ کرسکتا ہو اور اس کے احسان کا بدلہ بھلائی اور حسن سلوک سے نہ دے سکتا ہو اور نہ ایسے شخص کی قربت کی خواہش ہوتی ہے اور اس سے ملاقات کے لیے دل مائل ہوتا ہے جس کی سرشت وطینت میں بھلائی نہ ہو۔

۱۱۔ ثَلاثَةُ أَصْحَابٍ: فُؤَادٌ مُشَيَّعٌ وَأَبْيَضُ إِصْلِيتٌ وَ صَفْرَاءُ عَيْطَلُ

اپنے اہل وعیال سے فراق وجدائی کے بعد میرے دوسرے احباب وساتھی ہوگئے ہیں، جن سے میں انتفاع کرتا ہوں اور وہ میرے لیے غم خواری کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک میرا بہادر اور مضبوط دل ہے، جو ہر پریشانی کے موقعہ پر مجھے کنٹرول میں رکھتا ہے اور مجھے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے مضبوطی عطا کرتا ہے اور دوسرا میری بے نیام چمکتی ہوئی تلوار ہے، جو مصائب میں میری حفاظت کرتی ہے اور تیسری میری لمبی کمان ہے جو کوئی بھی دشمن فاصلہ پر ہوتا ہے، وہ مجھے نقصان پہنچانا چاہتا ہے، ان سے حفاظت کرتی ہے اور ہر طرح سے میری دفاع کا سامان مہیا کرتی ہے اور ان پر میں ہر پریشانی کے لمحے میں بھروسہ کرتا ہوں۔

۱۲۔ هَتُوْفٌ مِنَ المُلْسِ الْمُتُونِ يَزِينُهَا رَصَائِعُ قَدْ نِيطَتْ عَلَيْهَا وَ مِحْمَلُ

شاعر کمان کی صفت بیان کررہا ہے کہ جب اس کمان سے تیر پھینکا جائے تو اس سے زنّاٹے دار آواز نکلتی ہے اور کمان زیورات سے مزین وآراستہ ہے اور اس کے علاوہ تلوار لٹکانے کا پرتلہ بھی ہے۔

۱۳۔ إذا زَلَّ عَنْهَا السَّهْمُ حنَّتْ كأَنَّهَا مُرَزَّأَةٌ ثَكْلىٰ تُرِنُّ وتُعْوِلُ

جب اس کمان سے تیر نکلتا ہے، تو اس کی حالت ایک ایسی عورت کی طرح ہوجاتی ہے ،جس پر بہت مصیبت آئی ہو اور وہ بے چین ومضطرب ہوکر آواز بلند کر کے روئے اور واویلا مچائے ،اسی طرح اس کمان سے آوازیں نکلتی ہیں اور اس سے تیر بہت تیزی سے نکلتا ہے اور مقابل کو گھائل کر دیتا ہے۔

۱۴۔ وَلَسْتُ بِمِهْيَافٍ يُعَشِّيْ سَوَامَهُ مُجَدَّعَةً سُقْبَانُها وَ هِيَ بُهَّلُ

یہاں سے اپنی توصیف کی شروعات کرتا ہے،جس میں اپنے مناقب وفضائل کوشمار کراتا ہے، جو درحقیقت ایک بدوی نوجوان کی امتیازی شان ہے، اس میں اپنے خاندانی شرافت کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک چرواہا نہیں ہوں جو اپنی کمزور، سوکھی اور مریل اونٹنیوں کورات گئے چرا تا رہتا ہے اور ان کے بچوں کو خراب غذائیں ملتی ہیں، ماں کا دودھ نصیب نہیں ہوتا ہے، کیونکہ ان کی مائیں سوکھی اور مریل ہیں۔ان میں دودھ ہی نہیں ہوتا ہے، جن سے ان کے بچے سیرابی حاصل کریں اور بھوک کا مداوا کرسکیں۔

۱۵۔ وَلاَ جُبَّأٍ أَكْهىٰ مُرِبٍ بِعِرْسِه يُطالِعُهَا فِيْ شَأْنِه كَيْفَ يَفْعَلُ

شاعر اپنے اعلیٰ صفات کو بیان کر رہا ہے کہ میں بلند اخلاق ہوں، مجھ میں سستی اور بزدلی نہیں ہے، میں خود صاحب رائے ہوں اور ایسا نہیں ہوں جو معاملات میں عمدہ رائے نہ رکھتا ہو اور اپنی بیوی کے ساتھ گھر میں پڑا رہتا ہو اور ہر معاملے میں ان سے مشورہ کرتا ہو، کیونکہ جو اپنے معاملات میں عورتوں سے مشورہ کرتا ہے، وہ صاحب رائے نہیں ہوتا ہے، اس کی عقل ناقص سمجھی جاتی ہے اور وہ باوزن اور باوقار نہیں سمجھا جاتا ہے۔

۱٦۔ وَلاَ خَرِقٍ هَيْقٍ كَأَنَّ فُؤَادَهُ يَظَلُّ بِهِ المُكّاءُ يَعْلُوْ وَيَسْفُلُ

میں خوف زدہ اور بے وقوف نہیں ہوں، جس کا دل شترمرغ کی طرح ہو اور وہ ''مکاء'' پرندہ کے حرکت دینے سے بھی لرزنے لگتا ہو اور چڑیا کی طرح ڈرپوک اور خوف کا مارا ہو اور معمولی باتوں کی وجہ سے اس پر کپکپی اور لرزہ طاری ہوجاتا ہے، کہ اب پتہ نہیں کیا معاملہ پیش آجائے ، بلکہ میں دل کا مضبوط اور ارادہ کا پختہ ہوں، جو مصائب کے سامنے ڈٹ جاتا ہو اور ہر طوفان سے ٹکرا جاتا ہو اور اس طوفان کے رخ کو پھیر دینے والا ہو۔

۱۷۔ ولاَ خَالِفٍ دارِيَةٍ مُتَغَزِّلٍ يَرُوْحُ وَيَغْدُوْ دَاهِناً يَتَكَحَّلُ

شاعر کہہ رہا ہے کہ میں سست نہیں ہوں جو اپنے گھر میں پڑا رہتا ہو اور عورتوں سے عشق ومحبت اور اس سے دل لگی میں لگا رہتا ہو اور ان سے مشابہت اختیار کرنے والا بھی نہیں ہوں کیونکہ جو ان سے مشابہت اختیار کرتا ہے، اس کو تیل وسرمہ اور دیگر بننے ،سنورنے کی اشیا استعمال کرنے سے فرصت نہیں ملتی ہے، بلکہ بہادری اور مردانگی کے جوہر سے متصف ہوں اور اسی کی مشغولیت مجھے اطمینان کا سامان فراہم کرتی ہے اور وہی میرے لیے باعث امتنان ہوتا ہے۔

۱۸۔ وَلَستُ بِعَلٍّ شَرُّه دُوْنَ خَيْرِهِ أَلَفَّ اِذَا مَا رُعْتَه اِهْتَاجَ أَعْزَلُ

شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں بہت نیک اور ستودہ صفات ہوں، میرا شر بہت کم درجہ کا ہے اور بھلائی وخیر کے صفات مجھ میں بدرجۂ اتم موجود ہیں اور نہ میں عاجز وضعیف ہوں کہ جب تم مجھ کو ڈراؤ تو میں خوف زدہ ہوجاؤں ، بلکہ بہادر رونڈر رہوں اور نہ نہتا رہتا ہوں کہ کوئی بھی اور کہیں بھی ہمارے لیے مضرت رساں بن جائے ، بلکہ ہر وقت ہتھیار بند رہتا ہوں، تا کہ کوئی مقابلہ کے لیے آئے تو اس کا مقابلہ کرسکوں، اپنا دفاع کرسکوں اور اس کے شر سے اپنی صیانت کرسکوں۔

۱۹۔ وَلسْتُ بِمحْيَارِ الظّلاَمِ اِذَا انْتَحَتْ هُدى الهَوْجَلِ العسِيْفِ بَهْماءُ هَوْجَلُ

میں بہت بہادر ہوں، اگر ہولناک جنگل میں جاتا ہوں، تو اس کی ہولناکی سے نہ حیران ہوتا ہوں اور نہ دہشت زدہ اور اگر کوئی لمبا تڑنگا غیر معروف بے وقوف اپنی راہ سے بھٹک جائے تو اس کو پریشانی لاحق ہوجاتی ہے اور میں ایسا شجاع و جری ہوں کہ میں ہر حال میں اور ہر موقعہ پر بہادری کے جوہر دکھاتا ہوں اور جہاں پر دوسرے حیرانی کا شکار ہوجاتے ہیں، وہاں میں شعور وآگہی کو کام میں لاتا ہوں اور بروقت صحیح فیصلہ کر کے تحیر و پریشانی اور پشیمانی سے اپنے کو دور رکھتا ہوں۔

۲۰۔ إذا الْأَمْعَزُ الصَوّانُ لاَقٰی مَنَاسِمِيْ تَطَايَرَ مِنْهُ قَادِحٌ وَ مُفَلَّلٌ

شاعر اپنی سواری کے جانور کے کھروں کی سختی کو بیان کررہا ہے کہ اس کے کھر سخت زمین میں بھی اثر انداز ہوتے ہیں، وہ ذکر کرتا ہے کہ جب وہ پتھریلی زمین کو روندتے ہیں، تو اس کے ٹاپوں کی دھمک سے اور ٹکر کی سختی سے وہ پتھر ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے اور کبھی ان کے ٹکرانے سے چنگاریاں نکلتی ہیں اور ٹوٹ کر ان میں بکھراؤ پیدا ہوجاتا ہے۔

معلومات کی جانچ

۱۔ عرب کے معاشرے میں کتنی قسم کے شعرا تھے؟

۲۔ شنفری نے صعلوک بننے کے بعد کون سا پیشہ اپنایا؟

۳۔ شنفری کے والد کا کیا نام تھا؟

۴۔ شنفری کے والد کو کس نے قتل کیا؟

۵۔ شنفری کے والد کو کس حالت میں قتل کیا گیا؟

۶۔ شنفری کا تعلق کس قبیلے سے تھا؟

۷۔ شنفری کس قبیلے میں غلامی کی حالت میں رہا؟

۸۔ دوسرے لوگ کیوں شنفری کے قتل کے خواہاں تھے؟

۹۔ شنفری کے ہاتھ کو کس نے کندھے سے الگ کیا؟

4.8 اکتسابی نتائج

شنفری جاہلی دور کی شاعری کا ایک نمایاں نام ہے اور صعالیک شعرا میں اس کا مقام بلند ہے، صعالیک شعرا میں شنفری کو بہت شہرت ملی، اس کے یہاں مضامین میں تنوع، سلاست وروانی پائی جاتی ہے اور غزل ووصف میں بہت باریکی، ہجر وفراق کی کہانی میں کرب پایا جاتا ہے، اس کی شاعری میں مدح، فخر وحماسہ، وصف، حکمت وفلسفہ، عزت نفس اور خودداری وغیرہ اصناف پائے جاتے ہیں۔

شنفری کا مشہور قصیدہ جس نے اس کو سرمدی زندگی عطا کردی، وہ ''لامیۃ العرب'' ہے، حالانکہ اس ردیف وقافیہ میں بڑے بڑے شعرا نے اپنی جولانی دکھائی، ان میں سب سے نمایاں درجہ 'الملک الضلیل'' امرؤالقیس کا ہے، امرؤالقیس کے معلقے کا درجہ بہت بلند ہے۔ لیکن اس

کے باوجود اس کو لامیۃ العرب کا لقب نہ ملا، لامیۃ العرب میں اڑسٹھ (68) اشعار ہیں، اس میں شنفری نے اپنی حالتِ زار اور اپنے ہی جیسے خانماں برباد نوجوانوں کی زندگی کا نقشہ بڑے دل آویز انداز میں کھینچا ہے اور اس میں بغیر تشبیب کے بات کی شروعات کی ہے جو عرب شعرا کے اندازِ بیان سے بالکل الگ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو باپ کے قتل کے بعد نہ دادیہال والوں اور نہ نانیہال والوں سے کوئی مساعدت ملی۔ اس کے برخلاف ان لوگوں نے اس کو بے چارگی اور غربت کے طعنوں سے نوازا اور اس میں ان کا انداز انتہائی ہتک آمیز ہوا کرتا تھا جس سے اس کا معصوم دل بری طرح زخمی ہوا اور اپنے قصیدہ لامیۃ العرب میں اپنے نانیہال والوں کو مخاطب کرتا ہے اور اس میں یہ کہتا ہے کہ تم نے میرے ساتھ عدم التفاتی سے کام لیا اور میری بے وقعتی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا، اس لیے میں تمہیں چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے جا رہا ہوں کیونکہ زمانہ بے رحم ہے اور عزیز بے درد ہیں، تم لوگوں کو چھوڑ کر جنگلی جانوروں کے ساتھ زندگی گزارنے جا رہا ہوں، وہاں میں ہوں گا اور ریگستانوں کی پنہائیاں اور وسعتیں۔ وہاں اس کو اپنے ہی جیسے چند نوجوان اور مل گئے، جو تمام بہادر بدوی تھے، ان کا نہ گھر تھا، نہ در، نہ کوئی غمگسار اور نہ کوئی پرسانِ حال، انھوں نے اپنی غیرت مند طبیعت کے پیش نظر ریگستانوں میں نکبت کی زندگی گزار دیے۔ بھوکے پیاسے صحراء کی گرمی کی حدت برداشت کرتے رہے اور ایک موہوم منزل کی طرف رواں دواں رہے، تا کہ کہیں سے کچھ میسر آ جائے، تو اس کے سہارے اپنی زندگی کے پہیے کو آگے بڑھا سکیں۔ ایسی حالت میں اگر کہیں سے شکار مل جاتا، تو زندگی کی گاڑی اور آگے کی طرف کھنچ جاتی، ایسے جاں گسل لمحات میں شنفری غربت و افلاس اور فقر و فاقہ کے باوجود اپنی غیور طبیعت کے پیش نظر دوسروں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا اور دوسروں کو اپنے اوپر سبقت دے کر ان پر ایثار کا رویہ اپناتا۔

اس آفاقی قصیدے میں اس نے اپنی چند اہم صفات کا ذکر بڑے اچھوتے انداز میں کیا ہے، وہ کچھ اس طرح ہیں۔

وہ ایک عالی نسب اور شریف خاندان کا فرد ہے، بسالت و شجاعت سے متصف ہے، عیش کوشی اور عورتوں کی ملاعبت سے دور، ہتھیار بند، مدتوں بھوکا پیاسا ہونے کے باوجود کسی کے آگے دست سوال کی درازی سے مجتنب ہے، قناعت پسند ہے، مصیبت کی حالت میں بھی دوسروں سے احسان لینا گوارا نہیں کرتا ہے، ہمیشہ پریشانیوں کا سامنا کرتا رہا، شدید برفیلی راتوں اور آگ برسانے والے سخت تمازت کے دنوں میں معرکوں میں شرکت کی اور جنگلوں میں کشتوں کے پشتے لگا دیے اور پامردی سے شدائد کا مقابلہ کیا اور بسا اوقات انتہائی تکلیف دہ موسموں میں دھوپ کی شدت سے آگ کے انگاروں کی طرح کھولتے ہوئے چٹیل میدانوں کو دوڑ کر عبور کیا اور صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی کرتا رہا اور اسی کسمپرسی کی حالت میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

4.9 امتحانی سوالات کے نمونے

۱۔ صعلوک کس کو کہتے ہیں؟

۲۔ شنفری کے قصیدے کو لامیۃ العرب کا درجہ کس وجہ سے ملا؟

۳۔ عرب کے معاشرے میں شاعر کا کیا مقام تھا؟

۴۔ شنفری نے صعلوکیت کو کیوں اختیار کیا؟ تبصرہ کیجیے۔

۵۔ صعالیک کا سوسائٹی کے لوگوں کے بارے میں کیا خیال تھا؟ اپنی رائے دیتے ہوئے تبصرہ کیجیے۔

۶۔ شنفری کے قصیدے لامیۃ العرب کے مضامین کوتفصیل سے بیان کیجیے۔

۷۔ شنفری نے سوآدمیوں کے قتل کی کیوں قسم کھائی؟

۸۔ شنفری کی شاعری کی ابتدا کس طرح ہوئی؟

۹۔ شنفری کی شاعری کی خصوصیات پر ایک مفصل مضمون تحریر کیجیے۔

۱۰۔ شنفری نے کسی کے آگے ہاتھ کیوں نہیں پھیلایا؟ اس پر ایک مضمون لکھیے۔

4.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

۱۔ الشعراء الصعالیک: الدکتور حسین عطوان، مجلة العربي، ماہ اکتوبر 1971ء

۲۔ الشعراء الصعالیک: الدکتور خلیف، مطبوعہ مصر

۳۔ المفضلیات: ابن ضبي، شرح الأنباري، تحقیق کارلوس یعقوب لایل۔

۴۔ خزانة الأدب ولب لباب لسان العرب: البغدادي۔

۵۔ شهامة الأدب في شرح لامية العرب: عطاء الله بن أحمد عطاء الله بن أحمد المصري ثم المكي

۶۔ تفريج الكرب عن قلوب أهل الأرب في معرفة لامية العرب: محمد بن قاسم بن داكور المغربي

۷۔ شرح لامية العرب: محمود بن عمر الزمخشري

۸۔ عربی ادب کی تاریخ، جلد اول: عبدالحلیم ندوی

۹۔ تاريخ آداب اللغة العربية: جرجي زيدان، ج ۲

۱۰۔ كتاب الأمالي: أبو علي القالي، ج ۱، ص ۱۰۷، منشورات المكتب الإسلامي، مكة المكرمة

اکائی 5 اسلامی شاعری اور چند نمائندہ شعرا

اکائی کے اجزا

5.1 تمہید

5.2 مقصد

5.3 عصر اسلامی اور اسلامی شعرا

5.4 مخضرمین شعرا

5.5 شعر اسلامی کی خصوصیات

5.5.1 فنی خصوصیات

5.6 چند نمائندہ شعرا

5.6.1 حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

5.6.1.1 حالات زندگی

5.6.1.2 قبول اسلام

5.6.1.3 خدمات

5.6.1.4 شہادت

5.6.1.5 شعر وشاعری

5.6.1.6 اسلوب

5.6.1.7 اغراضِ شعر

5.6.2 حضرت کعب بن مالکؓ

5.6.2.1 حالات زندگی

5.6.2.2 قبول اسلام

5.6.2.3 خدمات

5.6.2.4 شعروشاعری

5.6.2.5 اغراض ومضامین شعر

5.6.2.6 اسلوب وخصوصیات

5.6.3 حضرت خنساء(تماضر بنت عمروؓ)

5.6.3.1 حالات زندگی

5.6.3.2 قبول اسلام

5.6.3.3 شعروشاعری

5.6.3.4 حضرت خنساء کی شاعری نقاد، ادبا اور اہل بلاغت کی نظر میں

5.6.3.5 اغراض شعر

5.6.3.6 اسلوب وخصوصیات

5.7 اکتسابی نتائج

5.8 فرہنگ

5.9 امتحانی سوالات کے نمونے

5.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

5.1 تمہید

اسلام نے ابتدا سے ہی شعروسخن کی اہمیت وضرورت کو سمجھا اور اسے خوب استعمال کیا اور اپنے ماننے والوں کو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا حکم دیا، ابتدائے اسلام میں مسلم اور مشرک شعرا کے درمیان شعری مجادلہ معروف ہے۔ اسلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کی طرف سے دفاع کرنے کی وجہ سے حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور کعب بن مالکؓ شعرائے رسول کہلائے۔

5.2 مقصد

اس اکائی میں اسلامی شعروسخن کی خصوصیات وامتیازات سے واقفیت ہوگی۔ اس کے علاوہ اس اکائی کے مطالعے سے شعرائے اسلام حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت کعب بن مالکؓ اور حضرت خنساء (تماضر بنت عمروؓ) جیسے مشہور شعرا کی مختصر سوانح عمری، خدمات اور ان کی شعری خصوصیات سے واقفیت حاصل ہوگی۔

5.3 عصر اسلامی اور اسلامی شعرا

عصر اسلامی سے مراد وہ زمانہ ہے جو ظہور اسلام سے شروع ہو کر دوسری صدی ہجری کے وسط پر ختم ہوتا ہے۔ اس زمانے میں مخضرمین شعرا بھی شامل ہیں۔ جب اسلام اور کفر کے درمیان جنگ شروع ہوئی تو یہ زبان وادب پر بھی اثر انداز ہوئی اور مسلم وکافر شعرا کے درمیان شعری معرکہ آرائی شروع ہوگئی جسے شعر مجادلہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تاریخ میں آتا ہے کہ جب مشرکین کی طرف سے ابوسفیان بن حارث، عبداللہ بن زِبَعرِی، عمرو بن عاص، ضرار بن خطاب فہر، ابوعزّہ جُمحی اور ھُبیرہ بن ابووھب مخزومی جیسے شعرا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انصار ومہاجرین صحابہ کرامؓ پر اشعار کے تیر برسانے شروع کیے، اشعار میں ان کی ہجو کرنے لگے اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے لگے نیز یہ مشرک شعرا صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ عام لوگوں کو اسلام سے روکتے بھی تھے اور ان کے اشعار پورے عرب قبائل میں پھیلتے تھے، جس کی وجہ سے اسلام کو بڑا نقصان ہو رہا تھا، کہ ان کے اشعار لوگوں کے اسلام کی طرف آنے میں رکاوٹ بن رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کو بھانپا اور انصار سے فرمایا: کیا چیز مانع ہے اس قوم کے لیے جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد ہتھیاروں سے کی، وہ اپنی زبانوں سے مدد کرے؟ حضرت حسان بن ثابتؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا: حاضر ہوں اے اللہ کے رسول (حدیث)، اس کے بعد ان کے ساتھ حضرت کعب بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مل گئے اور تینوں اسلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اور مسلمانوں کی طرف سے دفاع کرنے لگے اور وہ ''شعرائے رسول'' سے مشہور ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد فوراً ارتداد کا فتنہ رونما ہوا تھا اور یہ آندھی بڑی تیز رو تھی کہ اس نے دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً پورے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے وفادار اور جانثار رفقا کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا اور حالات پر قابو پالیا گیا۔ اسی طرح عہد فاروقی میں مشرق ومغرب جہاں بھی جنگ ہوئی تھی، ہر موقعہ سے بڑے پرجوش دینی وایمانی حرارت سے لبریز اشعار ملتے ہیں۔ عہد عثمانی کے ابتدائی دور میں سیاسی اور دینی حالات تقریباً وہی رہے جو عہد فاروقی میں تھے، آہستہ آہستہ بلوائیوں کا زور بڑھتا گیا، یہاں تک کہ تاریخ کا وہ سیاہ دن آیا جس میں تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی شہادت ہوتی ہے، وہاں سے تاریخ کا رخ بدلتا ہے اور طرح طرح کے فتنے سر اٹھانے

لگتے ہیں اور خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، ملک میں افراتفری کا ماحول بن جاتا ہے، معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ آپس میں جنگیں چھڑ جاتی ہیں جن میں بہت ساری جانیں جاتی ہیں اور بڑی تعداد میں صحابہ کرامؓ شہید ہوتے ہیں۔ اس ماحول میں دونوں ہی فریق کے شعرا سرگرم ہوجاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اشعار میں مخاطب کرتے ہیں؛ چناں چہ حضرت ولید بن عقبہؓ نے بنو ہاشم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو اس کے جواب میں فضل بن عباس بن عتبہ بن ابولہب نے شعر ہی کی زبان میں جواب دیا اور حضرت ولید بن عقبہؓ برابر حضرت معاویہؓ کو حضرت علیؓ کے خلاف جنگ پر اشعار کہہ کہہ کر اکساتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ بالآخر جنگ کی نوبت آ ہی جاتی ہے۔

نصر بن مزاحم کی کتاب ''واقعہ صفین'' میں کثرت سے اشعار نقل کیے گئے ہیں، جن سے جاہلی عصبیت کی آگ بھڑکتی نظر آتی ہے۔ اس کے بعد نہروان کی جنگ سامنے آتی ہے، یہ جنگ حضرت علیؓ اور خوارج کے درمیان ہوتی ہے، اس جنگ نے بھی شعرا کو خوب مواد فراہم کیا اور دونوں فریق کے شعرا نے خوب طبع آزمائی کی۔

غرضیکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فتنۂ ارتداد کے موقعہ سے جنگوں نے شعرا کو بھڑکایا اور انھوں نے اپنے جذبات وخیالات کو اشعار کی صورت میں پیش کیے، اسی طرح اس کے بعد جنگ جمل، جنگ صفیں اور جنگ نہروان نے شعر وسخن کے میدان میں بڑا کردار ادا کیا ہے اور شعر گوئی کے دامن کو وسیع سے وسیع تر کیا، اس طرح شعر وسخن کے ذخیرہ میں گرانقدر اضافہ ہوا اور اس کا دائرہ مزید پھیلا۔

5.4 مخضر مین شعرا

مخضر مین شعرا: وہ شعرا ہیں جنھوں نے جاہلی اور اسلامی شعروں کو جمع کیا، یعنی دونوں شعروں کو ملایا اس طور پر کہ دونوں ادوار کی خوبیوں کو شعر میں جمع کیا اور دونوں ادوار میں شعر کہے ہیں، دوسرے الفاظ میں دو عہدوں (جاہلی اور اسلامی) کی نمائندگی کرنے والے کو مخضر مین شعرا کہا جاتا ہے، جیسے: حضرت لبید بن ربیعہؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ اور عبد اللہ بن رواحہؓ وغیرہ، جنھوں نے زمانہ جاہلیت کو پایا، زمانۂ جاہلیت کے کلچر وتہذیب سے متاثر ہوئے، اسی میں ان کی نشوونما ہوئی، پروان چڑھے، جوان ہوئے اور اسی میں ان کی ذہنی عقلی وفکری پختگی ہوئی، پھر جب اسلام آیا تو انھوں نے ایک نئے نظامِ زندگی، نئے دستورِ حیات، کچھ نئے طور طریقے اور جدید نظریات کا سامنا کیا اور ایک چیلنج ان کے سامنے آیا، جس کو ان لوگوں نے قبول کیا اور اسلام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اسلام کے سایے میں ایک نئی زندگی گذاری اور اشعار نظم کیے اور کہے۔

مخضر مین شعرا کی ایک بڑی تعداد ہے، بہت ساروں کے اشعار ملتے ہیں، لیکن ان کے نام نہیں ملتے، انھوں نے اللہ کی راہ میں اپنی ذات کو اس طرح مٹا دیا کہ تاریخ بھی ان کے ناموں کو محفوظ نہیں رکھ سکی، ان میں سے بعض مشہور نام یہ ہیں جن کی طرف اشعار منسوب ملتے ہیں: حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ، حضرت بجیر بن زہیرؓ، حضرت لبید بن ربیعہؓ، حضرت نابغہ جعدیؓ، حضرت حطیئہؓ، حضرت سفیان بن حارث بن عبد المطلبؓ، حضرت عبد اللہ بن زِبَعرِیؓ، حضرت انس بن زَنیمؓ، حضرت عبدۃ بن طبیبؓ، حضرت عمرو بن معدیکربؓ، حضرت ابومحجن ثقفیؓ، حضرت معن بن اوسؓ، حضرت عباس بن مرداسؓ، حضرت زبرقان بن بدرؓ، حضرت شماخ بن ضرارؓ، حضرت نمرہ بن تولبؓ، حضرت سوید بن ابوکاہل، حضرت اغلب عجلی راجزؓ اور حضرت قطن بن حارثہ علیمیؓ وغیرہ۔

خاتون شعرا میں حضرت خنساءؓ، حضرت عمرہ بنت خنساءؓ، حضرت لیلی اخیلیہؓ، حضرت خولہ بنت حکیمؓ، حضرت خولہ بنت ثابت بن منذرؓ، حضرت درہ بنت ابو وہب عبد العزی بن عبد المطلبؓ، حضرت زینب بنت عوام بن خویلد بن اسد قرشیہ اسدیہؓ، حضرت سلمی بنت عمیس خثعمیہؓ، حضرت شیماء بنت حارث بن عبد العزی سعدیہؓ، حضرت صفیہ بنت عبد المطلبؓ، حضرت ضباعہ قشیریہؓ، حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل عدویہؓ، حضرت عاتکہ بنت عبد المطلب بن ہاشمؓ، حضرت عمرہ بنت رواحہ انصاریہؓ، حضرت فاطمہ بنت اجحم خزاعیہؓ، حضرت فتیلہ بنت نضرؓ، حضرت کبشہ بنت معدی کربؓ، حضرت لبابہ بنت حارث بن حزن ہلالیہ صغریؓ، حضرت لبابہ بنت حارث ہلالیہ کبریؓ، حضرت ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشیہؓ، حضرت ام ذرؓ زوجہ حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ام سلمہ ام المومنینؓ، حضرت ام ایمن (خادمہ نبی کریم ﷺ) برکہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمانؓ، حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف حضرت ام سنان بنت خیثمہ بن خرشہؓ کے نام ملتے ہیں۔

5.5 شعر اسلامی کی خصوصیات

بغیر کسی تردد کے کہا جاسکتا ہے کہ اسلام نے نفس شعر و سخن پر کوئی قدغن نہیں لگایا بلکہ مزید اس کی حوصلہ افزائی کی، اس کو خوب پھلنے پھولنے کا موقع دیا، اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس کو ہاتھ پکڑ کر مزید آگے بڑھایا اور بہت ساری گونگ زبانوں کو زبان عطا کی، مزید نئی راہوں سے اس کو روشناس کرایا، اس کے دائرے کو وسیع سے وسیع تر کیا، اس میں جدید مواد اور مضامین اور الفاظ کا اضافہ کیا، اس کی رعنائی و رونق کو بڑھایا اور اس کے معیار کو بلند کیا۔ اسے جاہلی نجاست و غلاظت سے پاک کیا، بد اخلاقیوں، فحش باتوں، خرافات اور گھٹیا حرکتوں سے اوپر اٹھایا، یہ تو اچھی بات ہے نہ کہ بری بات۔ بہر حال شعر اسلامی کی خصوصیات یہ ہیں:

۱- ادب شعر اسلامی نے اسلامی معاشرے کی تشکیل میں، دین اسلامی کی نشر و اشاعت اور دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔

۲- فنی التزام، انسانیت کا شعور، توحید کی طرف دعوت، گھٹیا الفاظ سے اجتناب، دین اسلام کی مخالف فنی صورتوں سے پرہیز، آبا و اجداد اور خاندانی اور قبائلی فخر و مباہات پر مبنی شعر کے گنگنانے سے دوری اختیار کرنے کی ترغیب اور تاکید۔

۳- شعر اسلامی کا طرۂ امتیاز: نئے معانی و مضامین اور بلند افکار و خیالات کا اضافہ اور وہ بلند کردار، پاکیزہ عادات و اطوار، حسین خصلتیں، مکارم اخلاق اور خوب صورت اعمال و افعال کی دعوت۔

۴- بے جا تعریف اور مدح سرائی سے گریز۔

۵- آسان، واضح اور مٹھاس بھرے الفاظ کا استعمال، غموض، غرابت اور مبہم رموز سے اجتناب۔

۶- شعرائے اسلام نے قرآن کریم اور حدیث نبوی کے منہج و اسلوب کو اختیار کیا، تلمیح و اشارات اور صراحت میں دونوں کی اتباع کی، بعض نے قرآنی کلمات استعمال کیے، بعض نے قرآن کے معانی و افکار کو اختیار کیا اور ان کو اپنے منظوم کلام میں پرویا۔

۷- شعر اسلامی سلیم الطبع انسانوں کو مخاطب کرتا ہے، زندہ شعور و احساس کو جلا بخشتا ہے، دلوں میں خیر کے خوابیدہ عناصر کو ابھارتا ہے اور شر کے عوامل سے جنگ کرتا ہے اور اس کے اٹھتے ہوئے سر کو جھکاتا ہے، اس طرح سے ان کے لیے کار خیر اور عمل صالح تک پہنچنے کے لیے راستہ

کو ہموار کرتا ہے اور وہاں تک پہنچنے کو آسان سے آسان کرتا ہے۔

۸- شعر اسلامی شعر جاہلی سے عمدگی اور عظمت، واضح بیان اور عظیم مقصد کے اعتبار سے ممتاز ہوتا ہے، اسی طرح روحانیت اور مادیت کے درمیان اور فن برائے فن اور فن برائے زندگی کے درمیان توازن اور حقیقت پسندی پیدا کرنے کی حیثیت سے امتیازی شان رکھتا ہے۔

۹- بلند معانی ومفاہیم، روشن انداز، خوب صورت اسلوب، اسلام کے دائرہ میں رہتے ہوئے پرکشش فنی صورتوں کا استعمال اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ ادب برائے ادب اور ذہن ودماغ اور زبان کی لذت کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ کائنات، زندگی اور انسان کی ترجمانی کے لیے ہے، بامقصد زندگی کی رہنمائی کرتا ہے اور انسان کو اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پیغام دیتا ہے۔

۱۰- شعر اسلامی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمت کو بڑھاتا ہے، عزائم ومقاصد کو تقویت پہنچاتا ہے۔

۱۱- شعر اسلامی میں بعض قدیم اغراض شعری ماند پڑ گئے، جیسے: شراب کی تعریف، غزل فاحش، گھٹیا ہجوگوئی، لہوولعب کی محفلوں کی ثناخوانی اور اسلامی حدود سے باہر نکل کر فخر کرنا۔

۱۲- مخضرمین شعرا نے اپنے اشعار میں اللہ تعالی کے اسمائے حسنی استعمال کرنے شروع کر دیے، جو زمانۂ جاہلیت میں مشہور ومعروف تھے، جیسے: **اللہ، اللھم**، رب وغیرہ؛ البتہ ان کا استعمال اسلامی تصورات کے آئینے میں تھا، دوسری ہجری سے اللہ تعالی کے ان اسمائے حسنی کو استعمال کرنا شروع کیا جو زمانۂ جاہلیت میں معروف نہیں تھے، نزول قرآن کے بعد ان سے لوگ شناسا ہوئے، جیسے: **رزّاق، عزیز، ذي العرش، ذي الجلال، غفور، وھاب، ولي المومنین، الواحد، رؤوف، صمد، عالم الغیب**۔

5.5.1 فنی خصوصیات

یہاں شعر اسلامی کی چند وہ خصوصیات بیان کی جاتی ہیں، جن کا تعلق فن سے ہے، جو ایک نئے روپ اور نئے اسلوب وانداز میں ظاہر ہوئی ہیں اور وہ یہ ہیں:

قسم: اشعار میں قسم کا استعمال اسلامی شعرا کی نمایاں خصوصیات میں سے ہے، یہ ایک نیا انداز اور نیا اسلوب ہے، جو جاہلی شعرا کے یہاں ناپید ہے، اسلامی شعرا نے اس اسلوب کو قرآن کریم سے اخذ کیا ہے، اس اسلوب کا استعمال رسول ﷺ کی زندگی میں اور اس کے بعد دورِ صحابہ میں ہی شروع ہوا اور کثرت سے استعمال ہونے لگا۔

تکرار: اسلامی شعرا نے بسا اوقات اپنے موقف کو پرزور انداز میں بیان کرنے کے لیے اور بعض باتوں میں قوت پیدا کرنے کے لیے اپنے اشعار میں تکرار کا اسلوب اختیار کیا ہے؛ تا کہ سامعین کو اطمینان حاصل ہو۔

اسی طرح سے نئے فنون، مثال کے طور پر: دعا، وعظ وارشاد، نعت پاک، شہدا کا مرثیہ، خود اپنی ذات کا مرثیہ، کٹے ہوئے اعضا کا مرثیہ، مرنے والے پر صلاۃ وسلام کا مرثیہ، شعر انسانیت، شعر سیاست، مسلم اور غیر مسلم کے درمیان ہجوگوئی، شکوہ اور غزل عفیف کا اضافہ شعر اسلامی کی خصوصیات میں سے ہیں۔

5.6 چند نمائندہ شعرا

5.6.1 حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

آپ جلیل القدر، بدری، قائد، مجاہد، شہید، صحابی، حضرت عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرئ القیس بن عمرو القیس اکبر بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج انصاری خزرجی ہیں۔ کنیت: ابو محمد، ایک قول کے مطابق ابو رواحہ، دوسرے قول کے مطابق ابو عمرو۔ ماں کا نام: کبشہ بنت واقد بن عمرو بن اطنابہ خزرجی۔ آپؓ حضرت نعمان بن بشیر بن سعد کے ماموں، حضرت ابو درداءؓ کے ماں شریک بھائی۔ آپؓ کی بہن کا نام عمرہ بنت رواحہؓ ہے۔

5.6.1.1 حالات زندگی

آپؓ مدینہ منورہ میں قبیلۂ خزرج میں پیدا ہوئے، یہیں نشونما پائے، پروان چڑھے، جوان ہوئے، اسلام قبول کیا، اس کے بعد جمادی الاولی ۸ھ میں شام کی سرزمین پر غزوۂ مؤتہ میں شہید ہوئے، آپ لاولد تھے۔

آپؓ ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپؓ کا سلسلہ نسب مشہور جاہلی شاعر امرؤ القیس تک پہنچتا ہے، آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، زمانۂ جاہلیت کے ممتاز شعرا میں شمار ہوتے تھے، ساتھ ہی ایک بڑے بہادر شہسوار تھے، آپؓ کے اندر عسکری صلاحیت خوب تھی، اس میدان میں اپنے ہم عصروں سے فائق تھے، آپ جاہلیت اور اسلام دونوں ہی میں بڑے بہادر اور عظیم قدر و منزلت سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ خوب روزہ رکھتے تھے اور بڑے عبادت گذار تھے، بڑے متقی و پرہیز گار تھے، کار خیر اور فضیلت کے باب میں سبقت کرنے والوں میں سے تھے، اہل ایمان سے خوب محبت اور دوستی کرتے تھے اور اہل کفر سے نفرت اور دشمنی رکھتے تھے، دین کے معاملے میں ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ سے ٹوٹ کر محبت کرنے اور سمع و طاعت میں بڑے مشہور تھے، آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن مسجد نبوی میں اس وقت تشریف لائے جب نبی اکرم ﷺ خطبہ دے رہے تھے، آپ نے سنا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ'' تو وہ مسجد کے باہر جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے اور وہیں بیٹھے رہے، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ اپنے خطبہ سے فارغ ہو گئے، جب یہ خبر نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو نبی اکرم ﷺ نے آپ سے فرمایا: ''اللہ تعالی، اللہ اور اس کے رسول کی سمع و طاعت کی بابت تمہاری حرص میں مزید اضافہ فرمائے''۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے فخر کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی شان میں ارشاد فرمایا: عبداللہ بن رواحہ پر رحمت نازل فرمائے، جہاں بھی نماز کا وقت آجاتا وہ سواری کو ٹھہرا دیتے۔

5.6.1.2 قبول اسلام

حضور اکرم ﷺ کی ہجرت سے پہلے عظیم داعی حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ منورہ تشریف لا چکے تھے اور یہاں اشاعت اسلام کا فریضہ انجام دے رہے تھے؛ چناں چہ جہاں اور لوگوں نے اسلام کو گلے سے لگایا، وہیں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، اس کے بعد اپنی قوم کے ساتھ ادائے حج کے لیے مکہ مکرمہ آئے، جہاں آنحضرت ﷺ کی زیارت کی سعادت سے سرفراز ہوئے اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی، آپؓ ان بارہ نقبا میں سے ایک نقیب مقرر ہوئے، پھر دوسرے سال جن ۷۳ انصار کا وفد آیا تھا اور ''عقبہ ثانیہ'' کی بیعت کی

تھی، ان میں بھی حضرت عبداللہ بن رواحہؓ موجود تھے اور مدینہ منورہ بڑے عزم اور بلند حوصلہ کے ساتھ واپس آئے اور دعوت دین میں جٹ گئے۔

5.6.1.3 خدمات

ہجرت کے بعد حضور اکرم ﷺ کی ہر طرح سے نصرت میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پیش پیش رہے، اپنی شاعرانہ صلاحیت کو پورے طور پر دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا؛ چناں چہ دین اسلام اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات مبارک اور مسلمانوں کی طرف سے دفاع کیا، لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت پوری قوت کے ساتھ دی، اللہ کے راستے میں دشمنان اسلام سے تلوار اور زبان دونوں سے قتال کیا، خاص طور سے منافقوں کی سازشوں کو ناکام کرنے میں ان کا کارنامہ بہت روشن ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ مقررہ غزوۂ بدر صغریٰ کے لیے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے تو اس موقع سے آپؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشیں مقرر فرمایا۔ ایک موقع سے ۶ شوال ھ میں خیبر کی طرف چالیس شہسواروں کے ساتھ سریہ میں روانہ فرمایا، جس میں آپؓ نے اسیر بن رزام یہودی کو قتل کیا۔

آپؓ زمانۂ جاہلیت سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے، ابتدائے اسلام میں ایسے لوگوں کی بڑی قدر تھی اور سخت ضرورت تھی؛ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کی اس خوبی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا کاتب مقرر فرمایا، اس طرح آپؓ کو کاتبین وحی میں شمار ہونے کا بڑا اشرف حاصل ہوا۔

5.6.1.4 شہادت

جہاد میں بڑے شوق سے شرکت فرماتے تھے، شہادت کے بڑے دلدادہ اور متمنی تھے، اسی جذبہ کے تحت بدر، احد، خندق، حدیبیہ اور خیبر ہر جنگ میں شرکت کی، وہ ہر جنگ کے موقع پر یہ دہرایا کرتے تھے: "يَا نَفْسُ إلّا تُقْتَلِي تَمُوتِيْ" اے نفس! تو اگر قتل نہ کیا گیا تو آپ اپنی موت مرے گا۔ مطلب یہ کہ موت آنی ہی ہے، اگر شہادت کے ذریعہ نہ آئی تو طبعی طور پر آئے گی پھر اس سے خوف کرنے کا کیا معنی! ان کی دعا قبول ہوئی اور تمنا پوری ہوئی اور شام کی سرزمین میں مقام ''بلقاءٗ'' کے قریب غزوۂ مؤتہ میں جام شہادت نوش فرمایا، اس موقعہ پر حضرت زید بن حارث اور حضرت جعفر بن ابوطالبؓ کے بعد دیگرے شہید ہوئے۔

5.6.1.5 شعروشاعری

وہ قادرالکلام تھے، زمانۂ جاہلیت میں اپنی قوم خزرج کے بڑے شاعر تھے، اپنے قبیلے میں بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور اپنی قوم کی زبان وترجمان سمجھے جاتے تھے، اپنے قبیلہ وخاندان کی طرف سے بڑی شاعرانہ قوت وطاقت کے ساتھ دفاع کرتے تھے، انہیں اپنے قبیلے کی شجاعت وبہادری اور دوسری خوبیوں پر بڑا ناز تھا، جن پر وہ بجا طور پر فخر کیا کرتے تھے، اپنے مدمقابل شعرا خاص طور پر قبیلہ اوس کے شاعر قیس بن حطیم سے ان کا مقابلہ ہوتا تھا، ان کے اشعار میں ان جنگوں کا خاص طور پر ذکر ہوتا تھا جو قبیلہ اوس اور خزرج کے درمیان سالہا سال برپا رہی ہیں اور وہ اپنے مدمقابل شاعر قیس بن حطیم کا جواب ترکی بہ ترکی دیتے رہے ہیں۔

وہ اپنے قبیلے بنی حارث ابن خزرج کے سردار تھے، اپنے قبیلے خزرج پر جہاں عمومی طور پر فخر کرتے تھے، وہیں وہ اپنے قبیلہ بنی حارث پر خصوصی طور پر فخر کیا کرتے تھے، وہ بلا اختلاف زمانۂ جاہلیت کے مایہ ناز شعرا میں سے تھے؛ چناں چہ ناقد ومؤرخ محمد ابن سلام نے لکھا ہے کہ

مدینہ منورہ کے پانچ ممتاز شعرا گذرے ہیں، ان میں سے تین قبیلہ خزرج کے اور دو قبیلہ اوس کے، قبیلہ خزرج کے تین میں سے ایک حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ہیں۔ واضح رہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سے زمانۂ جاہلیت کے اشعار اکثر ضائع ہو چکے ہیں، جو محفوظ ہیں وہ ضائع ہونے کی بہ نسبت بہت کم ہیں۔

قبول اسلام کے بعد انھوں نے اپنی شاعرانہ صلاحیتیں پوری کی پوری حضور اکرم ﷺ کے قدموں میں ڈال دیں اور اسلام اور رسول ﷺ کی خدمت کے لیے اپنی ذات سے ہر طرح کی خدمت کے لیے وقف ہو گئے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم جب شعر کہنا چاہتے ہو تو کیا کرتے ہو! عرض کیا کہ اس موضوع پر فکر کرتا ہوں، پھر شعر زبان پر آنے لگتا ہے، اس کے بعد انھوں نے برجستہ شعر پڑھے، جس کا آخری شعر یہ تھا:

فَثَبَّتَ اللّٰہُ مَا آتَاکَ مِنْ حَسَنٍ　　　تَثْبِيتَ مُوسَى وَنَصْرًا كَالَّذِي نُصِرُوا

''اللہ نے آپ کو جو خوبیاں عطا کی ہیں، ان کی بنا پر آپ کو ثابت قدم رکھے جیسے موسیٰؑ کو ثابت قدم رکھا اور وہ آپ کی مدد فرمائے، جیسے حضرت موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کی مدد فرمائی تھی۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس شعر کو پسند فرمایا اور یہ دعا دی: ''وإیاک فثبتک اللہ'' اور تم کو بھی ثابت قدم رکھے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہتر طور پر ثابت قدم فرمایا اور وہ بالآخر شہادت کی سعادت سے سرفراز ہوئے، جنت کا دروازہ ان کے لیے کھل گیا اور وہ اس میں شہید ہو کر داخل ہو گئے۔

آپؓ کا شمار ممتاز معروف شعرائے مخضرمین میں ہوتا ہے، آپؓ ان تین شعرا میں سے ایک ہیں، جو اپنی خدمات کے صلہ شعرائے رسول کا لقب پائے ہیں اور آپ ان شعرائے مخضرمین میں سے ایک ہیں جن کی شان میں آیت کریمہ نازل ہوئی {إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللّٰہَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ} [شعراء:۲۲۷] ''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اچھے عمل کیے، اللہ کا خوب ذکر کیا اور ان پر جو ظلم ہوا ہے، (صرف) اس کا بدلہ لیا اور جو ظلم کرنے والے ہیں، وہ عنقریب جان لیں گے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے؟''

آپؓ رجز کے اشعار کے ممتاز شعرا میں سے ایک تھے، نمونہ کے طور پر چند اشعار پیش ہیں، تاریخ اسلام میں آتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب عمرۃ القضاء کا طواف فرما رہے تھے تو عبداللہ بن رواحہؓ آپ کے آگے آگے رجز کے یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے:

یا ربِ لولا أنتَ ما اهتدينَا　　　ولا تصدقنا ولا صلینا

فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً علینا　　　وثبت الأقدامَ إنْ لاقینا

إن الذین قد بَغَوْا علینا　　　إذا أرادُوْا فتنةً أَبِيْنَا

''اے رب! اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ تصدیق کرتے نہ عبادت کرتے۔ ہمارے دلوں پر سکینت کا نزول فرما، دشمنوں سے اگر مڈبھیڑ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ ہم پر یورش کرنے والے، اگر فتنہ پر آمادہ ہوں تو ہلاک ہو جائیں۔''

تاریخ وسیر کی کتابوں میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے اشعار تعداد میں زیادہ ہیں؛ لیکن خاص نعت کے

اشعار کم ہیں، زیادہ تر اسلام کی عظمت کا مضمون ہے یا پھر وہ قصیدے ہیں، جو کفار ومشرکین اور یہود کی ہجو میں کہے گئے ہیں، حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی ہجو میں فرق یہ ہے کہ حضرت حسان بن ثابتؓ مشرکین مکہ کے انساب پر حملہ کرتے تھے اور ان کی تاریخ کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کرتے تھے، جنہیں سن کر وہ تلملا کر رہ جاتے اور سمجھتے تھے کہ یہ باتیں حسانؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذریعہ معلوم ہوئی ہوں گی، مگر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بدزبان کفار کی ہجو دوسرے انداز سے فرماتے تھے، وہ کفر وشرک، گمراہی اور بے دینی کا طعنہ دیا کرتے تھے اور فتح مکہ کے بعد جو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوئے جیسے ابوسفیان، ہندہ اور وحشی وغیرہ ان کو عبداللہ بن رواحہ کی کہی ہوئی ہجو زیادہ بری لگتی تھی، کیونکہ وقت گذرنے کے بعد سب باتیں بھولی بسری ہوجاتی ہیں؛ مگر باتوں کو کسی کامیاب شاعر نے اپنی نظموں میں کہہ دیا ہے وہ ختم نہیں ہوتیں اور لوگ اس کو دہرایا کرتے ہیں۔

فنی نقطۂ نظر سے آپؓ کے اشعار مضبوط اور پرجوش ہیں۔ الفاظ آسان، فصیح اور رواں اور کلمات کا انتخاب اور تنسیق خوب صورت ہوتی ہے، تکلف وتصنع سے خالی اور غرابت سے عاری۔ آپؓ کے رجز کے اشعار زیادہ ملتے ہیں اور عام وخاص زیادہ مقبول بھی ہیں، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی پسند فرمائے ہیں، اس کے حسن کی مدح بھی فرمائی ہے، جیسا کہ اوپر بیان آچکا ہے، نیز منقول ہے کہ جب ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب کا شعر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا، تو آپ ﷺ کو بڑا شاق اور گراں گذرا، آپ ﷺ نے فوراً حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو طلب فرمایا اور اشعار کہنے کا حکم دیا، انھوں نے برجستہ چند اشعار کہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم بڑے اچھے شاعر ہو۔ اسی طرح ان کے یہاں شعر جہاد، جہاد کی راہ میں ثابت قدمی اور عقیدہ سے متعلق خاص طور پر اشعار ملتے ہیں۔

5.6.1.6 اسلوب

جہاں تک شعر وسخن کے اسلوب کی بات ہے تو قصیدہ میں ان کا طرز یہ تھا کہ قصیدہ کا مقدمہ ایک منہج پر نہیں رہتا ہے، کبھی بغیر کسی تمہید کے اصل مقصد شروع ہوجاتا ہے، جیسا کہ اس قصیدہ میں کیا جو آپ ﷺ کی مدح میں کہا ہے، وہ کہتے ہیں:

إِنِّي تَفَرَّسْتُ فِيکَ الْخَيْرَ أَعْرِفُهُ	وَاللهُ يَعْلَمُ أَنْ مَا خَانَنِي الْبَصَرُ
أَنْتَ النَّبِيُّ وَمَنْ يحرم شفاعته	يوم الحساب لقد أزرى به الْقَدَرُ
فَثَبَّتَ اللهُ مَا آتاکَ مِنْ حَسَنٍ	تَثْبِيتَ مُوسَى وَنَصْرًا كَالَّذِي نُصِرُوا

''میں نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ آپ ﷺ کے اندر وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جس کا مجھے علم ہے اور اللہ جانتا ہے کہ میری نظر نے کوئی غلطی نہیں کی۔ آپ وہ نبی ہیں، جن کی شفاعت سے قیامت کے روز اگر کوئی محروم رہا تو اس کی تقدیر نے اس کو تباہ کردیا (یعنی ایک محروم اور بدقسمت ہی شخص آپ کی شفاعت سے محروم رہے گا)۔ اللہ تعالی آپ ﷺ کو ان خوبیوں کے ساتھ ثابت قدم رکھے جو اس نے آپ کو عطا فرمائی ہیں، جیسے موسیٰؑ کو ثابت قدم رکھا اور جس طرح اللہ نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کی مدد فرمائی اس طرح آپ ﷺ کی مدد فرمائے۔''

کبھی تمہید کے بعد مقصد کا آغاز کرتے ہیں اور تمہید متفاوت ہوتی ہے، نقاد لکھتے ہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے قصائد عام طور پر دو حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں، ایک حصہ آغاز وافتتاح پر اور دوسرا حصہ غرض پر۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے شعر میں ایک اسلوب تاکید کا ہے، یعنی بعض الفاظ کی تکرار جیسے ''قد'' اور ''إنّ'' وغیرہ۔ معنوی اعتبار سے

خوب صورت ذوق اور قوی شعور پایا جاتا ہے اور ہجو میں جب کفار ومشرکین اور یہود کی ہجو کرتے ہیں تو ان کو کفر وشرک سے عار دلاتے ہیں اور ان کو گمراہی اور بے دینی کا طعنہ دیتے ہیں، ہجو میں بھی ان کی زبان فحش گوئی، بدزبانی اور گھٹیا پن سے پاک صاف ہے۔ان کے اسلامی اشعار میں مسلمانوں کے لیے خیر کی دعا کا اسلوب پایا جاتا ہے، اقتباس کا اسلوب، جس میں قرآن کی آیت یا اس کے معنی، یا حدیث کا ٹکڑا یا اس کے معنی کو اپنے کلام میں سموتے ہیں اور رجز کا اسلوب خوب اپناتے ہیں۔

5.6.1.7 اغراضِ شعر

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے یہاں اغراض شعر چند پائے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں: رجز، فخر، غزل، ہجو، مدح، مرثیہ، نعت پاک۔اسی طرح خالص اسلامی اغراض ومعانی پر مشتمل ان کے اشعار ملتے ہیں، جن میں موت، زہد اور تقوی ہیں۔یہاں نمونہ کے طور پر نعت پاک کے چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں، نعتیہ کلام میں ان کا یہ شعر بہت مشہور ہے:

لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُبَيِّنَةٌ كَانَتْ بَدَاهَتُهُ تُنْبِيكَ بِالْخَبَرِ

''اگر ذات گرامی ﷺ میں دوسری روشن دلیلیں نہ بھی ہوتیں تو خود آپ ﷺ کا چہرۂ انور تم کو حقیقت بتا دیتا۔''

اس سے پہلے کے دو شعر یہ ہیں:

روحي الفداءُ لمن أخلاقه شهدت بأنه خير مولودٍ من البشر

عمّت فضائلُه كلَّ العباد كما عمّ البريّة ضوء الشمس والقمر

''میری روح قربان ہو اس ذات پر جس کے اخلاق اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے بہتر فرد ہیں۔ان کے احسانات ساری مخلوق کے لیے عام ہیں، جیسے چاند اور سورج کی روشنی ساری دنیا کے لیے عام ہیں۔''

5.6.2 حضرت کعب بن مالکؓ

آپ شاعر رسول، صحابی جلیل، خزرجی، عقبی، احدی، کعب بن مالک ابن ابو کعب عمرو بن قین بن کعب بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ انصاری ہیں۔کنیت: زمانۂ جاہلیت میں ابوبشیر، زمانۂ اسلام میں ایک قول کے مطابق ابوعبداللہ، دوسرے قول کے مطابق ابوعبدالرحمن، تیسرے قول کے مطابق ابومحمد۔ماں کا نام: لیلی بنت زید بن ثعلبہ بن عبید بن سلمہ ہے۔

5.6.2.1 حالات زندگی

حضرت کعب بن مالکؓ مدینہ منورہ میں شاعرانہ گھرانہ میں تقریباً ۲۵ ق ھ مطابق ۵۹۸ء میں قبیلہ بنی سلمہ بن خزرج میں پیدا ہوئے۔ ایک سے زائد عورتوں سے شادیاں ہوئیں، جن کے نام یہ ہیں: عمیرہ بنت جبیر ابن صخر بن امیہ، جن سے عبداللہ، فضالہ، وہب، معبد، خولہ اور سعاد پیدا ہوئے، عمیرہ نے اسلام قبول کیا اور ام معبد سے مشہور ہوئیں، دوسری بیوی صفیہ، تیسری بیوی ام بشر بنت براء بن معرور۔کل اولاد گیارہ ہیں، جن میں سات لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔

آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے، ان کے بیٹے عبداللہ سہارا دیا کرتے تھے، ان ہی کے سہارے سے مسجد آیا کرتے تھے، حضرت معاویہؓ

کے دورِ خلافت میں شام میں ۵۰ اور ۵۵ھ کے درمیان انتقال ہوا، اس وقت ان کی عمر ۷۷ سال تھی۔

صاحب الجمھور نے مدینہ منورہ کے جن پانچ شعرا کا نام لیا ہے، ان میں حضرت کعب بن مالک بھی ہیں، غزوۂ تبوک میں جو تین صحابہ کرام پیچھے رہ گئے تھے، جن کی توبہ کی قبولیت کا ذکر قرآن کریم میں ہے، ان میں ایک حضرت کعب بن مالکؓ بھی تھے، اسی طرح بیعت عقبہ ثانیہ میں جن انصار مدینہ نے شرکت فرمائی تھی، ان میں ایک حضرت کعب بن مالکؓ بھی تھے، اسی طرح اہل صفہ میں بھی آپ کا شمار ہوتا ہے۔ تاریخ وسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر سب سے پہلے جس شخص نے رسول اللہ کی حیات کی خبر دی وہ حضرت کعب بن مالک ہی ہیں۔ آپؓ صداقت وشجاعت میں بڑے معروف تھے، حق گوئی آپؓ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

آپؓ کے لیے بڑی خوش نصیبی کی بات ہے کہ قبیلہ دوس نے آپؓ ہی کے قصیدہ کو سن کر لرزاں وترساں اسلام قبول کیا، جس کے دو شعر یہ ہیں:

قَضَيْنَا مِنْ تِهَامَةَ كُلَّ رَيْبٍ — وخيبر ثمَّ أجممنا السُّيُوفَا

نُخَيِّرُهَا وَلَوْ نَطَقَتْ لَقَالَتْ — قَوَاطِعُهُنَّ: دَوْسًا أَوْ ثَقِيفًا

''جب تہامہ کی طرف سے ہم فارغ ہو چکے، اب دشمنوں کا وہاں کھٹکا نہیں رہا اور خیبر سے بھی فارغ ہو چکے، پھر ہم نے اپنی تلوار کو اکھٹا کیا۔ ہم اپنی تلواروں کو اختیار دیے ہوئے ہیں، اگر یہ تلواریں بول سکتیں تو کہتیں کہ اب ان کا نشانہ دوس ہوں گے یا ثقیف۔''

آپؓ سے کل تیس حدیثیں مروی ہیں، جن میں تین متفق علیہ ہیں، ان سے ان کے تمام بیٹے روایت کرتے ہیں۔ آپؓ قبیلہ اسلم اور قبیلہ غفار سے صدقہ وصول کرنے پر مامور تھے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان کو اعلان کرنے کے لیے منیٰ بھیجا اور فرمایا: آج کا دن کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کا ہے؛ تو مسلمان روزہ رکھنے سے رک گئے۔

آپؓ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، حساب بھی اچھا جانتے تھے؛ اسی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو حرم مدینہ کی پیمائش کے لیے مقرر فرمایا؛ تاکہ وہ حدودِ حرم تیار کر سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے درمیان مؤاخاۃ قائم فرمایا۔

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو خلافت کے مسئلہ کے تعلق سے سقیفہ میں جمع ہونے والوں میں آپؓ بھی تھے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کے دورِ خلافت میں قبیلہ مزینہ سے صدقہ وصول کرنے پر مامور تھے، جب فتنہ نے سر اٹھایا تو اس وقت وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے حامیوں میں سے تھے اور کٹھن گھڑیوں میں ان کی طرف سے دفاع کرنے والوں میں سے تھے؛ اسی وجہ سے بعد میں وہ عثمانی کہلائے۔

5.6.2.2 قبول اسلام

عقبہ ثانیہ سے پہلے مدینہ منورہ میں ہی مشرف بہ اسلام ہوئے، اس وقت مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد بشمول ان کے کل چالیس تھی، اپنی قوم سے چھپ کر نماز پڑھا کرتے تھے، اس کے بعد کچھ ہی دنوں کے بعد اپنی مشرک قوم حجاج کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف نکلے اور بیعت عقبہ ثانیہ میں شرکت کی اور رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے شرف سے سرفراز ہوئے اور وہ ۷۳/ میں سے ایک تھے۔

5.6.2.3 خدمات

عقبہ ثانیہ میں شرکت کے شرف سے سرفرازی کے بعد مدینہ منورہ واپس آئے اور اپنی پوری زندگی اسلام اور اس کے رسول کی خدمت کے

لیے وقف کردی، اللہ کے راستہ میں زبان اور تلوار سے دشمنان اسلام کا خوب مقابلہ کیا۔ احد، خندق اور دیگر تمام جنگوں میں شرکت کی، سوائے جنگ بدر اور تبوک کے۔

5.6.2.4 شعروشاعری

آپؓ بلا اختلاف زمانۂ جاہلیت کے مایۂ ناز شعرا میں سے تھے؛ چناں چہ ناقد ومؤرخ محمد ابن سلام نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے پانچ ممتاز شعرا گذرے ہیں، ان میں سے تین قبیلہ خزرج کے اور دو قبیلہ اوس کے، قبیلہ خزرج کے تین میں سے ایک حضرت کعب بن مالکؓ ہیں۔ آپؓ کا شمار ممتاز معروف شعرائے مخضرمین میں ہوتا ہے، آپؓ ان تین شعرا میں سے ایک ہیں، جو اپنی خدمات کے صلہ شعرائے رسول کے لقب پائے ہیں اور آپ ان شعرائے مخضرمین میں سے ایک ہیں جن کی شان میں آیت کریمہ نازل ہوئی {إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ} [شعراء:۲۲۷] سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اچھے عمل کیے، اللہ کا خوب ذکر کیا اور ان پر جو ظلم ہوا ہے، (صرف) اس کا بدلہ لیا اور جو ظلم کرنے والے ہیں، وہ عنقریب جان لیں گے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے؟ آپؓ ان شعرا میں ایک تھے جنھوں نے اللہ کی راہ میں تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کیا، آپؓ مدینہ منورہ کے پانچ ممتاز شعرا میں دوسرے ہیں، قبول اسلام کے بعد شاعر اسلام اور شاعر رسول سے معروف ہوئے، قبول اسلام کے بعد آپؓ کا شعری ملکہ اور بھی بلند ہوا، شعری شعور اور بھی پروان چڑھا، لوگ آپؓ کو شاعر کی حیثیت سے زیادہ جانتے ہیں، یہاں کہ تک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں پہلی ملاقات میں شاعر کی حیثیت سے شناسا ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شعر سے لطف اندوز ہوتے تھے، بعض دفعہ ان سے مشرکین کے جواب میں دین اسلام سے دفاع کی بابت شعر کہنے کا حکم بھی تھے اور وہ رسول اللہ کے حکم پر لبیک کہتے اور شعر کہتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزید کا حکم فرماتے تو وہ مزید کہتے۔

آپؓ کی شاعری کی خصوصیات میں فصاحت زبان کے ساتھ وجدانی رقت، ایمان سے بھرپور، سلاست وروانی اور مضبوط تراکیب ہیں، پھر وہ قصیدے ہیں، جو کفار ومشرکین اور یہود کی ہجو میں کہے گئے ہیں، حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ مشرکین مکہ کے انساب پر حملہ کرتے تھے اور ان کی تاریخ کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کرتے تھے، ان کے سرداروں اور شہسواروں کے جنگ کے میدان سے فرار ہونے پر عار دلاتے ہیں جنہیں سن کر وہ تلملا کر رہ جاتے۔

آپؓ نے مختلف موقعوں پر اشعار کہے ہیں؛ چناں چہ تاریخ اور سیرت کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ بنی نضیر، خندق، رجیع، غزوۂ بنی لحیان، غزوۂ ذی قرد وخیبر، جنگ مؤتہ، فتح مکہ، غزوۂ طائف اور بئر معونہ کے حادثہ کی مناسبت سے بھی اشعار کہے۔

5.6.2.5 اغراض ومضامین شعر

حضرت کعب بن مالکؓ کے یہاں اغراض شعر، موضوعات اور مضامین یہ رہے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت، عام مسلمانوں اور اسلام کی طرف سے دفاع، اللہ کی راہ میں شہادت، اللہ تعالی کی نصرت پر بھرپور اعتماد اور بھروسہ، مذہب اسلام اور صاحب مذہب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر فخر وناز، عقیدۂ توحید۔ ان کے یہاں حسب ذیل اغراض شعر ملتے ہیں: شعر انسانیت، فخر، نعت پاک، مرثیہ، ہجو، نقائض۔

حضرت کعب بن مالکؓ (وفات: ۵۰ھ) وہ شاعر رسول ہیں، جن کے نعتیہ کلام بہت ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے، یہ شعر اس قصیدہ کا حصہ ہے جو انھوں نے غزوۂ احد کے موقعہ پر کہا تھا، ملاحظہ ہو:

فِينَا الرَّسُولُ شِهَابٌ ثُمَّ يَتْبَعُهُ   نُورٌ مُضِيءٌ لَهُ فَضْلٌ عَلَى الشُّهُبِ

الْحَقُّ مَنْطِقُهُ وَالْعَدْلُ سِيرَتُهُ   فَمَنْ يُجِبْهُ إِلَيْهِ يَنْجُ مِنْ تَبَبِ

''ہمارے درمیان اللہ کے رسول ایک درخشندہ ستارہ کے مانند ہیں، جن سے روشنی کی ایک لو نکلتی ہے، جو سب کو روشن کر دیتی ہے اور دوسرے تمام ستاروں کو روشنی بخشتی ہے اور وہ ان سب پر فائق ہے۔ ان کی بات حق ہے، ان کی سیرت عدل ہے، جس نے ان کی پیروی کی وہ ہلاکت سے نجات پا گیا۔''

حضرت کعب بن مالکؓ نے اپنے مرثیہ میں اپنے تاثرات کا اظہار ایک قصیدہ میں کیا، جس کے چند اشعار یہ ہیں:

عَلَى خيرٍ مَنْ حَمَلَتْ نَاقَةٌ   وأتقَى البريّةِ عِنْدَ التقى

على سيّد ماجد جحفل   وخير الأنام و خير اللها!

له حسب فوق كل الأنام   من هاشم ذلك المرتجى

نخص بما كان من فضله   وكان سراجا لنا في الدجى!

''اے آنکھ اس پر رو، جن سے بہتر ذات کو کسی اونٹنی نے اپنے اوپر سوار نہیں کیا ہوگا اور وہ ذات جو خدا کی مخلوقات میں سب سے زیادہ محتاط، پرہیز گار تھی۔ ان پر رو جو سردار تھے، بلند کردار تھے، عظیم المرتبت تھے، تمام مخلوق میں سب سے اعلی تھے اور سخاوت میں بے مثل تھے۔ آل ہاشم میں سے تھے اور خاندانی عزت میں ان کا ہمسر نہ تھا، ان سے سب کی امیدیں وابستہ تھیں۔ ان کی دادودہش سے ہم سرفراز ہوتے تھے، وہ تاریکیوں میں ہمارے لیے چراغ راہ تھے۔''

5.6.2.6 اسلوب وخصوصیات

۱- محمد ابن سیرینؒ کا بیان ہے: حضرت کعب بن مالکؓ جب جنگ کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے: ہم نے کیا، ہم کرتے ہیں اور دشمن کو دھمکی دیتے ہیں اور دشمنوں کی ہجو میں پھوہڑ پن اور بدزبانی سے احتراز کرتے ہیں۔

۲- حماسہ اور جنگ کی تصویر کشی میں ممتاز ہیں۔

۳- ان کے یہاں بلاغی اغراض کے مقابلہ میں فخر کا اسلوب وغرض کا غلبہ ہے۔

۴- زیادہ واضح طور پر فن بلاغت میں تعریض وتہدید اور مسلمانوں کو ثابت قدمی پر ابھارنے کا اسلوب غالب ہے۔

۵- بسا اوقات التفات کا اسلوب پایا جاتا ہے، یہ طرز مرثیہ میں زیادہ تر پایا جاتا ہے، کبھی ماضی کو مستقبل اور مستقبل کو ماضی سے تعبیر کرتے ہیں۔

۶- حضرت کعب بن مالکؓ کے شعر کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ الفاظ میں قوت وشوکت اور حرارت وعاطفیت پائی جاتی ہے۔

۷- ان کے شعر میں نامانوس اور عامی الفاظ عام طور پر نہیں پائے جاتے ہیں؛ بلکہ عموماً رواں، سلیس، سہل اور عمدہ ہوتے ہیں۔ ترکیبیں آسان اور محکم ہوتی ہیں۔

۸- شعر اسلامی بکثرت دینی و اسلامی معانی پائے جاتے ہیں، جیسے: شہادت، جنت، نار، ثواب، عقاب، مومن، کافر، ایمان، کافر، رسول، فرشتوں کے ذریعہ مدد وغیرہ۔

۹- غزل فاحش سے بالکل احتراز اور سادہ غزل سے عام طور پر دوری، بعض اشعار غزل عفیف کے ملتے ہیں۔

5.6.3 حضرت خنساء (تماضر بنت عمروؓ)

آپ جلیل القدر مخضرمی خاتون صحابیہ، ام شہدا، شاعرِ مرثیہ، سیدہ تُماضر بنت عمرو بن شرید سلمیہ ہیں، لقب: ام شہداء، حضرت عمر بن خطاب کے دور خلافت میں اس لقب سے ملقب ہوئیں اور دوسرا لقب پہلے سے ہے اور وہ خنساء ہے۔

5.6.3.1 حالات زندگی

قبیلہ بنی سلیم میں پیدا ہوئیں، ان کے باپ عمرو، ان کے دونوں بھائی معاویہ اور صخر، سلیم بن مضر کے سرداروں میں سے تھے۔ تاریخ وسیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ہوازن کے سردار درید بن صمّہ نے پیام نکاح دیا تھا؛ انھوں نے اس کو رد کر دیا اور اپنی قوم میں شادی کرنا پسند کیا؛ چناں چہ اپنے چچازاد بھائی رواحہ بن عبدالعزّی سُلمی سے شادی کی، اس نکاح سے ایک لڑکا عبداللہ پیدا ہوا، جو ابو شجرہ سے معروف ہوا، اس کے بعد مرداس بن ابو عامر سُلمی سے نکاح ہوا اور اس سے چار اولاد پیدا ہوئیں، زید، معاویہ، عمرو، عمرہ۔

ان کے دونوں بھائی صخر اور معاویہ زمانۂ جاہلیت میں مارے گئے، معاویہ ان کا حقیقی بھائی تھا اور صخر باپ شریک بھائی تھا۔ دونوں بھائیوں کی موت پر خوب آہ و بکا کیں، یہاں تک کہ اس کی وجہ سے بینائی متاثر ہوگئی، قبول اسلام سے پہلے دونوں بھائیوں پر رونا ان کی موت پر شدید حزن وغم کی وجہ سے تھا اور قبول اسلام کے بعد اس وجہ سے روتی تھیں کہ دونوں جہنم میں ہوں گے۔

جہاں تک آپؓ کی وفات کی بات ہے تو تاریخ وفات میں اختلاف ہے، یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہے کہ کس تاریخ کو آپؓ کا انتقال ہوا ہے؟ ایک قول ہے کہ آپؓ کا انتقال حضرت عثمان بن عفانؓ کی خلافت کے اوائل ۲۴ھ مطابق ۶۴۴-۶۴۵ء میں ہوا۔ دوسرا قول ہے کہ حضرت معاویہؓ کے دور حکومت میں ۴۲ھ مطابق ۶۶۳ء میں ہوا۔ تیسرا قول یہ کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں ۴۶ھ میں ہوا۔

5.6.3.2 قبول اسلام

جب اسلام کا ظہور ہوا اور اسلام نے اپنا سفر مکہ سے مدینہ کی طرف کیا اور یہاں اس کو استحکام حاصل ہوا تو لوگ ہر طرف سے یہاں آنے لگے تو ۸ھ میں حضرت خنساءؓ اپنی قوم کے ساتھ ایک وفد کی شکل میں مدینہ حاضر ہوتی ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے سرفراز ہوتی ہیں اور اسلام کے آغوش میں آجاتی ہیں، اس وقت سے ایک مومن خاتون کہلاتی ہیں، اس موقعہ سے اپنا کلام آنحضرت ﷺ کو سناتی ہیں اور آپ ﷺ ان کے کلام سے محظوظ ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کو بڑا پسند آتا ہے، یہاں تک کہ ان سے شعر گوئی کی مزید خواہش ظاہر کرتے ہیں۔

قبول اسلام کے وقت وہ بوڑھی ہو چکی ہوتی ہیں، ان کی چار اولاد ہیں، زید، معاویہ، عمرو اور عمرہ، وہ سب بھی مسلمان ہو جاتے ہیں، اسلام ان کے دل و دماغ اور رگ و پے میں اس طرح رچ بس جاتا ہے کہ اسلام کی خاطر اپنے جگر گوشوں کو قربان کر دیتی ہیں اور قربان کرنے کے بعد خوش

نظر آتی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتی ہیں اور صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتی ہیں: تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہے، جنھوں نے مجھے اپنی چاروں اولاد کی شہادت کے شرف سے نوازا اور میں امید کرتی ہوں کہ وہ مجھے ان کے ساتھ اپنی جوار رحمت میں اکٹھا کریں گے۔

5.6.3.3 شعروشاعری

وہ قادرالکلام تھیں، مفردات اور معانی کے بڑے ذخیرہ کی مالک تھیں، زمانۂ جاہلیت میں شروع شروع میں زیادہ اشعار نہیں کہتی تھیں، کبھی کبھار ایک دو شعر کہہ لیا کرتی تھیں، جب آپؓ کے دونوں بھائی معاویہ اور صخر قتل کیے گئے تو اچانک ایک طرف ان کی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ ابل پڑا تو دوسری طرف شعر کا سوتا جگ گیا اور شعری ملکہ جو اَب تک خوابیدہ تھا وہ ابھر کر سامنے آیا، یہاں تک کہ وہ مرثیہ کی ممتاز شاعرہ بن گئی۔

عمومی طور پر جذباتی شاعرہ ہیں اور خصوصی طور پر مرثیہ کی مایہ ناز شاعرہ کی حیثیت سے مشہور اور مقبول عام وخاص ہوئیں، ان کی شاعری میں زیادہ تجدد نہیں ہے، دوسرے معانی ومضامین کے اشعار بہت کم بلکہ نہ کے برابر ملتے ہیں، اگر بالفرض مرثیہ کے دائرہ سے باہر آتی بھی ہے تو زیادہ سے زیادہ اپنے مقتول بھائیوں کے انتقام لینے کے لیے اپنی قوم کو برانگیختہ کرتی ہوئی نظر آتی ہیں، ان کے مرثیہ کے اشعار میں سے یہ شعر اپنی معنوی خوبی اور ظاہری خوب صورتی کی وجہ سے بہت عمدہ تصور کیا جاتا ہے، جو انھوں نے اپنے بھائی صخر پر آہ وبکا کرتے ہوئے کہا ہے:

يذكرني طلوعُ الشمس صخرا وأذكره لكل غروب الشمس

پہلے ہر سال عکاظ کے میلہ میں شریک ہوا کرتی تھیں، جہاں ان کے لیے ایک جگہ باضابطہ خیمہ لگایا جاتا، اس خیمہ کے اوپر ایک جھنڈا ہوتا، جس پر لکھا ہوتا ''خنساء، عرب کی سب سے ممتاز مرثیہ نگار شاعرہ''، لوگ وہاں جمع ہوتے، ان کے اردگرد ایک بڑی بھیڑ ہوتی، اس بھیڑ میں وہ مرثیہ کے اشعار سناتیں، لوگ بڑی توجہ سے سنتے اور آنسو ان کی آنکھوں سے جاری ہوتا۔

5.6.3.4 حضرت خنساء کی شاعری نقاد، ادبا اور اہل بلاغت کی نظر میں

ایک سے زائد شعرا، ادبا، نقاد اور اہل بلاغت نے ان کی ممتاز شاعریت کی گواہی دی ہے، خاص طور پر ان لوگوں نے حضرت خنساء کی مرثیہ کے باب میں عورتوں میں سب سے فائق اول درجہ کی شاعرہ قرار دیا۔ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کے شعر کو پسند فرمایا اور مزید اشعار کہنے کی فرمائش کی۔ جاہلی ناقد شاعر نابغہ ذبیانی جن کے لیے عکاظ بازار میں گنبد بنایا جاتا وہ اس میں بیٹھ کر شعرا کے اشعار سن کر فیصلہ کرتے، چناں چہ جب حضرت خنساءؓ نے اپنے اشعار ان کو سنایا، تو انھوں نے ان کے اشعار سے متاثر ہو کر کہا: تم سے پہلے ابوبصیر اعشی کو سب سے بڑا شاعر کہہ چکا ہوں، اگر وہ پہلے مجھے اشعار نہ سنایا ہوتا تو میں تم کو ''جن اور انس میں سب سے بڑی شاعرہ'' کہتا۔ ایک روایت کے مطابق: میں تم کو اس مرتبہ کے تمام شعرا پر فوقیت دیتا۔

مبرد کا بیان ہے: خنساء کا کلام بڑا خوب صورت ہے۔ ابن طیفور کہتا ہے: زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں میں عورتوں میں سب سے بڑی شاعرہ خنساء ہیں۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں: اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد عورتوں میں خنساء سے بڑی کوئی شاعرہ پیدا ہوئی۔ جاحظ رقم طراز ہے: مطلق سب سے بڑی اور مشہور شاعرہ ہیں۔ مشہور ادیب احمد حسن زیات کہتے ہیں: شعر کی پختگی، رقت لفظ اور حلاوت

آہنگ میں اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد خنساء سے فائق شاعرہ نہیں گذری۔قریب قریب یہی بات جرجی زیدان نے بھی کہی ہے۔مشہور ناقد ابن سلام نے ان کو اصحاب مراثی کے طبقات میں دوسرے درجہ میں شمار کیا ہے، پہلے درجہ میں متمم بن نویرہ کو رکھا۔واضح رہے کہ مرثیہ کے تینوں انواع ندب، تابین اور عزا سے متعلق اشعار خنساء کے یہاں پائے جاتے ہیں۔

شعروشاعری میں بلند مرتبہ پانے کی وجہ سے ان کے اشعار کو عام لوگوں کے علاوہ اہل علم نے بھی پسند کیا،نحو اور بلاغت میں استشہاد کے طور پر خوب نقل کیے ہیں،فن بلاغت میں علم معانی،علم بیان اور علم بدیع کے میدانوں میں اشعار خاص طور پر نقل کیے گئے ہیں۔

5.6.3.5 اغراض شعر

اوپر بات آچکی ہے کہ مرثیہ کی نسبت سے ان کو بڑی شہرت ملی اور بڑا اونچا مقام ملا۔مرثیہ کے علاوہ انھوں نے شعروسخن کی دوسری صنفوں اور اغراض سے بہت کم تعرض کیا ہے۔بہر حال کچھ اشعار فخر اور مدح کے ملتے ہیں۔

5.6.3.6 اسلوب وخصوصیات

۱- حضرت خنساءؓ کے شعر کی نمایاں خصوصیات میں سے یہ ہے کہ قصیدے کی ابتدا آنسوؤں اور آنکھوں سے مخاطبت کے ذریعہ ہوتی ہے اور آنسو بہانے میں سخاوت کی ترغیب دیتی ہیں، جیسے وہ کہتی ہیں: ''أَعَيْنَيَّ هَلَّا تبكيانِ علَى صَخْرٍ'' یعنی میری دونوں آنکھیں! تم دونوں صخر پر کیوں نہیں روتی ہو؟

۲- آپؓ کا شعر غم واندوہ کی سچی لو برانگیختہ کرتا ہے اور ابھارتا ہے،انسانی شعور اور تیز ولطیف وجدانی کیفیت کا ترجمان ہوتا ہے۔

۳- آپ کے اشعار میں الفاظ فصیح اور دقیق،معانی واضح،حلاوت،آہنگ،سلاست وروانی اور ابتدائیہ خوب صورت ہیں۔

۴- نابغہ، جریر اور بشار جیسے شعرا آپؓ کو عرب مرد شعرا پر بھی ترجیح دیتے ہیں؛ کیونکہ آپؓ کے شعر میں مردانہ قوت اور نسوانی نزاکت پائی جاتی ہیں۔

۵- آپؓ کا شعر جدّت معانی،علم معانی،علم بیان اور علم بدیع کے وجود سے ممتاز ہوتا ہے۔

۶- شوکت الفاظ،محکم تراکیب،سہل عبارت،تکلف اور تصنع سے خالی،مرثیہ میں حقیقی غم اور دکھ کی عکاسی اور جذباتیت سے پُر اور واضح معنی آپؓ کے شعر کی نمایاں خصوصیات میں سے ہیں۔

5.7 اکتسابی نتائج

اسلام نے شعروسخن سے کبھی نہیں روکا، بلکہ مزید اس کے دائرے کو وسیع سے وسیع تر کیا،اس میں جدید مواد ومضامین اور الفاظ کا اضافہ کیا، اس کی رعنائی ورونق کو بڑھایا اور اس کے معیار کو بلند کیا، ہاں! فحش باتوں اور حیا باختہ اور اخلاق سوز چیزوں سے ضرور روکا؛ اسی وجہ سے،صالح معاشرے کی تشکیل میں شعر اسلامی بڑا کردار ادا کرتا ہے، وہ انسانیت کا درس دیتا ہے، یہاں مدح سرائی میں مبالغہ نہیں ملتا ہے،اسمائے حسنی کا استعمال بکثرت ملتا ہے،فنی اعتبار سے دعا اور وعظ وارشاد وغیرہ اور قسم اور تکرار کا اضافہ ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ،حضرت کعب بن مالکؓ اور حضرت خنساء (تمّاضر بنت عمروؓ) کا شمار قادر الکلام ممتاز معروف شعرائے مخضر مین

میں ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اورحضرت کعب بن مالکؓ دونوں اپنی شاعرانہ خدمات کے صلہ میں شعرائے رسول کے لقب سے ملقب ہوئے ہیں، آپ دونوں ان شعرامیں سے تھے جنھوں نے اللہ کی راہ میں تلواراورزبان دونوں سے جہاد کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے یہاں اغراض شعر چند پائے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں: رجز،فخر،غزل،ہجو، مدح،مرثیہ،نعت پاک اوراسی طرح خالص اسلامی اغراض ومعانی پر مشتمل ان کے اشعار ملتے ہیں، جن میں موت، زہداورتقوی کا خاص طور پر ذکر ملتا ہے۔حضرت کعب بن مالکؓ کے یہاں چنداغراض شعرحسب ذیل ہیں: شعرانسانیت،فخر،نعت پاک،مرثیہ،ہجو،نقائض۔ان میں حضرت خنساء(تماضر بنت عمروؓ)عمومی طور پرجذباتی شاعرہ ہیں اورخصوصی طور پرمرثیہ کی مایہ نازشاعرہ کی حیثیت سے مشہوراورمقبول عام وخاص ہوئی ہیں، آپؓ کے یہاں مرثیہ کے علاوہ کچھ اشعارفخر اورمدح کے بھی ملتے ہیں۔

5.8 فرہنگ

الفاظ	معانی
جِدّت:	انوکھاپن،تازہ پن، نیاپن۔
جودت:	خوبی،عمدگی۔
خوابیدہ:	چھپاہوا، پوشیدہ،سویاہوا۔
آہنگ:	آواز،نغمہ،انداز،ڈھنگ،طورطریقہ۔
مہمیز:	وہ لوہے کا کانٹاجوسواروں کی ایڑی پرلگاہواہوتاہےاوراس سےگھوڑےکوایڑلگاتے ہیں اوراس کودوڑانے کے لیےایڑلگانا۔
قالب:	سانچہ،ڈھانچہ۔
دوررس:	دورتک اثراندازہونے والا۔
روشناس:	جان پہچان والا، واقف، شناسا۔
قدغن:	روک ٹوک،ممانعت، پابندی۔
رعنائی:	حسن نظر،حسن وجمال، زیبائی۔
سلیم الطبع:	شائستہ،صاف دل، بردبار۔
شناسا:	جان پہچان والا، واقف۔
طرۂ امتیاز:	امتیازی شان۔
گریز:	بھاگنا،فرار۔
مبہم رموز:	پوشیدہ اشارات۔
نیاروپ:	نئ صورت، جدید شکل۔

غموض: مبہم، غیر واضح۔

غرابت: عجیب وغریب ہونا، دور کی کوڑی لانا، ندرت، انوکھا۔

تقویت: قوت دینا یا پہنچانا۔

ثناخوانی: زبان سے کسی کے محاسن کا اعتراف کرنا، تعریف، مداحی۔

رزّاق: رزق دینے والا، عطا کرنے والا۔

عزیز: غالب۔

ذی العرش: عرش والے۔

ذی الجلال: صاحب بزرگی۔

غفور: بخشنے والا۔

وہاب: بہت دینے والا۔

ولی المومنین: ایمان والوں کا دوست۔

الواحد: ایک۔

رؤف: بہت مہربان۔

صمد: بے نیاز۔

عالم الغیب: غیب کا علم رکھنے والا۔

آہ وبکا: گریہ زاری، رونا پیٹنا، نوحہ وفریاد۔

آہنگ: آواز، نغمہ، انداز، ڈھنگ، طور طریقہ۔

برانگیختہ کرنا: ابھارنا۔

تکلف وتصنع: ظاہرداری، نمایش، نمود، ایسی بات دکھانا جو اپنے میں نہ ہو۔

حلاوت: مٹھاس۔

جدت معانی: معانی میں نیا پن۔

سقیفہ: یعنی سقیفہ بنی ساعدہ، جہاں آپ ﷺ کی وفات کے بعد انصار صحابہ کرامؓ خلیفہ کے انتخاب کی بابت باہم مشورہ کے لیے بیٹھے تھے۔

سہل عبارت: آسان عبارت۔

شاق: گراں، بوجھ، مشکل، دشوار۔

شوکت الفاظ: قوت الفاظ۔

عاطفیت: جذباتیت۔
عسکری صلاحیت: فوجی صلاحیت۔
عقبہ: دشوار گذار پہاڑی راستہ۔
عمرۃ القضاء: عمرہ کی قضا۔
مؤتہ: شام کی سرزمین میں مقام بلقاء کے قریب ایک جگہ کا نام جہاں عہد رسالت میں رومیوں اور مسلمان صحابہ کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔
فحش گوئی: بدزبانی۔
قوت رجولیت: قوت مردانگی۔
گراں: وزنی، بھاری، ثقیل۔
لرزاں وترساں: کانپتا ہوا، ڈرتا ہوا۔
لاولد: کوئی اولاد نہیں، جسے اولاد نہ ہو۔
محکم: مضبوط۔
محکم تراکیب: مضبوط ترکیبیں۔
مؤاخاۃ: بھائی چارگی۔
نقیب: کسی قوم یا گروہ کا بڑا آدمی، قبیلہ کا ذمہ دار فرد جو اس کی نمائندگی کرے، سردار، سربراہ۔

5.9 امتحانی سوالات کے نمونے

1۔ عہد اسلامی کی شاعری کی خصوصیات بیان کیجیے۔
2۔ عہد اسلامی میں عربی شاعری کی ارتقا پر مختصر روشنی ڈالیے۔
3۔ اسلامی عہد مشہور شعرا کے نام تحریر کیجیے۔
4۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شعری خدمات پر روشنی ڈالیے۔
5۔ مندرجہ ذیل اشعار کا ترجمہ وتشریح قلم بند کیجیے۔

علی خیر من حملت ناقة وأتقى البريّة عند التّقى
يذكرني طلوعُ الشمس صخرا وأذكره لكل غروب الشمس
لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُبَيِّنَةٌ كَانَتْ بَدَاهَتُهُ تُنْبِيكَ بِالْخَبَرِ

6۔ حضرت خنساء کی حالات زندگی پر مختصر روشنی ڈالیے اور ان کے اشعار کی فنی خصوصیات بیان کیجیے۔

5.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔	تاريخ الأدب العربي	دكتور عمر فروخ
2۔	تاريخ الأدب العربي	أحمد حسن زيات
3۔	تاريخ آداب اللغة العربية	جرجي زيدان
4۔	شعراء الرسول	دكتور سعيد الرحمن الأعظمي الندوي

اکائی 6

قصیدہ: "عفت ذات الأصابع" از: حضرت حسان بن ثابتؓ

قصیدہ: "بانت سعاد" از: حضرت کعب بن زہیرؓ

اکائی کے اجزا

6.1 تمہید

6.2 مقصد

6.3 ضرورت واہمیت

6.4 حضرت حسان بن ثابتؓ

6.4.1 حالات زندگی

6.4.2 قبول اسلام

6.4.3 خدمات

6.4.4 شعروشاعری

6.4.4.1 شعر اسلامی اور قرآن وحدیث کے اسلوب سے استفادہ

6.4.4.2 اشعار کا تنقیدی جائزہ

6.4.4.3 اغراض شعر

6.4.4.3.1 مدح

6.4.4.3.2 نعت پاک

6.4.4.3.3 فخر

6.4.4.3.4 ہجو

6.4.4.4 قصیدہ کہنے کا منہج

6.4.4.5 مناسبات

6.4.4.6 خصوصیات وامتیازات

6.4.5 قصیدہ "عفت ذات الأصابع" سے بیس (۲۰) اشعار کا ترجمہ وتشریح

6.5 حضرت کعب بن زہیرؓ

6.5.1 حالات زندگی

6.5.2 قبول اسلام

6.5.3 شعروشاعری

6.5.3.1 قصیدہ بردہ "**بانت سعاد**" کا پس منظر

6.5.3.2 بردہ (چادر) کا تاریخی پہلو

6.5.3.3 قصیدہ بردہ "**بانت سعاد**" کی عظمت وقبولیت

6.5.3.4 قصیدہ بردہ "**بانت سعاد**" سے عقیدت ومحبت

6.5.3.5 قصیدہ بردہ "**بانت سعاد**" کا تنقیدی جائزہ

6.5.3.6 قصیدہ بردہ "**بانت سعاد**" کا ایک تجزیہ

6.5.4 لامیہ سے 20 اشعار کا ترجمہ وتشریح

6.6 اکتسابی نتائج

6.7 فرہنگ

6.8 امتحانی سوالات کے نمونے

6.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

6.1 تمہید

اس اکائی میں حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ کی مختصر سیرت پیش کی گئی ہے، ان دونوں کی شعری خصوصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے، تنقیدی جائزہ بھی لیا گیا ہے اور ہر ایک کی سیرت کے آخر میں نمونہ کے طور پر بیس بیس اشعار کا ترجمہ اور تشریح بھی پیش کیا گیا ہے۔

6.2 مقصد

جاں نثار حضرات صحابہ کرامؓ میں سے دو حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ نے دین اسلام کی مختلف نوع کی جو خدمات انجام دی ہیں اور آپ ﷺ کی شان مبارک میں جو نعت پاک کہی ہیں ان سے طلبہ کو واقف کرانا اس اکائی کا اصل مقصد ہے اور طلبہ کے سامنے یہ اسوہ پیش کرنا ہے کہ جس طرح انھوں نے اپنی شعری صلاحیت کو اسلامی تعلیمات کو عام کرنے لیے وقف کیا اور حبّ رسول ﷺ کا جو نمونہ انھوں نے پیش کیا ہے، اسے وہ اپنائیں اور وہ بھی اپنے آپ کو اسی سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کریں اور اپنی پوری صلاحیتوں کو خدمت اسلام کے لیے وقف کردیں۔

6.3 ضرورت واہمیت

آج کے دور میں دین سے دوری اور مذہب بیزاری کی وبا عام ہے، رسول اللہ ﷺ سے لفظی محبت کا دعوی کرنے والے بہت ہیں حقیقی شیدائی کم ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے حضرات صحابہ کرامؓ کی سیرت اور ان کا آنحضرت ﷺ سے حقیقی محبت وتعلق کا نمونہ لوگوں کے سامنے پیش ہوں؛ تاکہ جہاں ان کے اندر حضرات صحابہ کرام کی قدر ومنزلت ان کے دلوں میں جاگزیں ہوں، وہیں ان کے اندر حقیقی حبّ رسول ﷺ پیدا ہو اور وہ دین کے لیے ہر طرح کی خدمت کے لیے تیار ہوسکیں۔

6.4 حضرت حسان بن ثابتؓ

حضرت حسان بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج انصاری ممتاز مخضرمی شاعر ہیں۔ ماں کا نام: فُریعہ بنت خالد بن حبیس یا خُنیس، وہ بھی قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتی ہیں، انھوں نے بھی اسلام کو گلے سے لگایا اور رسول اللہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ کنیت: ابوعبدالرحمن، ایک دوسرے قول کے مطابق: ابوالولید ہے، یہ کنیت زیادہ مشہور ہے، تیسرا قول: ابوالمضرب اور یہ بھی کہا کہ ان کی کنیت ابو الحسام ہے؛ کیونکہ وہ اپنی تیز دھار زبان سے رسول اللہ کی طرف سے دفاع کرتے تھے اور مشرکین کو ان کے لب ولہجہ میں جواب دیا کرتے تھے۔

6.4.1 حالات زندگی

یثرب (مدینہ منورہ کا قدیم نام) قبیلہ خزرج کی شاخ بنی نجار (اسی قبیلہ سے رسول اللہ کے ماموں ہیں) کے ایک شریف گھرانے میں تقریباً ۶۰ ق ھ مطابق ۵۶۳ء میں پیدا ہوئے، یہیں پلے بڑھے اور جوان ہوئے اور زمانۂ جاہلیت میں شعر وشاعری کو کسب معاش کا ذریعہ بنایا، بادشاہوں کے دروازے کھٹکھٹائے، ان کی تعریفیں کیں، خاص طور پر وہ شام کی ایک ریاست کے حکمراں خاندان "غسانہ" اور عراق کے لخمی خاندان کے حکمرانوں کی مدح کیا کرتے تھے، جن سے ان کا نسبی تعلق بھی تھا۔ ملوک غسانہ کی مدح سرائی خوب فرمائی، ملوک غسانہ میں سے آل جفنہ کی مدح

میں مبالغہ فرماتے تھے۔قبول اسلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے نزدیک بڑے معزز ومکرم رہے، اسی طرح وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی لوگوں کے بیچ بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے رہے ہیں، بیت المال سے ضرورت پوری ہوتی تھی، آخری عمر میں جہاں جسمانی اعتبار سے کمزور ہوگئے وہیں بینائی بھی متاثر ہوئی، حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں ۵۴ھ میں وفات پائے، ۶۰ سال زمانۂ جاہلیت میں اور ۶۰ سال عہد اسلامی میں زندگی گذاری، اس اعتبار سے مجموعی طور پر انھوں نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی۔آپؓ کی اولاد میں ایک بیٹا عبدالرحمن اور ایک بیٹی تھیں، حسن اتفاق سے دونوں شاعر تھے۔

6.4.2 قبول اسلام

حضرت حسان بن ثابتؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوش خبری مدینہ منورہ کے یہودیوں کے واسطہ سے سنی، اس وقت ان کی عمر سات یا آٹھ سال کی تھی، جب مسلمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو جہاں دوسرے انصار نے اسلام قبول کیا وہیں حضرت حسان بن ثابتؓ نے بھی قبول اسلام کی طرف تیزی سے قدم بڑھایا اور اسلام سے مشرف ہوئے، اس وقت ان کی عمر ۶۰ سال تھی، قبول اسلام کے بعد اپنے آپ کو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور ایک نئی زندگی کا آغاز کیا، اسلام ان کے رگ وپے میں رچ بس گیا اور شاعر رسول سے معروف ہوئے۔

6.4.3 خدمات

حضرت حسانؓ غزوات کے ہر موقعہ پر فتح کے کارنامے بیان کر کے مسلمانوں کے حوصلے بلند کرتے تھے اور اپنے اشعار کے ذریعہ اسلام کی برتری ثابت کرتے تھے، جس سے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت بڑھتی تھی۔حضرت حسانؓ نے معرکۂ حق وباطل میں جو مورچہ سنبھالا تھا اور جس طرح سینہ سپر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدافعت کی تھی، اسے کوئی دوسرا اس خوبی سے انجام نہیں دے سکتا تھا۔

حضرت حسانؓ کا نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کے ساتھ وابستہ ہے، انھوں نے نعتِ نبوی کے ذریعہ اسلام کی بیش بہا خدمت کی ہے اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں ایک اہم مورچہ سنبھالا ہے، جس کی اس وقت سخت ضرورت تھی کیونکہ اس زمانہ میں شعر وسخن ذہنی یا جذباتی تسکین کا ذریعہ نہیں تھا بلکہ رائے عامہ ہموار کرنے اور اس کے بنانے یا بگاڑنے میں اہم ترین خدمت انجام دیتا تھا۔

کفار مکہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت شروع کی تو تیر وتفنگ کے ساتھ ہجو اور بدزبانی کے حربے بھی استعمال کیے، اگر اس بدزبانی کا تعلق صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برداشت فرما لیتے اور صبر کر لیتے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ دشمنوں کی ایذارسانی پر صبر کیا اور طائف کے ان اوباشوں کے لیے بھی بددعا نہیں فرمائی، جنھوں نے جسم اطہر پر پتھر پھینکے تھے مگر صورت حال یہاں مختلف تھی، دشمنان اسلام کی ہجو اور بدزبانی اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن رہی تھی، یہی وجہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بدزبان دشمنان دین کے مقابلہ اور ان کے رد کی ضرورت محسوس فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمانوں کے ناموس کی محافظت کے لیے کون تیار ہے؟'' یہ سن کر چند اصحاب آگے بڑھے جن میں حضرت حسان بن ثابتؓ بھی تھے، جنھوں نے اپنی زبان نکال کر دکھائی اور کہا: یہ وہ زبان ہے جو اگر پتھر پر پڑ جائے تو اس کے ٹکڑے کر دے اور کسی بال پر پڑ جائے تو اس کو مونڈ دے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم اس کام کے لیے اہل ہو، جاؤ ابوبکر سے ملو، وہ تم کو ان

لوگوں کے کمزور پہلو سمجھا دیں گے، پھران کی ہجو کرو، جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔''

اس دن سے زندگی کے آخری دن تک حضرت حسانؓ نے اپنے آپ کو اس خدمت پر مامور رکھا، وہ دشمنوں کی ہرہجو کا رد کرتے، ہر بدزبان کی بدزبانی کا جواب اسی لب ولہجہ میں دیتے، اسی کے قافیہ وردیف میں اس کے پھیلائے ہوئے فتنوں کا سد باب کرتے۔

6.4.4 شعروشاعری

زمانۂ جاہلیت میں شاعرانصار، عہداسلامی میں شاعر اسلام، شاعر رسول، شاعراہل اسلام اور شاعر یمانیین سے معروف رہے ہیں، دور جاہلی کے اشعار جو کچھ بھی ہیں، بڑاادبی سرمایہ ہیں، مؤرخین نقاد ادبا نے ان اشعار کا ناقدانہ جائزہ لیااوران کے اشعار کوفنی نقطۂ نظر سے پہلے درجے کا قرار دیاہے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ غزوات کے ہرموقعہ پر فتح کے کارنامے بیان کرتے ہیں، شہدا کا مرثیہ کہتے ہیں۔اسلام کی برتری جتانے میں ان کے اشعار پہلے بھی دور رسالت میں کام آتے رہے ہیں، اس کے بعد کے ادوار میں بھی کام آتے رہے ہیں اور اللہ نے چاہا تو قیامت تک کام آتے رہیں گے، سب سے بڑی سرفرازی کی بات یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسانؓ کو یہ اعزاز بخشا کہ مسجد نبوی میں ان کے لیے منبر رکھوایا جس پر بیٹھ کر وہ شعر سناتے تھے۔

مشہورناقدادیب ابن سلام نے لکھا ہے: مدینہ منورہ کے سربرآوردہ شعرا پانچ ہیں، ان میں تین کا تعلق خزرج سے ہے اور دو کا تعلق اوس سے، خزرج کی شاخ بنی نجار کے شاعر حسان بن ثابتؓ ہیں، جو ان پانچوں شعرا میں زیادہ قادرالکلام ہیں۔یہ پہلے شاعر ہیں جنھوں نے نعت پاک کی بنیاد ڈالی۔

حضرت حسان رسول اکرم ﷺ کی نعت ایمانی جذبہ اور محبت کے ساتھ لکھتے ہیں، ان کے اشعار جن میں حضور اکرم کی مدح ہے، بڑے جان دار اور پرکیف ہیں، لفظی نکتہ آفرینی ہی نہیں بلکہ معانی کے لحاظ سے بھی ان میں خلوص پایا جاتا ہے؛ یہی وجہ کہ آپ دیکھیں گے کہ جب بھی کوئی ایسا موقعہ آیا جب کسی صاحب زبان کو زبان آوری کی ضرورت پڑی مثلاً حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک عرب قبیلہ کا وفد آیا اور اس وقت کی روایات اور رواج کے مطابق اس وفد کے ترجمان نے کہا کہ سنو! تم کیا سرمایۂ فخر رکھتے ہو اور بتاؤ تمہارا رتبہ کیا ہے اور تمہارے مذہب کی کیا تعلیم ہے؟ تو اس وقت حضور ﷺ نے اسلام کے ترجمان کی حیثیت سے حضرت حسانؓ کو بلایا، وہ آئے اور مقابلہ کی دعوت دینے والوں کو اعتراف پر مجبور کردیا، اسی طرح عطارد بن زُرارہ کا وفد اپنے شاعر اور خطیب کے ساتھ مدینہ منورہ آیا اور بدویانہ اکھڑپن کے ساتھ حضور اکرم ﷺ سے مخاطب ہوا کہ آپ اپنے شاعر اور خطیب کو بلائیے کہ ہمارے شاعر وخطیب سے مقابلہ کرے۔نبی کریم ﷺ نے "مبارزت طلبی" کو قبول فرمالیا اوراجازت دی کہ وہ اپنے شاعر اور خطیب کو پیش کریں؛ چناں چہ اس وفد کے صدر عطارد نے ایک خطبہ دیا، اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ کے اشارہ پر اس کا جواب حضرت ثابت بن قیسؓ نے دیا۔اس کے بعد اشعار کا مقابلہ ہوا، اس وفد کی طرف سے زبرقان بن بدر تمیمی نے قصیدہ سنایا، جس کا مطلع یہ ہے:

نحن الكرام فلا حيَّ يعادلنا　　　لنا الملوک وفينا يقسم الربع

''ہم باعزت لوگ ہیں، کوئی قبیلہ ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا، ہم میں سے بادشاہ ہوئے ہیں اور ہمارے درمیان مال غنیمت کی چوتھائی تقسیم

ہوتی ہے۔''

حضرت حسانؓ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے، ان کو بلوا بھیجا، حاضر ہوکر دریافت کیا کہ زبرقان نے کیا شعر سنائے، زبرقان نے جیسے ہی اپنا قصیدہ ان کو سنایا، انھوں نے برجستہ جواب دیا:

إن الذوائب من فهر وإخوانهم قد بيّنوا سنة للناس تتبع

''قبیلہ فہر کے سرداراوران کے بھائی بندوں نے لوگوں کے لیے ایک شاہراہ کھول دی ہے، جس پر لوگ چلتے ہیں۔''

جب حضرت حسانؓ اپنا قصیدہ سنا چکے تو اس وفد کے ایک رکن اقرع بن حابس نے نبی کریم ﷺ کی طرف چہرہ کرتے ہوئے کہا: ''میرے باپ کی قسم، یہ شخص توفیق یافتہ ہے، جس کا مقرر ہمارے مقرر سے زیادہ کامیاب اور جس کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ بلند ہے۔'' اس کے بعد پورا وفد ایمان لے آیا۔

حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ مشرکین مکہ کے نسب پر حملہ کرتے تھے اور ان کی تاریخ کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کرتے تھے، ان کے سرداروں اور شہسواروں کو جنگ سے فرار ہونے پر عار دلاتے تھے جنہیں سن کر وہ تلملا تلملا کر رہ جاتے تھے۔

آپؓ کا شمار ممتاز معروف شعرائے مخضرمین میں ہوتا ہے، آپؓ ان تین شعرا میں سے ایک ہیں، جو اپنی خدمات کے صلہ میں دربار رسالت سے شعرائے رسول کا لقب پائے ہیں اور آپ ان شعرائے مخضرمین میں سے ایک ہیں جن کی شان میں آیت کریمہ نازل ہوئی {إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ}[شعراء:۲۲۷] سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اچھے عمل کیے، اللہ کا خوب ذکر کیا اور ان پر جو ظلم ہوا ہے، (صرف) اس کا بدلہ لیا اور جو ظلم کرنے والے ہیں، وہ عنقریب جان لیں گے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے؟

6.4.4.1 شعر اسلامی اور قرآن وحدیث کے اسلوب سے استفادہ

جب حضرت حسان بن ثابتؓ نے اسلام قبول کیا تو اسلام نے ان کی زندگی پر بڑا اثر ڈالا اور زبردست انقلاب برپا کیا اور کچھ ہی عرصہ میں قرآن وحدیث کے اسلوب بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے؛ چناں چہ ان کے شعر اسلامی میں ایک خاص قسم کی حلاوت اور اخلاص کی خوشبو پائی جاتی ہے، دین جدید اسلامی عقائد، قرآنی تشبیہات، لطیف کنایات، امثال، اسلامی تعبیرات، قرآن کریم اور حدیث شریف کے اقتباسات سے مزین نظر آتا ہے، اسی طرح ان کے اسلامی اشعار میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے انتہا محبت اور اخلاص کا رنگ نمایاں طور پر پایا جاتا ہے، اسی طرح جنگوں اور دوسرے مختلف موقعوں پر مسلمانوں کی فتوحات و کامیابیوں کا گیت گنگناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نیز حضرت حسان بن ثابتؓ شعر اسلامی میں اسلامی شعائر، اللہ کے پاس ایمان والوں کے لیے ثواب اور مشرکین کے لیے عذاب کا ذکر کرتے ہیں، اسی اسلامی طرز کا مرثیہ بھی آپؓ کے پاس ملتا ہے۔

حضرت حسانؓ جنھوں نے مختلف موقعوں سے اشعار کہے ہیں اور تقریباً شعر کی تمام صنفوں میں طبع آزمائی کیا ہے، وہ آپ ﷺ کی رسالت، آپ ﷺ کی اتباع و پیروی اور دین کی نصرت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وجبريل أمين الله فينا وروح القدس ليس له كفاء

ہمارے درمیان اللہ کے امین روح القدس حضرت جبرئیل ہیں، جن کا کوئی ہمسر نہیں۔

حضرت حسان بن ثابتؓ کے یہاں اسم ذات ''اللہ'' اور دیگر اسمائے حسنیٰ کا استعمال بھی ملتا ہے، خواہ وہ زمانۂ جاہلیت میں معروف رہے ہوں، جیسے ''**الرحمن**'' یا معروف نہ رہے ہوں، جیسے **الرؤف، الوھّاب، الواحد، عالم الغیب، الغفور، العزیز، الرزاق اور الصمد** وغیرہ۔

6.4.4.2 اشعار کا تنقیدی جائزہ

اعشیٰ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کی شاعریت کی شہادت دی اور ان کے اشعار کو مستحسن کہا۔ مشہور ناقد ابوعبیدہ اور ابوعمرو بن علاء نے کہا: حضرت حسان بن ثابت اہل شہر کے شعرا میں سب سے ممتاز شاعر ہیں۔ معروف ناقد مؤرخ ابن سلام کا بیان ہے: حضرت حسان بن ثابتؓ مایہ ناز شعرا میں سے ہیں۔ مشہور شاعر حطیئہ کا قول ہے: انصار تک بات پہنچا دو! ان کا شاعر پورے عرب میں ممتاز ہے۔ نابغہ ذبیانی نے کہا: یقیناً واقعی تم شاعر ہو۔ ڈاکٹر شوقی ضیف رقم طراز ہیں: حضرت حسان بن ثابتؓ اپنے زمانہ کے اہل شہر شعرا میں سب سے ممتاز شاعر ہیں اور پورے یمن کے شعرا میں ممتاز شاعر ہیں۔

بعض لوگ ان کے اشعار پر تنقید کرتے ہیں کہ ان کے اشعار جاہلیت میں زیادہ زوردار تھے، اسلام میں ان کے اشعار میں وہ آب و تاب نہیں رہی، مثلاً غسانہ کی مدح میں جو قصائد ہیں، ان کے اندر جوش اور روانی زیادہ ہے، معنی آفرینی ہے، الفاظ بہت منتخب، ترکیبیں چست اور بحریں مترنم ہیں، مگر نعت میں جو اشعار ہیں، ان کے اندر جھول بہت ہے، بسا اوقات ترکیبوں میں ڈھیلا پن ہے کہ ان کا کلام نہیں معلوم ہوتا ہے اور فنی لغزشیں بھی ملتی ہیں۔

یہ تنقید سماعی ہے تحقیقی نہیں ہے، حضرت حسان بن ثابتؓ کے دیوان میں صرف ایک قصیدہ (لامیہ) ہے جس میں اس طرح کی مدح ہے اور یہ کسی فنی موازنہ کے لیے کافی نہیں ہے، جس میں فنی لغزشیں ہوں یا بندش ڈھیلی ہو یا روانی کم ہو، بلکہ اس کے برعکس اس دور کے دوسرے شعرا کا کلام ان کے کلام سے ملا کر دیکھیے تو شعری خصوصیات بدرجہ اتم ان تمام نعتیہ قصائد میں موجود ہیں، ہاں ایک دوسری بات اس سلسلہ میں جو کہی جاتی ہے، وہ قابل قبول ہے کہ حضرت حسانؓ کے کلام کو ایک سیاسی حیثیت حاصل ہوگئی تھی، دور اموی میں اس مجموعہ کو جوں کا توں نہیں قبول کیا جا سکتا تھا، جس میں سلاطین بنوامیہ کے اسلاف کی ہجو ہو، اس لیے حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں کی ہجو میں متعدد قصائد ملتے ہیں، اس کا سبب ڈاکٹر شوقی ضیف کی تحقیق کے مطابق یہ ہے کہ بنی امیہ اس عار کو مٹانا چاہتے تھے، جو حضرت حسانؓ کے شعر سے ہمیشہ کے لیے ان کے اسلاف سے وابستہ ہو گیا تھا؛ اس لیے درباری شعرا نے چند قصائد کہہ کر حضرت حسان کی طرف منسوب کر دیا اور یہی وہ قصائد ہیں، جن میں فنی لغزش اور جھول معلوم ہوتا ہے، ورنہ اس کے علاوہ کوئی قصیدہ یا شعر ایسا نہیں ہے، جو معیار سے کسی درجہ کم ہو۔

6.4.4.3 اغراض شعر

مخضرم شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ نے دور جاہلیت میں مروج اغراض و فنونِ شعر میں سے تقریباً ہر ایک میں طبع آزمائی کی ہے، قاری ان کے جاہلی اشعار میں فخر، حماسہ، مدح، غزل، وصف، ہجو اور مرثیہ کے نمونے پائیں گے۔ ڈاکٹر عمر فروخؒ کا بیان ہے: یہ اغراضِ شعر دور اسلام میں بھی باقی رہے ہیں، سوائے اس کے کہ انھوں نے اپنی مدح کو اللہ کے رسول ﷺ کی ذات کے ساتھ محصور کیا اور بعد میں چل کر یہ نعت پاک سے

معروف ہوئی اور ہجو کا نشانہ مشرکین کو بنایا اور ان ہی تک محدود رکھا، مزید اس میں ایک اور کا اضافہ کیا ہے اور وہ اعتذار ہے درج ذیل سطور میں ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے:

6.4.4.3.1 مدح

زمانۂ جاہلیت میں جن لوگوں کی انھوں نے مدح کی تھی، ان کا اوپر ذکر آ چکا ہے، دور اسلامی میں آنحضرت ﷺ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت عائشہؓ۔ حضرت حسان بن ثابتؓ حضرت عائشہؓ کی تعریف میں، ان کی پاکدامنی، تقوی وطہارت اور عفت لسان میں رطب اللسان ہیں، واضح رہے کہ یہ حسن اوصاف انسانیت کے بلند اقدار میں شمار ہوتے ہیں، ان کے اس قصیدہ کا مطلع ہے:

حصان رزان مَا تزن بريبة　　　وتصبح غرثى مِنْ لُحومِ الْغَوَافِلِ

وہ پاکدامن باوقار خاتون ہیں، جنہیں کسی بھی طرح متہم نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کے اتہام کے بارے میں ادنی شائبہ کو راہ مل سکتی ہے، وہ بھولی بھالی بھوکی صبح کرتی ہیں، یعنی وہ پاکدامن لوگوں کی غیبت نہیں کرتیں۔

6.4.4.3.2 نعت پاک

نعت رسول کے سبب حضرت حسان ''شاعر رسول'' کے لقب سے سرفراز ہوئے، اہل نقد وادب نے حضرت حسان بن ثابتؓ کی نعت پاک کے کئی اشعار کو بڑا عمدہ اور حسین قرار دیا ہے، من جملہ ان میں ایک یہ ہے:

أتهجوه ولست له بكفءٍ　　　فشرُّ كما لخير كما الفداء

کیا تو ان کی برائی کرتا ہے؟ حالانکہ تو ان کا ہمسر نہیں ہے، تم دونوں میں جو برا ہو وہ اس پر قربان ہو جائے جو تم دونوں میں سے اچھا ہے۔

نعت پاک کا ایک خاص اور بڑا ہی خوب صورت رنگ ہے، جس سے دوسرے اغراض شعر محروم ہیں، حضرات صحابہ کرامؓ میں سے حضرت حسان بن ثابتؓ وہ پہلے شاعر ہیں، جنھوں نے اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کے قدموں میں اپنے آپ کو ڈال دیا، وہ نعتِ رسول ﷺ خوب ایمانی جذبہ اور محبت کے ساتھ لکھتے اور پڑھتے تھے یہاں تک کہ دربار رسالت سے شاعر رسول کا لقب حاصل کیا اور حضرات صحابہ کرامؓ اور رسول ﷺ سے ڈھیر ساری دعاؤں سے مالا مال ہوئے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے ایمانی جذبے اور حُبِّ رسول ﷺ کا حال یہ تھا کہ وہ کوئی ایسا موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے جہاں نعت پاک کہنے کی ضرورت ہو اور وہ کچھ نہ کہیں بلکہ انھوں نے ہر موقع سے کہا ہے، انھوں نے نعتِ نبوی کے ذریعہ اسلام کی بیش بہا خدمت کی ہے اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں ایک اہم مورچہ سنبھالا ہے، جس کی اس وقت سخت ضرورت تھی، ان کا ایک قصیدہ لامیہ ہے جس میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدح بڑے انوکھے انداز میں کی ہے اور یہ قصیدہ ''سهل ممتنع'' کے نام سے مشہور ہوا، جس کا ایک شعر آنحضرت ﷺ کی مدح میں بہت معروف ہے اور وہ یہ ہے:

أَغَرُّ عَلَيْهِ لِلنُّبَوَةِ خَاتَمٌ　　　مِنَ اللهِ مَشْهُودٌ، يَلُوحُ وَيَشْهَدُ

آپ ﷺ پر مہر بنوت درخشاں ہے، اللہ کی طرف سے وہ دلیل ہے، چمکتی ہے اور گواہی دیتی ہے۔

6.4.4.3.3 فخر

حضرت حسان فخر میں بھی بہت معروف ہیں، زمانۂ جاہلیت میں سدا اپنے قبیلۂ خزرج کی طرف سے دفاع اور اس کے کارنامے پر فخر کرتے رہے، خاص طور پر قبیلۂ اوس کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا پر خوب فخر کرتے تھے، اس میں ان کی شعری قوت ابل پڑی، ناقدین ادب کے بقول ان کے جاہلی شعر میں فخر کا عنصر غالب ہے۔ حضرت حسان بن ثابت؄ اپنے قبیلۂ خزرج پر فخر کرنے کے ساتھ خود اپنی ذات پر اور اپنی قوم ''ازد'' پر فخر کرتے تھے۔ اپنی ذات پر فخر میں اپنی زبان آوری، بلندئ شعر، جود وسخا، عفت، اپنے دوست واحباب اور خویش واقارب کے ساتھ حسن اخلاق، بادشاہوں کے پاس آمد ورفت وغیرہ کو نمایاں کرتے تھے۔ دور اسلام میں فخر کے میدان میں اُس وقت ان کے شعری ملکہ وکمال کا چشمہ ابل پڑا جب بنی تمیم کا وفد مسجد نبوی میں آیا اور فخر میں مقابلہ کی دعوت مبارزت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان؄ کو بلوایا۔ وہ حاضر خدمت ہوکر دریافت کیے کہ زبرقان نے کیا شعر سنائے۔ زبرقان نے جیسے ہی اپنا قصیدہ ان کو سنایا، انھوں نے برجستہ جواب دیا:

إن الذوائب من فهر وإخوانهم قد بينوا سنة للناس تتبع

قبیلہ فہر کے سردار اور ان کے بھائی بندوں نے لوگوں کے لیے ایک شاہراہ کھول دی ہے، جس پر لوگ چلتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ ان کے لیے مسجد نبوی میں منبر لگواتے تھے اور آپ؄ اس پر کھڑے ہوکر اشعار پڑھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اور اسلام پر فخر کرتے تھے۔

6.4.4.3.4 ہجو

حضرت حسان بن ثابت؄ اور حضرت کعب بن مالک؄ دونوں خاص طور پر مشرکین مکہ کے انساب پر حملہ کرتے تھے، ان کے عیوب، خامیاں، حسب ونسب، میدان جنگ سے فرار ہونے اور ان کی بزدلی کو نشانہ بناتے تھے اور ان کی تاریخ کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کرتے تھے، ان کے سرداروں اور شہسواروں کے جنگ سے فرار ہونے پر عار دلاتے تھے جنھیں سن کر وہ تلملا کر رہ جاتے تھے اور ان کو اس سے بڑی دلی تکلیف ہوتی تھی؛ چناں چہ حضرت حسان بن ثابت؄ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب (یہ ایک شاعر ہیں، یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، مشرکین مکہ کی طرف سے نمائندگی کر رہے تھے اور لڑ رہے تھے، اسلام، مسلمان اور رسول اللہ ﷺ کی ہجو بیان کرتے تھے) کو جواب دیتے ہوئے، ان کو چیلنج کیا، وہ گویا ہیں:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا وَأَجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ
أَتَهْجُوهُ وَلَسْتَ لَهُ بِكُفْءٍ فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِكُمَا الْفِدَاءُ
هَجَوْتَ مُبَارَكًا بَرًّا حَنِيفًا أَمِينَ اللهِ شِيمَتُهُ الْوَفَاءُ
أَمَنْ يَهْجُو رَسُولَ اللهِ مِنْكُمْ وَيَمْدَحُهُ وَيَنْصُرُهُ سَوَاءُ؟
فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

تم نے محمد ﷺ کی برائی کی، میں نے ان کی طرف سے جواب دیا اور میرے کام کا صلہ اللہ کے پاس ہے۔ کیا تو ان کی برائی کرتا ہے؟

حالانکہ تو ان کا ہمسر نہیں ہے، تم دونوں میں جو برا ہو وہ اس پر قربان ہوجائے جو تم دونوں میں سے اچھا ہے۔ تو نے ایسے شخص کی برائی کی ہے جو با برکت ہے، نیک ہے، اللہ والا ہے، خدا کے یہاں معتبر ہے، جس کی خصلت میں وفا شعاری ہے۔ میرا باپ اور باپ کا باپ اور میری عزت محمد ﷺ کی عزت کے لیے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے۔

6.4.4.4 قصیدہ کہنے کا منہج

حضرت حسان بن ثابتؓ کا قصیدہ معاصرین شعرا کی عادت کے مطابق غزل کے رنگ کے امتزاج سے ممتاز ہوتا ہے چناں چہ محبوبہ اور اس کی صفات کے تذکرہ سے قصیدہ شروع کرتے ہیں، اس کے بعد اصل مقصود کا آغاز کرتے ہیں، مثال کے طور پر ہمزہ قافیہ پر مبنی قصیدہ پڑھیئے، جس میں قصیدہ کا افتتاح محبوبہ کے دیار سے ہوتا ہے، اس کی کیفیت، اس کی یاد اور وہاں سے اُنس کا اظہار ہوتا ہے، اس کے بعد اصل مقصد و غرض کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

6.4.4.5 مناسبات

حضرت حسان بن ثابتؓ مختلف اسلامی مناسبات وغزوات سے متعلق اشعار کہے ہیں؛ چناں چہ انھوں نے غزوۂ بدر کے موقعہ سے، اسی طرح کعب بن اشرف یہودی کے رد میں، ایک بہادر صحابی کے ہاتھ سلّام بن حقیق کے قتل کی روداد، بدر کے دن بنی عبدالعزّی کے قتل، بدر کی جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی مدح بحیثیت قائد، بدر کے دن کفار ومشرکین قریش کی ہزیمت وشکست اور ان کے بڑے بڑے سرداران کے قتل کا تذکرہ کر کے ان کو عار دلایا۔

اسی طرح انھوں نے غزوۂ احد اور اس کے شہدا، ان میں سیّد الشھد حضرت حمزہؓ اور دوسرے شہدا کی شان میں مرثیہ کہا، اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے دفاع کیا، مشرکین مکہ کے، ان کے فخر ومباہات اور ان کی ہجو کا منہ توڑ جواب دیا۔ اسی طرح غزوۂ احد کے بعد یوم رجیع کے موقعہ سے کہا، بئر معونہ کے المناک اور اس کے شہدا کی شان میں اشعار کہے اور ان پر خوب آہ وبکا کی، بنوقریظہ کی مناسبت سے لمبا قصیدہ کہا، چند اشعار ذی قرد، غزوۂ بنی المصطلق اور خیبر سے متعلق کہے ہیں۔ اسی طرح فتح مکہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد اور سفر کو اشعار کی لڑی میں پرویا، اسی طرح اور دوسرے موقعوں سے بھی اشعار کہے ہیں۔

6.4.4.6 خصوصیات وامتیازات

حضرت حسان بن ثابت کے اشعار کی خصوصیات اور امتیازات مختلف جہتوں سے بہت ہیں، درج ذیل سطور میں چند نمایاں خصوصیات وامتیازات لکھے جاتے ہیں، جن سے ان کے اشعار کی قدر وقیمت اور دوسرے شعرا پر ان کی فوقیت کے راز کا علم ہوگا:

۱- شعر اسلامی اخلاص، مٹھاس، دینی معانی ومفاہیم اور تعبیرات اور قرآن وحدیث سے اقتباسات کے میدان میں بڑی خصوصیت رکھتا ہے اور دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے۔

۲- زمانۂ جاہلیت کے اشعار میں شدت اور نامانوس الفاظ پائے جاتے ہیں، جب انھوں نے اسلام قبول کیا، قرآن سنا، اسے محفوظ کیا، تو اس کے الفاظ واسلوب سہل اور رواں ہو گئے اور شعر کے اندر برجستگی زیادہ آ گئی۔

۳- مدح کے قصائد میں جوش اور روانی زیادہ ہے اور معنی آفرینی بھی ہے۔

۴- شعر اسلامی شعری حلاوت، اخلاص، صداقت، اسلامی عقائد، قرآنی تشبیہات، لطیف کنایات، امثال، اسلامی تعبیرات، قرآن کریم اور حدیث شریف کے اقتباسات، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے پناہ محبت سے عبارت ہے۔

۵- نعت پاک میں جہاں عشق رسول ﷺ ومحبت کا بے انتہا سیلان پایا جاتا ہے وہیں فنی اعتبار سے اسلوب میں پختگی وسلاست، رقت وتازگی، گرمجوشی وحرارت، بلند معانی وخیالات، الفاظ میں قوت وشوکت، لفظی نکتہ آفرینی، الفاظ بہت منتخب، ترکیبیں چست اور بحریں مترنم اور بڑے جان دار اور پر کیف ہیں۔

6.4.4.5 قصیدہ "عفت ذات الأصابع" سے بیس (۲۰) اشعار کا ترجمہ وتشریح

حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس قصیدے کو فتح مکہ سے پہلے کہا ہے، جس میں ابوسفیان بن حارث جنھوں نے قبول اسلام سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی ہجو کی تھی، اسی کے جواب میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے ان کی ہجو بیان کی اور مجموعی طور پر مشرکین کی ہجو کی، رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ کی مدح بیان کی اور ساتھ ہی فتح مکہ کو یاد دلایا۔ اس قصیدہ کے ابتدائی بیس اشعار کا ترجمہ وتشریح پیش خدمت ہیں، ملاحظہ ہو:

1 عَفَتْ ذَاتُ الْأَصَابِعِ فَالْجِوَاءُ إِلَى عَذْرَاءَ مَنْزِلُهَا خِلَاءُ

مفردات: عفا يعفو عفوًا، الأثر: نشان مٹنا۔ ذات الأصابع: شام میں ایک جگہ کا نام۔ الجواء: یہ حارث بن ابوشمر غسانی کی منزل کا نام ہے، عذراء: ایک دیہات کا نام ہے جو دمشق سے مقام غوطہ کے قریب واقع ہے۔

ترجمہ وتشریح: مقام ذَاتُ الْأَصَابِعِ کے نشانات مٹ گئے اور محبوب کی منزل الْجِوَاءُ ایک عَذْرَاءَ نامی گاؤں میں ویران پڑا ہے۔

یہ قصیدہ کی تمہید ہے، جو اس زمانہ میں قصیدہ کہنے کا رواج تھا، اس کی حضرت حسان بن ثابتؓ نے تقلید ضرور کی لیکن فحش باتوں سے احتراز کیا۔ بہرحال تشبیب سے آغاز ہو رہا ہے؛ چناں چہ تشبیب کا مضمون دیار محبوبہ، محبوبہ اور شراب پر مشتمل ہے، پھر شہسواری کے مضمون سے گریز شروع ہوتا ہے، اپنے گروہ (گروہ رسالت) پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارا تعلق اس گروہ سے ہے، جہاں جبریل امین کا کوئی ثانی نہیں وہ پیغام لے کر آتے ہیں۔ معلوم ہے کہ حضرت حسان بن ثابتؓ غسان کے بادشاہوں کے پاس شام جایا کرتے تھے اور ان کی تعریف کیا کرتے تھے؛ اسی وجہ سے مذکورہ بالا شعر میں حضرت حسان بن ثابتؓ ان جگہوں کو یاد کرتے ہیں اور ان کا تذکرہ کرتے ہیں، وہ گویا ہیں:

2 دِيَارٌ مِنْ بَنِي الْحَسْحَاسِ قَفْرٌ تُعْفِيهَا الرَّوَامِسُ وَالسَّمَاءُ

مفردات: الْحَسْحَاسِ: ایک شخص کا نام ہے اور وہ ابن مالک بن عدی بن نجار ہے جو بڑا سخی تھا۔ الرَّوَامِسُ جمع، واحد الرمس: ہوا جو آثار ونشانات مٹا کر دفن کر دیتی ہے، السَّمَاءُ جمع أسمية، سُمِيٌّ: بارش قَفْرٌ: خالی جگہ، چٹیل میدان۔

بنوحسحاس کے دیار ویران چٹیل میدان ہیں، جنہیں ہوا اور بارش ان کے نشانات کو مٹا کر ان کو دفن کر دیے ہیں۔

3 وَكَانَتْ لَا يَزَالُ بِهَا أَنِيسٌ خِلَالَ مُرُوجِهَا نَعَمٌ وَشَاءُ

مفردات: أَنِيسٌ: وحشت دور کرنے والا، دل بہلانے والا، نَعَمٌ، جمع نُعمان، أنعام، نَعَم لفظ صرف مذکر ہوتا ہے مؤنث نہیں اور جب یہ مفرد استعمال ہوتا ہے، تو اس کے معنی صرف اونٹ ہوتے ہیں، اگر جمع أنعام استعمال ہو تو اس وقت اس میں اونٹ، گائے اور بکری سب داخل ہوتے

ہیں۔شَاءُ اسم جمع ہے،تمام بکرے اور بکریاں۔مُرُوج مصدر: خلط ملط ہونا۔

ترجمہ وتشریح: اس کے باوجود وہ ایسی پرکشش جگہ ہے جہاں دل بہلتا ہے، خاص طور پر اس وقت اور خوش منظر ہوتا ہے اور دل لگی کا سامان فراہم ہوتا ہے جب کہ اونٹ اور بکرے اور بکریاں خلط ملط ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ دیار حبیب یوں ہی ویران پڑا ہے، اس کے باوجود اس سے دلی لگاؤ کچھ اس طرح ہے کہ وہاں کا منظر رہ رہ کر یاد آتا رہتا ہے، خاص طور پر وہ منظر خوب یاد آتا ہے اور نظر کو بھاتا ہے اور دل کو اپنے طرف کھینچتا ہے جب کہ اونٹ اور بکرے بکریاں آپس میں مل جل کر چلتے ہیں۔

4 فَدَعْ هَذَا وَلَكِنْ مَنْ لِطَيْفٍ يُؤَرِّقُنِي إِذَا ذَهَبَ الْعِشَاءُ

مفردات: طَيْفٍ: خیال،أرَق يُؤَرِّقُ تأريقاً: جگانا،ذَهَبَ الْعِشَاءُ: نیند کے وقت سے کنایہ ہے۔

ترجمہ وتشریح: اس کو چھوڑو؛ البتہ یہ خیال ہے جو مجھے سونے کے وقت جگا کر رکھتا ہے۔

یہاں سے شاعر محبوبہ کے دیار کے ذکر سے فراغت کے بعد محبوبہ کا ذکر شروع کر رہا ہے۔فَدَعْ محبوبہ اور اس کے دیار کے درمیان فصل کے لیے ہے، یعنی محبوبہ کے دیار کا ذکر کرنا چھوڑ دو، اب محبوبہ کا ذکر کرو؛ چناں چہ سنو!۔

5 لِشَعْثَاءَ الَّتِي قَدْ تَيَمَّتْهُ فَلَيْسَ لِقَلْبِهِ مِنْهَا شِفَاءُ

مفردات: شَعْثَاءَ: عورت کا نام ہے، کہا گیا ہے: یہ سلام بن مشکم یہودی کی بیٹی کا نام ہے، ایک قول کے مطابق: قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت کا نام ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت حسان بن ثابتؓ کی بیوی کا نام ہے۔

شعشاء نے مجھے اپنا اسیر بنالیا، اب اس سے دل کو نہ چھٹکارا ہے اور نہ ہی اس کے بغیر سکون۔

6 كَأَنَّ سَبِيئَةً مِنْ بَيْتِ رَأْسٍ يَكُونُ مِزَاجُهَا عَسَلٌ وَمَاءُ

مفردات: سَبِيئَةً: شراب، بَيْتِ رَأْسٍ: دو دیہاتوں کا نام ہے، جہاں انگور کی پیداوار بہت ہے، ایک اردن میں واقع ہے، دوسرا حلب شہر کے مضافات میں ہے۔

ترجمہ وتشریح: گویا شراب بیت راس کی ہے، جس میں شہد اور پانی کی آمیزش ہے۔

شراب کی منڈی بیت راس ہے، جہاں انگور کی کھیتی خوب ہوتی ہے، جس سے شراب تیار ہوتی ہے، یہ شراب ایسی ہے کہ جس میں شہد اور پانی ملے ہوتے ہیں۔

7 عَلَى أَنْيَابِهَا أَوْ طَعْمَ غَضٍّ مِنَ التُّفَّاحِ هَصَرَهُ الجَنَاءُ

مفردات: أَنْيَاب، واحد ناب: سامنے کے چار دانتوں کے برابر والا دانت، یہ دونوں جانب ہوتے ہیں۔الجَنَاءُ: پھل توڑنا۔ غَضٍّ: ہر تر وتازہ، شگفتہ، نرم ونازک هَصَر: جھکنا، توڑنا، کھینچ کر جھکانا۔

ترجمہ وتشریح: گویا شراب اس کے دانتوں پر ہے، یا گویا اس کا ذائقہ توڑا ہوا تر وتازہ پھل سیب کا جیسا ہے۔

شاعر موصوف محبوبہ کے لعاب دہن کے ذائقہ کو اس شراب کے ذائقہ سے تشبیہ دے رہا ہے جس میں شہد اور پانی ملے ہوں یا تشبیہ اس سیب کے ذائقہ سے دے رہا ہے جو تر وتازہ ہے۔

8 إِذَا مَا الأَشْرِبَاتُ ذُكِرْنَ يَوْمًا فَهُنَّ لِطَيِّبِ الرَّاحِ الْفِدَاءُ

مفردات: الأَشْرِبَاتُ، أَشْرِبَة کی جمع ہے،أَشْرِبَة شراب کی جمع ہے: مشروب،خواہ وہ کیسی بھی ہو اور جس حالت میں ہو۔الرَّاح: شراب

جب وہ مشروبات کا کسی وقت ذکر کرتی ہیں تو وہ اچھی شراب پر قربان ہوتی ہیں۔

9 نُوَلِّيهَا الْمَلامَةَ إِنْ أَلَمْنَا إِذَا مَا كَانَ مَغْثٌ أَوْ لِحَاءُ

مفردات: مَغْث: ہاتھ سے پکڑنا، گالی گلوچ کرنا، عیب نکالنا۔لِحَاء: زبان سے گالی دینا، آپس میں لڑائی کرنا، ایک دوسرے کو ملامت کرنا

ہم اس کو اس وقت ملامت کا نشانہ بناتے ہیں جب کہ وہاں گالی گلوچ اور باہم لڑائی ہو۔

10 وَنَشْرَبُهَا فَتَتْرُكُنَا مُلُوكًا وَأُسْدًا مَا يُنَهْنِهُنَا اللِّقَاءُ

ہم شراب پیتے ہیں تو شراب ہمیں بادشاہ اور شیر بنا کر چھوڑتی ہے اور ہمیں مڈبھیڑ ہونے سے نہیں روکتی۔

11 عَدِمْنَا خَيْلَنَا إِنْ لَمْ تَرَوْهَا تُثِيرُ النَّقْعَ مَوْعِدُهَا كَدَاءُ

مفردات: النَّقْعَ: گردوغبار۔كَدَاءُ: ذی طوی میں محصب کے پاس مکہ کا بالائی حصہ۔كَدَاءُ: مکہ کے بالائی حصہ پر پھیلی ہوئی پٹی ہے۔

ہمارا گھوڑا نہیں اگر تم اس کو گردوغبار اڑاتے ہوئے نہ دیکھو، اس کی مقررہ حد اور منتہی مقام کداء ہے۔

12 تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ يُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

مفردات: خُمُر، خمار کی جمع ہے: دوپٹہ۔

ہمارے عمدہ گھوڑے اس وقت تیز دوڑنے لگتے ہیں جب عورتیں اپنے دوپٹے سے ان کے رخسار پر مارتی ہیں۔

13 فَإِمَّا تُعْرِضُوا عَنَّا اعْتَمَرْنَا وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ

مفردات: اعْتَمَرْنَا: ہم نے عمرہ ادا کیا۔الْفَتْحُ: فتح مکہ۔

ترجمہ وتشریح: پس اگر تم لوگ ہم سے اعراض کرتے ہو، تو ہم نے تو عمرہ بھی کیا اور مکہ فتح ہوگا اور رکاوٹ کا بادل چھٹ جائے گا۔

یعنی اگر تم لوگ اعراض کی روش پر قائم رہتے ہو، اسلام کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں، تم نے دیکھا ہم نے عمرہ کیا اور مکہ بھی ان شاء اللہ فتح ہوگا اور مزاحمت ختم ہو جائے گی اور اسلام کو پھلنے پھولنے اور آگے بڑھنے سے کوئی طاقت نہیں روک پائے گی۔

14 وَإِلَّا فَاصْبِرُوا لِجِلادِ يَوْمٍ يُعِينُ اللّٰهُ فِيهِ مَنْ يَشَاءُ

مفردات: جِلاد: تلواروں کا آپس میں ٹکرانا۔

اور اگر تم لوگ ایمان نہیں لاتے ہو اور اپنے کفر وشرک پر باقی رہتے ہو تو صبر کرو اور اس جنگ کے دن تک انتظار کرو جس دن میں اللہ تعالی جس کو چاہے گا اس کی مدد کرے گا اور اس کو عزت سے سرفراز کرے گا۔

15 وَجِبْرِيلٌ رَسُولُ اللّٰهِ فِينَا وَرُوحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ

مفردات: رُوحُ الْقُدُسِ: حضرت جبرئیل علیہ السلام۔كِفَاءُ: ہمسر۔

ترجمہ وتشریح: ہمارے درمیان اللہ تعالی کے قاصد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، جن کا کوئی ہمسر نہیں۔

مذکورہ بالا دونوں شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم لوگ اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو سن لو! تمہارے سامنے جنگ ہے اور جنگ میں ہماری جیت ہوگی، کیونکہ اللہ تعالی ہمارا معین ومددگار ہے اور اللہ تعالی کا معتمد قاصد ہمارے ساتھ ہیں جو جس طرح ان کے پاس سے وحی لے کر ہمارے پاس آتے ہیں اسی طرح سے ضرورت پڑنے پر مدد لے کر بھی آئیں گے اور اللہ کے حکم سے خود بھی ہماری مدد کریں گے۔

16 وَقَالَ اللهُ قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا يَقُولُ الْحَقَّ إِنْ نَفَعَ الْبَلاءُ

مفردات: الْبَلاءُ: آزمائش۔

ترجمہ وتشریح: اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے ایک بندہ کو بھیجا ہے، وہ حق گو ہے اور وہ درست بات کرتا ہے گو اس کو آزمائش سے گذرنا پڑے۔

اللہ تعالی نے اپنے برگزیدہ بندہ حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا، جس پر وحی نازل ہوتی ہے، حق گو ہے، صداقت ان کا شعار ہے، عدل وانصاف ان کی پہچان ہے، وہ صدا اپنے اس شعار وشناخت پر ثابت قدم رہتے ہیں خواہ کتنی ہی بڑی آزمائش سے گذرنا پڑے۔

17 شَهِدْتُ بِهِ فَقُومُوا صَدِّقُوهُ فَقُلْتم لا نَقُومُ وَلا نَشَاءُ

ترجمہ وتشریح: میں نے ان پر ایمان لایا؛ پس تم لوگ کھڑے ہو جاؤ اور ان کی تصدیق کرو یعنی ان پر ایمان لاؤ، تو تم لوگوں نے کہا: ہم نہیں کھڑے ہوں گے اور ان پر ایمان لانا نہیں چاہتے ہیں۔

جیسے میں نے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا اور ان کے ساتھ ہو گیا، اسی طرح تم لوگ بھی ان پر ایمان لے آؤ اور ان کے ساتھ ہو جاؤ، اسی میں تم لوگوں کی کامیابی اور بھلائی ہے، اگر ایسا نہیں کرتے ہو تو تم لوگوں کے لیے بڑا ہی خسارہ وبربادی ہے، ان لوگوں کا جواب نفی میں آیا اور ان لوگوں نے کہا: ہم ایمان نہیں لائیں گے۔

18 وَقَالَ اللهُ قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا هُمُ الأَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللقاء

ترجمہ وتشریح: اللہ تعالی نے جواب میں فرمایا: میں نے ان کے لیے ایک فوجی دستہ تیار کر دیا ہے اور وہ انصار صحابہ کرامؓ ہیں، جن کا بنیادی کام جنگ کرنا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرات انصار صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی اور جیسا کہ وعدہ کیا اس کو پورا کیا کہ اپنی تلواروں کے سایے تلے ان کی حفاظت کی، ہر موقعہ سے ان کا ساتھ دیا اور ہر طرح کی مدد کی۔

19 لنا في كل يوم من معد سباب أو قتال أو هجاء

ترجمہ وتشریح: ہر دن ہمارے پاس تیاری ہے، گالی، یا جنگ یا ہجو۔

ایمان لانے سے انکار کی صورت میں ہم ہر طرح کے مقابلہ کے لیے تیار ہیں، ہجو کا جواب ہجو سے اور سیف وسنا کا جواب سیف وسنا سے دینے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔

20 فنحكم بالقوافي من هجانا ونضرب حين تختلط الدماء

ترجمہ وتشریح: جو ہماری ہجو کرے تو ہم اس کا جواب اسی قافیہ وردیف میں دیتے ہیں اور جب گھمسان کی لڑائی ہو تو اس وقت ہمارا قتال بڑا سخت ہوتا ہے اور ہم خوب گردن مارتے ہیں۔

ہم لوگ تیر وتفنگ کے ساتھ ہجواور بدزبانی کے حربے بھی استعمال کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، ہم دشمنوں کی ہر ہجو کا رد کرتے ہیں، ہر بد زبانی کا جواب اسی لب ولہجہ میں دیتے ہیں، اسی کے قافیہ وردیف میں اس کے پھیلائے ہوئے فتنوں کا سد باب کرتے ہیں اور اگر جنگ کی نوبت آجائے اور میدان کارزار شباب پر ہو، گھمسان کی لڑائی جاری ہوتو ہماری بہادری وشجاعت کا جوہر کھل کر دیکھنے والوں کو دِکھتا ہے اور ہم سروں کو تنوں سے خوب جدا کرتے ہیں۔

6.5 حضرت کعب بن زہیرؓ

حضرت کعب بن زہیرؓ کے والد کا نام زہیر بن ابی سلمی ہے، آپؓ کی ماں کا نام کبشہ بنت عمار ہے۔

6.5.1 حالات زندگی

آپؓ کا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جس میں شعر گوئی کی روایت رہی ہے، آپؓ کے دادا ابی سلمی شاعر، آپؓ کی باپ شریک بڑی پھوپھی سلمی شاعر، آپؓ کی بہن خنساء شاعر، آپؓ کے بھائی بجیرؓ شاعر، آپؓ کا بیٹا عقبہ شاعر، آپؓ کا پوتا عوام شاعر اور آپؓ کے والد زہیر بن ابی سُلمی مزنی تو جاہلی دور کے مشہور ترین شاعر ہیں۔ آپؓ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے، اقرب ۲۴ یا ۲۶ھ ہے۔

6.5.2 قبول اسلام

جب سرزمین عرب پر اسلام کا خورشید طلوع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی کرن یثرب (مدینہ منورہ) تک پہنچ گئی، اسلام کا عرب میں بڑی تیزی سے بول بالا ہونے لگا، لوگ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے تو کعب اور بجیر دونوں بھائی مزید تحقیق حال کے لیے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے، دونوں جب مقام ''اَبرق عزّاف'' پر پہنچے تو حضرت بجیرؓ نے کہا: تم یہیں ٹھہرو، میں سن کر آتا ہوں، وہ کیا کہتے ہیں؟ حضرت کعبؓ وہیں رک گئے اور انتظار کرتے رہے، حضرت بجیرؓ واپس نہیں آئے، تشویش ہوئی، آخر کار معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں اور مدینہ ہی میں مقیم ہیں، چہ جائیکہ وہ سنجیدہ ہوتے بپھر گئے اور اپنے بھائی حضرت بجیرؓ اور آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخانہ قصیدہ کہا، آنحضرت ﷺ نے ان کے گستاخانہ اشعار سن کر ان کے خون کو مباح کر دیا اور یوں فرمایا ''جس کی ملاقات کعب سے ہو وہ اسے قتل کر دے۔'' واضح رہے کہ اگر اس بدزبانی کا تعلق صرف نبی اکرم ﷺ کی ذات ہوتا تو آپ ﷺ برداشت فرما لیتے جیسا کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ دشمنوں کی ایذارسانی پر صبر کیا اور طائف کے ان بدمعاشوں کے لیے بھی بددعا نہیں فرمائی۔ یہاں صورت حال مختلف تھی، یہاں دشمن اسلام شعرا کی بدزبانی سے صرف آپ ﷺ کی دل آزاری نہیں ہوتی تھی بلکہ اسلام کی نشر واشاعت کی راہ میں رکاوٹ بن رہی تھی اور ایسے موقعہ سے جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد ان کے بھائی حضرت بجیرؓ نے حضرت کعبؓ کو خبر دی کہ اب تمہاری خیر نہیں، حضور ﷺ نے تمہارے خون کو مباح کر دیا ہے۔ اس کے بعد دوبارہ خط لکھا کہ میرا یہ خط تم تک جب پہنچے تو تم فوراً آجاؤ اور اسلام قبول کرلو؛ کیونکہ جو بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا ہے اور وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو رسول اللہ ﷺ اس کے اسلام کو قبول کر لیتے ہیں اور اسے معافی کا پروانہ عطا فرمادیتے ہیں؛ چناں چہ بالآخر انھوں نے اسلام کو گلے سے لگایا اور دربار نبوی ﷺ میں حاضری دی اور قبول اسلام کا یوں اظہار کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ رسول ہیں، اے اللہ کے رسول مجھے امان عطا فرمائیے! آپ ﷺ

نے فرمایا: "تم کون ہو؟" انھوں نے کہا: میں کعب بن زہیر ہوں۔ آپ نے فرمایا: "بہ خدا تم مامون و محفوظ ہو۔"

6.5.3 شعر و شاعری

ان کا شمار سبع معلقات کے شاعروں میں ہوتا ہے، وہ شعر و سخن کی تربیت کے لیے ایک مدرسہ چلاتے تھے، جس کا نام مدرسہ اوسیہ ہے، جہاں مدرسہ میں بہت سارے شعرا تربیت پاتے تھے، وہیں ان کے بچے بھی شعر و سخن کی تربیت پاتے تھے، اسی مدرسہ میں دونوں بھائی حضرت بجیرؓ اور حضرت کعبؓ نے شعر و سخن کی تربیت پائی، اسی لیے حضرت کعبؓ کی شاعری میں والد کا نمایاں اثر پایا جاتا ہے، اسی طرح انھوں نے شعر گوئی کا ملکہ اپنے والد سے میراث میں پایا ہے؛ اسی وجہ سے وہ فطری اور طبعی شاعر ہیں، آپ کی شاعری میں حسن الفاظ کے ساتھ حسن تراکیب اور برجستگی پائی جاتی ہے، نیز آپ کی شاعری میں بڑی پختگی ملتی ہے، آپؓ کا شمار زمانۂ جاہلیت کے قدآور شعرا میں ہوتا تھا، یہاں تک کہ مشہور شاعر حضرت حطیئہؓ سے شہرت میں آگے تھے، آپ لبید بن ربیعہ وغیرہ جیسے جاہلی شعرا کے طبقۂ وصف میں شمار کیے جاتے تھے، ظہور اسلام اور اس کے غلبہ کے وقت پورے جزیرۃ العرب میں حضرت کعبؓ کی شاعری کا شہرہ تھا، وہ معیاری اور بلند پایہ شاعر سمجھے جاتے تھے، غرضیکہ آپؓ ایک قادر الکلام، پرگو، اصناف سخن پر حاوی اور خاندانی شاعر تھے، اشعار کہنے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ دوسروں کو سنانے سے پہلے خود ہی بار بار پڑھتے، الفاظ کے پیچ و خم اور گیسوئے برہم کو سنوارتے اور جملوں کے نوک و پلک کو درست فرماتے اور تہذیب و تنقیح کے بعد منظر عام پر لاتے۔ ان کو غزل، مدح سرائی اور فطری منظر کشی میں بڑا ملکہ تھا، ان کے اکثر اشعار مدح، ہجو، فخر اور حماسہ پر مشتمل ہیں، اسلام قبول کرنے کے بعد شاعر رسول اور مادح رسول یعنی نعت پاک کے شاعر کی حیثیت سے مشہور ہوئے اور قصیدہ "**بانت سعاد**" تو آپؓ کی وجہ پہچان بن گئی، آپؓ کا شمار مشہور مخضر مین شعرا میں ہوتا ہے، آپؓ کی شاعری اور اشعار کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپؓ کے اشعار ادب و بلاغت، لسانیات اور نحو کے ماہرین استشہاد و استدلال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

6.5.3.1 قصیدہ بردہ "**بانت سعاد**" کا پس منظر

قصیدۂ بردہ مشہور صحابی رسول حضرت کعب بن زہیرؓ کا ہے، جس کا پس منظر یوں ہے کہ جب سرزمین عرب پر اسلام کا بول بالا ہونے لگا، لوگ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے، تو اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے ارادہ سے حضرت کعب بن زہیرؓ اور ان کے بھائی حضرت بجیر بن زہیرؓ دونوں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے، دونوں جب مقام "اَبرق عزّاف" پر پہنچے تو حضرت بجیرؓ نے کہا: تم یہیں ٹھہرو، میں سن کر آتا ہوں، وہ کیا کہتے ہیں؟ حضرت کعبؓ وہیں رک گئے اور انتظار کرتے رہے، حضرت بجیرؓ واپس نہیں آئے، تشویش ہوئی، آخر کیا ہوا، تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ وہ تو مسلمان ہو چکے ہیں اور مدینہ ہی میں مقیم ہیں، اِن کو غصہ آگیا اور بہت برہم ہوئے، وہ اپنے بھائی حضرت بجیرؓ اور آنحضرت ﷺ پر برس پڑے اور پورا ایک قصیدہ کہہ ڈالا، جس میں اپنے بھائی کی ملامت کی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گستاخی کا ارتکاب کیا، جب ان کے گستاخانہ اشعار آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ کو بڑی تکلیف ہوئی اور اس کے خون کو مباح کر دیا اور یوں فرمایا "جس کی ملاقات کعب سے ہو وہ اسے قتل کر دے"، اس کے بعد ان کے بھائی حضرت بجیرؓ جو اس وقت مسلمان ہو چکے تھے، اپنے بھائی حضرت کعبؓ کو خبر دی کہ اب تمہاری خیر نہیں، حضور ﷺ نے تمہارے خون کو مباح کر دیا ہے۔ اس کے بعد دوبارہ خط لکھا کہ میرا یہ خط تم تک جب پہنچے تو تم آجاؤ اور اسلام قبول کرلو؛

کیونکہ جو بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا ہے اور وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو رسول اللہ ﷺ اس کے اسلام کو قبول کر لے رہے ہیں اور اس کو معافی کا پروانہ عطا فرما دے رہے ہیں؛ چناں چہ اس خط کے ملنے کے بعد حضرت کعب ؓ پریشان ہوئے اور زمین ان کے پاؤں تلے سے کھسک گئی، زمین کشادہ ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی، ان کے پاس اسلام قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا، تو سنجیدہ ہو گئے اور بالآخر اسلام کو گلے سے لگا لیا اور آپ ﷺ کی شان میں تاریخی قصیدہ کہا، آپ ﷺ کی زیارت اور اظہار اسلام کے لیے مدینہ منورہ کا رخت سفر باندھا، اِدھر رسول اللہ ﷺ فتح مکہ اور طائف کی مہم سے مدینہ منورہ واپس آ چکے تھے؛ چناں چہ حضرت کعب ؓ مدینہ منورہ پہنچتے ہیں، اپنی سواری مسجد کے دروازہ سے باندھ دیتے ہیں، مسجد نبوی کے اندر داخل ہوتے ہیں، آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں، حضرت کعب ؓ خود فرماتے ہیں، میں آپ ﷺ کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اسلام لایا اور میں نے یوں کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اے اللہ کے رسول مجھے امان عطا فرمائیے! آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم کون ہو؟''، میں نے کہا: میں کعب بن زہیر ہوں، آپ نے فرمایا: ''بہ خدا تم مامون ومحفوظ ہو''۔ اس کے بعد حضرت کعب ؓ نے اپنا قصیدہ سنانا شروع کیا۔

حضرت موسیٰ بن عقبہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت کعب بن زہیر ؓ جب اِن درج ذیل اشعار پر پہنچے:

إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ　　وَصَارِمٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ مَسْلُولُ

فِي فِتْيَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ　　بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمَّا أَسْلَمُوا زُولُوا

رسول اللہ ﷺ ایک نور ہدایت ہیں، جن سے ہدایت کی روشنی حاصل کی جاتی ہے اور وہ اللہ کی تلوار ہیں جو نیام سے نکلی ہوئی ہے اور خوب تیز دھار دار ہے، وہ قریش کے ایسے نوجوانوں میں سے ہیں کہ وادی مکہ کے لوگ جب اسلام لائے تو ان کے کہنے والوں میں سے کسی نے کہا کہ یہاں سے چلے چلو۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی آستین سے لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا؛ تاکہ لوگ ان کی بات کو سنیں۔ (مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ: ۳/۶۷۳، حدیث: ۶۴۷۹)

جب وہ پورا قصیدہ پڑھ کر فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے قصیدے سے خوش ہو کر ان کی چادر پوشی فرمائی یعنی اپنا پیراہن مبارک مرحمت فرما دیا (**الإصابة في تمييز الصحابة للحافظ ابن حجر: ۵/۴۴۴، معجم أعلام شعراء المدح النبوي لمحمد أحمد درنيقه، ص: ۳۰۷**)، اس طرح آپ ﷺ نے اپنا پیراہن خاص عطا فرما کر شاعر صحابی حضرت کعب بن زہیر ؓ اور ان کے مدحیہ قصیدہ کے اشعار کو حیات جاوداں عطا فرما دی۔ واضح رہے کہ عربی میں چادر کو ''بردہ'' کہا جاتا ہے، اسی مناسبت سے اسے ''قصیدہ بردہ'' یعنی چادر والا قصیدہ کہا جاتا ہے۔

6.5.3.2 بردہ (چادر) کا تاریخی پہلو

یہ مبارک چادر ایک زمانہ تک حضرت کعب بن زہیر ؓ کی اولاد کے پاس رہی، اس کے بعد حضرت معاویہ ؓ نے ان کی اولاد سے بیس ہزار درہم میں خریدی، حضرت معاویہ ؓ کے بعد ان کے خلفائے بنوامیہ عیدین میں اوڑھا کرتے تھے، اس کے بعد وہ چادر عباسی خلیفہ منصور کے پاس چالیس ہزار درہم میں خرید کر آئی، بنوعباس کے پاس ان کے خزانہ میں محفوظ رہی، کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد فاطمی خلفا کے پاس آئی، اس کے بعد ان

کے پاس سے ترک عثمانی خلفا کے پاس آئی، مسجد ابوایوب انصاریؓ میں جہاں آثار نبوی محفوظ ہیں، وہ وہیں محفوظ ہے اور یہ مصدقہ بات ہے کہ ترکی میں بہت سے آثار نبی اور آثار صحابہ اور اسلامی تاریخی کی یادگار محفوظ ہیں۔

6.5.3.3 قصیدہ بردہ "بانت سعاد" کی عظمت وقبولیت

قصیدہ بردہ کی سب سے بڑی عظمت و قیمت اور اس کی حیثیت و اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس قصیدہ کو رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا اور خوش ہو کر صاحب قصیدہ حضرت کعب بن زہیرؓ جو واجب القتل تھے کو معاف فرمادیا اور ساتھ ہی ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کو اپنی چادر عطا فرمائی۔ مزید برآں یہ قصیدہ کارخیر کا سبب بنا کہ وہیں سے نعت پاک کا فن وجود میں آیا اور نعت پاک شعر وسخن کا ایک اہم عنصر وصنف قرار پایا اور دوسرے اہل ذوق نے مخمس، مسدس، مسبع کی شکل میں طبع آزمائی کی اور بعض شعرا نے اپنے اپنے طور پر عقیدت ومحبت کا نذرانہ دربار رسالت میں پیش کرنے کی سعی محمود کی جن میں سے علامہ بوصیریؒ کا قصیدہ بہت مشہور ہوا، ان کے بعد، ماضی قریب میں جدید عربی شاعری کے سرخیل محمود سامی بارودی (وفات: ۱۹۰۴ء) نے ایک لمبا قصیدہ کہا ہے، جس کا نام "کشف الغمة بمدح سيد الأمة" رکھا، ان کے بعد عصر جدید کے امیر الشعراء احمد شوقی نے (وفات: ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۲ء) "نهج البردة" لکھا، آخر الذکر یہ دونوں قصیدے بھی لوگوں کے درمیان مشہور ومعروف ہوئے۔

قصیدہ بردہ شریف کی بڑی وقعت و اہمیت اور اس کی ادبی جودت و قیمت اور اس کے شرف وسعادت اور قبول دربار نبوت کے پیش نظر لوگوں نے ابتدا ہی سے اس کی خدمت کو اپنی سعادت تصور کیا ہے؛ چناں چہ عربی اور عربی کے علاوہ فارسی، اردو، فرانسیسی، ترکی، انگریزی وغیرہ دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کی مختصر ومطول شرحیں لکھی گئیں اور دوسرے پہلوؤں سے اس پر کام ہوا ہے، جو اس کی بڑی مقبولیت کی علامت ہے، صرف عربی زبان میں اس کی دوسری صدی ہجری سے لے کے اب تک پچاس سے او پر شرحیں لکھی جا چکی ہیں، سب سے پہلی شرح ابوزید محمد بن خطاب قرشی (وفات ۱۷۰ھ) کی ہے اور ان شروحات میں زیادہ مشہور اور جامع شرحیں ابوالحسن سکری (وفات: ۲۷۰ھ)، ابن درید (وفات: ۳۲۱ھ)، تبریزی (وفات: ۵۰۲ھ)، ابن ہشام انصاری مصری نحوی (وفات: ۷۶۱ھ) سیوطی (وفات: ۹۱۱ھ) اور علی بن محمد قاری ہروی (وفات: ۱۰۱۴ھ) کی ہیں۔

6.5.3.4 قصیدہ بردہ "بانت سعاد" سے عقیدت ومحبت

بعض صوفیہ کرام نے اس قصیدہ کو اللہ تعالی سے تقرب کا ذریعہ بنایا، کتابوں میں لکھا ہے کہ بعض علما اپنی کسی مجلس کا آغاز قصیدہ بردہ کی خواندگی سے کرتے ہیں، مقصد اس سے عقیدت ومحبت کا اظہار اور اس سے برکت کا حصول ہے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ بڑے اہتمام اور التزام سے ایسا کیوں کرتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ دراصل ایک بزرگ کے خواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جو اس سے محبت کرے اس سے میں محبت کروں گا"۔ بہر حال یہ صوفیہ کرام کا اپنا عمل ہے۔

6.5.3.5 قصیدہ بردہ "بانت سعاد" کا تنقیدی جائزہ

قصیدہ بردہ "بانت سعاد" کے کل اشعار صحیح روایت سے اکاون/۵۱ ثابت ہیں جیسا کہ مشہور محدث حاکم نے اپنی مشہور کتاب

"المستدرک علی الصحیحین"، کتاب معرفة الصحابة:(۳/۶۷۰، ۶۷۳، حدیث:۶۴۷۷، ۶۴۷۹) میں نقل کیا ہے۔شارح اول ابوزید محمد بن خطاب قرشیؒ نے اپنی کتاب "جمهرة أشعار العرب" میں ۵۸/اشعار نقل کیے ہیں۔قصیدہ بردہ ظاہری و باطنی اور لفظی و معنوی ہر اعتبار سے خوبیوں سے لبریز ہے۔اُس زمانہ کے مروج الفاظ اور لوگوں کے درمیان مالوف و مانوس خوب صورت جملوں سے بھرپور، گھٹیا و سطحی کلمات اور عامی تراکیب سے خالی، لفظی و معنوی پیچیدگی سے پاک، شستہ وچیتہ زبان، جاذب دل اور پرکشش اسلوب، ساحرانہ وعاشقانہ انداز، عشق نبوی اور محبت رسول میں ڈوبا ہوا کلام ہے۔ یہ قصیدہ ادبی جودت و بلاغت کا شاہکار ہے، وہیں جاہلی ادب کی مکمل نمائندگی اس میں پائی جاتی ہے ،محبوبہ کا دلکش انداز میں تذکرہ، اونٹنی کے اوصاف، حسن گریز، مقصد (معذرت خواہی) اور مدح پر خاتمہ، آسان الفاظ کم، نامانوس الفاظ زیادہ،، مثلا:عناقرة، أرقال، تبغيل، لهق، لغم، مقيد، علكوم، شمليل، زهاليل، برطيل، عاقيل، مثاكيل، شنطاء وغیرہ، باوجود اس کے قصیدہ میں ایک روانی اور سلاست، خاص طور سے نعت کا جو شعر ہے، وہ بندش اور سلاست دونوں لحاظ سے ممتاز ہے۔

6.5.3.6 قصیدہ بردہ "بانت سعاد" کا ایک تجزیہ

اس قصیدۂ بردہ کے تین حصے ہیں، پہلا حصہ غزل پر مشتمل ہے، دوسرے حصہ میں محبوبہ کے اوصاف کا تذکرہ ہے اور تیسرے حصہ میں اصل مقصد کا بیان ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی اور معافی کی درخواست پر مبنی ہے۔اُس زمانہ کے شعرائے عرب کی عادت ورواج کے مطابق قصیدہ کا آغاز غزل سے ہوتا ہے، ابتدائی تیرہ شعروں میں فرضی محبوبہ "سعاد" کا ذکر ہوتا ہے، اس کو ایک خوب صورت ہرن سے تشبیہ دی جاتی ہے، سعاد یعنی محبوبہ کے لعاب دہن کو شراب سے تشبیہ دی جاتی ہے اور اس کی خوب صورتی اور نظافت کی منظر کشی ہوتی ہے، کہا جاتا ہے کہ سعاد کی آنکھیں سرمگیں ہیں جو حیا وشرم سے نیچی رہتی ہیں، آواز مدھم اور شیریں ہے، جسم متناسب، ناک نقشہ موزوں، دانت موتی جیسے، غرض وہ حسن کا پیکر ہے، مزاج میں تلون ہے۔اس طرح سعاد کی تعریف کرتے ہوئے شاعر آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ مزید مصیبت یہ ہے کہ وہ اتنی دور جا چکی ہے کہ وہاں تک تیز گام اچھی اونٹنی کی سواری کے بغیر پہنچنا دشوار ہے، اس کے بعد اونٹنی کی تصویر کشی شروع کر دیتا ہے اور چودھویں شعر سے چونتیسویں شعر تک اسی اونٹنی کے اوصاف کا بیان جاہلی کلام کا روایتی انداز ہے، اس کے بعد چغل خوروں کا ذکر کرتا ہے کہ جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے بدظن کر دیا ہے، اسی کا تذکرہ ۳۸ویں شعر تک ہے، ۳۹ویں شعر سے ۵۰ شعر تک معذرت کا مضمون ہے اس طور پر کہ موصوف شاعر دربار نبوی میں حاضری کے وقت اپنی گھبراہٹ، ڈر اور خوف، زمین کی کشادگی کے باوجود تنگ دامنی کا ذکر کرتے ہوئے عرض گذار ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی بات پر نہ رہیں، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دھمکی آمیز خبر ملی ہے؛ لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم بن کر آئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلم وبردباری کے پیکر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم حسن اخلاق کے حامل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے نرم دل ہیں، خاص طور پر اہل ایمان پر بڑے مہربان اور رحم دل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہبط وحی الٰہی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلم وعفو کے عادی ہیں۔اس طرح صاحب بردہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستقل رحم وکرم اور عطف ومہربانی کی درخواست کرتے ہوئے اپنی گھبراہٹ اور خوف کا نقشہ کھینچتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبردست طاقت وقوت کا ذکر کرتا ہے اور اُس مشہور مصرعہ پر پہنچتا ہے، جس مصرعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو داد وتحسین سے نوازا، وہ مصرعہ یہ ہے:

إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ وَصَارِمٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ مَسْلُولُ

یعنی یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہدایت ہیں، جن سے ہدایت کی روشنی پھوٹتی اور پھیلتی ہے اور لوگ اس سے سیدھا راستہ پاتے ہیں

اور وہ اللہ کی کھینچی ہوئی تلوار ہیں جو نیام سے نکلی ہوئی ہے اور خوب تیز دھار دار ہے۔اس سے رسول اللہ ﷺ کی سیاسی عظیم قدرت و طاقت کی طرف جہاں اشارہ ہے وہیں نور ہدایت کی روشنی کو بے نیام تلوار کی چمک سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جن سے اجالا اس طرح آنکھوں کے سامنے پھیل جاتا ہے جس طرح نیام سے جب تلوار نکلتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پیدا ہو جاتی ہے۔

آگے کے اشعار میں صحابہ کرام کی جواں مردی، ان کی شجاعت و بہادری، جنگ کے میدان میں فولاد کی طرح ثابت قدمی، حق پرستی اور صداقت و عدالت کی تعریف ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس قصیدے کا اصل موضوع معذرت خواہی اور طلب عفو ہے، نعت کا صرف ایک شعر ہے، جو اس قصیدے میں ضمنی طور پر آ گیا ہے؛ لیکن یہ ایک شعر اپنے معنوی وزن اور کیفیت کے اعتبار سے قصیدے کے تمام اشعار پر بھاری ہے اور اس کو بجا طور پر ''شاہ بیت'' یا ''حاصل قصیدہ'' کہا جا سکتا ہے، اسی کی وجہ سے بقیہ تمام اشعار کو عمر جاوید حاصل ہوئی ہے۔

6.5.4 لامیہ سے 20 اشعار کا ترجمہ و تشریح

1 أُنْبِئْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ أَوْعَدَنِي وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ مَأْمُولُ

ترجمہ و تشریح: مجھے سچی خبر ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ہلاک کر دیے جانے کی دھمکی دی ہے؛ لیکن اس کے باوجود مجھے رسول اللہ ﷺ سے معافی کی امید ہے؛ کیونکہ وہ حلم و عفو کے عادی ہیں۔

شاعر اسلام حضرت کعب بن زہیرؓ نے اس سے پہلے کے اشعار میں جو کچھ بیان کیا ہے، دراصل وہ اس شعر کی تمہید ہے؛ کیونکہ اس قصیدے کا مقصد عفو و درگذر کی گذارش ہے اور وہ یہاں سے شروع ہوتا ہے۔(عِنْدَ) ''پاس'' عربی زبان میں یہ لفظ عظمت اور امید کی تقویت کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ عفو و درگذر کرنے کے عادی ہیں اور آپ ﷺ کے حسن اخلاق کا یہ ایک حصہ ہے، آپ ﷺ نے کسی کو برے سلوک کا بدلہ برے سلوک سے نہیں دیا ہے، ہمیشہ عفو و درگذر سے کام لیا ہے۔ذکر کیا جاتا ہے کہ جب آپ ﷺ نے دوسرا مصرعہ سنا تو فرمایا: ''الْعَفْوُ عِنْدَ اللهِ'' معافی اللہ کے پاس ہے۔اس میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا اقرار بھی پایا جا رہا ہے؛ کیونکہ یہ تقاضائے عفو و گذر ہے۔

2 فَقَدْ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ مُعْتَذِرًا وَالْعُذْرُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ مَقْبُولُ

ترجمہ و تشریح: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس معذرت خواہی اور خواستگار عفو و درگذر کے ساتھ حاضر ہوا اور معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عفو و درگذر کی درخواست سنی جاتی ہے اور قبول ہوتی ہے۔

عفو و درگذر کرنا آپ ﷺ کی طبیعت ثانیہ تھیں، بدزبانی کا تعلق صرف نبی اکرم ﷺ کی ذات سے ہوتا تو آپ ﷺ برداشت فرما لیتے جیسا کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ دشمنوں کی ایذا رسانی پر صبر کیا اور طائف کے ان بدمعاشوں اور اوباشوں کے لیے بھی بددعا نہیں فرمائی، جنھوں نے آپ ﷺ کے جسم اطہر کو لہولہان کیا، حضرت کعب بن زہیرؓ نے اپنے اس شعر میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ خود اسی امید پر حاضر خدمت ہوئے۔

3 مَهْلًا رَسُولَ الَّذِي أَعْطَاكَ نَافِلَةَ الْقُرْآنِ فِيهَا مَوَاعِيظٌ وَتَفْصِيلُ

مفردات: "مَهْلًا" اصل میں إمهال مصدر، فعل کے معنی میں ہے، یعنی اسم فعل ہے، اس سے ہمزہ اور الف زائد دونوں حذف کردیے گئے ہیں۔

ترجمہ وتشریح: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو قرآن کا عطیہ بخشا، وہ قرآن جس میں ہدایت اور احکام شریعت کی تفصیل ہے۔

اس میں اس بات کا اقرار ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے، کسی انسان کا کلام نہیں ہے، اس کتاب میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: {خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ} [الأعراف: 199] "(اے رسول!) آپ عفو ودرگذر سے کام لیجیے، بھلائی کا حکم دیجیے اور اِن نادانوں سے پہلوتہی اختیار کیجیے۔" تفصیل سے مراد وہ امور ہیں جن کی انسان کو عملی زندگی میں آخرت میں کامیابی کے لیے ضرورت پڑتی ہے۔

4 لَا تَأْخُذَنِّي بِأَقْوَالِ الْوُشَاةِ وَلَمْ أُجْرِمْ وَلَوْ كَثُرَتْ عَنِّي الْأَقَاوِيلُ

مفردات: الْأَقَاوِيل، أقوال کی جمع اور أقوال، قول کی جمع ہے: باتیں۔

ترجمہ وتشریح: آپ میرے بارے میں چغل خوروں کی باتوں پر نہ رہیں، میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے، گو میرے بارے میں کہنے والوں کی باتیں بہت ہیں۔

یہ شعر خواستگارِ عفوودرگذر کا تکملہ ہے، مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ دوسروں کی بات پر میرے خون کو مباح نہ فرمائیں۔

5 لَقَدْ أَقُومُ مَقَامًا لَوْ يَقُومُ لَهُ أَرَى وَأَسْمَعُ مَا لَوْ يَسْمَعُ الْفِيلُ

مفردات: جملہ قسمیہ ہے، کیونکہ قد سے پہلے "ل" جواب قسم کے لیے آتا ہے، جیسے کہ اللہ تعالی کی قسم اس ارشاد میں ہے: {تَاللهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللهُ عَلَيْنَا} [یوسف: 91]، الْفِيلُ، جمع أفيال: ہاتھی۔

ترجمہ: اللہ کی قسم میں ایسی جگہ پر کھڑا ہوں اور جو میں دیکھ اور سن رہا ہوں اگر اس جگہ ہاتھی کھڑا ہوتا اور وہ اس کو سنتا۔

6 لَظَلَّ يَرْعَدُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُ عِنْدَ الرَّسُولِ بِإِذْنِ اللهِ تَنْوِيلُ

مفردات: تَنْوِيلُ کے معنی عطیہ، یہاں امان مراد ہے۔

ترجمہ وتشریح: تو وہ بھی مارے ہیبت کے کانپتا رہتا، ہاں! جس کو اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کے پاس امن وسلامتی اور معافی کا پروانہ مل چکا ہو، تو اس کے لیے کوئی گھبراہٹ کی بات نہیں ہے۔

مذکورہ بالا دونوں مصرعوں میں دربار نبوت کی شان وشوکت اور اس کے رعب ودبدبے کی منظر کشی کی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ کی خصوصیتوں میں سے آپ ﷺ کا غایت درجہ بارعب ہونا بھی ہے، حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ اتنے بارعب تھے کہ کوئی شخص آپ ﷺ سے آنکھ ملا کر بات کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا، اسی رعب کا نتیجہ تھا کہ حضرت کعب بن زہیر؄ بھی کانپ رہے تھے اور اسی کی منظر کشی کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہاتھی جیسے سخت جان اور طاقتور جانور بھی وہاں ہوتا تھا وہ بھی تھرّاتا اور کانپتا رہتا یہاں تک کہ آپ ﷺ فرماتے: ٹھہر جاؤ، تب سکون ہوتا ورنہ نہیں۔

7 حَتَّى وَضَعْتُ يَمِينِي لَا أُنَازِعُهُ فِي كَفِّ ذِي نَقِمَاتٍ قَوْلُهُ الْقِيلُ

مفردات: نقمَات قاف کے زبر اور زیر کے ساتھ جمع، واحد نَقِمة، انتقام لینا۔

ترجمہ وتشریح: تو میں اپنا دایاں ہاتھ بخوشی ورضا نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں رکھ دیا، جو کہ کافروں کے معاملہ میں بڑے سخت ہیں اور (دین کے معاملہ میں) ان سے سخت انتقام لیتے ہیں، ان کی بات مانی جاتی ہے اور ان کے قول کا سکہ چلتا ہے۔

یہاں اس وقت کا نقشہ کھینچا جارہا ہے جس وقت کہ حضرت کعب بن زہیرؓ مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف فرما ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرتے ہیں۔

8 فَكَانَ أَخْوَفَ عِنْدِي إِذَا كَلِّمَهُ إِذْ قِيلَ إِنَّکَ مَنْسُوبٌ وَمَسْئُولُ

ترجمہ وتشریح: میرے نزدیک وہ وقت بڑا ہی خوفناک تھا جب وہ بات کررہے تھے اور کہا گیا: تمہاری طرف وہ بات منسوب ہے اور تم اس کے ذمہ دار ہو۔

حضرت کعب بن زہیرؓ کے بھائی حضرت بجیر بن زہیرؓ نے پہلے اسلام قبول کیا تھا، ان کے اسلام قبول کرنے پر حضرت کعب بن زہیرؓ کو غصہ آیا تھا، اس موقعہ پر انھوں نے کچھ اشعار کہے تھے جن میں اپنے بھائی کو مخاطب کیا تھا کہ ان مسلمانوں سے جا ملے ہو، وہ مصیبت کے وقت تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے، کیا وہ لوگ تم کو مجھ سے بچا ئیں گے؟ نہیں بچا ئیں گے بلکہ وہ لوگ اس وقت کنارہ کش ہوجا ئیں گے۔

9 مِنْ خَادِرٍ شِيکِ الْأَنْيَابِ طَاعَ لَهُ بِبَطْنِ عَثَّرَ غِيلٌ دُونَهُ غِيلُ

مفردات: "خَادِر" شیر، "عَثَّرَ" ایک جگہ کا نام جہاں کثرت سے درندے رہتے ہیں، "غِيل" گھنا درخت۔

ترجمہ وتشریح: مقام "عَثَّرَ" کی وادی میں جہاں خوب گھٹا ٹوپ گھنے درخت ہیں، اس کی کھائی میں دانت والے خوفناک شیر ہیں، اس سے زیادہ آپ ﷺ سے ڈر لگ رہا تھا۔

10 يَغْدُو فَيَلْحُمُ ضِرْغَامَيْنِ عِنْدَهُمَا لَحْمٌ مِنَ الْقَوْمِ مَنْثُورٌ خَرَادِيلُ

مفردات: غدا يَغْدُو غُدوًا: صبح کو جانا، روانہ ہونا۔ لحم يَلْحُمُ لحما: گوشت کھلانا۔ ضِرْغَام: شیر۔ خَرَادِيلُ واحد خَردل: چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹنا۔

ترجمہ وتشریح: وہ صبح کے وقت شکار کی تلاش میں نکلتا ہے اور اپنے دونوں بچوں کو کھلاتا ہے، ان دونوں بچوں کی خوراک لوگوں کا گوشت ہے، جوان دونوں کے لیے مٹی پر گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے ڈالے ہوئے پھیلے ہوتے ہیں۔

11 مِنْهُ تَظَلُّ حَمِيرُ الْوَحْشِ ضَامِرَةً وَلَا تَمْشِي بِوَادِيهِ الْأَرَاجِيلُ

مفردات: حَمِيرُ الْوَحْشِ: جنگلی گدھے۔ ضَامِرَةً بھوکا ہے جس کی وجہ سے شکار پر طاقت نہیں رکھتا ہے۔ الْأَرَاجِيلُ، مردوں کی جماعتیں، أَرَاجِيلُ، أرجال کی جمع ہے اور أرجال، رجل کی جمع ہے اور رجل، راجل کی اسم جمع ہے اس سے شیر کی قوت بیان کرنا مقصود ہے کہ اس سے دوسرے درندے اور انسان ڈرتے ہیں۔ شیر کی صفت بیان کی جارہی ہے کہ وہ اپنا سکون سے بیٹھار ہتا ہے اور دوسرے جانور اور انسان اس سے ڈرتے اور ہیبت کھاتے ہیں۔

ترجمہ وتشریح: جنگلی جانور بھوکے پڑے رہتے ہیں، لیکن وہ اور انسان اس شیر کے ڈر سے اس کی وادی سے نہیں گذرتے ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں شعروں میں شیر کی زبردست طاقت وقوت اور اس کی شان وشوکت کو بیان کرنا مقصود ہے، دراصل آنحضرت ﷺ کو شیر سے تشبیہ دے کر آپ ﷺ کی طاقت وقوت اور شان وشوکت اور لوگوں کے دلوں میں غایت درجہ احترام کی طرف اشارہ کیا کہ لوگ آپ ﷺ کے سامنے بڑے ادب واحترام کے ساتھ بیٹھے ہیں۔

12 وَلَا تَزَالُ بِوَادِيهِ أَخَا ثِقَةٍ مُطَّرِحِ الْبَزِّ وَالدِّرْسَانِ مَأْكُولُ

مفردات: أخو ثقة ایسا بہادر جسے اپنی بہادری پر بھروسہ ہو۔ الْبَزّ ہتھیار، کپڑا۔ الدِّرْسَانِ جمع، واحد دَرْس: کپڑے کی صفتیں۔ مَأْكُولُ اس شیر کا خوراک۔

ترجمہ وتشریح: وہ وادی اتنی خطرناک ہے کہ وہاں سے گذرنے والا بڑا بہادر بھی محفوظ نہیں، اس وادی کا شیر اس کو اپنا لقمۂ تر بنالیتا ہے اور اس کے کپڑے کو پھاڑ دیتا ہے۔

شاعر اس وادی کی خوفناکی کو بتارہا ہے، کہ کتنا ہیبت ناک اور ڈراؤنا ہے کہ وہاں کا شیر بہادر لوگوں کا دلدادہ ہے، وہ بہادر لوگوں کی طرف ہی بڑھتا ہے اور اسی کو اپنی خوراک بناتا ہے، کسی دوسرے کی طرف جھانک کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔

13 إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ وَصَارِمٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ مَسْلُولُ

ترجمہ وتشریح: رسول اللہ ﷺ بلاشبہ ایک نور ہیں، جن سے اجالا اس طرح آنکھوں کے سامنے پھیل جاتا ہے جس طرح نیام سے جب تلوار نکلتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پیدا ہوتی جاتی ہے۔

شاعر یہاں حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک کی نورانیت اور تابناکی کو بیان کرنا چاہتا ہے، تلوار جب میان سے کھینچی جاتی ہے تو اس کی چمک آنکھوں کو ایسی لگتی ہے جیسے تاریکی میں بجلی کی چمک ہو۔ اس زمانے کے شاعر کے سامنے تشبیہ دینے کے لیے آفتاب اور برق تھا، تو مطلب یہ ہوا کہ یہاں تلوار کی چمک سے چہرۂ انور کو تشبیہ دی گئی ہے، جس میں چاندی کی جیسی ایک اور روشنی ہوتی ہے، اس تشریح کے بعد شعر کا مفہوم یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایک نور ہیں، جن سے اجالا حاصل کیا جاتا ہے اور وہ نور ایک مضبوط فولاد کی بے نیام تلوار کے مانند ہے۔

اس شعر کا دوسرا ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ایک نور ہدایت ہیں، جن سے ہدایت کی روشنی حاصل کی جاتی ہے اور وہ اللہ کی تلوار ہیں جو نیام سے نکلی ہوئی ہے اور خوب تیز دھاردار ہے۔

اس ترجمہ کے مطابق شعر کا مطلب یہ ہوگا، کہ آپ ﷺ ہدایت کے مینارۂ نور ہیں، جن سے کفر وشرک کی تاریکیاں چھٹتی ہیں اور لوگ ہدایت پاتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: {قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ. يَهْدِي بِهِ اللهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ} [مائدة:۵ ۱۵-۱۶] تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آچکی ہے، جو اللہ کی خوشنودی چاہتا ہے، اللہ اس کے ذریعہ اس کو نجات کے راستوں پر چلاتا ہے، اپنی توفیق سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاتا ہے اور سیدھی راہ پر قائم رکھتا ہے۔

اس آیت پاک میں ''نُور'' (روشنی) سے مراد ایک قول کے مطابق محمد رسول اللہ ﷺ ہیں (تفسیر بغوی: ۶/ ۲۵۴)، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ تشبیہ کے طور پر آیا ہے، کہ جیسے روشنی اندھیروں کا قلع قمع کر دیتی ہے، اسی طرح حامل قرآن مینارۂ نور ہیں، جن سے کفر کی تاریکیاں چھٹ

جاتی ہیں۔اس شعر کے دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کی تلوار سے مراد اسلام کی سیاسی قوت وطاقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے اور اس کے دین وشریعت کی حفاظت کی راہ میں باطل طاقت کے لیے ایک بے نیام تیز دھار تلوار ہیں۔

ایک روایت میں ”صَارِمٌ“ کی جگہ ”مُهَنَّدٌ“ بھی آیا ہے۔یعنی آپ ﷺ اللہ تعالی کی وہ ہندوستانی تلوار ہے جو (اللہ کے دشمنوں کے لیے) بے نیام ہے۔

14 فِي فِتْيَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمَّا أَسْلَمُوا زُولُوا

مفردات: فتی کی جمع فِتْيَة ہے اور وہ سخی شریف شخص ہے، زُولُوا، زال سے فعل امر ہے: چلے چلو،

ترجمہ وتشریح: وہ قریش کے ایسے نوجوانوں میں سے ہیں کہ وادی مکہ کے لوگ جب اسلام لے آئے تو ان کے کہنے والوں میں سے کسی نے کہا کہ یہاں سے چلے چلو۔

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں کہنے والے سے حضرت عمر بن خطاب ؓ کی طرف اشارہ ہے، وہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ مکہ کے وادی سے مدینہ کی طرف کوچ کرو اور جلدی سے یہاں سے چلے چلو۔

15 زَالُوا فَمَا زَالَ أَنْكَاسٌ وَلَا كُشُفٌ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلَا مِيلٌ مَعَازِيلُ

مفردات: كُشُفٌ کاف اور شین کے پیش کے ساتھ جمع، واحد أكشف: ڈھال، یا وہ بہادر لوگ مراد ہیں جو جنگوں میں شکست نہیں کھاتے ہیں، مَيْلٌ جمع ہے، واحد أميل: تلوار، یا گھوڑ سواری، مَعَازِيلُ جمع، واحد معزال میم کے زیر کے ساتھ: ہتھیار۔

ترجمہ وتشریح: وہ لوگ چلے چلے، وہ لوگ ایسے ہیں جن کے پاس ڈھال نہیں ہے، یا وہ لوگ ایسے بہادر ہیں جو جنگوں میں مڈبھیڑ کے وقت شکست نہیں کھاتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں جن کے پاس نہ تلوار ہے اور نہ کوئی اور ہتھیار۔

16 شُمُّ الْعَرَانِينِ أَبْطَالٌ لُبُوسُهُمْ مِنْ نَسْجِ دَاوُدَ فِي الْهَيْجَا سَرَابِيلُ

مفردات: شُمٌّ جمع، واحد أشم: ناک کا اونچا ہونا، یہاں ناک کے اونچے ہونے سے مراد حقیقی طور پر ناک کا اونچا ہونا مراد ہے؛ کیونکہ انسان کے ناک کا تخلیقی طور پر اونچا ہونا خوب صورتی کی علامت سمجھی جاتی ہے، یا معنی مجازی مراد ہے یعنی قدر ومنزلت کے اعتبار سے اونچا اور بلند ہونا، الْعَرَانِين جمع، واحد عرنین: ناک۔لُبُوس: لباس، پہننے کی چیز۔أَبْطَالٌ جمع، واحد بطل: بہادر۔نَسْج بناوٹ۔الْهَيْجَا جنگ۔سَرَابِيلُ جمع، واحد سربال: قمیص، زرہ۔

ترجمہ وتشریح: اونچی ناک والے یا قدآور باحیثیت بہادر لوگ ہیں، جن کا لباس جنگ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی صنعت کا زرہ ہیں۔

17 بِيضٌ سَوَابِغُ قَدْ شُكَّتْ لَهَا حِلَقٌ كَأَنَّهَا حِلَقُ الْقَفْعَاءِ مَجْدُولُ

مفردات: بِيضٌ صیقل کیا ہوا چمکدار۔سَوَابِغُ جمع، واحد سابغ: دراز، عربی میں بولا جاتا ہے درع سابغ: مکمل زرہ، اس سے قوت وطاقت کی طرف اشارہ ہے۔شُكَّتْ بعض کو بعض میں داخل کیا گیا۔الْقَفْعَاء: ایک قسم کا کانٹے دار پودا جو زمین پر اگتا ہے اور پھیل جاتا ہے، اس سے زرہ کے حلقہ کو تشبیہ دی گئی ہے۔مَجْدُولُ مضبوط بناوٹ۔

ترجمہ وتشریح: وہ صیقل شدہ چمکدار دراز مکمل زرہیں ہیں، جن کے حلقے ایک دوسرے میں پیوست ہیں، وہ ایسے ہیں جیسے زمین پر بچھے پودے

ہوتے ہیں اور وہ بناوٹ کے اعتبار سے بڑے مضبوط ہیں۔

اوپر کے تینوں مصرعوں میں حضرات مہاجرین صحابہ کرام کا تذکرہ ہے، ان کی تعریف کی گئی ہے، آخری مصرعہ میں ان کے فوجی لباس کا بیان ہے۔

18 يَمْشُونَ مَشْيَ الْجِمَالِ الزُّهْرِ يَعْصِمُهُمْ ضَرْبٌ إِذَا عَرَّدَ السُّودُ التَّنَابِيلُ

مفردات: الْجِمَالِ جمع، واحد الجمل: اونٹ۔ الزُّهْر جمع، واحد الأزهر: چمکدار اور صاف رنگ۔ يَعْصِمُ عَصْماً (ض): روکنا، حفاظت کرنا۔ عَرَّدَ مقابلہ سے پیچھے ہٹنا، بھاگ جانا۔ السُّودُ واحد سوداء: سیاہ۔ التَّنَابِيلُ جمع، واحد تنبال: چھوٹا، پست قامت۔

ترجمہ وتشریح: وہ چمکدار صاف رنگ کے اونٹ کی چال کی طرح چلتے ہیں، ایک جماعت ان کی حفاظت کرتی ہے جب کہ پست قد سیاہ لوگ ان کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

اس مصرعہ میں انصار صحابہ کرام کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی طرف سے اس وقت سخت رویہ سامنے آیا تھا جس وقت کہ وہ شرک وکفر سے توبہ کر کے اسلام کے آغوش میں آنے کے بعد سمع وطاعت کے پیکر بن کر حاضر خدمت رسول ﷺ ہوئے تھے، خاص طور پر انصار صحابہ کرام میں سے ایک شخص بڑی تیزی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اجازت دیں تو اس اللہ کے دشمن کی گردن ماردوں۔ دوسرے مصرعہ عَرَّدَ السُّودُ التَّنَابِيلُ میں اسی شخص کی طرف اشارہ ہے۔ اس پر قریش مہاجر صحابہ کرام ناراض ہو گئے اور حضرت کعب بن زہیرؓ سے کہا کہ اگر آپ انہیں برا کہتے ہیں اور ان کی ہجو کرتے ہیں تو حقیقت میں آپ نے ہماری تعریف نہیں کی، اس کے بعد انھوں نے انصار صحابہ کرام کی مدح ومنقبت میں پورا ایک قصیدہ کہا۔

19 لَا يَفْرَحُونَ إِذَا زَالَتْ رِمَاحُهُمْ قَوْمًا وَلَيْسُوا مَجَازِيعًا إِذَا نِيلُوا

ترجمہ وتشریح: جب ان کے نیزے دشمنوں کے جسم میں پیوست ہوتے ہیں تو وہ لوگ خوش نہیں ہوتے ہیں اور جب وہ نیزہ کھاتے اور زخمی ہوتے ہیں تو جزع وفزع نہیں کرتے ہیں۔

یہ لوگ مقصدی ہیں، ان کی نگاہ مقصد پر ہوتی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ دشمن کو مار کر یا ان کو زخمی کر کے خوش نہیں ہوتے ہیں، ان کا مارنا ایک مجبوری ہوتی ہے؛ کیونکہ وہ لوگ مقصد کی راہ میں کانٹے بنتے ہیں اور راستہ سے کانٹے کو ہٹانا ضروری ہوتا ہے، ان کا حال یہ ہے کہ جب یہ خود زخمی ہوتے ہیں تو ڈرتے اور گبھراتے نہیں ہیں بلکہ ان کا ایمان مزید مضبوط ہوتا ہے اور بہادر وجری بن جاتے ہیں۔

20 مَا يَقَعُ الطَّعْنُ إِلَّا فِي نُحُورِهِمُ وَمَا لَهُمْ عَنْ حِيَاضِ الْمَوْتِ تَهْلِيلُ

مفردات: الطَّعْنُ: نیزہ وخنجر زنی، نُحُورِ جمع، واحد نَحر: سینہ کا بالائی حصہ، گردن کا نچلا حصہ، گلا، تَهْلِيلُ: پیچھے ہٹنا، چھوڑنا۔

ترجمہ وتشریح: وہ لوگ موت کے ڈر سے میدان جنگ سے نہ بھاگتے ہیں اور نہ ہی مڈبھیڑ ہونے کے وقت ان کا قدم پیچھے ہٹتا ہے یہاں تک کہ ان کے حلق میں نیزہ پیوست ہو جائے۔

وہ لوگ (صحابہ کرامؓ) ایسے بہادر ہیں کہ وہ لڑنے میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں، مگر میدان چھوڑ کر نہیں بھاگتے ہیں، دشمن کو اپنی پیٹھ دکھانا ان کا شیوہ نہیں، ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ ''ماریں گے یا مریں گے''، دوسرے الفاظ میں ''ہم وہ لوگ ہیں کہ سر کٹا سکتے ہیں لیکن سر جھکا نہیں

سکتے''اور وہ پیش قدمی کرتے ہوئے دشمنوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

6.6 اکتسابی نتائج

حضرت حسان بن ثابتؓ وفات ۲۴ھ مطابق ۶۴۴-۶۴۵ء یا ۴۲ھ مطابق ۶۶۳ء یا ۴۶ھ اور حضرت کعب بن زہیرؓ وفات ۲۴ یا ۲۶ھ کا شمار اپنے وقت کے قادر الکلام، ممتاز اور معروف شعرائے مخضر مین میں ہوتا ہے، حضرت حسان بن ثابتؓ تو شاعر رسول ﷺ سے ملقب ہوئے اور امت میں اس لقب سے خوب مشہور ہوئے، نعت پاک آپؓ کا خاص موضوع رہا، ویسے دوسرے انواع و اصناف شعر و سخن میں طبع آزمائی کی ہے، جیسے: مدح، فخر، ہجو اور اسلامی غزوات اور دوسری مناسبتوں سے بھی اشعار کہے ہیں اور فی الجملہ اپنی پوری شعری صلاحیت کو اسلام کی تعلیمات کو عام کرنے اور اسلام، رسول اللہ ﷺ اور عام مسلمانوں کی طرف سے دفاع اور تقویت اسلام کے لیے صرف کردی اور حضرت کعب بن زہیرؓ نے قصیدۂ بردہ''بانت سعاد'' کہہ کر ایک تاریخ رقم کردی، جس سے ان کی پہچان بھی بن گئی اور ان کی تقلید میں نہ جانے کتنے شعرا نے اسی کے قافیہ و وزن پر اشعار کہے ہیں۔

6.7 فرہنگ

الفاظ	معانی
ایذا رسانی:	تکلیف پہنچانا۔
آب و تاب:	چمک دمک۔
پر کیف:	پر لطف، بامزا۔
تشبیب:	جوانی یا عشق کے زمانے کا ذکر کرنا، قصیدے کی تمہید میں عشقیہ مضامین کا بیان۔
توفیق یافتہ:	اللہ کا بندے کی کسی نیک خواہش کے موافق اسباب بہم پہنچانا، اللہ تعالی کی طرف سے جس کو تائید حاصل ہو یعنی مدد۔
تیر و تفنگ:	تیر و بندوق۔
جری:	بہادر۔
جسم اطہر:	خوب پاک بدن۔
حلم:	بردباری۔
خواستگار عفو:	معافی کا طلبگار۔
درخشاں:	چمکتا ہوا، روشن۔
رطب اللسان:	شیریں زباں، میٹھے بول کا عمل۔
سد باب:	دروازہ بند کرنا، تدارک، انسداد، روک تھام۔
صنعت:	دستکاری، ہنر، پیشہ، مہارت، فنی کمال، کاریگری۔

کنارہ کش: دوری، علیحدگی اختیار کرنے والا، الگ تھلگ، بے تعلق۔

لعاب دہن: منہ سے نکلنے والی رطوبت، منہ کا تھوک۔

معنی آفرینی: معنی پیدا کرنا، مفہوم نکالنا، مضمون آفرینی۔

منتہی: انتہا کو پہنچنے والا، علم و ہنر میں کامل۔

6.8 امتحانی سوالات کے نمونے

1۔ قصیدہ بردہ بانت سعاد کا تجزیہ بیان کیجیے اور مندرجہ ذیل اشعار کا ترجمہ کیجیے۔

فِي فِتْيَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ ... بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمَّا أَسْلَمُوا زُولُوا

بِيضٌ سَوَابِغُ قَدْ شُكَّتْ لَهَا حِلَقٌ ... كَأَنَّهَا حِلَقُ الْقَفْعَاءِ مَجْدُولُ

يَمْشُونَ مَشْيَ الْجِمَالِ الزُّهْرِ يَعْصِمُهُمْ ... ضَرْبٌ إِذَا عَرَّدَ السُّودُ التَّنَابِيلُ

2۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر روشنی ڈالیے۔

3۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قصیدے کی خصوصیات بیان کیجیے۔

4۔ مندرجہ ذیل اشعار کا ترجمہ وتشریح تحریر کیجیے۔

عَفَتْ ذَاتُ الْأَصَابِعِ فَالْجِوَاءُ ... إِلَى عَذْرَاءَ مَنْزِلُهَا خِلَاءُ

دِيَارٌ مِنْ بَنِي الْحَسْحَاسِ قَفْرٌ ... تُعْفِيهَا الرَّوَامِسُ وَالسَّمَاءُ

وَكَانَتْ لَا يَزَالُ بِهَا أَنِيسٌ ... خِلَالَ مُرُوجِهَا نَعَمٌ وَشَاءُ

5۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی شاعری کا تنقیدی جائزہ لیجیے۔

6۔ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی حالات زندگی مختصراً قلم بند کیجیے۔

6.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔ تاريخ الأدب العربي — دكتور عمر فروخ

2۔ تاريخ الأدب العربي — أحمد حسن زيات

3۔ تاريخ آداب اللغة العربية — جرجي زيدان

4۔ شعراء الرسول — دكتور سعيد الرحمن الأعظمي الندوي

اکائی نمبر 7

قصیدہ: ''إن الذي سمک السماء بنی لنا'' از: فرزدق

قصیدہ: ''أبت عیناک بالحسن الرقادا'' از: جریر

اکائی کے اجزا

7.1 تمہید

7.2 مقصد

7.3 نقیضہ کیا ہے؟

7.3.1 نقائض کی لغوی اور ادبی حیثیت

7.4 فرزدق کے قصیدے کا اقتباس

7.5 صاحب اقتباس کا تعارف

7.5.1 پیدائش اور حالات زندگی

7.5.2 فرزدق کی شاعری

7.6 اقتباس کا ترجمہ

7.7 لغوی تحقیق

7.8 ادبی صنف کا تعارف

7.9 اقتباس کا موضوع

7.10 متن کی توضیح وتشریح

7.11 متن کی خصوصیات

7.12 اسلوبی خصوصیات

7.13 جریر کے قصیدے کا اقتباس

7.14 صاحب اقتباس کا تعارف

7.14.1 پیدائش اور حالات زندگی

7.14.2 جریر کی شاعری

7.15 اقتباس کا ترجمہ

7.16 لغوی تحقیق

7.17 ادبی صنف کا تعارف

7.18 متن اقتباس کا موضوع

7.19 متن کی توضیح وتشریح

7.20 متن کی خصوصیات

7.21 اسلوبی خصوصیات

7.22 اکتسابی نتائج

7.23 امتحانی سوالات کے نمونے

7.24 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

7.1 تمہید

عربی ادب میں سیاسی شاعری کے ضمن میں، شعرا کی آپسی نوک جھونک یا ''نقیضہ گوئی'' نے جن شعرا کو شہرت دوام بخشی اور جن کی وجہ سے عربی شاعری میں یہ نئی صنف ایک زمانے تک خوب چمکی، ان میں اخطل (م:۹۲ھ) جریر (م:۱۱۴ھ) اور فرزدق (م:۱۱۴ھ) کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ان تینوں نے اور ان کے ساتھ ان کے ساتھی شعرا نے شہر بصرہ کے ادبی مرکز ''مِربَد'' میں ہجو گوئی اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے میں وہ شعری معرکہ گرم کیا تھا کہ جس کی مثال پھر عربی ادب میں نہ مل سکی۔ان تینوں شعرا میں اخطل سب سے زیادہ معمر تھا اور موت نے جلد ہی اسے اس معرکہ آرائی سے نجات دے دی۔ باقی دونوں جریر اور فرزدق میدان میں ڈٹے رہے اور تقریباً پچاس سال تک ایک دوسرے کی ذاتی ہجو کے ساتھ ایک دوسرے کے ماں باپ، آل واولاد، خاندان اور قبیلہ کی دھجیاں بکھیرتے رہے اور یہ سلسلہ دراز اس وقت ختم ہوا جب فرزدق کی آنکھیں بند ہوگئیں اور جریر ان سب میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے میدان میں تنہا رہ گیا۔بعض کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جریر نے اپنے کلام کی ابتدا ہی نوک جھونک سے کی۔اس کا دادا الخطفی بہت بخیل آدمی تھا، ایک مرتبہ جریر نے اس سے کچھ روپیے مانگے مگر اس نے انکار کر دیا تو غصے میں آ کر اس کی اس حرکت کی ہجو کر ڈالی کہ میں تو اس غلط فہمی میں تھا کہ آپ کا مال میرا مال ہے،لیکن جب تجربہ ہوا تو پتہ چلا کہ میں کتنے دھوکے میں تھا۔

7.2 مقصد

اس اکائی کو پڑھنے سے اموی دور کے اصناف سخن میں سے ایک اہم صنف ''النقائض'' اور اس کے مشہور شعرا خاص طور پر فرزدق اور جریر کے بارے میں جانکاری حاصل ہوگی۔ان کی زندگی ان کی شاعری، اسلوب اور انداز بیان اور فن شعر میں ان کی اہمیت اور مقام کے تعلق سے ضروری معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

7.3 نقیضہ کیا ہے؟

نقیضۃ واحد اور اس کی جمع ''نقائض'' ہے،نقیضہ اس قصیدے کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ایک شاعر اپنے مخالف شاعر کے قصیدے کا جواب اسی بحر اور اسی قافیہ میں اس طرح دیتا ہے کہ مخالف شاعر کے معانی ومطالب کو الٹ کر اسی کے خلاف استعمال کر دیتا ہے، چناں چہ حریف کے فخریہ مضامین کو ہجو میں تبدیل کر کے یہ دعوی کرتا ہے کہ صحیح فخر کا مستحق وہ خود ہے نہ کہ حریف شاعر۔

نقائض عام طور سے لمبے ہوتے تھے جس میں شاعر خاص طور سے اپنی ذات، اپنی قوم اور اپنی ذاتی خوبیوں، جیسے شعر وشاعری میں اپنی امتیازی شان کا ذکر کرتا یا سخاوت و بہادری پر فخر کرتا تھا۔ پھر اپنی قوم اور ان کی خوبیوں اور ان کے کارناموں کو گنا کرتا تھا۔جیسے جنگوں میں کامیابی، وعدوں کا پورا کرنا، یا ان کی داد ودہش اور سخاوت کا ذکر کرتا یا اپنی یا اپنے خاندان اور قبیلہ کی عزت بچانے کی خاطر جو کارہائے نمایاں اسلاف نے انجام دیے تھے یا قبیلے کی عزت اور شان وشوکت بڑھانے کے لیے جو کام کیے تھے ان کو بڑھا چڑھا کر ذکر کر کے فخر کرتا تھا، اس کے بعد حریف شاعر، اس کی قوم، اس کے خاندان اور قبیلے کی جھوٹی سچی برائیاں ڈھونڈھ کر لاتا تھا اور ان کو بیان کر کے اس کی دھجیاں بکھیر دیتا تھا، جیسے ان کو زبان و بیان سے کیا تعلق، وہ تو گونگے لوگ ہیں، یا ان جنگوں کا ذکر کرتا تھا جن میں حریف شاعر کا قبیلہ شکست کھا گیا تھا یا ان کے وعدہ شکنی کے واقعات کو یاد

دلا کران کوغیرت دلاتا یا ان کی بے حیائی یا نیچ حرکتوں کو یاد دلا کراس کوشرم دلاتا اور اگر اس قسم کی کوئی برائی تاریخی اعتبار سے اس قبیلے میں نہ ملتی تو اپنی طرف سے گڑھ کراوران کی طرف منسوب کر کے اس کا مذاق اڑاتا۔

نقائض میں ہجو کرتے وقت شعرا اکثر حد اعتدال سے بڑھ جاتے تھے چناں چہ فحش گوئی، اخلاق سے گری ہوئی بات، یا معیار سے گری ہوئی باتیں کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، ہاں ایک بات کا ضرور خیال رکھتے جو بھی برائیاں بیان کی جائیں، دھوکے بازی اور اخلاقی برائیاں جیسے زنا، جھوٹ، بے وفائی اور غداری وغیرہ لیکن اگر حریف شاعر میں کوئی جسمانی خرابی ہے یا اعضا و جوارح میں کوئی فطری کمی ہے جیسے لنگڑا ہے یا لولا ہے، یا کانا ہے، یا اندھا ہے، تو اس کی طرف ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کرتے تھے بعض شعرا نے شاعر کی غربت یا جسمانی کمزوری وغیرہ کو کبھی ذکر بھی کیا تو عوام اور نقاد نے اس کو ناپسند کیا۔

7.3.1 نقائض کی لغوی اور ادبی حیثیت:

اسلوب بیان اور الفاظ کی سج دھج کے نقطہ نظر سے نقیضے پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ نقائض کے شعرا نے ایسا اسلوب بیان اختیار کیا ہے جس میں موقع اور محل کے اعتبار سے ایسے خوب صورت، موزوں اور منتخب الفاظ استعمال کیے ہیں جن کے ذریعے معانی ومطالب کھل کر واضح شکل میں سامنے آجاتے ہیں اور کسی قسم کی لفظی یا معنوی تعقید یا ابہام نہیں رہ جاتا ہے۔ ہر خاص وعام نہ صرف اس سے لطف لیتا ہے بلکہ اس انداز بیان کی داد دیتا ہے اس طرح ان شعرا نے زبان کی صفائی اور پاکیزگی اور اثر اندازی کو پوری طرح نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس کو جلا بخشی۔

اس زمانے میں جب کہ اعاجم (غیر عرب) کی وجہ سے عربی زبان وبیان میں عجمی الفاظ اور غیر عربی تعبیرات آنے لگی تھیں شعرائے نقائض اور خاص طور سے فرزدق نے اس کا اہتمام رکھا کہ خالص عربی الفاظ اور خالص عربی تعبیرات استعمال کرے اور قدیم اسلوب اور مروج ومقبول طرز ادا کو محفوظ رکھے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ اگر فرزدق نہ ہوتا تو ایک تہائی اور بعض کے قول کے مطابق دو تہائی زبان ختم ہو جاتی۔ اس طرح ان شعرا نے الفاظ کے معانی ومطالب ان کی موزوں جگہ پر استعمال کرتے اوران کی شان وشوکت محفوظ رکھ کر عربی زبان کو بگڑنے سے بچا لیا۔

نقائض کے سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ نقائض نے شعر وادب میں ایک نئے صنف سخن کا اضافہ کیا جو اب تک عربی شاعری میں اتنی وضاحت اور مؤثر طریقے سے نہیں ابھرا تھا اور وہ ہے ''سیاسی شاعری''۔

نابغہ الذبیانی کے کلام میں ملوک حیرہ وغسان کے سلسلے میں کچھ سیاسی رنگ کی شاعری ملتی ہے مگر اس زمانے میں شعرائے نقائض نے اس رنگ کو اتنا نکھارا اور عوام وخواص نے اس کو اتنا پسند کیا کہ آگے چل کر اس نے ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر لی، جس میں بہت سے نامی گرامی شعرا ابھر کر سامنے آئے، جنھوں نے زبان وبیان کو ترقی دینے میں بڑا اہم رول ادا کیا اور اس میں قدیم رنگ کو برقرار رکھتے ہوئے جدید آرا وافکار اور خیالات وجذبات کو نئے حالات میں نئے رنگ اور نئے ڈھنگ سے اس طرح پیش کیا کہ خالص عربی زبان وبیان کی بالادستی اور اس کا وقار اور اس کی جاذبیت واثر اندازی بدستور قائم رہی۔ یہ صنف شاعری بڑی شاندار اور جاندار ہے، اس میں بہت سے نامور شعرا پیدا ہوئے جن میں ممتاز اخطل ،فرزدق وجریر تھے۔

7.4 فرزدق کے قصیدے کا اقتباس

إنَّ الذِي سَمَكَ السَّمَاءَ بَنَى لَنَا بَيْتًا، دَعَائِمُهُ أَعَزُّ وَ أَطْوَل

بيتًا بَنَاهُ لنا الْمَلِيْكُ، وَ مَا بَنَى حَكَمُ السَّمَاءِ، فَإِنَّهُ لَا يُنْقَل

بَيْتاً زُرَارَةُ مُحْتَبٍ بِفِنَائِهِ، وَمُجاشِعٌ وَأَبُو الفَوَارِسِ نَهْشَلُ

يَلِجُونَ بَيتَ مُجاشعٍ، وَإذا احتبوْا بَرُزوا كَأنّهُمُ الجِبَالُ المُثّلُ

لا يَحْتَبي بِفِنَاءِ بَيْتِك مثْلُهُمْ أبداً، إذا عُدّ الفَعَالُ الأفْضَلُ

مِنْ عِزّهِمْ جَحَرَتْ كُلَيبٌ بيتَها زَرْباً، كَأنّهُمْ لَدَيْهِ القُمّلُ

ضَرَبتْ عَلَيكَ العنكَبوتُ بنَسْجِها، وَقَضَى عَلَيكَ بهِ الكِتابُ المُنْزلُ

أينَ الّذِينَ بِهِمْ تُسَامي دارماً، أمْ مَنْ إلى سَلَفَيْ طُهَيّةَ تَجعَلُ

يَمْشُونَ في حَلَقِ الحَديدِ كما مَشتْ جُرْبُ الجِمالِ بها الكُحَيلُ المُشعَلُ

وَالمانِعُونَ، إذا النّساءُ تَرَادَفَتْ، حَذَرَ السِّبَاءِ جِمَالُهَا لا تُرْحَلُ

7.5 صاحب اقتباس کا تعارف

7.5.1 پیدائش اور حالات زندگی

ابوفراس ہمام بن غالب تمیمی المعروف فرزدق کی ولادت و پرورش بصرہ میں ہوئی، وہ آغوش ادب میں پلا، فصاحت کے ماحول میں جوان ہوا، اس کا باپ اسے شاعری پڑھانے اور شعر سکھانے لگا حتی کہ اس کی طبیعت شاعری سے مانوس ہوگئی اور اس کی زبان سلیس ہوگئی، جنگ جمل کے بعد ایک دن اس کے والد اس کو لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، تو حضرت علی رضی اللہ نے اس سے کہا کہ اس بچے کو قرآن مجید پڑھاؤ، یہ اس کے لیے شاعری سے بہتر ہے، یہ الفاظ فرزدق کے دل پر نقش ہو گئے۔ جب یہ بڑا ہوا تو اس نے قرآن مجید حفظ کرنے کا پختہ عزم کیا اور اپنے آپ کو بیڑیوں میں مقید کر لیا اور قسم کھائی کہ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد ہی کھولے گا چناں چہ اس نے اپنی قسم سچی کر دکھائی اور اس نے حفظ مکمل کر لیا۔

اس کے بعد یہ مصری حکمرانوں کے پاس چلا گیا، کبھی ان کی مدح کرتا اور کبھی ہجو کرتا، کبھی وہ اس کو اپنا مقرب بنا لیتے اور کبھی اسے راندۂ درگاہ کر دیتے، پھر اس نے شام میں اموی خلفا کی مدح سرائی کی؛ خصوصا عبدالملک بن ہشام نے اس کو تحفے تحائف دیے لیکن آل علی کی حمایت کی وجہ سے یہ ان میں کامیابی حاصل نہ کر سکا۔

فرزدق جریر کا ہم عصر تھا، ان دونوں میں آپسی منافرت اور حسد تھا، جریر اور بعیث نامی شاعر کے درمیان ہجوگوئی کا مقابلہ ہو رہا تھا حتی کہ فرزدق بعیث کی صف میں کھڑا ہو گیا اور اس کی مدد کی، جریر کو غصہ آیا، اس نے فرزدق کی ہجو کی۔ فرزدق نے اس کے جواب میں ہجو کہہ دی، پھر یہ ہجو یہ شاعری کا سلسلہ دس سال تک چلتا رہا، دونوں کے ذہن کھل گئے اور زبانیں تیز ہوگئیں، جس نے ان کی برجستہ گوئی، مناظرہ اور صدق نگاہ کی

قوت کو بڑھا دیا، لوگ ان دونوں شاعروں کے بارے میں دو حصوں میں بٹ گئے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے شاعر کی کھل کر حمایت کی، حامیان فرزدق میں سے تو ایک شخص نے اعلان کر دیا تھا کہ جو فرزدق پر جریر کو غالب کر دے اسے چار ہزار درہم اور ایک گھوڑا انعام میں دیا جائے گا۔ آل علی کی مدافعت میں فرزدق نے بعض شاندار قصیدے کہے ہیں جو اس کے قصائد میں شاہ کار شمار کیے جاتے ہیں، جن میں اس نے ان کی کھل کر حمایت کی ہے اور شجاعت دکھلائی ہے، مثلاً ہشام بن عبدالملک سے اس کی ملاقات کا واقعہ، جب ہشام نے لوگوں کی نگاہ میں علی بن حسینؓ کی والہانہ عقیدت دیکھی تو تجاہلانہ انداز میں لوگوں سے پوچھنے لگا، یہ کون ہے؟ تو فرزدق کو یہ سوال سن کر بہت دکھ ہوا، اس نے اس کے جواب میں ایک قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے:

هذا الذي تعرف البطحاء وطاته و البيت يعرفه و الحل و الحرم

یہ وہ ہستی ہے کہ سرزمین بطحا جس کے قدموں کی چاپ کو پہچانتی ہے، خانہ کعبہ، حل اور حرم سبھی مقامات انہیں جانتے ہیں۔

تو ہشام نے اسے قید کر دیا، پھر جب اس نے ان کی ہجو کی تب جا کر کہیں چھوڑا، فرزدق تقریباً ۱۱۴ھ میں سو سال کی عمر پا کر فوت ہوا۔

7.5.2 فرزدق کی شاعری

فرزدق کو اپنی اصلیت اور خاندان پر بڑا ناز تھا، اسے اپنے آبا و اجداد کے کارنامے بیان کرنے اور سنانے کا بہت شوق تھا، حتی کہ وہ خلفا کے سامنے بھی اس کا اظہار کرنے سے نہ رکتا، اسی بنا پر اس کی شاعری میں فخریہ عنصر نمایاں ہے، فخریہ کلام میں زوردار الفاظ، شوکت اسلوب، غیر مانوس الفاظ، واقعات عرب اور ان کے حسب ونسب کا ذکر، طرز بیان میں پختگی کی ضرورت پڑتی ہے، تقریباً یہ سب عناصر فرزدق کی شاعری میں پائے جاتے ہیں، اسی بنا پر راوی اور نحوی اس کی شاعری کو ترجیح دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''اگر فرزدق کی شاعری نہ ہوتی تو عربی زبان کا ایک تہائی حصہ تلف ہو جاتا'' اس کے باوجود وہ اپنے اشعار کی درشتی سے ہمیشہ نالاں رہا اور اس کی آرزو رہی کہ اسے جریر کی رقت آمیزی مل جائے۔ اس بات کی تائید اخطل کے اس فیصلے سے ہوتی ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ ''فرزدق چٹان سے شعر نکالتا ہے جب کہ جریر سمندر سے چلو بھر کہتا ہے'' علاوہ ازیں فرزدق ہجو گوئی میں سخت، وصف بیان میں جدت طراز، مدح میں درمیانہ اور مرثیہ گوئی میں متاثر کن نہیں ہے۔

7.5 اقتباس کا ترجمہ

(۱) إنَّ الذِي سَمَکَ السَّمَاءَ بَنَى لَنَا بَيْتًا، دَعَائِمُهُ أَعَزُّ وَ أَطْوَل

وہ ذات جس نے آسمان کو بلندی عطا کی اسی نے ہمارے لیے ایک ایسا گھر بنایا جس کے ستون نہایت باعزت اور بلند ہیں۔

(۲) بيتًا بَنَاهُ لنا الْمَلِيْکُ، وَ مَابَنَى حَکَمُ السَّمَاءِ، فَإِنَّهُ لاَ يُنْقَل

وہ ایک ایسا گھر ہے جس کو ہمارے لیے مالک حقیقی نے بنایا اور جس کو آسمان کے حاکم نے بنایا ہو ظاہر ہے کہ وہ منتقل نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) بَيْتاً زُرَارَةُ مُحْتَبٍ بِفِنَائِهِ، وَمُجاشِعٌ وَأَبُو الفَوَارِسِ نَهْشَلُ

ایک ایسا گھر جس کے صحن میں زرارہ اور مجاشع اور ابوالفوارس نہشل حبوہ باندھ کر بیٹھا کرتے تھے۔

(حبوہ: سرین کے بل بیٹھ کر گھٹنے کھڑے کر کے ان کے گرد سہارا لینے کے لیے دونوں ہاتھ باندھنا یا کمر اور گھٹنوں کے گرد کپڑا باندھنا (سادات عرب اکثر اس طرح بیٹھا کرتے تھے)

(۴)يَلِجُونَ بَيتَ مُجاشعٍ، وَإذا احتبَوْا بَرَزُوا كَأَنّهُمُ الجِبَالُ المُثّلُ

مجاشع کے گھر لوگ کثرت سے آتے جاتے ہیں اور جب وہ حبوہ باندھ کر بیٹھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے نصب کیے ہوے بلند قامت پہاڑ ہیں

(۵)لا يَحتَبي بِفِناءِ بَيتِك مثلُهُمْ بَرَزُوا كَأَنّهُمُ الجِبَالُ المُثّلُ

جب شاندار کارناموں کا تذکرہ کیا جائے گا تو ان جیسے شرافت کے حامل لوگوں کا تیرے گھر کے صحن میں حبوہ باندھ کر بیٹھنے کا تذکرہ کبھی نہیں آئے گا۔

(۶)مِنْ عِزّهِمْ جَحَرَتْ كُلَيبُ بَيتَها زَرْباً، كَأنّهُمُ لَدَيْهِ القُمّلُ

ان کی شان وشوکت سے مرعوب ہو کر اہل کلیب اپنے گھر میں گھس جاتے ہیں، گویا کہ وہ ان کے مقابلے میں جوؤں کے مانند ہیں۔

(۷)ضَرَبتْ عَلَيكَ العنكَبوتُ بنَسْجِها، وَقَضَى عَلَيكَ بهِ الكِتابُ المُنْزَلُ

مکڑی نے تجھ پر اپنا جالا تان دیا ہے اور نازل شدہ کتاب (قرآن مجید) نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔

(۸)أينَ الّذِينَ بِهِمْ تُسَامي دارِماً، أمْ مَنْ إلى سَلَفَيْ طُهَيّةَ تَجعَلُ

کہاں ہیں وہ لوگ جن کے ذریعہ تم دارم کی عزت وشرافت کا مقابلہ کر سکو، یا تم طہیہ کی نسل کے مقابلہ میں کسی کو پیش کر سکو؟

(۹)يَمْشُونَ في حَلَقِ الحَديدِ كما مَشتْ جُرْبُ الجِمالِ بها الكُحَيلُ المُشعَلُ

وہ لوہے کی زنجیروں میں ایسے چلتے ہیں جیسے تارکول ملے ہوے خارش زدہ اونٹ چلتے ہیں۔

(۱۰)وَالمانِعُونَ، إذا النّساءُ تَرَادَفَتْ، حَذَرَ السِّبَاءِ جِمَالُهَا لا تُرْحَلُ

وہ اپنے ساتھ بیٹھنے والی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں، قیدی بنا لیے جانے کے خوف سے اپنے اونٹوں کو نہیں بھگایا کرتے۔

7.7 لغوی تحقیق

سمک یسمک (ن) سمکا	بلند کرنا، اونچا کرنا
سماء (ج) سماوات	آسمان
بنى يبني بناء (ض)	تعمیر کرنا، عمارت کھڑی کرنا، بنانا
بيت (ج) بيوت	گھر
دعامة (ج) دعائم	ستون پلر
أعز (اسم تفضيل)	نہایت عزت والا
أطول (اسم تفضيل)	بہت لامبا

مليک	بادشاہ
حكم	ثالث پنچ
نقل ينقل (ن) نقلا	منتقل کرنا
فِناء (ج) أفنية	صحن آنگن
احتبى يحتبي (افتعال) احتباء	سرین کے بل بیٹھکر گھٹنے کھڑے کر کے ان کے گرد سہارا لینے کے لیے دونوں ہاتھ باندھنا یا کمر اور گھٹنوں کے گرد کپڑا باندھنا، حبوہ باندھنا (سادات عرب اکثر اس طرح بیٹھا کرتے تھے)
ولج يلج ولوجا (ض)	داخل ہونا
برز يبرز بروزا (ن)	ظاہر ہونا، نمایاں ہونا
جبل (ج) جبال	پہاڑ
أبدا	ہمیشہ
عد يعد عدا (ن)	شمار کرنا، گننا
الفعال	اچھا یا برا کارنامہ، قابل تعریف کام
الأفضل (اسم تفضيل كا صيغه)	بہت عمدہ
عز	عزت، غلبہ
جحر يجحر جحرا (ف)	بل میں گھسنا، سوراخ میں داخل ہونا
زرب	داخل ہونے کا راستہ یا جگہ، بھیڑ بکریوں کا باڑہ، وہ گڑھا جس میں شکاری گھات لگاتا ہے
لدى	پاس، سامنے
القمل	جوں
ضرب يضرب ضربا	مارنا، تاننا
عنكبوت (ج) عناكب	مکڑی
قضى يقضي قضاء (ض)	فیصلہ کرنا
نزل ينزل تنزيلا (تفعيل)	نازل کرنا
سامى يسامي مساماة (مفاعله)	بلندی میں یا عزت وشرافت میں مقابلہ کرنا
جعل يجعل جعلا (ف)	بنانا، مقرر کرنا
مشى يمشي مشيا (ض)	چلنا
حلق	گھیرا، زنجیر کا کڑا

الحدید	لوہا
جرب یجرب جربا(س)	خارش زدہ ہونا، خارش میں مبتلا ہونا
جمل (ج) جِمال	اونٹ
الکحیل	تارکول، رقیق کالا پٹرول جو اونٹوں کو ملا جاتا ہے، گندھک
المانعون	روکنے والے، بچانے والے
نساء	عورتیں
ترادف یترادف ترادفا(تفاعل)	ایک دوسرے کے پیچھے چلنا
حذر یحذر حذرا (س)	بچنا، ڈرنا، چوکنا رہنا، محتاط رہنا
سباء	قید
سبی یسبی سبیا و سباء (ض)	قیدی بنالینا، قید کرلینا
رحل یرحل رحلا (ف)	روانہ ہونا، کوچ کرنا
زرارة	حاجب بن زرارہ
مجاشع، نھشل	فرزدق کے اجداد
کلیب	قبیلہ کا نام

7.8 ادبی صنف کا تعارف

مذکورہ بالا اشعار کا تعلق اصناف شعر میں ''النقائض'' سے ہے۔

7.9 متن اقتباس کا موضوع

مذکورہ بالا اشعار کا موضوع اپنے خاندان پر فخر اور جریر کی ہجو ہے۔

7.10 متن کی توضیح وتشریح

عموماً اہل عرب خاندانی شرافت ونجابت، نسلی امتیاز اور موروثی فضائل وکمالات پر فخر کیا کرتے تھے، اسی نہج کو اختیار کرتے ہوئے شاعر اس شعر میں اپنے خاندان و قبیلے کی عزت وشرافت، رفعت وعظمت کو اللہ کی عطا کردہ نعمت قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ جس عزت وشرافت کو اللہ نے کسی کے ساتھ خاص کیا ہو، تو یہ ممکن ہی نہیں کہ دوسرے لوگ اس کو اپنی کدوکاوش سے حاصل کرسکیں، اپنے قبیلے کے رؤسا واشراف کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ وہ لوگوں میں اتنے مقبول ومعروف تھے کہ کثیر تعداد میں لوگ ان سے رجوع ہوکر اپنے مسائل کی یکسوئی کیا کرتے تھے اور ان کو اپنا حکم مانتے ہوئے نزاعی معاملات میں ان کے فیصلوں کو بلا چوں وچراں تسلیم کرتے تھے، ان لوگوں کی نشست عموماً سادات عرب کی سی ہوتی تھی۔ ان کی قدوقامت ایسی تھی کہ وہ بیٹھیں بھی تو ایسا لگتا تھا کہ اونچے پہاڑ ہیں۔ فضل وکمال اور غیر معمولی صلاحیت

اور قابلیت میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ان کے رعب و دبدبہ اور شجاعت و بہادری کا یہ عالم تھا کہ کلیب جیسا طاقتور اور مضبوط قبیلہ جب ان سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرتا ہے تو پھر دوسرے قبائل کا شمار ہی کیا، بعدازاں شاعر اپنے دشمن کو کمزوری میں مکڑی کے گھر سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ قرآن مجید میں مکڑی کے گھر کو اللہ تعالی نے سب سے کمزور اور ناپائیدار گھر قرار دیا۔ پھر شاعر اپنے حریف کو للکارتے ہوئے کہتا ہے کہ تمہارے پاس ایسے سر برآوردہ شخصیتیں ہی کہاں ہیں جو دارم کی ہمسری کا دعوی کرسکیں یا طہیہ کے خاندان کی نظیر پیش کرسکیں، جنگ کے دوران اپنے پاؤں سے زنجیر لپیٹے ہوئے بھی وہ اتنا تیز چلتے ہیں جیسے تارکول ملے ہوئے خارش زدہ اونٹ ہوں، ان کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ عورتوں کی عزت وناموس کی حفاظت کے علمبردار ہیں اور اس سلسلے میں ان سے جو بھی کوشش ہوسکتی ہے وہ اس سے گریز نہیں کرتے تھے اان سے جو بھی بن پڑتا ہے وہ اس سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

7.11 متن کی خصوصیات

عام طور پر فرزدق جب کسی کی ہجو کرتا ہے پہلے اس کے مقابلہ میں اپنے خاندان وقبیلہ کے فضائل اور ان کے کارنامے بیان کرتا ہے۔ان کی خوبیوں اور امتیازی کارناموں کو گنا کر مخالف کی ہجو کرتا ہے، مندرجہ بالا اشعار میں بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ فرزدق نے اپنے قصیدے کو شروع کیا ہے اس بات پر فخر کرتے ہوئے کہ جس خدا نے اتنا بلند آسمان بنایا ہے اس نے ہمارا اتنا معزز مشہور اور مضبوط خاندان بنایا ہے کہ اس کی دوسری مثال اس نے نہیں بنائی۔ پھر وہ اپنے خاندان کے بعض بزرگوں کا تذکرہ کرتا ہے، ان کی سخاوت و داد دہش اور ان کی عقلمندی اور قوی ہیکل کا تذکرہ کرنے بعد جریر کی ہجو شروع کر دیتا ہے، اس کو عار دلاتے ہوئے کہتا ہے نہ تمہارے پاس یہ خاندانی پس منظر ہے اور نہ ہی تم اس لائق ہو ہمارے خاندان کا مقابلہ کرسکو، بغیر کسی لچک کے دوٹوک انداز میں فرزدق نے اپنے مافی الضمیر ادا کیا ہے۔

7.12 اسلوبی خصوصیات

فرزدق کا کلام بڑا پرشکوہ، مبالغہ آمیز، ثقیل اور بھاری بھرکم الفاظ کا مرقع ہوتا ہے، وہ معانی ومطالب میں بڑی گہرائی پیدا کرتا ہے اور دقیقہ سنجی سے کام لیتا ہے، اس کا اسلوب کلام اور انداز گفتار بڑا ٹھوس اور سنجیدہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے کلام سے صرف پڑھا لکھا طبقہ اور خاص ادبی ذوق رکھنے والے ہی لطف لیتے ہیں۔ جاہلی دور کے شعرا کی فصاحت و بلاغت، انداز بیان اور اسلوب نگارش کی چھاپ اس کے قصائد میں نظر آتی ہے، معانی اور بدیع کی بے شمار مثالیں اس کے کلام میں جا بجا پھیلی ہوئی ہیں، ذیل میں کچھ مثالیں درج کی جاتی ہیں :

☆ ''ان الذي سمک السماء'':

مخاطب کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

پہلی حالت جس میں مخاطب خالی الذہن ہوتا ہے ایسی صورت میں جب خبر دی جاتی ہے تو کسی تاکیدی کلمہ کے بغیر دی جاتی ہے، اس قسم کی خبر کو خبر ابتدائی کہا جاتا ہے، جیسے: ''زید قائم''۔

دوسری حالت جس میں مخاطب خبر کے وقوع اور عدم وقوع کے بارے میں پس وپیش میں ہوتا ہے اور اپنی معلومات میں یقینی کیفیت سے واقفیت کا خواہاں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں مخاطب کے تردد کو دور کرنے کے لیے خبر کو کسی تاکیدی کلمہ سے موکد کر دیا جاتا ہے، اس طرح کی خبر کو خبر

طلبی کہتے ہیں، جیسے إن زیدا قائم۔

تیسری حالت جس میں مخاطب خبر کے وقوع کا منکر ہوتا ہے ایسی صورت میں منکر کے انکار کی نوعیت کے لحاظ سے خبر کو ایک یا ایک سے زائد تاکیدی کلمات سے موکد کر کے پیش کیا جاتا ہے تاکہ منکر کے انکار کا غبار چھٹ جائے، اس قسم کو خبر انکاری کہا جاتا ہے، جیسے إن زیدا لقائم۔

شاعر نے اس شعر کا آغاز کلمہ ''إن'' سے کیا اور اپنی بات کو موکد کر کے مخاطب کے تردد کا ازالہ کا کر دیا، لہذا یہ خبر طلبی ہے (اس قسم کا تعلق علوم بلاغت کی تین اقسام میں سے علم المعانی سے ہے)

☆ ''بیتا بناہ لنا الملیک'':

اس شعر میں ''لنا'' جار مجرور کو فاعل پر مقدم کیا گیا ہے جب کہ عموما وہ فعل وفاعل کے بعد آتا ہے لیکن جب اس کو کسی جملہ میں فعل وفاعل پر مقدم کیا جاتا ہے تو اس سے جملہ میں حصر (قصر) کے معنی پیدا ہوتے ہیں، علوم بلاغت میں اس طرح کے عمل کو قصر سے تعبیر کیا جاتا ہے، قصر کی چار قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم ''تقدیم ما حقه التأخیر'' (یعنی کلام میں جس کا درجہ بعد میں ہو اس کو پہلے ذکر کرنا) ہے، یہاں ''من عزهم'' کا تعلق اسی قبیل سے ہے۔

☆ ''بنى لنا بیتا، ''بیتا بناہ لنا الملیک، ''بیتا زرارة محتب..'':

شاعر نے ''بیتا'' کے لفظ کو ایک سے زائد مرتبہ دہرایا ہے، علم المعانی میں اس کو اطناب کہتے ہیں، اطناب کے معنی ہیں: کسی فائدہ کے پیش نظر معنی سے زائد الفاظ کا استعمال کرنا، اطناب کی ایک قسم تکرار ہے، جملہ کی تکرار کبھی اظہار حسرت کے لیے ہوتی ہے تو کبھی طول فصل کی وجہ سے تو کبھی کسی معنی ومفہوم کو سامع کے ذہن نشین کرانے کے لیے، ممکن ہے کہ شاعر نے یہاں تیسرے معنی کی غرض سے لفظ بیت کی تکرار کی ہو۔

☆و ما بناہ حکم السماء:

حکم السماء اللہ سبحانہ وتعالی کی ذات سے کنایہ ہے (اور یہ کنایہ عن الموصوف ہے)۔

☆ ''کأنهم الجبال المثل'':

اس جملہ میں تشبیہ مرسل ومجمل ہے مرسل اس لیے کہ اس میں حرف تشبیہ موجود ہے اور مجمل اس لیے کہ وجہ شبہ مذکور نہیں ہے۔

☆ ''کأنهم لدیه القمل'':

اس جملہ میں تشبیہ مرسل ہے کیونکہ کہ اس میں حرف تشبیہ موجود ہے اور تشبیہ مجمل ہے اس لیے کہ وجہ شبہ مذکور نہیں ہے ۔

☆ ''من عزهم جحرت کلیب'':

اس شعر میں من عزہم'' جار مجرور کو فعل وفاعل پر مقدم کیا گیا جب کہ عموما وہ فعل وفاعل کے بعد آتا ہے لیکن جب اس کو کسی جملہ میں فعل وفاعل پر مقدم کیا جاتا ہے تو اس سے جملہ میں حصر (قصر) کے معنی پیدا ہوتے ہیں، علوم بلاغت میں اس طرح کے عمل کو قصر کہا جاتا ہے، قصر کی چار قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم تقدیم ما حقه التأخیر ہے، یہاں ''من عزهم'' کا تعلق اسی قبیل سے ہے ۔

☆ ''جحرت کلیب بیتها زربا'':

اس شعر میں شاعر کلیب کہکر اہل کلیب مراد لیا لہذا یہ مجاز مرسل ہے اور یہاں علاقہ محلیت کا ہے، یعنی محل (کلیب) کہ کر حال (اہل

کلیب) مراد لیا گیا (مجاز مرسل کا شمار علم البیان میں ہوتا ہے)۔

☆ "أین الذین بھم تسامی دار ما":

اس شعر میں استفہام انکاری ہے، و نیز یہاں شاعر اپنے قبیلہ کی سیادت و بزرگی پر فخر کر رہا ہے، لہذا یہاں خبر اظہار فخر کے لیے ہے۔

☆ "یمشون فی الحدید کمامشت":

اس جملہ میں تشبیہ مرسل ہے کیونکہ کہ اس میں حرف تشبیہ موجود ہے اور تشبیہ مجمل ہے اس لیے کہ وجہ شبہ مذکور نہیں ہے۔

7.13 قصیدہ أبت عیناک بالحسن الرقادا، از: جریر

أَبَتْ عَيْنَاك بِالحَسَنِ الرُّقَادَا،	و أنكرتَ الأصادقَ والبِلَادا
لعمرُک إنَّ نفعَ سعادَ عني	لمَصْرُوفٌ وَنَفعُي عَنْ سُعَادَا
فَلا دِيَةً سُقيتِ وَدَيتِ أَهلي	وَلا قَوَداً بِقَتلي مُستَفادا
أَلِمّا صاحِبَيَّ نَزُرْ سُعادا	لِقُربِ مَزارِها وَذَرا البِعادا
فَتوشِكُ أَن تَشُطَّ بِنا قَذوفٌ	تُكِلُّ نِياطُها القُلُصَ الجِيادا
إِلَيكَ شَماتَةَ الأَعداءِ أَشكو	وَهَجراً كانَ أَوَّلُهُ بِعادا
فَكَيفَ إِذا نَأَت وَنَأَيتُ عَنها	أُعَزّي النَفسَ أَو أَزَعُ الفُؤادا
أُتيحَ لَكَ الظَعائِنُ مِن مُرادٍ	وَما خَطبٌ أَتاحَ لَنا مُرادا
إِلَيکَ رَحَلتُ يا عُمَرَ بنَ لَيلى	عَلى ثِقَةٍ أَزُوْرُک وَاِعتِمادا
تَعَوَّد صالِحَ الأَعمالِ إِنّي	رَأَيتُ المَرءَ يَلزَمُ ما اِستَعادا

7.14 صاحب اقتباس کا تعارف

7.14.1 پیدائش اور حالات زندگی:

ابو حرزہ جریر بن عطیہ خطفی تمیمی مدینے میں پیدا ہوا، دیہات میں پرورش پائی، جب جوان ہوا تو اس کی زبان فصیح، وجدان صحیح اور طبیعت شاعرانہ تھی جس سے اس نے اپنے اندر شعر کہنے کی صلاحیت اور اسے پیش کرنے کی ہمت محسوس کی تو یہ فرزدق کے شہر بصرہ میں آیا تا کہ وہ سخی اور مالداروں سے مدد حاصل کرے۔ یہ وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کی مدح وستائش کرتا اور اپنے بال بچوں کے لیے روزی کما تا، اس نے جب دیکھا کہ فرزدق کے پاس شاعری کی بدولت خوش حالی اور ظاہری ٹھاٹھ باٹھ ہے تو اس کے دل میں فرزدق کے متعلق حسد پیدا ہو گیا، یہ بھی اسی کی طرح تمیمی تھا، اس کے دل میں اس کے برابر اور اس کا ہم پلہ ہونے کا خیال ابھرا۔

اس منافرت اور مزاحمت کے باعث ان کے مابین ہجو گوئی کے مقابلے کے اسباب پیدا ہو گئے۔ جریر نے اپنے حریف کو قریب سے نشانہ مارنا چاہا تو دیہات کو چھوڑ کر بصرہ شہر میں سکونت اختیار کر لی اور مربد پر چھا گیا، حجاج کے دربار میں پہنچا، اس نے بڑی آؤ بھگت کی۔ اس نے حجاج کی

خوب مدح کی ، جب عبد الملک کو یہ رپورٹ پہنچی تو اس نے اس کا حجاج کے پاس رہنا مناسب نہ سمجھا ، حجاج نے خلیفہ کے دلی میلان کو سمجھتے ہوئے اسے اپنے بیٹے محمد کے ساتھ دمشق (دار الخلافہ) بھیج دیا ، جب جریر عبد الملک کے پاس پہنچا اور دربار میں حاضری کی اجازت مانگی تو اس نے انکار کر دیا اور سخت برہمی اور دھمکی آمیز لہجے میں کہا'' بس تم حجاج کے لیے ہی ہو'' اس کے بعد وہ خلیفہ تک رسائی حاصل کرنے کے مختلف ذرائع واسباب تلاش کرنے لگا اور لوگوں سے سفارشیں کرواتا رہا حتی کہ اسے خلیفہ کو اپنا ایک قصیدہ سنانے کا موقع مل گیا جس کا مطلع یہ ہے:

أتصحو أم فوادک غیر صاح عشیة هم صحبک الرواح؟

جس شام تیرے ساتھیوں اور ہم جولیوں نے روانگی کا تہیہ کر لیا ہے کیا تو ہوش میں آئے گا یا اسی طرح مدہوش رہے گا؟

جب وہ اپنے اس شعر پر پہنچا

ألستم خیر من رکب المطایا و أندی العالمین بطون راح؟

کیا آپ تمام سواروں میں سب سے اچھے اور پوری کائنات میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے ہاتھوں کے مالک نہیں ہیں؟

تو عبد الملک مسکرا دیا اور کہنے لگا'' ہم ایسے ہی ہیں اور ایسے ہی رہیں گے'' اور جریر کو سو (۱۰۰) اونٹنیاں اور آٹھ (۸) اونٹ بطور انعام دیے، یہ قصیدہ سنانے اور اخطل کی موت کے بعد جریر خلفا کے نزدیک تمام شعرا سے زیادہ معزز ہو گیا، خصوصاً عمر بن عبد العزیز کی نظر میں اس کی وقعت بہت بڑھ گئی، مگر اس کی عزت افزائی نے مخالفین ہم عصروں کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑکا دی اور انھوں نے اس کے خلاف ہجو یہ جملے شروع کر دیے، اس ہجو یہ لڑائی کو سیاسی حالات، فرزدق کی اشتعال انگیزی، جریر کی بدخلقی اور لوگوں کی مناظرہ بازی میں دلچسپی نے خوب اچھالا۔ جریر کے ساتھ اس مقابلہ میں اسی (۸۰) شعرا آئے۔ یہ فرزدق اور اخطل کے سوا سب پر غالب آ گیا، یہ دونوں جم کر اس کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کے ما بین ہجو گوئی کا مقابلہ جاری رہا۔ تا آنکہ اخطل فوت ہو گیا تو جریر یکسو ہو کر فرزدق کا مقابلہ کرنے لگا اور ان کے درمیان مشہور جوابی قصائد سامنے آئے جو عوام الناس میں خاصے مقبول ہوئے اور شعرا بھی ان کی طرف متوجہ ہو گئے، پھر فرزدق کے دل میں کوئی خیال پیدا ہوا، وہ خود بخود درک گیا اور صوفی بن گیا، یہاں تک کہ وہ فوت ہو گیا، جریر بھی چند ماہ بعد اسی راستے پر چلتا ہوا مر گیا اور ۱۱۴ھ میں یمامہ میں دفن ہوا۔

7.14.2 جریر کی شاعری:

جریر پاکیزہ طبیعت، نزاکت احساس، عفت، صحیح اعتقاد اور خوش خلقی سے مزین تھا۔ اس کے اثرات اس کی شاعری میں نمایاں نظر آتے ہیں، وہ اپنے شیریں انداز غزل، حسن اسلوب، کڑوی ہجو، عمدہ مرثیہ گوئی اور تمام اصناف شعر میں عمدگی سے جولانی کرنے لگا اس بنا پر وہ آسمان شاعری پر سب سے زیادہ درخشندہ اور شاعریت میں سب سے زیادہ کامل تھا، اس کی شاعری کو داد دینے والوں کی تعداد اخطل اور فرزدق سے زیادہ ہے، کیونکہ اول الذکر نے صرف مدح، ہجو اور خمریات میں نام کمایا اور مؤخر الذکر فقط فخریہ شاعری میں کمال کو پہنچا۔

7.15 اقتباس کا ترجمہ

(ا) أَبَتْ عَيْنَاكَ بِالحَسَنِ الرُّقَادَا، و أنكرتَ الأصادقَ و البِلَادا

مقام حسن میں تجھے نیند نہ آئی اور تو نے قریبی دوستوں اور اپنوں کو غیر جانا۔

(۲)لعمرُک إنَّ نفعَ سعادَ عني لمَصْرُوفٌ وَنَفعي عَنْ سُعَادَا

تیری زندگی کی قسم! سعاد کا فائدہ مجھ سے اور میرا فائدہ سعاد سے روک دیا گیا۔

(۳)فَلا دِيَةً سُقيتِ وَدَيتِ أَهلي وَلا قَوَداً بِقَتلي مُستَفادا

اللہ تجھے خوش وخرم رکھے، تو نے نہ تو میرے اہل خانہ کا خون بہا یا اور نہ ہی میرے خون ناحق کا بدلہ لیا گیا۔

(۴)أَلِمَا صاحِبَيَّ نَزُرْ سُعادا لِقُربِ مَزارِها وَذَرا البِعادا

اے میرے دوستو! تم دونوں (سواری سے) اترو تا کہ ہم سعاد کے مزار کی زیارت کرلیں، کیونکہ وہ قریب ہی ہے اور تم اس سے دوری اختیار نہ کرو

(۵)فَتوشِكُ أَن تَشُطَّ بِنا قَذوفٌ تُكِلُّ نِياطُها القُلُصَ الجِيادا

ممکن ہے کہ طویل سفر ہمیں (منزل سے) دور کردے، یہ ایسا راستہ ہے جس کی دوری عمدہ جوان اونٹنیوں کو بھی تھکا دیتی ہے۔

(۶)إِلَيكَ شَماتَةَ الأَعداءِ أَشكو أُعَزّي النَفسَ أَو أَزَعُ الفُؤادا

دشمنوں کی لعنت وملامت کا میں تم ہی سے شکوہ کرتا ہوں اور اس ہجر وفراق کا بھی جس کا آغاز ہی دوری سے ہوا۔

(۷)فَكَيفَ إِذا نَأَت وَنَأَيتُ عَنها أُعَزّي النَفسَ أَو أَزَعُ الفُؤادا

وہ وقت کتنا کٹھن ہوگا جب وہ مجھ سے دوری اختیار کرے اور میں بھی اس سے دوری اختیار کرلوں، (اس وقت) یا تو مجھے اپنے آپ کو دلاسہ دینا ہوگا یا پھر دل تھامنا پڑے گا۔

(۸)أُتيحَ لَكَ الظَعائِنُ مِن مُرادِ وَما خَطبٌ أَتاحَ لَنا مُرادا

قبیلہ مراد کی پردہ نشیں خواتین تجھ کو مہیا کی گئیں، اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوسکتی ہے کہ انھوں نے ہمارے لیے مراد مہیا کیا۔

(۹)إِلَيکَ رَحَلتُ یا عُمرَ بنَ لَیلی عَلی ثِقَةٍ أَزُوْرُکَ وَاعتِمادا

اے عمر ابن لیلی! میں نے پورے بھروسہ اور اعتماد کے ساتھ تیرا رخ کیا ہے۔

(۱۰)تَعَوَّدْ صالِحَ الأَعمالِ إِنّي رَأَيتُ المَرءَ يَلزَمُ ما اِستَعادا

نیک کاموں کی عادت اختیار کیجیے کیونکہ میں نے دیکھا کہ آدمی اسی چیز کا پابند ہوتا ہے جس کا وہ عادی ہوتا ہے۔

7.16 لغوی تحقیق

أبى يأبى إباء (ف)	انکار کرنا
عين (ج) عيون، أعين	آنکھ
الحسن	حسن وجمال
الرقاد	نیند
رقد يرقد رقودا (ن)	سونا

أنكر ينكر إنكارا (إفعال)	انکار کرنا
أصدق (ج) أصادق (اسم تفضیل کا صیغه)	نہایت راست گو
بلد (ج) بلاد، بلدان	شہر
عمر (ج) أعمار (قسم میں عین کے فتحہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے)	حیات، زندگی
نفع (مصدر)	فائدہ، نفع، منافعہ
نفع ينفع نفعا (ف)	فائدہ پہنچانا
صرف يصرف صرفا (ض) عن	پھیرنا، روکدینا
دية (ج) ديات	خون بہا
ودى يدي (ض)	قاتل کا مقتول کے ورثہ کو خون بہا ادا کرنا
سقي يسقي سقيا (ض)	سیراب کرنا
قود	قصاص، بدلہ
قتيل (ج) قتلى	مقتول
استفاد يستفيد استفادة (استفعال)	فائدہ اٹھانا، حاصل کرنا
ألمَ يلم إلماما (إفعال)	واقف ہونا، جاننا
قرب	قریب، نزدیک
وذر يذر (ف)	چھوڑنا
بعاد	دوری
أوشک يوشک (افعال)	قریب ہونا
شط يشط شطا (ن)	دور ہونا، حد سے تجاوز کرنا
قذوف	طویل سفر
قذف يقذف قذفا (ض)	پھینکنا
أكل يكل اكلالا (ض)	تھکا دینا
نياط	راستے کی دوری
قلوص (ج) قلص	تھکے ہوئے جسم کی جوان اونٹنی
جياد	عمدہ، بہتر، اچھا
شماتة	دشمن کی مصیبت پر خوش ہونا، دوسرے کی تکلیف پر خوش ہونا

شمت يشمت شماتة (س)	دشمن کی مصیبت پر خوش ہونا، دوسرے کی تکلیف پر خوش ہونا
عدو (ج) اعداء، عِدى	دشمن
شكا يشكو شكاية (ن)	شکایت کرنا، گلہ کرنا
هجر	فراق، قطع تعلق
نأى ينآى (ف)	دور ہونا
عزى يعزي تعزية (تفعيل)	تسلی دینا، صبر کی تلقین کرنا، تسکین دینا
فؤاد (ج) افئدة	دل
أتاح يتيح إتاحة (إفعال)	مہیا کرنا، فراہم کرنا
ظعينة (ج) ظعائن	پالکی، وہ عورت جو پالکی میں ہو، وہ عورت جو کجاوہ میں بیٹھی ہو، عورت
خطب (ج) خطوب	بڑی مصیبت
رحل يرحل رحلا (ف)	کوچ کرنا، رخت سفر باندھنا، سفر کرنا
ثقة	بھروسہ، اعتماد
وثق يثق ثقة (ض)	بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا
زار يزور زيارة (ن)	دورہ کرنا، ملاقات کرنا
اعتماد	بھروسہ
اعتمد يعتمد اعتمادا (افتعال)	بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا
تعود يتعود تعودا (تفعل)	عادی بننا
صالح الأعمال	اچھے کام
رأى يرى رؤية (ف)	دیکھنا
المرء	مرد، آدمی
لزم يلزم لزوما (س)	چمٹنا، لازم ہونا
مراد	ابن مالک بن مذحج
ليلى	خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کی دادی

7.17 ادبی صنف کا تعارف

مذکورہ بالا اشعار کا تعلق اصناف سخن میں ''مدح'' سے ہے۔

مدح سے مراد کسی باحیثیت آدمی یا کسی بادشاہ، وزیر یا سپہ سالار کے اخلاق فاضلہ کی تعریف وتوصیف ہے۔ یہ اخلاق حمیدہ شعرا کے نزدیک سخاوت وکرم، مہمان داری، بہادری، پاکدامنی و پاکبازی اور عدل وانصاف اور صلح صفائی وغیرہ ہوتے ہیں، چناں چہ جن لوگوں میں یہ صفات پائی جاتیں تھیں شعرا دل کھول کر ان کی تعریف کرتے تھے۔

ان کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ ان کی بدولت ہمیں بعض بادشاہوں، امرا اور رؤسا کے اخلاق وعادات، طرز زندگی اور بود و باش کا اندازہ ہوتا ہے اور اس طرح اس زمانہ کے کلچر کی ایک جھلک بھی سامنے آجاتی ہے۔

7.18 متن اقتباس کا موضوع

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مدح ہے۔

7.19 متن کی توضیح وتشریح

دور جاہلیت کے شعرا عموماً اپنے قصیدوں کی ابتدا تشبیب سے کیا کرتے تھے۔ شاعر نے اسی روایتی طرز کو اختیار کرتے ہوئے اس قصیدہ آغاز کیا ہے جس میں محبوبہ سے دوری اور اس کے ہجر وفراق میں پیش آنے والے مصائب وآلام کا تذکرہ کرتا ہے، دراصل یہ قصیدہ اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ (جو عدل وانصاف کی دنیا میں عمر ثانی کے نام سے جانے جاتے ہیں) کی شان اور مدح میں نظم کیا گیا ہے،'' و قد رحلت ---'' سے شاعر اپنے اصل مقصد کی طرف پلٹتے ہوئے خلیفہ کو براہ راست مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ خلیفہ کے جود وسخا پر بھروسہ کرتے ہوئے شاعر حاضر دربار ہوا ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ ان کے دربار میں شعرا کا داخلہ ممنوع تھا اور ان کی پذیرائی بھی نہیں ہوتی تھی، اس لیے شاعر خلیفہ سے التجا کرتا ہے کہ وہ حسب سابق شعرا کو عطایا اور انعامات سے سرفراز فرمائیں اور اس سلسلے میں بخل سے کام نہ لیں کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ جس چیز کا عادی ہوتا ہے اسی سے مانوس ہوتا ہے۔ وہ خلیفہ سے مخاطب ہوکر کہتا ہے آپ کے آباواجداد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اموی حکومت کے بانی مروان بن الحکم جیسے بڑی بڑی شخصیتیں گذری ہیں، اس لیے آپ جیسے کریم النفس خلیفہ کے لیے یہ زیب نہیں دیتا کہ آپ کے ابر کرم سے شعرا کا طبقہ محروم رہ جائے۔

7.20 متن کی خصوصیات

شاعر نے اپنے کلام کی ابتدا جاہلی شعرا کے طرز پر تشبیب سے کی ہے، شروع کے آٹھ اشعار میں محبوبہ سے دوری کا شکوہ کرتے ہوئے اپنے مدعا کی طرف لوٹتا ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ کے خاندانی پس منظر اور عدل وانصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر اپنے بھرپور اعتماد کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی التجا پیش کرتا ہے۔ آپ کو جود وسخا کا منبع گردانتے ہوئے نیک کاموں کی تلقین کرتا ہے۔

7.21 اسلوبی خصوصیات

جریر چونکہ فطری شاعر تھا، خوب صورت، سہل اور شیریں الفاظ کا انتخاب کرکے، حسین قافیوں اور ہلکے ہلکے معانی ومطالب، خوب صورت رمز وکنایہ اور مناسب تشبیہ واستعارہ کے امتزاج سے اپنے کلام کو اتنا دل آویز، مؤثر اور سحر طراز بنا دیتا ہے کہ ہر خاص وعام اس سے یکساں لطف لیتا

ہے، ذیل کی کچھ مثالوں سے آپ اس کے فن کی خوبیوں کا ادراک کر سکتے ہیں

☆ **"لعمرک إن نفع سعاد عنی لمصروف":**

یہ خبر انکاری ہے کیونکہ اس جملہ کی ابتدا ایک سے زائد تاکیدی کلمات جیسے قسم اور ان ولام تاکید سے کی گئی ہے۔

☆ **"فلا دیة سقیت":**

"سقیت" جملہ معترضہ ہے اور یہ اطناب ہی کی ایک قسم ہے۔

(جملہ معترضہ کی تعریف: اثنا کلام یا معنوی اعتبار سے دو متصل کلاموں کے درمیان ایک یا ایک سے زائد ایسا جملہ لایا جائے جس کا کوئی محل اعراب نہ ہو اسکو جملہ معترضہ کہتے ہیں۔)

☆ **"أَلِمَّا صاحبي":**

"ألما" امر کا صیغہ ہے، لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

☆ **"وذرا البعادا":**

"ذرا" امر کا صیغہ ہے، لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

☆ **إلیک شماتة الأعداء أشکو:**

اس شعر میں جار مجرور اور مفعول کو فعل فاعل پر مقدم کیا گیا جب کہ ان دونوں کا درجہ اس کے بعد ہے جب کسی جملہ میں ان کو فعل وفاعل پر مقدم کیا جاتا ہے تو اس طرح کے عمل سے اس میں قصر (حصر) کے معنی پیدا ہوتے ہیں، علوم بلاغت میں اس طرح کے عمل کو قصر سے تعبیر کیا جاتا ہے، قصر کی چار قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم "تقدیم ما حقه التأخیر" (یعنی کلام میں جس کا درجہ بعد میں ہو اس کو پہلے ذکر کرنا) ہے۔

☆ **فکیف اذا نأت و نأیت عنها:**

کیف استفہام کے لیے آتا ہے لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

☆ **إلیک رحلت:**

اس شعر میں جار مجرور کو فعل فاعل پر مقدم کیا گیا جب کہ وہ عموماً فعل کے بعد آتا ہے لیکن جب کسی جملہ میں اس کو پہلے لایا جائے تو اس طرح کے عمل کو علم المعانی میں قصر (حصر) کا نام دیا جاتا ہے،، قصر کی چار قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم "تقدیم ما حقه التأخیر" (یعنی کلام میں جس کا درجہ بعد میں ہو اس کو پہلے ذکر کرنا) ہے۔

☆ **یا عمر بن لیلی:**

یا حرف نداء ہے لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

☆ **تعوّد صالح الأعمال:**

تعود فعل امر ہے لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

☆ **انی رأیت المرء یلزم:**

یہ خبر طلبی ہے کیونکہ یہاں سے جملہ کا آغاز کیا گیا ہے۔

7.22 اکتسابی نتائج

فرزدق اور جریر عصر اموی کے نابغہء روزگار شعرا ہیں، انھوں نے عربی شاعری میں نئی صنف کا آغاز کیا جس کو نقائض کہا جاتا ہے۔ان دونوں نے ایک دوسری کی ہجو کرنے میں کوئی دقیقہ گزاشت نہیں چھوڑا۔فرزدق نے اپنے حریف جریر کو مخاطب کرتے ہوے اپنے خاندان وقبیلہ کی عزت وشرافت کی برتری ثابت کی ہے جس کے لیے اس نے اپنے خاندان کی مشہور ومعروف ہستیوں کا تذکرہ کیا ہے جن میں زرارہ، مجاشع اور ابو نہشل جیسی سربرآوردہ شخصیتیں شامل ہیں، شاعر فرزدق کہتا ہے کہ یہ وہ سردار اور سربراہان قبیلہ تھے کہ لوگ کثرت سے اپنے مسائل کی یکسوئی کے لیے ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے، ان حضرات کی بیٹھک بھی کوئی معمولی بیٹھک نہیں ہوتی تھی بلکہ رؤسائے عرب کی طرح وہ حبوہ باندھ کر بیٹھتے تھے، یہ نہ صرف عقلی اور فکری اعتبار سے ممتاز ونمایاں تھے بلکہ جسمانی ساخت اور اعضائے بدن کے اعتبار سے بھی بے انتہا مضبوط اور فولادی جسم کے حامل تھے، قد کی اونچائی کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ بیٹھتے بھی تو ایسا محسوس ہوتا جیسے بلند قامت پہاڑ ہیں، پھر شاعر یہ کہتا ہے کہ ان کی یہ قوت وطاقت صرف سماج کی حد تک ہی محدود نہیں بلکہ میدان کارزار میں بھی وہ پوری طرح جلوہ گر ہوتی ہے، وہ لوہے کی زنجیروں میں بھی جس کو میدان جنگ میں اپنے عزم وحوصلہ کے اظہار کے لیے باندھ لیا جاتا تھا۔اس برق رفتاری سے دشمن پر حملہ کرنے کے لیے اس کی طرف بڑھتے ہیں جیسے تارکول ملے ہوے خارش زدہ اونٹ دوڑتے ہیں، ان کی بہادری کا یہ عالم ہے اور یہ اتنے نڈر اور بے خوف ہیں کہ انہیں اپنی شکست کا ذرہ بھر تصور بھی نہیں ہوتا ہے، اسی لیے وہ نہ کبھی گھبراتے ہیں اور نہ ہی میدان چھوڑ کا راہ فرار اختیار کرتے ہیں، اس سے بڑھ کر ان کی جرأت وشجاعت کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے اگر ان کے ساتھ پردہ نشیں خواتین ہوں اور دشمن سے ان کا آمنا سامنا ہوجائے تب بھی وہ ان خواتین کے قید کر لیے جانے کے خوف سے اپنے اونٹوں کو نہیں بھگاتے، بلکہ پورے استقلال اور پامردی کے ساتھ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں، پھر آخر میں شاعر اپنے حریف کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ کیا تم میرے خاندان کے ان سرداروں اور بہادروں کے مقابلہ میں اپنے خاندان میں سے کسی کو بطور نظیر پیش کر سکتے ہو؟

جریر کے قصیدے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی مدح کی ہے، آپ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ آپ شاعروں کی ہمت افزائی نہیں فرماتے ہیں اور انہیں انعام واکرام سے نہیں نوازتے۔، شاعر نے قصیدے کی ابتدا جاہلی شعرا کی تقلید کرتے ہوئے تشبیب سے کی۔ابتدائی چند اشعار کے بعد شاعر اپنی مقصد کو بیان کرتے ہوئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے آپ کے دربار کا رخ متزلزل نہ ہونے والے بھروسے پر کیا ہے اور مجھے آپ کی سخاوت وکشادہ قلبی پر پورا اعتماد ہے کہ آپ ہماری درخواست کو رد نہ فرمائیں گے۔ شاعر نے خلیفہ سے یہ درخواست کی کہ جس طرح آپ کے آباواجداد کے زمانے سے یہ رسم چلی آرہی تھی کہ شعرا کو دربار خلافت میں نوازا جاتا تھا، ان کی ہمت افزائی کی جاتی تھی اور ان کے ساتھ انعام واکرام معاملہ ہوتا تھا، اسی طرح آپ سے امید ہے کہ آپ اپنے دربار میں شعرا کو نوازیں گے اور ان کا اکرام فرمائیں گے۔اپنی بات کو مدلل کرنے کے لیے وہ یہ کہتا ہے کہ شعرا اب تک دربار خلافت سے انعامات پاتے رہے اور حکمرانوں کی نوازشوں سے مستفید ہوتے رہے، لہذا اب وہ ان چیزوں سے مانوس ہو چکے ہیں، یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ آپ جیسا خلیفہ، جونسبا فاروقی اور مروان بن الحکم کے خاندان سے ہو۔ان شعرا کو اب اپنی نوازشوں سے محروم کردے۔

7.23 امتحانی سوالات کے نمونے

(۱)نقائض کے مشہور شعرا کی نشاندہی کرتے ہوئے نقیضہ کی تعریف لکھیے۔

(۲)نقائض کی لغوی اور ادبی حیثیت پر روشنی ڈالیے۔

(۳)مندرجہ ذیل اشعار کا ترجمہ کیجیے۔

لا يحتبي بفناء بيتک مثلهم   أبدا ، إذا عد الفعال الأفضل

من عزهم جحرت كليب بيتها   زربا ، كأنهم لديه القمّل

ضربت عليک العنكبوت بنسجها   و قضى عليک به الكتاب المنزل

أين الذين بهم تسامي دارما   أم من إلى سلفي طهية تجعل

يمشون فى حلق الحديد كما مشت   جرب الجمال بها الكحيل المشعل

و المانعون ، إذا النساء ترادفت   حذر السباء جمالها لا ترحل

(۴)فرزدق کے حالات زندگی پر مفصل روشنی ڈالیے۔

(۵)فرزدق کے اسلوب کی خصوصیات کو واضح کیجیے۔

(۶)ذیل میں درج کیے گئے الفاظ کی لغوی تحقیق کیجیے۔

فناء   يحتبى   زرب   الحديد   الكحيل   عنكبوت   جحر   كليب۔

(۷)متن کی توضیح وتشریح کیجیے۔

(۸)مندرجہ ذیل اشعار کا ترجمہ کیجیے۔

إليک شماتة الأعداء أشكو   و هجرا كان أوله بعادا

فكيف إذا نأت و نأيت عنها   أعزي النفس أو أزع الفؤادا

أتيح لک الظعائن من مراد   و ما خطب أتاح لنا مرادا

إليک رحلت يا عمر بن ليلى   على ثقة أزورک و اعتمادا

تعود صالح الأعمال إني   رأيت المرء يلزم ما استعادا

(۹)جریر کے حالات اور اس کی زندگی پر ایک مفصل نوٹ لکھیے۔

(۱۰)مندرجہ ذیل الفاظ کی لغوی تحقیق کیجیے۔

أبى   أصادق   قود   قتيل   شماتة   خطب۔

(۱۱)متن کا تعلق کس ادبی صنف سے ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے صنف کی تعریف تحریر کیجیے۔

(۱۲)متن کی توضیح وتشریح کیجیے۔

(۱۳)جریر کے اسلوب پر روشنی ڈالتے ہوئے متن کے بلاغتی پہلوؤں کو اجاگر کیجیے۔

7.24 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

۱ ۔ الشعر و الشعراء لابن أبي قتيبة

۲ ۔ العقد الفريد لابن عبد ربه

۳۔ جمهرة أشعار العرب لأبی زيد القرشی

۴۔ طبقات فحول الشعراء لابن سلام الجمحی

۵ ۔ معجم الأدباء لياقوت الحموی

٦ ۔ التطور و التجديد فی الشعر الأموی لشوقی ضيف

۷۔ تاريخ الأدب العربي لحنا الفاخوری

۸۔ تاريخ الأدب العربي لعمر فروخ

۹ ۔ تاريخ الأدب العربي لاحمد حسن الزيات

۱۰ ۔ عربی ادب کی تاریخ از: عبدالحلیم ندوی

اکائی نمبر 8

قصیدہ: "ولقد دخلتُ الحي يخشى أهله" از: عمر بن ابی ربیعہ

اکائی کے اجزا

8.1 تمہید

8.2 مقصد

8.3 اباحی یا شوخ عربی غزل

8.4 عمر بن ابی ربیعہ کے قصیدے کا اقتباس

8.5 صاحب اقتباس کا تعارف

8.5.1 پیدائش اور حالات زندگی

8.5.2 حکومت اور اہم شخصیات کا عمر سے اغماز

8.5.3 عمر بن ابی ربیعہ اور محبت

8.5.4 عمر کی شاعری

8.6 اقتباس کا ترجمہ

8.7 لغوی تحقیق

8.8 ادبی صنف کا تعارف

8.9 متن اقتباس کا موضوع

8.10 متن کی توضیح وتشریح

8.11 متن کی خصوصیات

8.12 اسلوبی خصوصیات

8.13 اکتسابی نتائج

8.14 امتحانی سوالات کے نمونے

8.15 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

8.1 تمہید

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد زمام خلافت حضرت معاویہؓ کے ہاتھ میں آئی، حضرت معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین وحی میں سے تھے اور بڑے مدبر اور سیاسی سوجھ بوجھ کے مالک تھے، مکہ اور مدینہ جواب تک اسلامی حکومت کے دل و دماغ اور دارالخلافہ تھے، آئے دن فتنوں کی آماجگاہ اور سیاسی کش مکش کے مرکز بنتے جارہے تھے، اسی لیے حضرت معاویہؓ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مرکز خلافت کو مدینہ سے منتقل کر کے دمشق پہنچا دیا جہاں وہ پہلے گورنر رہ چکے تھے اور اس کے بعد فضا کو پوری طرح اپنے موافق بنانے اور اپنی حکومت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے بڑی حکمت عملی سے کام کرنا شروع کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں تمام ممالک اسلامیہ کو اپنے زیر نگین کر لیا اور بیس سالہ اپنے دور حکومت میں بنو امیہ کی حکومت اور سطوت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دیا۔

بنوامیہ کی خلافت کی بنیاد قبائلی عصبیت اور عربوں کے تفوق کے نظریے پر قائم تھی، جو بعد میں وراثتی طرز حکومت میں تبدیل ہوگئی، چناں چہ خلفا سے لیکر فوج اور حکومت کے ادنی کارندے تک سب عرب اور ان میں بھی اموی یا ان کے ہمدرد یا بہی خواہ تھے، یہ بات مکہ اور مدینہ کے ارباب فکر ونظر اور اہل زہد وتقوی کو گراں گزرتی تھی، مگر انھوں نے حالات کا جائزہ لے کر اور امت اسلامیہ کو مزید انتشار اور خلفشار سے بچانے کے خیال سے دل کی بات دل ہی میں رکھی اور جوار حرمین میں قرآن وحدیث اور تفسیر کی درس وتدریس میں لگ گئے، صحابہ میں سے ان بااثر حضرات کو جن کے قول وفعل سے سیاست پر اثر پڑ سکتا تھا، حضرت معاویہؓ نے ایسے عہدے اور منصب دیے، جن کی ذمہ داریوں میں پھنس کر وہ دوسری باتوں پر غور کرنے کے لیے وقت ہی نہ نکال پاتے تھے۔ مکہ، مدینہ اور حجاز کے دوسرے شہروں میں صحابہ کی اولاد کو، جن سے خلافت کی دعویداری کا خطرہ ہو سکتا تھا، مال ودولت، سامان تعیش اور نازونعم کی زندگی وسامان مہیا کر دیے کہ وہ سیاست کی وادیِ پُرخار سے دور رہنے ہی میں عافیت محسوس کرنے لگے۔ حضرت معاویہؓ نے یہ سب کچھ کیا تو تھا ان سے پیدا شدہ خطرات کی پیش بندی کے خیال سے، لیکن اس طرز عمل کے ردعمل کے طور پر عربی ادب میں ایک انتہائی خوب صورت صنف سخن ظاہر ہوئی جو شاید اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو پیدا نہ ہوسکتی اور وہ صنف تھی شعر میں ''غزل'' کی، جس نے اس زمانے میں اتنی ترقی کی کہ دوسرے اصناف سخن پر چھا گئی۔

اسباب تعیش کی فراوانی، نازونعم کی زندگی، فکر فردا سے بے پرواہی اور اس پر مستزاد احساس برتری، لطیف احساسات کو جلا، ذوق حسن و جمال کو نکھار اور جذبات وخیالات کو رنگینی اور رعنائی عطا کرتے ہیں اور جب یہ سارے عناصر عربی جیسی زبان سے ہم آہنگ ہو جائیں تو غزل کی وہ صنف جلوہ فگن ہوتی ہے جس میں شاعر اپنے جذبات وخیالات اور اپنے احساسات ومشاعر کو اپنے محبوب کے سامنے کھل کر بیان کرتا ہے اور بخلاف جاہلی شعرا کے، اسے محض گریز کے طور پر، یا جسمانی لذت اندوزی کی خاطر معاملہ بندی کے طور پر نہیں استعمال کرتا بلکہ حکایت دیدہ ودل بیان کرتا ہے اور داغہائے جگر دکھاتا ہے جس میں جنسیت کی چاشنی ملا کر کلام کو شراب دوآتشہ بنا دیتا ہے اور یہی وہ غزل ہے جس کے لیے اس عہد کے سارے شعرا طبع آزمائی کرتے رہے لیکن اس کا سہرہ بندھنا تھا ایک قریشی نوجوان عمر ابن ابی ربیعہ کے سر پر۔

8.2 مقصد

عربی زبان وادب میں اموی دور کئی حیثیتوں سے ممتاز رہا ہے، اس دور میں دیگر اصناف سخن کے ساتھ ساتھ شاعری نے بھی خوب ترقی کی،

اباحی غزل گوشعراء میں عمر بن ابی ربیعہ کو وہ شہرت حاصل ہوئی کہ اس کو اس صنف کا امام تسلیم کیا گیا، اس اکائی کو پڑھنے سے آپ اموی دور کی غزلیہ شاعری اور اس کی ترقی کے اسباب، خاص طور پر عمر بن ابی ربیعہ کی اباحی غزلیہ شاعری کے تعلق سے بھر پور معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

8.3 اباحی یا شوخ عربی غزل

بقول ڈاکٹر طہٰ حسین عربی ادب میں پہلی مرتبہ حقیقی عربی غزل بطن مکہ سے عمر ابن ابی ربیعہ ایک قریشی بانکے اور طرحدار نوجوان کی زبان سے ظاہر ہوئی ،جس نے شاعری کی ابتدا بقول فرزدق ہذیان گوئی سے کی تھی ،مگر بعد میں ''امام غزل'' بن گیا، کیونکہ اس نے صنف غزل میں زبان و بیان، وصف و منظر کشی، مکالمہ و معاملہ بندی اور حدیث دیدہ و دل کا ایسا اچھوتا، دل نشیں اور سحر طراز انداز ایجاد کیا جسے متقی اور پرہیز گار لوگ چپکے سے شریف گھرانے کے لڑکے اور لڑکیاں چھپ کر اور منچلے نوجوان گلی کوچوں میں اور گانے بجانے والے بزمہائے طرب میں گاتے تھے اور ایک عالم کو سرمست و بیخود بنا جاتے تھے، جسے سن کر فرزدق جیسے قادر الکلام شاعر نے بے اختیار کہا تھا کہ ''خدا کی قسم! یہی وہ باتیں تھیں جنھیں درحقیقت شعرا کہنا چاہتے تھے لیکن بھٹک کر دیار حبیب پر رونے دھونے لگ گئے اور تقریبا یہی بات اس کے معاصر اور حریف شاعر جریر نے بھی کہی تھی۔

غزل کی اس صنف کے جلو میں دو نئی چیزیں پیدا ہوئیں اور وہ ہیں راگ و رنگ اور نغمہ وآہنگ، اس قسم کی غزل کا رنگ جم نہیں سکتا تھا جب تک کہ اس کے سوز دروں کو ساز دل ربا سے ملا نہ دیا جاتا، چناں چہ پہلی مرتبہ حجاز کے ان شہروں یعنی مکہ و مدینہ میں فن موسیقی کا بھی ظہور ہوا، جس نے متمول نوجوانوں کی بدولت بڑی ترقی کی اور جو زمانہ عباسی میں عروج کو پہنچا۔

8.4 عمر بن ابی ربیعہ کے قصیدے کا متن

ولقد دخلتُ الحيَ يَخشى أهلُه   بعد الهدوء و بعد ما سقط الندى

فوجدتُ فيهِ حُرّةً قد زُيِّنَتْ   بالْحُلِيّ تحسبه بها جمرَ الغضا

لما دخلتُ منحتُ طَرْفِيْ غَيْرَهَا   عَمْدًا مَخَافَة أَنْ يُرَى رَيْعُ الْهَوَى

كيما يَقُوْلُ مُحَدِّثٌ لجليسه   كذبُوْا عليها ، و الذِيْ سَمَكَ الْعُلَى

قالت لأترابٍ نواعمَ حولَها   بيضِ الوجوهِ خرائدٍ مثلِ الدّمى

بالله ربِ محمد ، حدّثْنَنِيْ   حقا أما تعجبين مِنْ هذا الفتى؟

الداخلِ البيتَ الشديدَ حُجّابُه   في غيرِ ميعادٍ، أما يخشى الرَّدَى

فأجبتُها إن المحب معوّدٌ   بلقاءِ مَنْ يهوى ، و إن خاف العِدى

فَنَعِمْتُ بَالًا إذْ دخلتُ عليهم   و سقطتُ منها حيثُ جئتُ على هوى

بيضاءُ مثلُ الشمسِ حين طلوعها   موسومةٌ بالحسن ، تعجبُ من رأى

8.5 صاحب اقتباس کا تعارف

8.5.1 پیدائش اور حالات زندگی:

ابوالخطاب عمر بن ابی ربیعہ قرشی مخزومی مدینے میں اس رات پیدا ہوا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، لوگ کہنے لگے ''کتنا بڑا حق اٹھ گیا اور کتنا بڑا باطل اس کی جگہ لے گیا''، عمر بن ابی ربیعہ اپنے باپ عبداللہ کی ناز ونعمتوں میں پلا بڑھا۔ یہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے بعد تینوں خلفا کے گوزرہے، وہ خاصے مالدار اور آسودہ حال تھے۔ عمر نے مال وآسائش کی آسودگی، خوش حالی وفارغ البالی میں نشوونما پائی، وہ کامل یکسوئی سے شاعری کی طرف متوجہ ہوا اور بچپن ہی میں شعر کہنے کے لیے بےفکر ہو گیا لیکن جریر اور فرزدق جیسے بڑے بڑے شعرا اسے خاطر میں نہ لائے، یہ مسلسل شاعری کی مشق کرتا رہا، شاعری کی مشکلات آسان کرنے اور شاعری کو سلیس بنانے میں لگا رہا یہاں تک کہ شاعری اس کے تابع بن گئی۔

عمر نے بچپن ہی میں شعر وشاعری شروع کر دی تھی، لیکن شروع میں لوگ اس کی شاعری کو ہذیان گوئی سمجھ کر اس کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے، لیکن جب اس نے اپنی وہ مشہور غزل کہی جس کا مطلع ہے

أَمِنْ آلِ نُعْمٍ أنت غادٍ فَمُبْكِرُ غَدَاةَ غَدٍ أَمْ رَائحٌ فَمُهْجِرُ

(کیا تو آل نعم کے پاس کل صبح صبح جائے گا یا شام کو جلدی جانے والا ہے)

تو سب کی آنکھیں کھل گئیں اور جریر جیسے مشہور زمانہ شاعر کو کہنا پڑا کہ: ''مازال هذا الفتى يهذي حتى قال الشعر'' یہ قریشی مستقل ہذیان گوئی کرتا رہا یہاں تک کہ شعر کہنے لگا۔

عمر کی یہ غزل واقعی معانی ومطالب، اسلوب نگارش اور الفاظ کی سج دھج کے نقطہ نظر سے بڑی حسین، مؤثر اور دل آویز ہے، اس نے نہ صرف عمر کو قادرالکلام اباحی غزل گو شاعر کی حیثیت سے شہرت دوام بخش دی بلکہ عربی ادب میں محاکاتی اور حقیقی غزل کی ایک ایسی نئی صنف کو جنم دیا، جس کے لیے شعرا مستقل طبع آزمائی کرتے رہے تھے لیکن بقول جریر: ''إنّ هذا الذي كنا ندور عليه فأخطأناه وأصابه هذا القرشي'' ''یہی وہ چیز تھی جس کے اطراف ہمارا (شعرا کا) کلام گھومتا ہے، ہم بھٹک گئے اور یہ قرشی نے اس کو پالیا''۔

اس غزل کی کامیابی کے بعد عمر کی زبان اور قلم دونوں چل نکلے چناں چہ عمر اب بے روک ٹوک محبت کے نغمے غزل کی زبان میں گاتا اور صرف رمز واشارہ میں نہیں بلکہ اعلی اور شریف گھرانوں اور مکہ ومدینہ کے معزز اور باحیثیت لوگوں کی لڑکیوں کے نام لے کر علانیہ اظہار عشق کرتا۔

عمر ان لڑکیوں سے اپنی غزل میں صرف اظہار عشق ہی نہیں کرتا تھا بلکہ ان سے ملتا بھی تھا اور ان کی صحبت کا لطف اٹھاتا تھا۔ حج کا زمانہ بقول طہ حسین اس کی محبت اور غزل گوئی کا موسم بہار ہوتا تھا۔ اس زمانے کے لیے وہ پہلے سے تیاری کرتا تھا، چناں چہ وہ ذی قعدہ میں ہی مکہ آکر عمرہ کر کے احرام اتار دیتا، پھر خوب زرق برق اور قیمتی کپڑے پہنتا، اپنی زلفوں کو سنوارتا، پھر عمدہ قسم کی مہندی لگی اونٹنی پر زرتار جھول ڈال کر سوار ہوتا اور اسی سج دھج کے ساتھ حاجیوں کے قافلوں کے راستوں میں جا کر کھڑا ہو جاتا اور عراقی قافلے کی عورتوں سے ذاتِ عرق میں اور مدنی قافلوں کی عورتوں سے ''مُرّ'' میں اور شامی قافلوں کی عورتوں سے ''کدید'' میں ملتا تھا، تفصیلی ملاقات کے لیے منیٰ یا کسی دوسری پرسکون جگہ پر ملنے ملانے کے

وعدے وعید لیتا اور جب مراد برآتی تو اس کی حکایت شوق ایک پھڑکتی ہوئی غزل میں بیان کرتا اور اس طرح حج کے پورے زمانے میں عمر ایک دنیائے حسن وشباب بسائے رکھتا اور جب حج کا زمانہ ختم ہو جاتا تو پھر ان عورتوں کو رخصت کرنے کی مہم میں لگ جاتا۔ چناں چہ صبح کو شامی قافلے کو رخصت کرتا تو شام کو عراقی قافلہ کو اور اس طرح باری باری ہر خطے اور ہر شہر کے قافلوں میں اپنی محبوباؤں کو رخصت کرتا اور واپس آ کر جدائی کے حسرت بھرے منظر کو الفاظ ومعانی کے قالب میں ڈھال کر ایک ایسا حسین مگر دل دوز مرقع تیار کرتا جس کو دیکھ کر خود بھی تڑپتا اور دوسروں کو بھی تڑپاتا۔ یہ کلام گانے والوں کی زبانی ان عورتوں کے اپنے گھروں میں پہنچنے سے پہلے ہی پہنچ کر وہاں دھوم مچائے رکھتا۔

عمر بن ابی ربیعہ شاعری میں غیر مانوس اور غیر معروف راستے پر چل نکلا، اس نے اپنی شاعری کو عورتوں کے اوصاف، ان کی باہمی ملاقاتوں اور ان کی آپس میں چھیڑ چھاڑ کو خوشنما الفاظ اور نئے اسلوب میں بیان کرنے میں محدود کر دیا، چناں چہ گویے اور ہنسی مذاق والے لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے، گانے والیوں اور شراب نوشوں میں اس کو بڑی پذیرائی ملی، عوام الناس میں اس کی شاعری خوب گائی اور سنائی جانے لگی، حتی کہ غیرت مندوں اور پرہیزگار لوگوں نے اس کے خلاف شور مچا دیا۔

ابن جریج کا قول ہے: "ما دخل علی العواتق في حجالهنّ شيءٌ أضرّ علیهنّ من شعر أبي ربیعة" یعنی پردہ دار لڑکیوں کے پردہ میں ابن ابی ربیعہ کے اشعار سے زیادہ ضرر رساں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی، لیکن اس کی شرارت اسی حد پر ختم نہ ہوتی تھی بلکہ وہ حج کرنے والی عورتوں کے پیچھے لگ جاتا، امیر زادیوں اور شریف زادیوں سے عشقیہ شاعری کے ساتھ اظہار محبت کرنے لگتا اور طواف کرتی ہوئی محرم عورتوں کے اوصاف بیان کرتا اور ارباب حکومت اس کی خاندانی رعایت اور اس کی از خود توبہ کا انتظار کرتے ہوئے تحمل مزاجی اور بردباری سے اس کی ان حرکات کو برداشت کرتے رہے لیکن خلیفہ عمر بن عبد العزیز اس کے اس بے جھجھک مذاق اور اندھا دھند تمسخر اور اس کے جہالت میں انہماک کو برداشت نہ کر سکے، اسے "دھلک" کی طرف جلا وطن کر دیا جو کہ یمن اور حبشہ کے علاقے میں بحر احمر کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ تھا جہاں بنو امیہ بطور سزا لوگوں کو جلا وطن کیا کرتے تھے، جب تک اس نے عشقیہ شاعری چھوڑنے کی قسم نہیں اٹھائی یہ وہیں مقیم رہا، اس نے سچی توبہ کی اور پھر عابد وزاہد بن گیا۔

8.5.2 حکومت اور اہم شخصیات کا عمر سے اغماز

عمر بن ابی ربیعہ نے عربی ادب میں پہلی مرتبہ کھلی ہوئی اباحی غزل کی بنیاد ڈالی، جس کی بنیاد جنسیت پر تھی، ایسی ریت نکالی جس نے عربی معاشرے میں ایک ہل چل مچا دی اور ابھرتی ہوئی نسل کے دل ودماغ پر ایک افسوں پھونک دیا، ایسا لگتا تھا کہ صرف نوجوان ہی نہیں بلکہ اچھے خاصے سن رسیدہ بزرگ بھی اس کے کلام کے فسوں سازی سے مدہوش ہوئے جاتے ہیں، پھر بھی اس کے قلم اور زبان پر روک نہیں لگائی جاتی، اس کو کھل کر سزا نہیں دی جاتی اور نہ کوئی دارو گیر کی جاتی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ بڑے گھرانے کا فرد اور بڑے باپ کا بیٹا تھا۔ جس کی وجہ سے محتسب حضرات بھی نظریں چراتے تھے۔

دوسری سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ تھی کہ قریش میں اب تک کوئی بلند پایہ شاعر نہیں پیدا ہوا تھا، جس کی وجہ سے قریش کو فخر ومباہات کے موقعے پر ذرا سبکی ہوتی تھی، اب جو عمر اس طمطراق سے بلند پایہ شاعر کی حیثیت سے ابھر رہا تھا تو بڑے بوڑھے اور بزرگان قریش اس کی حرکتوں سے چشم پوشی کرتے تھے کہ شاید یہی اپنی تقدیر کا ستارہ بن کر آئندہ چمکے اور اس طرح قریش کو دوسرے قبائل کی نظروں میں میدان شعر وشاعری میں بھی

برتری حاصل ہوجائے اسی لیے ایسا لگتا ہے کہ اس کو کھلی چھوٹ ملی ہوئی تھی۔

8.5.3 عمر بن ابی ربیعہ اور محبت

راویوں کا کہنا ہے کہ عمر بن ابی ربیعہ نے جن عورتوں اور لڑکیوں کا نام لے کر اظہار عشق کیا ہے ان کی تعداد چالیس (۴۰) سے بھی زیادہ ہے اور یہیں سے یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا کہ عمر کو ان لڑکیوں میں سے کسی سے محبت بھی تھی یا محض خوش وقتی کے لیے ان سے اظہار عشق کرتا تھا؟ اس سلسلے میں تین آرا ہیں:

(۱) ڈاکٹر طہ حسین کا خیال ہے کہ عمر عذری شعرا کی طرح نہ لاہوتی محبت کرتا تھا اور نہ ہی عباسی شعرا کی طرح ابتذال اور فحاشی کا رویہ اختیار کرتا تھا بلکہ ان دونوں کے بیچ معتدل حسی محبت کرتا تھا۔

(۲) ڈاکٹر زکی مبارک کی رائے یہ ہے کہ عمر کو کسی عورت سے محبت نہ تھی اور اس کی دلیل میں عمر کی لاتعداد محبوباؤں کا ذکر کر کے کہتے ہیں کہ "جو اتنی عورتوں سے ایک وقت میں اظہار عشق و محبت کرتا ہو اس کو تو سچی محبت ہو ہی نہیں سکتی"۔

(۳) تیسری رائے ڈاکٹر جبرائیل جبور کی ہے، انھوں نے اپنی کتاب "حب عمر بن أبي ربيعه" میں تفصیل سے اس موضوع پر گفتگو کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ عمر کو اپنی لاتعداد محبوباؤں میں سے بعض سے قلبی محبت تھی، چناں چہ وہ کہتے ہیں کہ "جو شخص بھی عمر کے اشعار، اس کی زندگی اور اس کی ان محبوباؤں کی زندگی کا مطالعہ کرے گا جن کے بارے میں اس نے غزلیں کہی ہیں، تو اس کو ایک محبوبہ کی محبت اور دوسری محبوبہ کی محبت میں اور ایک محبوبہ کی شان میں کہی ہوئی غزل اور دوسری کی شان میں کہی ہوئی غزل میں بڑا نمایاں فرق نظر آئے گا، درحقیقت عمر کے اشعار جو عمر کی محبت کا اہم مصدر ہیں، تین قسموں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں:

(۱) عمر کے کلام کی ایک قسم تو ان فنی اشعار کی ہے جنھیں عمر نے اپنے کسی دوست کی، یا دوست عورتوں میں سے کسی ایک کی فرمائش پر یا اپنے معاصر شعرا یا ادبا میں سے کسی کے ذوق شعری کو پورا کرنے کے لیے کہے ہیں۔

(۲) دوسری قسم ان اشعار کی ہے جن میں جنسی اور حسی محبت کی چھاپ ہے جس میں عاشق جسمانی حسن کا دلدادہ دکھائی دیتا ہے اور حسینوں سے صرف لطف اندوزی اور مطلب برآری اس کا مقصد ہوتا ہے۔

(۳) عمر کے کلام کی تیسری قسم وہ ہے جو عمر کی حقیقی اور سچی محبت کی آئینہ دار ہے، چناں چہ ان اشعار کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ محبت اس کے دل و دماغ، اس کی زبان، اس کی حس اور فکر و نظر سب پر چھائی ہوئی ہے، یہ محبت محبوباؤں کے اختلاف کے ساتھ مختلف رہتی ہے، چناں چہ اگر اس نے ایک سے زیادہ عورتوں سے اظہار محبت کیا ہے تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ محبت کو جانتا ہی نہ تھا جیسا کہ ڈاکٹر زکی مبارک کا خیال ہے بلکہ اس کے برخلاف ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جو ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ لڑکیوں کی محبت میں گرفتار ہوئے اور اس کی وجہ سے بڑی قلبی کش مکش میں مبتلا ہوئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عمر ذہنی طور پر نیک تھا وہ صرف اشعار میں باتیں کہتا تھا لیکن ایسا کرتا نہ تھا کہتے ہیں کہ جب وہ آخری مرتبہ بیمار ہوا تو اس کا بھائی حارث گھبراہٹ کی وجہ سے سخت پریشان تھا تو عمر اسے کہنے لگا: میرا خیال ہے تو اس وجہ سے پریشان ہے جو تیرا میرے متعلق ذہن ہے اللہ کی قسم میں نے کبھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا، تو بھائی کہنے لگا: مجھے تیرے متعلق اسی بات کا خطرہ تھا جو تو نے مجھ سے دور کردیا۔

8.5.4 عمر کی شاعری:

عمر کے اشعار دل میں اتر کرنفس میں رقت پیدا کردیتے ہیں، یہ انتہائی سلیس اور آسان ہیں، اس کے الفاظ خوشنما، وصف عمدہ، گرفت مضبوط اور زود فہم ہیں۔عمر کی شاعری حسن و جمال کی تعریف اور عورت کے اوصاف بیان کرنے میں طبیعتوں کے ساتھ ہم آہنگ اور انسانوں کے خواہشات کے مطابق ہے۔ وہ اپنے حسب ونسب، جوانی اور اپنی دولت کے بل بوتے پر وہ کچھ کہنے میں کامیاب ہوگیا جسے کہنے کی دوسرا جرأت نہ کرسکا۔ اس نے غزل کو افسانوی رنگ دیا۔ وہ عورتوں کا تذکرہ کرتا ہے، ان کی باتیں اور ان کے آپس کے ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ کو بیان کرتے ہوئے اپنے آپ کو ان کے ساتھ شامل کرتا ہے۔ یہ اپنی شاعری اور اسلوب کے بل پر لوگوں کے ذہنوں پر اس طرح چھا گیا کہ انہیں مجبورا اعتراف کرنا پڑا کہ قریش میں بھی شاعر ہے جب کہ اس سے قبل لوگ اس بات کے منکر تھے۔ اس پر اس کا سکہ جم گیا حتی کہ جریر بول اٹھا ''خدا کی قسم! یہی وہ شاعری ہے جس کا تمام شعرا قصد وارادہ کرتے ہیں لیکن وہ اس حد تک پہنچنے میں غلطی کرتے ہیں اور محبوب کے کھنڈرات کے ذکر میں الجھ کر رہ جاتے ہیں''۔

عربی زبان اس وقت تک عجمی اثرات سے یکسر پاک تھی، اس لیے اس نے اپنی زبان و بیان میں ایسی سحر آفرینی، اثر اندازی اور موسیقیت پیدا کردی تھی کہ کانوں میں رس گھول دیتی تھی اور بقول طہٰ حسین ''عربی ادب میں پہلی مرتبہ صحیح اور اصلی صنف غزل پیدا ہوئی'' کیونکہ تمام غزل گوشعرامیں اسے یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے عشق ومحبت، اس کے احوال و کیفیات اور دل و دماغ پر اس کے اثرات کا صحیح اور بے لاگ نقشہ کھینچا ہے، عورتوں کے حسن وشباب، ان کے انداز و اطوار، ان کی دل داری اور دل نوازی اور رنگینی و رعنائی کا بہت حسین اور کیف آور تصویر کشی کی ہے، عورتوں کی آپس کی چھیڑ چھاڑ، خود بینی وخودستائی اور ناز وادا کی بہت رنگین اور جذبات انگیز قصے بیان کیے ہیں، ہجر و فراق کی تپش اور سوز دروں کی حکایت خونچکاں بڑے دل دوز انداز میں بیان کی ہے، دوسری طرف وصال کی جاں فزا، روح پرور اور رنگین اوقات کا بہت والہانہ انداز سے ذکر کیا ہے، معاملہ بندی اور نسوانی مکالمہ نگاری میں وہ کمال فن دکھایا ہے، جس کی مثال اس سے پہلے عربی شاعری میں مشکل سے ملتی ہے۔عمر کی شاعری کے ان خصوصیات کے باوجود آپ کو اس کی شاعری میں جمیل اور کثیر جیسے گہرے احساسات اور محبت کا پاکیزہ وصف نہیں ملے گا، عمر عورت باز تھا، عورتوں کے ساتھ میل جول اور گفت وشنید کرنا، دل بہلانا اور لطف اندوز ہونا پسند کرتا تھا، لیکن وہ ان میں سے کسی سے سچی محبت نہیں کرتا تھا سوائے ایک عورت کے، جس کا نام ثریا بنت علی بن عبداللہ بن حارث ہے، اس عورت کے ساتھ اس کا معاملہ صحیح عشق ومحبت کے مشابہ تھا۔

8.6 اقتباس کا ترجمہ

(۱) میں ایسے وقت گھر میں داخل ہوا جب کہ اہل خانہ شبنم گرنے اور صبح کے پر سکون ماحول کے بعد بھی سہمے ہوئے تھے

(۲) میں نے اس میں ایک شریف خاتون کو پایا جس کو ایسے زیورات سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا (اے مخاطب) جب تم اس کو دیکھو گے تو ایسا لگے گا جیسے وہ جھاؤ کے درخت کی چنگاری ہیں۔

(۳) جب میں داخل ہوا تو میں نے قصدا اپنی نظر دوسری طرف کر لی تا کہ عشق کی سراسیمگی ظاہر نہ ہو۔

(۴) تا کہ راوی اپنے ہمنشین سے اس ذات کی قسم کھا کر کہہ سکے کہ انھوں نے اس کے بارے میں جھوٹ سے کام لیا ہے

(۵)اس حسینہ نے اپنے پاس موجود گڑیوں کی طرح شرمیلی حسین وجمیل چہرے والی نازک سہیلیوں سے کہا۔

(۶)محمد کے رب اللہ کی قسم لے کر سچ سچ بتاؤ، کیا تمہیں اس نوجوان پر حیرت نہیں ہوتی۔

(۷)جو بے وقت ایسے گھر میں بے دھڑک داخل ہوا جس کے دربان بڑے سخت گیر ہیں، کیا اس کو اپنی ہلاکت کا اندیشہ نہیں ہے؟

(۸)تو میں نے اس حسینہ سے کہا کہ عاشق اپنی محبوبہ سے ملاقات کا عادی ہوتا ہے اگرچہ اس کو دشمنوں کا خوف ہو۔

(۹)میں جب ان کے پاس پہنچا تو بے انتہا خوش ہوا، یہاں پہنچ کر میں اس کی دام محبت کا شکار ہو گیا۔

(۱۰)طلوع ہونے والے سورج کی طرح وہ انتہائی حسین وجمیل ہے، وہ حسن و جمال سے موسوم ہے، دیکھنے والے کو بھا جاتی ہے۔

8.7 لغوی تحقیق

دخل يدخل دخولا (ن)	داخل ہونا، آنا
الحي (ج) الأحياء	قبیلہ
خشي يخشى خشية (س)	ڈرنا، خوف کھانا
أهل (ج) أهالي	اہل خانہ
الهدوء	سکون
هدأ يهدأ هدوءا (ف)	پرسکون ہونا
سقط يسقط سقوطا (ن)	گرنا
الندى	شبنم
وجد يجد وجدانا (ض)	پانا
حرة (ج) حرائر	شریف عورت، آزاد عورت
زيّن يزيّن تزيينا (تفعيل)	آراستہ کرنا، سنوارنا
حِلية (ج) حلى	زیور
حسِب يحسَب (س)	گمان کرنا، خیال کرنا
جمرة (ج) جمر	چنگاری، دہکتا ہوا انگارہ
الغضاة (ج) الغضا	جھاؤ کا درخت جس کی لکڑی بہت سخت ہوتی ہے اور اس کی چنگاری دیر تک نہیں بجھتی
منح يمنح منحا (ف)	عطا کرنا، دینا
طرف (ج) أطراف	نگاہ، آنکھ

عمدا	قصدا
عمد يعمد عمدا (ض)	قصد کرنا، ارادہ کرنا
مخافة	ڈر، خدشہ
رآى يرى رؤية	دیکھنا
ريع	عمدہ حصہ، کسی چیز کا افضل حصہ
الهوى	محبت
هوي يهوى هوى (س)	چاہنا، محبت کرنا
قال يقول قولا (ن)	کہنا، بولنا
محدث	قصہ گو
حدث يحدث تحديثا (تفعيل)	بیان کرنا
جليس (ج) جلساء	ہمنشین
كذب يكذب كذبا (ض)	جھوٹ بولنا
سمک يسمک سمکا (ن)	بلند کرنا، اونچا کرنا
العلى	بلندی، رفعت
ترب (ج) أتراب	ہمجولی، ہمعمر، بچپن کا ساتھی (عموماً لڑکیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے)
حول	اطراف
أبيض (ج) بيض	خوب صورت، روشن
وجه (ج) وجوه	چہرہ
خريدة (ج) خرائد	دوشیزہ، حیادار ، شرمیلی
دمية (ج) دمى	گڑیا
عجب يعجب عجبا (س)	تعجب کرنا، حیرت میں پڑنا
فتى (ج) فتية، فتيان	نوجوان
دخل يدخل دخولا (ن)	داخل ہونا، آنا
بيت (ج) بيوت	گھر
حاجب (ج) حجاب	دربان
ميعاد	مقررہ وقت

ردى	ہلاکت
ردي يردى ردى (س)	ہلاک ہونا
أجاب يجيب إجابة (افعال)	جواب دینا
المحب	چاہنے والا، عاشق
أحب يحب إحبابا (افعال)	چاہنا
معود	عادی
عوّد يعود تعويدا (تفعيل)	عادی بنانا
لقاء	ملاقات، ملاپ
لقي يلقى لقاء (س)	ملنا، ملاقات کرنا
خاف يخاف خوفا و مخافة (س)	ڈرنا، خوف کھانا
عدو (ج) أعداء، عِدى	دشمن
نَعِمَ (بَالًا) (س)	دل ٹھنڈا ہونا، خوش ہونا، پرسکون ومطمئن ہونا
دخل على (ن)	آنا
جاء يجيء جيئة و مجيئا (ض)	آنا
بيضاء (ج) بيض	خوب صورت، گوری
شمس (ج) شموس	سورج
طلع يطلع طلوعا	نکلنا، نمودار ہونا
الحسن	حسن، خوب صورتی

8.8 ادبی صنف کا تعارف

ادب کی دو قسمیں ہیں (۱) نظم (۲) نثر، مندرجہ بالا نص کا تعلق ادب کی قسم اول سے ہے، نظم کی کئی قسمیں ہیں جیسے مدح، فخر و حماسہ، مرثیہ، ہجو، وصف اور غزل وغیرہ، چونکہ متن کا تعلق ان اقسام میں سے غزل سے ہے اس لیے ذیل میں غزل کی تعریف نقل کی جاتی ہے:

"الغزل، هو التغني بالجمال، وإظهار الشوق إليه، والشكوى من فراقه، والغزل فنّ شعري يهدف إلى التّشبّب بالحبيبة ووصفها عبر إبراز محاسنها و مفاتنها".

غزل کے لغوی معنی ایسا کلام جس میں عورتوں کے حسن و عشق کا بیان ہو، عربی میں غزل کا مطلب عورتوں سے باتیں کرنا ہوتا ہے، ادبی

اصطلاح میں غزل نظم کی وہ صنف سخن ہے جس میں عشق ومحبت ،حسن و جمال ،گل وبلبل کے تذکرے ،محبوب کے خدوخال کی تعریف ، اس کے جوروستم ،ہجروفراق کی تڑپ ،کرب واضطراب اورمحبوب کے وصال کی آرزو ،جنون وعشرت ،خزاں بہار ، یاس وامید ،شادی وغم کا ذکر ہو۔

8.9 متن اقتباس کا موضوع

مذکورہ بالا اشعار کا موضوع غزل ہے ۔

8.10 متن کی توضیح وتشریح

شاعران اشعار میں محبوبہ کے گھر میں اپنے داخل ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ دیر صبح وہ ایک ایسے گھر میں داخل ہوا جہاں کا ماحول پر سکون تھا ،اس کے باوجود لوگوں میں سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی ،اس نے وہاں ایک حسین وجمیل دوشیزہ کو دیکھا جو زیورات سے آراستہ وپیراستہ تھی ، زیورات کی چمک دمک ایسی تھی جیسے جھاؤ کے درخت کی چنگاری جو جلدی نہیں بجھتی ہے ،اس نے گھر میں داخل ہوتے ہی اس دوشیزہ سے عمدا اپنی نظریں پھیر لیں تاکہ عشق کی بے چینی کی کیفیت کسی پر عیاں نہ ہو اور راوی شاعر کے بارے میں حلفیہ یہ بیان دے سکے کہ آنے والا شخص پاکباز ہے ، اگر لوگ کچھ چہ میگوئیاں بھی کریں تو وہ یہ کہہ سکے کہ لوگوں نے اس کی شبیہ بگاڑنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا ہے ،شاعر جس بے باکانہ انداز میں گھر میں داخل ہوا اس کی بلند ہمتی اور جرأت پر محبوبہ اپنی سہیلیوں سے استفسار کرتی ہے کہ کیا تمہیں اس پر حیرت نہیں ہوئی کہ یہ کیسا نڈر اور بے باک شخص ہے جو گھر کے اطراف سخت پہرہ ہونے کے باوجود بھی پہنچ جاتا ہے ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گھر سے یہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نکلا ہے ،محبوبہ کے اس حیرت واستعجاب کا جواب شاعر یہ پیش کرتا ہے کہ عاشق محبوبہ سے وصال کی راہ میں پیش آنے والی ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے جھیلنے کا عادی ہوتا ہے اور اس راہ میں دشمنوں کا اس کو مطلق خوف نہیں ہوتا ،محبوبہ کے دیدار سے متمتع ہوکر شاعر کہتا ہے کہ میرا دل محبوبہ کے وصال سے باغ باغ ہوگیا اور میں آہستہ آہستہ اس کے دام محبت میں گرفتار ہوتا چلا گیا ،محبوبہ کے حسن وجمال کو سورج سے تشبیہ دیتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ اس کے حسن وجمال کی رعنائی کا یہ عالم ہے کہ وہ دیکھنے والوں کو ایک ہی نظر میں بھا جاتی ہے اور انہیں اپنا گرویدہ بنالیتی ہے ۔

8.11 متن کی خصوصیات

شاعر نے منتخب الفاظ کے ذریعہ اپنے خیالات کی ندرت واحساسات کا انتہائی سلیس زبان میں ذکر کیا ، مافی الضمیر کو واضح طریقہ سے ادا کیا ہے ،شاعر نے پہلے شعر میں محبوبہ کے گھر کے ماحول کو بیان کیا کہ جس وقت وہ گھر میں داخل ہوا گھر کا ماحول کیا تھا اور لوگوں کی کیفیت کیسی تھی ۔

دوسرے شعر میں محبوبہ کے پیرہن کا اور اس کے زیورات کی کیفیت بیان کی کہ اس کی محبوبہ شرافت ونجابت کے ساتھ ساتھ بہترین زیورات سے آراستہ تھی ۔تیسرے شعر میں اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے دوران ملاقات شاعر نے اپنی نظروں کو دوسری طرف پھیر لیا تاکہ لوگ شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوں ۔بعد والے اشعار میں شاعر نے حسینہ کی تعریف اور شاعر کے اس کے گھر میں بے خوف ہوکر داخل ہونے کو لے کر اس کے استعجاب اور سہیلیوں سے اس کا تذکرہ ،انتہائی آسان الفاظ اور دل نشیں پیرایہ میں کیا گیا ہے ۔

8.12 اسلوبی خصوصیات

عمر بن ابی ربیعہ اس زمانے میں پروان چڑھا جب عربی زبان دیگر زبانوں کی ملاوٹ سے محفوظ، صرف قرآن وحدیث کے معجزنما اسلوب بیان اور دل نشیں طرز ادا اور قریش کی صاف ستھری اور خوب صورت زبان کے سہارے نکھر رہی تھی، عمر خود قریشی تھا اور اس کو بچپن ہی سے قرآن و حدیث کی تعلیم کے علاوہ روایت ادب کی بھی تعلیم دی گئی تھی، اس لیے بچپن ہی سے زبان و بیان کے اسرار ورموز اس کی گھٹی میں پڑ گئے تھے، طبیعت رنگیلی اور مزاج عاشقانہ پایا تھا اور شعر کہنے کا ملکہ فطرت نے ودیعت کیا تھا، اس لیے اس نے اپنے اشعار کو خوب صورت اور شیریں الفاظ کا جامہ پہنا کر اپنی رنگین طبیعت اور ذوق جمال کے رنگ وروغن سے انہیں سنوار کر چھوٹی بحروں میں ڈھالا ہے، شاعر نے ان اشعار میں تشبیہات اور فصاحت و بلاغت کے بہت سی قسموں کا استعمال کیا ہے، جس کی کچھ مثالیں مندرجہ ذیل ہیں

"ولقد دخلت الحي":

شاعر نے اس شعر کا آغاز دو تاکیدی کلمات (لام تاکید اور قد) سے کیا اور اپنی بات کو موکد کر کے مخاطب کے انکار کو مسترد کر دیا، لہذا یہ خبر انکاری ہے (اس قسم کا تعلق علوم بلاغت کی تین اقسام میں سے علم المعانی سے ہے)

"تحسبه بها جمر الغضا":

اس شعر میں تشبیہ بلیغ ہے کیونکہ یہاں حرف تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں ہی غیر مذکور ہیں۔

"والذي سمک العلی":

یہ خبر طلبی ہے کیونکہ یہ قسمیہ جملہ ہے جو تاکیدی کلمات میں سے ہے۔

"خرائد مثل الدمی":

یہ شعر تشبیہ مرسل ومجمل پر مشتمل ہے۔

"بالله رب محمد":

یہ خبر طلبی ہے کیونکہ یہ قسمیہ جملہ ہے جو تاکیدی کلمات میں سے ہے۔

"حدثني حقا":

حدثنی" امر کا صیغہ ہے، لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

"أما تعجبين من هذا الفتى":

یہ جملہ استفہامیہ ہے لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

"أما يخشى الردى":

یہ جملہ استفہامیہ ہے لہذا یہ انشاء طلبی ہے۔

"إن المحب معود":

یہ خبر طلبی ہے کیونکہ اس جملہ کی ابتدا ان سے کی گئی ہے جو تاکیدی کلمات میں سے ایک ہے۔

"بیضاءمثل الشمس":

تشبیہ مرسل ومجمل ہے۔

8.13 اکتسابی نتائج

شاعران اشعار میں عشق کی دیوانہ وار کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ عاشق جب اپنی محبوبہ سے ملنے کا مشتاق ہوتا ہے تو اس کو وقت اور جگہ پابند سلاسل نہیں کر سکتے ہیں، جنون عشق اس کو دیوانہ وار معشوقہ کی طرف کھینچ کر لے چلتا ہے، اسی طرح کے ایک واقعہ کا شاعر نے اس قصیدہ میں تذکرہ کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ اس نے محبوبہ سے ملاقات کے لیے صبح کے وقت کا انتخاب کر کے اس کے گھر پہنچا، یہاں اس نے اپنی محبوبہ کو ایسے زیورات سے آراستہ پایا جو نگاہوں کو خیرہ کرنے والے تھے، اس سے شاعر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس کی محبوبہ کا تعلق کسی معمولی خاندان سے نہیں ہے بلکہ وہ انتہائی معزز اور دولتمند گھرانے سے تعلق رکھتی ہے، پھر وہ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے عمداً اپنی نظریں محبوبہ سے پھیر لیں تاکہ لوگوں پر عشق کا راز ظاہر نہ ہو، پھر وہ کہتا ہے کہ محبوبہ کے گھر کے ارد گرد سخت پہرہ کے باوجود میری اس تک رسائی نے محبوبہ کو اس حد تک حیرت میں ڈال دیا کہ اس نے اپنی سہیلیوں سے اور ہمنشیوں سے آخر پوچھ ہی لیا کہ اس نوجوان عاشق کی اس حرکت پر کیا انہیں بھی حیرت ہوئی ہے کہ اس نے نہ پہرہ کو دیکھا، نہ ہی اپنے پکڑے جانے کا اس کو خوف ہوا اور نہ ہی اس نے اپنی جان کی پرواہ کی؟ قبل اس کے کہ وہ کچھ جواب دیتیں شاعر خود یہ کہتا ہے کہ میں نے جواباً عرض کر دیا کہ جو سچے عاشق ہوتے ہیں انہیں اپنے محبوب کے وصال سے نہ کوئی روک سکتا ہے اور نہ ہی کسی کا خوف وڈر، اس ملاقات کا شاعر کی طبیعت پر جو اثر پڑا اس کو بیان کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ اس ملاقات سے شاعر کی طبیعت بے انتہا مسرور وشادماں ہوئی، آخر طبیعت کو سکون وقرار کیوں نہ آتا محبوبہ کا حسن وجمال ہی اس حد تک جاذب تھا کہ محبوب ہی کیا ہر کس وناکس کو وہ پہلی ہی نظر میں بھا جاتی تھی۔

8.14 امتحانی سوالات کے نمونے

(۱) اموی دور میں غزل کی ترقی کے اسباب پر روشنی ڈالیے۔

(۲) مندرجہ ذیل اشعار کا ترجمہ کیجیے۔

و لقد دخلتُ الحيَّ يخشى أهله	بعد الهدوء وبعد ما سقط الندى
فوجدت فيه حرّة قد زينت	بالحلى تحسبه بها جمر الغضا
لما دخلت منحت ، طرفي غيرها	عمدا مخافة أن يرى ريع الهوى
كيما يقول محدث لجليسه	كذبوا عليها، والذي سمک العلى
قالت لأتراب نواعم حولها	بيض الوجوه خرائد مثل الدمى

(۳) عمر بن ابی ربیعہ کی زندگی پر مفصل نوٹ تحریر کیجیے۔

(۴) ذیل میں درج کیے گئے الفاظ کی لغوی تحقیق کیجیے۔

حرة۔الندی۔أطراف۔یخشی۔جمرة۔الحي

(۵)غزل کی اصطلاحی تعریف لکھیے۔

(۶)عمر بن ابی ربیعہ کے اسلوب کی خصوصیات واضح کیجیے۔

8.15 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

۱۔الشعر والشعراء	ابن أبی قتیبة
۲۔العقد الفرید	ابن عبد ربه
۳۔تاریخ آداب اللغة العربیة	جرجی زیدان
۴۔المفصل فی تاریخ الأدب العربي	أحمد الإسکندري
۵۔تاریخ الأدب العربي	أحمد حسن الزیات
۶۔تاریخ الأدب العربي	شوقي ضیف
۷۔تاریخ الأدب العربي	عمر فروخ
۸۔تطور الغزل بین الجاهلیة والإسلام	دکتور شکري الفیصل
۹۔ عربی ادب کی تاریخ	عبد الحلیم ندوی

اکائی 9 قصیدہ:"إذا كنت في كل الأمور معاتبا" از: بشار بن برد

اکائی کے اجزا

9.1 تمہید
9.2 مقصد
9.3 بشار بن برد: تعارف
9.3.1 نام ونسب
9.3.2 ماحول اور شعر گوئی کا آغاز
9.3.3 عربی زبان میں پختگی
9.3.4 حلیہ وشخصیت
9.3.5 شاعری
9.3.6 اسلوب
9.3.7 مولدین کا امام
9.4 قصیدہ:"إذا كنت في كل الأمور معاتبا" از: بشار بن برد
9.4.1 (في وصف جيش)
9.4.2 لغوی تحقیق
9.5 اشعار کا ترجمہ
9.5.1 تشریحی ترجمہ
9.5.2 شاعر کا فکری پہلو
9.5.3 خیال کی بلندی
9.5.4 تقلید وتجدد کا امتزاج
9.5.5 تصویر فنی
9.5 اکتسابی نتائج
9.6 امتحانی سوالات کے نمونے
9.7 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

9.1 تمہید

بشار بن برد کا شماران شعرا میں ہوتا ہے جس نے اموی اور عباسی دونوں زمانوں کو پایا۔ اس کی نشوونما اموی دور میں ہوئی اور وہ بصرہ کے مشہور بازار مربد میں شعر وسخن کی محفل سے فیض یاب ہوتا رہا۔ انھوں نے جریر اور فرزدق کی محفلوں سے خوب خوب استفادہ کیا اور کم سنی میں ہی شاعری شروع کر دی۔ وہ پہلا شاعر ہے جس نے ہجو سے اپنی شاعری کی شروعات کی یہاں تک کہ جریر کی ہجو کہہ ڈالی مگر جریر نے اسے کم عمر سمجھ کر کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ عصر عباسی کے شروعاتی دور میں ہی اپنی جدت پسندی کی وجہ سے مشہور ہو گیا۔

اس کی شاعری میں مدح، ہجو، فخر، رثا، غزل اور حکم کے مضامین پائے جاتے ہیں۔ اس کے قصائد میں عموماً روایتی طرز نظر آتا ہے، البتہ مضامین میں جدت پائی جاتی ہے۔ اس کی شاعری میں بدویانہ پن اور شہری نزاکت یکجا نظر آتا ہے۔ وہ غزلیہ اشعار کو کذب ومبالغہ کے ذریعہ دلچسپ بناتا ہے اور اس کے لیے چھوٹی بحر کا استعمال کرتا ہے جو غنائیت سے بھرپور ہوتا ہے۔ وہ اندھا ہونے کے باوجود منظر کشی میں ماہر اور لفظی محاسن کے ساتھ حکمت سے بھرپور علمی وفلسفی معانی بیان کرنے میں کامیاب نظر آتا ہے۔ اس کی شاعری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے اشعار عوام و خواص کی زبان زد ہو جاتے اور اس سے ہر کوئی لطف اندوز ہوتا۔ انہیں وجوہات کی بنیاد پر اسے مولدین شعرا کا امام اور عصر عباسی اول کا سردار قرار دیا گیا اور اس کی شاعری اس دور کی پہچان بن گئی ہے۔

9.2 مقصد

اس اکائی میں آپ پڑھیں گے:

- ☆ عباسی دور کے مشہور شاعر بشار بن برد کی نشوونما اور تعلیم وتربیت۔
- ☆ بشار بن برد کی شاعری۔
- ☆ بشار بن برد کے شعری نمونے اور اس کا ترجمہ وتشریح۔
- ☆ بشار بن برد کے اشعار کی فنی خصوصیات۔

9.3 بشار بن برد: تعارف

9.3.1 نام ونسب

قیاس غالب ہے کہ بشار بن برد ۹۶ھ مطابق ۷۱۴ء میں بصرہ میں پیدا ہوا، اس کا دادا یرجوخ طخارستان کے ان قیدیوں میں سے تھا جنہیں حاکم خراسان مهلب بن ابوصفرہ نے گرفتار کیا تھا، یہی وجہ ہے کہ برد کے گلے میں اول دن سے ہی غلامی کی زنجیر پڑی ہوئی تھی۔ برد پہلے تو مہلب کی بیوی خیرّہ قشیریہ کی غلامی میں تھا، پھر بعد میں خیرّہ نے اسے ایک عقیلی خاتون کو ہبہ کر دیا، اس عقیلی خاتون نے برد سے شادی کر لی، اس خاتون کے بطن سے بشار پیدا ہوا، بشار ماں کے واسطے سے خود کو رومی گردانتا ہے، چناں چہ ایک شعر میں کہتا ہے:

عَدَدْتُ يو ما نسبي   قيصر خالي إذا

اگر میں اپنا نسب شمار کروں تو قیصر روم میرے نانیہال میں آئیں گے۔

اگر یہ بات صحیح ثابت ہوتی ہے، تو اس کا باپ ایرانی اور ماں رومیہ ہوگی۔

بشار پیدائشی طور پر تو نابینا تھا، لیکن قدرت نے اسے غضب کا حافظہ عطا کیا تھا، وہ خود اس سلسلے میں کہتا ہے:

عمیتُ جنیناً و الذکاءُ من العمٰی　　　فجئتُ عجیبَ الظن للعلم مَوئِلاَ

میں ماں کے پیٹ سے ہی بینائی سے محروم رہا، البتہ اس بینائی کے بدلے میں ذہن کی دولت ملی، پس میں عجیب وغریب فکر وخیال کا مالک بنا اور علم کا ملجا قرار پایا۔

9.3.2 ماحول اور شعر گوئی کا آغاز

بچپن سے ہی کور پن نے بشار کے احساس کو بیدار کر رکھا تھا، چناں چہ اس نے بصرہ کی مسجدوں اور شعرا و ادبا کی مجلسوں کا رخ کیا اور علم و ادب کے خزانوں سے اپنے دامن مراد کو بھرتا رہا۔ پھر بنی عقیل میں اس کی پرورش و پرداخت نے بھی عربی زبان و ادب کا سلیقہ پیدا کرنے میں سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اُدھر مربد (سرائے کاروان) کی ادبی سرگرمیوں نے بھی اس کی فطری شاعرانہ ملکہ کو غذا پہنچائی۔ حتی کہ دس برس کی عمر میں ہی اس کی زبان سے عربی اشعار کے سوتے پھوٹ پڑے۔

یہ زمانہ بنوامیہ کے غروب اور عباسی دور کے طلوع کا تھا۔ زمانے کا عام مزاج چونکہ ہجو گوئی کا تھا، جس میں کم وبیش سبھی شعرا کسی نہ کسی طور سے ملوث تھے، لہذا اس بچہ نے بھی فطری طور پر اسی صنف میں سب سے پہلے اپنی زبان کھولی۔

9.3.3 عربی زبان میں پختگی

بشار زیادہ سے زیادہ عربی زبان میں پختگی اور مہارت پیدا کرنے کا خواہش مند تھا، چناں چہ اس غرض کے لیے اس نے بادیہ نشینی اختیار کر لی اور وہاں اتنی مدت تک قیام پذیر رہا کہ اس کے اندر عربی زبان کی بے پناہ قدرت پیدا ہوگئی، اس کی باریکیوں سے واقف ہوا اور بادیہ نشینوں کے احوال وکوائف کو بہت قریب سے دیکھا (یعنی اس نے کان اور دل کی آنکھوں سے دیکھا)، بشار کو اپنی فصاحت وبلاغت اور زبان دانی پر ہمیشہ ناز رہا۔

9.3.4 حلیہ وشخصیت

بشار بے ڈھب، موٹا، انتہائی لمبا، کالا اور بھاری کلے کا آدمی تھا۔ اس کی آنکھیں کور ہونے کے ساتھ باہر کو نکلی ہوئی تھیں گویا آنکھوں کی جگہ لال گوشت کا ٹکڑا رکھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے چیچک زدہ چہرے اور بدنما ہیئت کو دیکھ کر طبیعتوں میں گھن اور دلوں میں کدورت پیدا ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے اس سے کہا: تم اس قدر بدصورت ہو پھر بھی لوگ تم سے ڈرتے ہیں۔ بشار نے برجستہ جواب دیا: لوگ کیا شیر سے اس کی خوب صورتی کی وجہ سے ڈرتے ہیں؟

بشار بدصورت ہونے کے ساتھ بدمزاج و بداخلاق بھی تھا، گناہوں پر فخر کیا کرتا تھا، اس کی نگاہ میں معاشرتی بندش کے کچھ معنی تھے، نہ ہی اخلاقی عزت وناموس کے تحفظ کا کوئی مطلب۔ بڑا ہی اوچھا، بے صبرا اور سریع الغضب واقع ہوا تھا، ذرا ذرا سی بات میں ہجو گوئی اور فحش گوئی پہ اتر آتا تھا، تندی، زبان درازی اور بدگوئی کی عادت جیسے اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔

علانیہ فسق وفجور کا ارتکاب کرتا تھا، کھلے بند شراب پیتا تھا اور اس سے اپنی محبت ووارفتگی کا اظہار کرتا تھا، یہ ایک انانیت پسند، زمانہ ساز اور مال ومنال کا شکاری تھا، اپنے آپ کو موقع و ماحول کے لحاظ سے حالات کے سانچے میں ڈھال لینا خوب جانتا تھا، وہ اپنے مخالفین کے لیے تلوار کی کاٹ تھا، نہایت بے ہودہ اور زہریلی زبان استعمال کرنے میں ذرا بھی ہچکچاتا نہ تھا۔

لیکن دل کا جری اور بے باک بھی تھا، خطرات کی پرواہ کرتا تھا، نہ کسی کو خاطر میں لاتا تھا، اپنی بات پہ ثابت قدم رہنے والا تھا، مگر اپنی زندگی میں ذاتی مفاد کو ہر حال میں اولیت دیتا تھا، رائے وفکر کا مقام اس کے بعد کی چیز تھی۔

اعلی پایہ کا انشا پرداز، خطیب ومقرر اور نثر نگار کی حیثیت سے بھی مشہور تھا۔

اس کے اندر الحاد کا میلان بھی پایا جاتا تھا۔ شعوبیت اور انانیت اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آدم کو سجدہ نہ کرنے اور آگ کو مٹی پر فوقیت دینے کے سلسلے میں ابلیس کی رائے کی تصویب وتائید کرتا تھا، اس شیطان نے ایک قصیدہ ابلیس کی مدح میں بھی لکھا ہے، اس سلسلے میں ذیل کا شعر بھی اسی نے کہا ہے:

الأرضُ مُظلمةٌ، والنارُ مُشرقةٌ　　　　والنارُ معبودةٌ مذ كانتِ النارُ

زمین تاریک رہی ہے جب کہ آگ روشنی پیدا کرتی رہی ہے اور جب سے آگ کا وجود ہوا ہے، اس وقت سے اُسے معبود کی حیثیت حاصل ہے۔

آخر کار الحاد وزندقیت کے الزام میں ۱۶۷ یا ۱۶۸ھ مطابق ۷۸۲ یا ۷۸۳ء میں مارا گیا۔

9.3.5 شاعری

ویسے تو بشار بن برد نے تمام اصناف سخن میں شاعری کی ہے، اس کے کلام میں تنوع بھی ہے اور کثرت بھی، اس کی مقبولیت کا راز اس کی شاعرانہ صلاحیتوں میں پوشیدہ ہے۔ لیکن اس کی شاعری کا زیادہ تر حصہ ضائع ہو چکا ہے، کیونکہ نابینا ہونے کی وجہ سے وہ خود تو تحریری طور پر محفوظ نہ رکھ سکتا تھا، پھر دو چار راویوں کے نام ملتے ہیں، مگر انھوں نے اس کا دیوان مرتب نہیں کیا اور جو کچھ باقی ہے اس میں عام طور پر ہجو، غزل، مدح وغیرہ کے اشعار پائے جاتے ہیں۔

بشار کا قصیدہ رسمی اور روایتی ہوتا ہے، جو عموماً تین حصوں پر مشتمل ہوتا ہے؛ تشبیب، مدح اور مقصد۔ اس کے قصائد کا اسلوب پختہ اور چست ہوتا ہے اور ہیئت اور موضوع کے لحاظ سے قریب قریب روایتی۔

بشار اپنی خمریات میں عاشقانہ رنگ تغزل کا بھی لطف ولذت شامل کر دیتا ہے، غزل گوئی میں بھی عاشقی کے رنگ کو خوب نمایاں کرتا ہے، جس کا مخاطب عبدہ نام کی عورت کو بناتا ہے، یہ رنگ قاری کے اندر فرحت وانبساط کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔

بہت سی حیثیتوں میں بشار دبستان حجاز کے شعرا سے قریب اور عمر بن ابی ربیعہ سے قریب تر معلوم ہوتا ہے۔

ذیل میں ہم اس کے اشعار کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں:

يُزهّدني　فی　حُبِ　عبدةَ معشرٌ　　　　قلوبُهم　فيها　مخالفةٌ　قلبي

فقلتُ　دَعُوا　قلبي　وما　اختارَ　وارتضى　　　　فبالقلب　لابالعين　يَبْصُرُ　ذوالحب

کچھ لوگ مجھے عبدہ کی محبت سے بیزار کرنا چاہتے ہیں، اس کے بارے میں ان کا دل میرے دل کے مخالف ہے۔
میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے دل کو اس کی پسند اور اختیار کے ہمراہ رہنے دیں، اس لیے کہ عاشق سر کی آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ آگے وہ کہتا ہے:

يا قومِ أُذْنَي لبعض الحيِّ عاشقةٌ والأذنُ تَعْشَقُ قبل العين أحيانا
قالو!بمن لاترى تهذى؟ فقلت لهم الأذنُ كالعين تُوفِى القلبَ ماكانا

اے لوگو! میرا کان قبیلہ کی ایک حسینہ پر فریفتہ ہو چکا ہے اور کبھی کان آنکھ سے پہلے ہی گرفتار عشق ہو جاتا ہے۔
وہ کہتے ہیں جسے تم دیکھ نہیں سکتے، اس کے بارے میں بکواس کیوں کرتے ہو؟ تو میں نے اس نے عرض کیا کہ کان بھی آنکھ ہی کی طرح دل کو پوری پوری بات پہنچا تا ہے۔ اس کا ایک انداز یہ بھی ہے:

لم يَطُلْ لَيلِي ولكنْ لم أنم ونفى عنّي الكَرى طيفُ ألم
نَفِّسي يا عبدُ عنّي وَأعْلَمِي أَنَّني يا عبدُ من لحمٍ ودَم
إنَّ فى بُرديَّ جسما ناحلا لو توكَّأتَ عليه لانهدم

میری شب دراز نہ تھی، لیکن پھر بھی سو نہ سکا، ایک تکلیف دہ خیال کی آمد نے میری نیند اڑا دی۔
اے عبدہ! میری اس (بے خوابی) پریشانی کو دور کر دو اور جان لو کہ میں بھی گوشت پوست سے ہی مرکب ہوں۔
میری چادروں میں ایک نحیف ولاغر جسم لپٹا ہے ہوا ہے (وہ اس قدر نحیف ہے) کہ اگر تم اس پر ٹیک بھی لگاؤ تو وہ گر پڑے۔

هل تعلمين وراءَ الحُبِ منزلة تُدْنِي إليک فإنَّ الحبَ أقصاني

کیا تمہیں محبت سے ماورا بھی کسی ایسے مقام کا علم ہے جو مجھے تم سے قریب کر دے، کیونکہ محبت نے تو مجھے تم سے دور ہی کر دیا ہے۔

أنا واللهِ أشتهي سِحْرَ عَيْنَ يْکِ وأَخْشَى مَصَارِعَ العُشَّاق

بخدا میں تمہاری آنکھوں کی سحر انگیزی کا خواہاں ہوں اور عاشقوں کی موت کو دیکھ کر ڈر بھی لگتا ہے۔

9.3.6 اسلوب

بشار کے اسلوب میں ملائمت اور رقت کے ساتھ ساتھ چستی اور استحکام، ایجاز واختصار اور متانت پائی جاتی ہے۔ ہئیت اور موضوع کے لحاظ (خاص طور سے اپنے قصائد میں) روایت پسندی غالب ہے، مگر اس کی پابندی نہیں ہے۔
سچ ہے کہ بشار کی شاعری نے بڑے پیمانے پر تجدید کا کام تو کیا، مگر اس کام نے اُسے اپنے موروثی سرمایہ سے جدا ہونے نہیں دیا، بلکہ اس کے اندر ایسی تہذیبی اور تمدنی حس، ایسا لطیف ذوق پیدا کر دیا اور ایسی بیدار مغزی عطا کر دی جو ادب کے سرمایہ میں اضافہ کا باعث بنا، چونکہ اُس کے اندر وقت کے سانچے میں ڈھلنے کی اور شہری ماحول کے موافق اپنے کو ڈھال لینے کی پوری صلاحیت تھی، اس لیے اس کی شاعری میں قدیم روایتی شاعری اور عہد عباسی کی شاعری کے درمیان سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

9.3.7 مولدین کا امام

بشار کا شمار مولدین کے صف اول کے شعرا میں اور متقدمین کے صف آخر کے لوگوں میں ہوتا ہے، کیونکہ کبھی تو وہ اپنے اشعار میں متقدمین کی پیروی کرتا ہے، انہی کی طرح الفاظ وکلمات کی بندش اور عبارت میں چستی کا خیال رکھتا ہے۔صحرانشینوں کی تصویریں دکھاتا ہے اور انہی کے ماحول سے معانی ومطالب لاتا ہے اور کبھی محدثین کے انداز،لب و لہجے اور شکل وصورت میں نظر آتا ہے۔انہی کی طرح پرانے حدود وقیود سے آزاد ہو کر کلام کہتا ہے۔آسان،سادہ اور رکیک الفاظ تک استعمال کر جاتا ہے،حتی کہ اوزان کی خفت کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔

لوگوں نے اسے بجا طور پر ابوالمحدثین کا لقب دیا ہے۔راویانِ شعر،شعرا اور ناقدین کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ وہ مولدین کے گروہ کا پیشوا ہے۔سب سے پہلے اسی نے لطیف غزل اور شوخ اشعار کہے ہیں اور بدوی حسن و جمال اور شہری نزاکتوں کو اپنے اشعار میں جگہ دی ہے،قدیم اور جدید شاعری کے درمیان اس کی شاعری حدِ اوسط ہے۔

مولدین شعرا میں اسے وہی مقام حاصل ہے جو مقام امرؤالقیس کو جاہلی شعرا میں اور بارودی کو جدید شعرا میں حاصل ہے۔اصمعی نے بشار کو اعشی اور نابغہ کے مماثل قرار دیا ہے،کیونکہ ان ہی کی طرح بشار کے اشعار بھی کسی قسم کی کمزوری وخلل سے پاک ہیں،نہ ہی اس کے کلام میں غیر مانوس الفاظ وکلمات پائے جاتے ہیں،نہ ہی اس میں کسی طرح کی کوئی پیچیدگی اور ابہام نظر آتا ہے۔

جاحظ نے بھی تمام اصناف سخن اور فنون کلام میں اس کی مہارت کا اعتراف کیا ہے،چناں چہ وہ کہتا ہے:بشار خطیب بھی تھا،اُسے نظم ونثر دونوں میں ہی یکساں مہارت حاصل تھی۔فطری اور طبعی شاعر تھا،تمام اصناف سخن میں اس کے اشعار پائے جاتے ہیں۔تاہم فخر،غزل،ہجو اور حکمت میں اس کو کمال حاصل ہے(دیکھیے البیان والتبیین)۔

اس کی شاعرانہ کلام کی عظمت کو ابوعبیدہ،اصمعی،خلف الاحمر اور دوسرے ارباب فن نے قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور خوب سراہا ہے (دیکھیے:الأغاني تیسری جلد)۔

بشار نے اپنے بعد کے شعرا پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے،عصر حاضرین کے ناقدین نے بشار کو اکابر شعرا میں جگہ دی ہے اور مولدین شعرا کا امام تسلیم کیا ہے۔

9.4 قصیدہ:"إذا كنت في كل الأمور معاتبا" از:بشار بن برد

9.4.1 (في وصف جيش)

۱- إذا كنتَ في كلِّ الأُمور مُعَاتِبا	صديقَک لم تلق الذي لا تُعَاتِبُهْ
۲- فَعِشْ واحدا أو صِلْ أخاک فَإِنَّه	مُقارِفُ ذَنْبٍ مَرَّةً و مُجَانِبُهْ
۳- إذا أنتَ لم تشربْ مِراراً على القَذَى	ظَمِئْتَ، و أيُّ الناس تَصْفُو مَشَارِبُهْ
۴- إذا المَلِکُ الجبَارُ صَعَّرَ خَدَّه	مَشَيْنَا إليه بالسيوفِ نُعَاتِبُهْ
۵- تَغُصُّ به الأَرضُ الفَضَاءُ إذا غَدَا	تُزَاحِمُ أركانَ البلادِ مَنَاكِبُهْ

٦- رَكِبنا له جَهْراً بِكُلِّ مُثَقَّف — و أَبيَضَ يَستَسقِي الدماءَ مَضارِبُهُ

٧- و جيشٍ كَجُنحِ الليلِ يَزحَفُ بِالحَصَى — و بالشوكِ و الخطيّ حُمْراً ثَعَالِبُهُ

٨- غدونا له و الشمسُ في خِدْرِ أُمِّها — غدونا له و الشمسُ في خِدْرِ أُمِّها

٩- بِضَرْبٍ يَذُوقُ الموتَ مَن ذَاقَ طَعْمَهُ — و تُدْرِكُ مَن نَجَى الفِرارُ مَثَالِبُهُ

١٠- كأنّ مُثَارَ النَّقْعِ فوقَ رُؤُوْسِنَا — و أسيافَنَا ليلٌ تَهَاوَى كواكبُهُ

١١- بعثنا له مَوتَ الفُجَاءَ ةِ أَنَّنا — بَنُو الموتِ، خَفَّاقٌ علينا سَبَائِبُهُ

١٢- فَرَاحُوا، فريقٌ في الإسارِ و مِثْلُهُ — قتيلٌ، و مثلٌ لاذَ بالبحر هارِبُهُ

9.4.2 لغوی تحقیق

عاتب، عتاباو معاتبة(مفاعلة) : ملامت کرنا، فہمائش کرنا، اظہار ناراضگی کرنا۔

قارف، مقارفة(مفاعلة)الذنبَ : گناہ کا ارتکاب کرنا۔ مقارفُ ذنبٍ: گناہ کا ارتکاب کرنے والا۔

جانب، مجانبة(مفاعلة) : الگ تھلگ رہنا، کنارہ کش رہنا۔

القذی : آنکھ کا تنکا، کوڑا کرکٹ۔

ظمأ یظمأ ظَمَأً(س) : پیاسا ہونا

مشرب ج مشارب : پانی پینے کی جگہ۔

صعّر، تصعیرا(تفعیل) : چہرہ پھلانا۔ صعر خده: اپنے رخسار کو ٹیڑھا کیا، غرور و گھمنڈ میں پڑا۔

غَصّ یغص غُصَّةً(ن) : ہڈی کا حلق میں پھنسنا، غصّ المجلسُ بالحضور: مجلس حاضرین سے بھر گئی۔

زاحم مزاحمة(مفاعلة) : تنگ کرنا، مقابلہ کرنا۔

منکب ج مناکب : شانہ، کندھا، پہلو، گوشہ۔

مثقف : درست کیا ہوا نیزہ، ثقف الرمح: نیزہ کو سیدھا کرنا۔ (شاعری میں مُثَقَّف بول کر نیزہ مراد لیا جاتا ہے)

جنح اللیل : رات کا حصہ، تاریکی

زحف زحفاً و زحوفاً(ف) : آہستہ چلنا، گھسٹنا، پیش قدمی کرنا۔

الحصی : کنکریاں، بھاری تعداد۔

الشوک ج أشواک : ہتھیار، (کیل کانٹا)

ثعلب، ج ثعالب : نیزے اور بھالے کا بالائی حصہ، نوک، پھل۔

الخطیُّ، (واحد)الخطیَة:الخط : بحرین میں ایک جگہ کا نام جہاں نیزے بنتے اور بکتے تھے، یعنی خط کے بنے ہوئے نیزے۔

حمرٌ (واحد) حمراء	:	سرخ۔
خِدْرٌ	:	مکان کے اندر پردے میں رہنے کی مخصوص جگہ (کمرہ)۔
الشمس في خدر أمها لم تطلع بعد	:	سورج ہنوز طلوع نہیں ہوا۔
الطلُّ	:	شبنم۔
جرى جرياً جرياناً (ض)	:	دوڑ نا رواں ہونا۔
ذاب ذوبا و ذوباناً (ن)	:	پگھلنا، گھلنا
المثلبة ج المثالب	:	عیب، ننگ و عار۔
مُثارٌ (من أثار اثارةً (افعال)	:	وہ چیز جو اڑائی گئی ہو، گرد وغبار۔
تهاوى، تهاوٍ: (تفاعل)	:	گرنا
الفَجْأَةُ، و الفُجَاءَةُ	:	اچانک۔
خفق خفقاناً (س، ن)	:	پرچم کا لہرانا، دل کا دھڑکنا، پھڑ پھڑانا۔
سبيئة ج سبائب	:	جھنڈے، علم۔
لاذ، يلوذ (ن)	:	پناہ لینا

9.5 اشعار کا ترجمہ

۱- إذا كنتَ في كُلِّ الأمورِ مُعَاتِباً　　صديقَک لم تلق الذي لا تُعَاتِبُهُ

(۱) اگر تم سارے کاموں میں اپنے دوست کو برا بھلا کہتے رہوگے تو تم دنیا میں کوئی انسان ایسا نہ پاؤگے (جس کے اندر عیب نہ ہو) اور تم اس کو برا بھلا نہ کہو۔

۲- فَعِشْ واحداً أو صِلْ أخاک فإنَّه　　مُقارِفُ ذَنْبٍ مَرَّةً و مُجَانِبُهُ

(۲) پھر تو تم تنہا زندگی گزارو، یا اپنے دوست سے یاری رکھو، ہاں وہ کبھی غلطی کر بیٹھے گا اور (کبھی) غلطیوں سے کنارہ کش بھی رہے گا۔

۳- إذا أنتَ لم تشربْ مِراراً على القَذَى　　ظَمِئْتَ، و أيُّ الناس تَصْفُو مَشَارِبُهُ

(۳) ہر بار اگر تم پانی اس لیے نہ پیوگے کہ اس میں تنکا پڑا ہے، تو تم پیاسے رہ جاؤگے۔کون آدمی ہے جس کے پانی پینے کی جگہ (خواہشات دنیا) ہمیشہ خوشگوار رہتی ہے۔

۴- إذا المَلِکُ الجبَارُ صَعَّرَ خَدَّهُ　　مَشَيْنَا إليه بالسيوفِ نُعَاتِبه

(۴) جب ظالم بادشاہ اپنا رخسار ٹیڑھا کرتا ہے (غرور کا اظہار کرتا ہے) تو ہم تلواریں لے کر اس کی سرزنش کے لیے نکل پڑتے ہیں۔

۵- تَغُصُّ به الأرضُ الفَضَاءُ إذا غَدَا تُزَاحِمُ أركانَ البلادِ مَنَاكِبُهُ

(۵) جب ہمارا لشکر صبح سویرے چل پڑتا ہے تو (اس کی کثرت سے) کھلی کشادہ زمین کھچا کھچ بھر جاتی ہے اور اس کے چہار گوشے پہاڑوں کے کونے کونے کو تنگ کر دیتے ہیں۔

۶- رَكِبنا له جَهْراً بِكُلِّ مُثَقَّفٍ وأَبيَضَ يَستَسقِي الدماءَ مَضَارِبُهُ

(۶) ہم اس ظالم بادشاہ کے لیے عمدہ نیزوں اور چمکتی تلواروں، جن کی دھاریں خون کی پیاسی ہوتی ہیں، سے لیس ہو کر علانیہ سواری پر چل پڑتے ہیں۔

۷- وجيشٍ كَجُنْحِ الليلِ يَزْحَفُ بِالحَصَى وبالشوكِ والخَطِّيِّ حُمْراً ثَعَالِبُه

(۷) کتنے لشکر ہیں جو رات کی تاریکی میں بھاری تعداد میں ہتھیاروں اور نیزوں جن کے پھل (نوک) خون پینے کی وجہ سے سرخ ہوتے ہیں کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہیں۔

۸- غَدَوْنا له والشمسُ في خِدْرِ أُمِّها تُطَالِعُنا والطَّلُّ لم يَجْرِ ذَائِبُهُ

(۸) ہم صبح سویرے روانہ ہوئے، حالانکہ سورج ابھی اپنی آغوش مادر میں بیٹھا (یعنی طلوع نہیں ہوا تھا) ہمیں جھانک رہا تھا اور شبنم کے قطرے جو پتیوں پر جمے تھے ابھی پگھلے نہ تھے۔

۹- بِضَرْبٍ يَذُوقُ الموتَ مَن ذَاقَ طَعْمَهُ وتُدْرِكُ مَن نَجَى الفِرارَ مَثَالِبُهُ

(۹) ہم وہ ضرب کاری لگاتے ہیں کہ جو اسے کھانا سمجھ کے کھاتا ہے، وہ موت کا ذائقہ چکھتا ہے اور بھاگ کر جو بچ جاتا ہے تو ننگ و عار اس کے ساتھ لگ جاتی ہے۔

۱۰- كأنّ مُثَارَ النَّقْعِ فوقَ رُؤُوسِنَا وأسيافَنا ليلٌ تَهَاوَى كواكبُهُ

(۱۰) ہمارے سروں اور تلواروں کے اوپر اڑنے والے گرد و غبارات ہیں، جس میں ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔

۱۱- بعثنا له مَوتَ الفُجَاءَةِ أنّنا بَنُو الموتِ خَفّاقٌ علينا سَبَائِبُهُ

(۱۱) ہم نے اس کے لے لیے اچانک ٹوٹ پڑنے والی موت بھیج دی، ہم فرزندانِ موت ہیں، ہمارے سامنے اس کے جھنڈے لہراتے رہے ہیں۔

۱۲- فَرَاحُوا، فريقٌ في الإِسارِ ومِثْلُهُ قتيلٌ ومثل لاذَ بالبحرِ هارِبُهُ

(۱۲) سارے دشمن بھاگ کھڑے ہوئے، ایک گروہ قید ہوا، ایک گروہ مارا گیا، ایک تیسرا بھگوڑا گروہ سمندر کی پناہ میں آیا۔

9.5.1 تشریحی ترجمہ

۱- إذا كنتَ في كُلِّ الأمورِ مُعَاتِباً صديقَکَ لم تلق الذي لا تُعَاتِبُهُ

۱۔ انسان غلطیوں اور کمزوریوں کا مجموعہ ہے۔ بے عیب صرف خدا کی ذات ہے۔ اگر انسان چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنے دوست کو برا بھلا کہنے لگے، تو ایک دن ایسا آئے گا کہ سب کے سب کٹ جائیں گے اور تو تنہا رہ جائے گا۔ لہذا دوست کو بہت زیادہ روک ٹوک اور برا

بھلا نہیں کہنا چاہئے۔

۲ - فَعِشْ واحداأو صِلْ أخاکَ فإنّه مُقارِفُ ذَنْبٍ مَرّةً و مُجانِبُہْ

۲۔ اگر تم ایسا دوست چاہتے ہو جس کے اندر کوئی عیب نہ ہو، تو پھر تنہا زندگی گزارو، یا پھر اپنے دوست کے ساتھ اچھا رویہ رکھو، تو وہ بھی تمہارے ساتھ اچھا رویہ رکھے گا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کبھی تمہارے ساتھ اس کا سلوک اچھا نہ ہو، تو تمہیں چشم پوشی سے کام لینا ہوگا۔

۳- إذا أنتَ لم تشربْ مِراراًعلی القَذَی ظَمِئتَ، وایُّ الناس تَصْفُو مَشَارِبُہْ

۳۔ زندگی تکدرات اور پریشانیوں سے عبارت ہے، کسی کے لیے ہمیشہ بہار ہی بہار نہیں رہتی۔ زندگی نام ہے اتار چڑھاؤ کا۔ کبھی شیرینی کبھی کڑواہٹ، کبھی خوشی، کبھی رنج وغم۔ پانی میں تنکا پڑا ہوتو کیا تم پانی نہ پیوگے۔ پانی سے تنکوں کو دور کر کے پی لینا پیاسے رہنے سے تو بہر حال بہتر ہے۔

۴- إذا المَلِکُ الجبّارُ صَعَّرَ خَدَّہُ مَشَيْنَا اليه بالسيوفِ نُعَاتِبُہْ

۴۔ ہم ظالم و جابر بادشاہ کو زبان سے برا بھلا نہیں کہتے، ہم تو جنگ و پیکار اور تلوار کی دھار سے اس کی خبر لیتے ہیں۔ اس لیے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے اور جب اس کی اکڑفوں سامنے آتی ہے، تو ہم اپنے مولیٰ (محسن اور تعلق والے) کے دفاع میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور دشمن کو خاک چٹا دیتے ہیں۔

۵- تَغُصُّ به الأرضُ الفَضَاءُإذا غَدَا تُزَاحِمُ أرکانَ البلادِ مَنَاکِبُہْ

۶- رَکِبنا له جَهْراً بِکُلِّ مُثَقَّفٍ و أَبيَضَ يَسْتَسْقِي الدماءَ مَضَارِبُہْ

۵-۶۔ ہمارے بہادر سپاہیوں کی کثرت تعداد کا حال یہ تھا ہے کہ میدانی زمینیں تنگ دامانی کا شکوہ کر رہی تھیں، پہاڑی علاقوں میں نشیب و فراز، تنگ اور کشادہ راہیں فوجوں سے پٹی تھیں۔

۷- و جيشٍ کَجُنْحِ الليلِ يَزْحَفُ بِالحَصَی و بالشوکِ و الخَطِّيِّ حُمْرٌ أَثْعَالِبُہْ

۸- غدونا له و الشمسُ في خِدْرِ أُمِّها تُطَالِعُنَا و الطَّلُّ لم يَجْرِ ذَائِبُہْ

۷-۸۔ یہ وہ فوجی دستہ ہے جو رات کی بھیانک تاریکی کی مانند ہے۔ حملہ کے لیے خطرناک ہتھیاروں سے لیس ہے۔ دشمن کے مقابلے کے لیے سورج کے نکلنے سے پہلے بے تابانہ نکل پڑا ہے، حالانکہ وہ شبنمی قطرے جو رات کو گر کر پتیوں پر جم گئے تھے، وہ پگھلے بھی نہیں ہیں۔

۹- بِضَرْبٍ يَذُوقُ الموتَ مَن ذَاقَ طَعْمَهُ و تُدْرِکُ مَن نَجّی الفِرارُ مَثَالِبُہْ

۹۔ فوجیں گتھم گتھا ہوگئیں، دشمن کا جو بھی آدمی ہماری تلواروں کی ضرب کاری کی زد میں آیا، اس نے موت کا ذائقہ چکھا اور جو بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ شکست اور ننگ و عار اس کی پیشانی کا داغ بن گئی۔

۱۰ - کأنّ مُثَارَ النَّقْعِ فوقَ رُؤُوْسِنَا و أسيافَنَا ليلٌ تَهَاوَی کواکبُہْ

۱۰۔ میدان جنگ سے اٹھتے ہوئے سیاہ رنگ کے غبار سے فضا تاریک سی ہو رہی ہے۔ یعنی رات جیسا سماں ہے۔ جہاں ہماری

تلواریں دشمن کے سروں پر شعلہ بن کرگر رہی ہیں اور شہاب ثاقب کے آسمان سے ٹوٹ کرگرنے کی طرح سے چمک رہی تھیں۔

۱۱ - بعثنا له مَوتَ الفُجَاءَةِ أنّنا بَنُو الموتِ خَفّاقٌ علينا سَبائِبُهُ

۱۲ - فَرَاحُوا، فريقٌ في الإسارِ و مِثْلُهُ قتيلٌ و مثل لاذَ بالبحر هارِبُهُ

۱۱-۱۲۔ (فخر کے ان اشعار میں شاعر اپنی انتہا اور عروج پر پہنچ کر کہتا ہے:)

ہم فرزندان موت اور شاہان عالم ہیں ہماری عظمت کے جھنڈے ہر جگہ لہراتے ہیں۔اس خاندانی مجد وشرف اور شجاعت و جانثاری کا نتیجہ دشمنوں کے لیے شکست و ہزیمت ہے۔جس کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ دشمن کا ایک گروہ ہمارا قیدی بنتا ہے۔دوسرا گروہ میدان جنگ میں مارا جاتا ہے اور تیسرا گروہ سمندر کی پناہ ڈھونڈتا ہے (یعنی ڈوب مرتا ہے)۔

9.5.2 شاعر کا فکری پہلو

بے وفا سے دور رہنے کی تلقین: یہ ایک طویل قصیدہ ہے، جس میں شاعر اپنی محبوبہ کے ذکر سے گریز کرتے ہوئے دوست کی بے وفائی و بے رخی کا ذکر چھیڑتا ہے اور رنگ بدلنے والے دوستوں کے ساتھ معاملہ کرنے کا حکیمانہ طریقہ بتاتا ہے۔محبوبہ ہو یا دوست دونوں کو بے وفائی کے معاملے میں اُس انسان سے تشبیہ دیتا ہے جو محبت کے چمن میں بھنوروں کی طرح سے چکر لگاتے رہتے ہیں اور تازہ بہ تازہ پھولوں کا رس چوستے رہتے ہیں۔شاعر اس قماش کے انسانوں سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے پھر مخلص دوست کے طور طریقے بتاتے ہوئے کہتا ہے:

سچے دوست کی پہچان: سچا دوست وہ ہے جسے معتوب بھی کرو تو وہ تمہارے ساتھ مخلصانہ رویہ اپناتا ہے۔شکوک وشبہات راہ پا جائیں تو وہ اپنے دوست کو بے آبرو نہیں کرتا اور مصیبت میں ساتھ دیتا ہے۔پھر شاعر بتاتا ہے کہ ایک مخلص کے ساتھ تمہارا رویہ کیا ہونا چاہئے۔یقیناً شاعر اپنے ابتدائی چار اشعار میں ایک دانا حکیم اور خیرخواہ بن کر صحیح مشورہ دیتا ہے۔

عقل مندرا اشارہ کافی است: شاعر پہلے تین اشعار میں عقل و منطق کی باتیں کرتا ہے۔وہ کہتا ہے: دوست عقل مند ہے تو اشارہ کافی ہے، بار بار ٹوکنے اور برا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں ہے، عربی زبان کا محاورہ ہے: **أرسل الحكيم ولا توصيه**، کسی کام کے لیے کسی عقل مند کو بھیجو اور اُسے زیادہ مشورے مت دو۔ہر لغزش پہ ٹوکنے کا نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک دن وہ ساتھ چھوڑ دے اور تم اکیلا اور تنہا رہ جاؤ گے۔

دنیا کی مثال پانی کی سی ہے: شاعر کہتا ہے دوست کے ساتھ وہی برتاؤ کرو، جو برتاؤ تم دنیا سے چاہتے ہو۔دنیا کی مثال پانی کی سی ہے۔یہاں صاف شفاف پانی بھی مہیا ہے اور کائی، جھاگ اور کوڑا کرکٹ سے معمور پانی بھی۔کیا صاف ستھرا پانی مہیا نہ ہو تو جھاگ والے پانی کو صاف کر کے پی نہیں سکتے؟

9.5.3 خیال کی بلندی

نویں تا بارہویں اشعار میں شاعر کی فکری بلندی اور تخیل کے پرواز پر نظر ڈالیے۔

بِضَرْبٍ يَذُوقُ الموتَ مَن ذَاقَ طَعْمَه و تُدْرِكُ مَن نَجَى الفِرارُ مَثَالِبه

كأنّ مُثَارَ النَّقْعِ فوقَ رُؤُوسِنَا و أسيافَنَا ليلٌ تَهَاوَى كواكبه

بعثنا له موت الفجاءة إننا بَنُو الموتِ خَفَّاقٌ علينا سَبَائِبُهُ

فَرَاحُوا،فريقٌ فی الإَسارِ و مِثْلُهُ قتيلٌ و مِثْلٌ لاذَ بالبحر هارِبُهُ

دشمن جب میدان جنگ میں شکست کھاجاتا ہےتو تین ہی چیزوں میں سےکوئی ایک بات پیش آکر رہتی ہے:

۱۔ قتل وغارت گری۔

۲۔ قیدوبند کی ذلت ورسوائی۔

۳۔ میدان جنگ سےراہ فراراختیار کرنے کا بدنما داغ۔

قابل ذکر بات یہ ہے شاعر اپنی فکروتخیل کی طاقت سے پیش آمدہ تینوں قسموں کا احاطہ کرلیتا ہے، ہر چند کہ اس فکر میں کوئی نیا پن نہیں ہے،خود جاہلی دور کا شاعر زہیرابن ابی سُلمیٰ کہہ چکا ہے:

فان الحقَّ مَقْطَعُهُ ثلاثٌ يمينٌ، أو نَفَارٌ، أو جَلاءُ

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حق کےحصول اورحق تک رسائی کے تین ہی طریقے ہیں:

۱- حلفیہ قسم: (الحلف على المدعي، واليمين على من أنكر)

۲- حاکم وقت سے فیصلہ کروانا۔

۳- حقیقت کا خودکسی طریقے سے ظاہر ہوجانا۔

قرآن کریم میں بھی یہ اسلوب موجود ہے:

هوالذي يريكم البرق خوفا و طمعا (الرعد:۱۲) وہی ہے جوتمہارے سامنے بجلیاں بھی چمکاتا ہے جنہیں دیکھ کرتمہیں اندیشے بھی لاحق ہوتے ہیں اوراُمیدیں بھی بندھتی ہیں۔

بشار کے ان اشعار میں موضوع کا احاطہ اوراس کا استقصا ہے۔بیشتر حالات میں شاعراپنےفکری استقصا کا ثبوت دیتا ہے، یہ زمانے کا رنگ بھی ہےاور یہ اس کی گہری عصری ثقافت کی دَین بھی۔

البتہ زہیر کے بیانیہ کے مقابلے میں بشار کے یہاں حسن بیان کی چاشنی اورفنی جمال کی جاذبیت بڑھی ہوئی ہے، جب کہ زہیر کے یہاں ان حکیمانہ باتوں کوایجاز کی خوبی کےساتھ پیش کردیا گیا ہے۔

9.5.4 تقلید وتجدد کا امتزاج

چوتھےشعر میں شاعراپنے کلام میں روایت پسندی(تقلید)اورتجدد پسندی کا عمدہ نمونہ پیش کرتا ہے۔

إذا المَلِكُ الجبّارُ صَعَّرَ خَدَّهُ مَشَيْنَا اليه بالسيوفِ نُعَاتِبُهْ

ابونواس نے اس شعور میں، جاہلی دور کےشاعرالمتلمس کی کھلم کھلا تقلید کی ہے،المتلمس نے کہا تھا:

كنا إذا الجبارُ صَعَّر خَدَّه أقمنا له ميلَه فتقوَّما

بشار نے پہلے مصرعہ کوتومکمل نقل ہی کردیا ہے،تاہم اس کے شعر میں جونئی چیز ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے مصرعہ میں المتلمس نے جو بات

کہی تھی کہ:

أقمنا له ميله فتقوما (ہم نے اس کی کجی کو درست کیا تو وہ درست ہوگئی) اس میں اس نے ظالم دشمن کو دھمکی تو دی، مگر اس نے اصلاح کے عمل کو مبہم رکھا۔ پھر اس اصلاح کے لیے قول وفعل دونوں طریقوں کی گنجائش باقی رکھی تھی۔

مگر بشار بن برد چونکہ ایرانی نژدومزاج کا شاعر ہے، اس کے طریقہ اصلاح میں مبالغہ کی شدت بھی ہے اور اعتدال سے تجاوز بھی۔ اس لیے اس نے صاف اور دوٹوک لفظوں میں بذریعہ جنگ وجدال اور بواسطۂ سیف وسنان اصلاح کی بات کی ہے اور اس نے دوسری راہیں مسدود رکھیں۔ چناں چہ اس نے کہا: **مشينا اليه بالسيوف نعاتبه**۔ ہم تلواریں لے کر آئیں گے اور اس کی سرزنش کریں گے۔ اس شدت (مبالغہ) میں اس کے مزاج کی عکاسی ہورہی ہے، جو اس کی نفسیات کا مظہر اور اس کے لاشعور کا حصہ بھی ہے۔

9.5.5 تصویر فنی

بشار نے شاعری کو مالا مال ہی نہیں کیا، بلکہ انوکھے تخیل سے شاعرانہ خیال کو پرواز عطا کیا۔

كأنّ مُثَارَ النَّقْعِ فوقَ رُؤُوسِنَا   و أسيافَنَا ليلٌ تَهَاوَى كواكبُهُ

☆ یہ شعر تشبیہ تمثیلی کی عمدہ مثال ہے، اس میں شاعر نے اپنی تصورگری اور خیال آفرینی کا شاہکار نمونہ پیش کردیا ہے، یہ وہ نادر خیال ہے جسے اس سے پہلے اب تک کسی نے پیش نہیں کیا۔ متنبی نے بہت زور لگایا، مگر اس بلندی تک ہرگز نہ پہنچ سکا، جہاں تک بشار بن برد کی رسائی ہوئی۔ متنبی کا شعر دیکھیے:

يزور الأعادي في سَماءِ عَجَاجَةٍ   أَسِنَّتُه في جانبيه الكواكبُ

وہ گردوغبار سے پٹے آسمان میں دشمنوں سے ملتا ہے۔ اس کے دونوں پہلوؤں میں اس کے نیزے ستارے ہوتے ہیں۔

غور کیجیے ستاروں میں چمک دمک تو ہے مگر یہ ستارے جامد ہیں۔

بشار کے شعر میں سارا، حسن وجمال اور تصویر وتشبیہ کی خوبیاں ایک لفظ '**تهاوی**' میں سمٹ آئی ہیں۔

یہ لفظ اس نے کواکب کے لیے استعمال کیا ہے اور کواکب وہ تلواریں ہیں جو میانوں سے باہر آرہی ہیں، دشمن کے سروں کو اڑا رہی ہیں، فضاؤں میں لہرا رہی ہیں، آپس میں ٹکرانے سے چنگاریاں اڑ رہی ہیں اور مختلف شکلوں میں حرکت کررہی ہیں۔

متنبی کے شعر میں یہ حرکت ہے، نہ تگ وتاز، اس کی تلواریں برق ورعد بن کر دشمنوں کے سروں پر گرنے کا تصور نہیں دیتیں۔

☆ ساتویں شعر میں شاعر نے بہت عمدہ اور فطری تصویر گری کی ہے۔ لشکر جرار جب میدان کارزار کی طرف پیش قدمی کررہا ہوگا تو جس قدر جنگجوؤں، ہتھیاروں اور ساز وسامان کی کثرت ہوگی اسی قدر وہ لشکر سست رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہوگا۔

☆ آٹھواں شعر تخیل کے پردے میں جو تصویر ابھارتا ہے، وہ کچھ یوں ہے کہ لشکر صبح تڑکے کوچ کے لیے روانہ ہوچکا ہے، سورج نے ابھی کائنات کو اپنا مکھڑا نہیں دکھایا ہے، لیکن گھروں کے اندر کئی پردہ نشین خواتین جو چلمن کی اوٹ سے باہر کی دنیا کو تاک رہی ہوں گی، کچھ اسی انداز سے سورج کی روشن لکیریں نمودار ہورہی ہیں۔ ان لکیروں میں حرارت نام کی نہیں ہے۔ کیونکہ پتیوں اور پنکھڑیوں پر شبنم کے قطرے، جو ٹھنڈک سے جم گئے ہیں وہ ابھی تک پگھلے تک نہیں ہیں۔

☆ قصیدہ میں جذبات کی عکاسی اپنے جوبن پر ہے ،جنگوں کا وصفیہ بیان ہے،تمکنت اورفخر وغرور کا اظہار ہے۔دشمن پر فتح و کامرانی حاصل کرنے کے نتیجے میں سرور وشادمانی کے عمومی ماحول کی عکاسی ہے، جونہایت بلیغانہ موثر اور جذباتی اسلوب میں سامنے لایا گیا ہے،جس میں لفظوں کا انتخاب موزوں ہی نہیں ہے، بلکہ ان الفاظ کا دروبست اس قادرالکلام شاعر کی فطری شاعری میں کچھ ایسا ہے جیسے کسی صنف نازک کے فنکارانہ ہاتھوں سے موتی پرونے کا عمل۔

9.6 اکتسابی نتائج

بشار بن برد کی علمی نشونما بصرے میں بنی عقیل کے خاندان اور مربد کے ادبی سرگرمیوں کے ماحول میں ہوئی ،جس سے اس کے اندر عربی زبان وادب کا عمدہ سلیقہ پیدا ہوا۔وہ پیدائشی طور پر نابینا تھا،قدرت ایسے لوگوں کو بینائی کے عوض میں بھی ذہانت اورقوت حافظہ دے دیتی ہے، بشار ایسے ہی ذہین لوگوں میں تھا۔

بشار بن برد کی شخصیت (زبان وادب،شاعرانہ کمالات اورفصاحت وبلاغت کی خوبیوں کے علاوہ) کسی حیثیت سے پسندیدہ نہیں کہی جاسکتی۔ حلیہ دیکھیں تو آخری درجے کا بدصورت،آنکھوں کی جگہ لال گوشت کا ٹکڑا، چیچک زدہ چہرا، بدنماہیئت اور بھینسے جیسا تنومند جسم لیے ہوئے تھا۔اس کے اندر باطنی خوبیاں تلاش کریں تو سوائے برائیوں کے علاوہ کوئی قابل ذکر خوبی نہیں پائی جاتی۔دینی زبان میں کہیں تو اعلی درجے کا فاسق،فاجر،زندیق، مائل بہ الحاد،شعوبیت کا علمبردار اور ابلیس کا ہم نوا۔

بشار قدیم وجدید کا نمائندہ شاعر ہے۔اس کے قصائد میں روایتی رنگ بھی ہے اور خمریات اورغزلیات میں جدت کی خوبو بھی ہے۔یقیناً اس نے شاعری کے دامن کو نئے موضوعات اور نئے معانی سے بھر دیا۔

بشار بن بُرد کومولدین کا ویسا ہی امام تسلیم کیا گیا ہے،جیسے امرؤالقیس کو جاہلی دور کے شعرا کا اور محمود سامی بارودی کو دورحاضر کے شعرا کا امام مانا گیا ہے۔اس کے کلام کو جاحظ،ابوعبیدہ،اصمعی جیسے ارباب فن نے قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

بشار کے قصیدے کے بنیادی نکات

☆ زیادہ روک ٹوک کرنے سے انسان کے اندر ردعمل پیدا ہوتا ہے(پہلا شعر)۔

☆ پسندیدہ،کارآمد اورمفید چیزوں کوحاصل کرنے کے لیے ناخوشگوار باتوں کوگوارا کرنا پڑتا ہے(دوسرا شعر)۔

☆ کسی کے لیے بھی دنیا ہمیشہ موسم بہار نہیں رہتی، بہار سے لطف اندوز ہونے کے لیے خزاں کے تھپیڑے برداشت کرنے پڑتے ہیں(تیسرا شعر)۔

☆ ظالم کے ظلم کو برداشت کرنا ہمارا شیوہ نہیں،ہم ایسے ظالم کوسبق سکھاتے ہیں اورخاک چٹاتے ہیں(چوتھا شعر)۔

☆ ہمارے بہادر جنگجوؤں کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ کوہ ودمن میں بھی نہیں سما پاتے (پانچواں وچھٹا شعر)۔

☆ ہمارے بہادر سپاہی ہتھیار بند اور لاؤلشکر کے ساتھ علی الصباح نکل پڑتے ہیں(ساتواں اورآٹھواں شعر)۔

☆ جو ہماری تلواروں کی زد میں آتا ہے اسے موت کا مزا چکھنا پڑتا ہے، جو بھاگتا ہے وہ ذلت کا داغ لے کر بھاگتا

ہے۔(نواں شعر)۔

☆ میدان جنگ میں اٹھتے غباروں نے سیاہ بدلیوں کی طرح رات کا سماں پیدا کر دیا ہے، جہاں ہماری تلواریں شہاب ثاقب (بمبار راکٹ) کی طرح سے شعلے اگل رہی ہیں۔(دسواں شعر)۔

☆ ہم فرزندان موت وشاہان عالم ہیں، ہمارے مقابلے میں دشمن کے لیے شکست مقدر ہے، جس میں وہ مارا جاتا ہے، یا پھر قیدی بن کر گرفتار ہوتا ہے، یا بھاگ کر سمندر میں ڈوب مرتا ہے۔(گیارہواں اور بارہواں شعر)

☆ ابتدائی تین اشعار میں شاعر ایک ایسے حکیم اور ناصح کے روپ میں سامنے آتا ہے جو زندگی کے طویل تجربات رکھتا ہے اور اپنی فکر وتخیل کے قیمتی جواہر پارے لٹاتا ہے۔(پہلا تا تیسرا شعر)۔

☆ دسویں شعر سے لے کر آخر تک کے اشعار میں میدان جنگ کی بہترین تصویر دکھائی گئی ہے، جہاں تلواروں سے شرارے ابل رہے ہیں جو لوگوں کی جانیں سلب کر رہی ہیں۔گیارہویں اور بارہویں اشعار میں بہادروں کا انداز فخر وتمکنت عروج پر ہے۔

9.7 امتحانی سوالات کے نمونے

۱۔ بشار بن برد کے خاندانی پس منظر اور اس کے تعلیمی زندگی پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالیں؟

۲۔ بشار بن برد کی دینی اور معاشرتی شخصیت کو اجاگر کیجیے؟

۳۔ بشار بن برد کی محبت اور عاشقانہ رنگ تغزل کے نمونے اس کے کلام کی روشنی میں پیش کریں؟

۴۔ کن اوصاف وکمالات کی وجہ سے بشار بن برد کو مولدین کا امام تسلیم کیا گیا ہے؟

۵۔ بشار بن برد کے کلام کا جو نمونہ آپ نے پڑھا ہے، اس کے کم از کم تین عنوانات مقرر کریں؟

۶۔ نمونے (نصوص) میں سے کم از کم پانچ اشعار اپنی کاپی پر لکھ کر ان کا مطلب خیز ترجمہ کیجئے اور ان پر اعراب ضرور لگایئے؟

۷۔ نمونے کے ان اشعار کی روشنی میں تین حکیمانہ اور ناصحانہ باتیں لکھیے؟

۸۔ کیا بشار بن برد روایت پسند شاعر ہے یا تجدید پسند؟ یا دونوں باتیں اسی میں جمع ہیں؟ اشعار کی روشنی میں جواب دیں؟

۹۔ كأنّ مُثَارَ النَّقْعِ فوقَ رُؤُوسِنَا و أسيافَنَا ليلٌ تَهَاوَى كوا كبُه

شاعر نے اس شعر میں کیا ادبی جمال اور فنی تصویر پیش کرنا چاہا ہے؟ آپ اجاگر کریں؟

۱۰۔ نمونے کے اشعار میں شاعر نے جذبات کی عکاسی کے لیے کون کون سے الفاظ اور جملے استعمال کیے ہیں؟ چند الفاظ اور چند جملوں کی طرف اشارہ کیجیے۔

15.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

بشار بن برد شعره وأخباره — حسنين القرني

الأغاني، ج 3 — ابو الفرج الأصفهاني

بشار بن برد	طه الحاجزي
بشار بن برد	أحمد حسين منصور
بشار بن برد ودلالة شعر على نفسيته	اسماعيل مظهر
بشار بن برد	إبراهيم عبد القادر المازني
بشار بن برد	عمر فروخ
تاريخ الأدب العربي الأعصر العباسية	عمر فروخ
تاريخ الأدب العربي	حنا فافوري
مقدمة ديوان بشار بن برد	محمد طاهر بن عاشور

اکائی 10 قصیدہ "الخیر والشر عادات" از: ابوالعتاہیہ

اکائی کے اجزا

10.1 تمہید

10.2 مقصد

10.3 خاندانی پس منظر اور حالات زندگی

10.3.1 خاندانی پیشہ اور اس کا نفسیاتی اثر

10.3.2 تعلیم وتربیت

10.3.3 ابوالعتاہیہ خلیفہ مہدی کے دربار میں

10.3.4 ابوالعتاہیہ کی بخت یاوری

10.3.5 دربار سے جیل تک

10.3.6 کیا ابوالعتاہیہ مانویت سے متاثر تھا؟

10.3.7 ابوالعتاہیہ اور اس کا بخل

10.4 اصناف سخن

10.5 شاعری کی امتیازی خصوصیات

10.6 قصیدہ "الخیر والشر عادات"

10.7 الفاظ ومعانی

10.8 ترجمہ

10.9 اشعار کی تشریح

10.10 اسلوب

10.10.1 منطقی وحدت کا فقدان

10.10.2 فنی تناظر میں

10.10.3 ناقدین کی رائے

10.10.4 ابوالعتاہیہ کی زہدیات کا خلاصہ

10.10.5 کیاابوالعتاہیہ کے خیالات میں مثبت پہلونہیں ہے؟

10.10.6 ابوالعتاہیہ کاامتیاز

10.11 اکتسابی نتائج

10.12 امتحانی سوالات کے نمونے

10.13 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

10.1 تمہید

ابوالعتاہیہ عباسی دور کا ممتاز شاعر ہے، اس کا تعلق عین التمر نامی مقام سے ہے، جو خطۂ حجاز میں واقع ہے، معیشت کی تنگی نے اس کے خاندان کو کوفہ کی طرف کوچ کرنے پر مجبور کیا اور اسی شہر میں وہ سکونت اختیار کیا۔ ابوالعتاہیہ کی زندگی میں بے شمار نشیب وفراز پائے جاتے ہیں، فقر وفاقہ، غربت وافلاس نے اس کو ہر جگہ مایوس کیا اور یہ مایوسی اس کے قصائد واشعار میں نمایاں نظر آتی ہے۔

ابوالعتاہیہ کے اشعار میں زہد وورع کے مضامین بکثرت پائے جاتے ہیں، اس کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس نے اپنے اشعار میں صرف عوام اور عابدوں وزاہدوں ہی کو پیش نظر رکھا تھا۔ عیش وعشرت کی زندگی سے نکل کر زہد وتقشّف کی راہ اپنانے والوں کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاعر ان کے نہاں خانہ دل میں فروکش ہے اور انہیں کے احساسات کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اس کے اشعار عقل ودل دونوں کو اپیل کرتے ہیں۔ ابوالعتاہیہ کا فنی کمال یہ ہے کہ وہ خشک موضوع کو بھی ایسے دلکش اور البیلے انداز میں پیش کرتا ہے کہ قاری کیف آگیں جذبات سے سرشار ہو جاتا ہے۔ یہ بشار اور ابونواس کی طرح مولدین شعرا کے طبقۂ اول میں شمار کیا جاتا ہے، بلکہ ابونواس تو اسے اپنے آپ پر فوقیت دیتا تھا۔

ابوالعتاہیہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کہنہ مشق نقاد تھا، بعد کے ناقدوں نے اس کے اقوال کو نہ صرف استحسان کی نظر سے دیکھا ہے بلکہ اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے ان سے استدلال بھی کیا ہے۔

10.2 مقصد

اس اکائی میں ہم پڑھیں گے:

☆ عباسی دور کے شاعر ابوالعتاہیہ کی حالات زندگی۔

☆ ابوالعتاہیہ کے شاعری کے فنی اور ادبی محاسن۔

☆ ابوالعتاہیہ کے قصیدہ "الخیر والشر عادات" کا تحلیلی وتجزیاتی مطالعہ۔

10.3 خاندانی پس منظر اور حالات زندگی

ابوالعتاہیہ اسماعیل بن قاسم بن سوید بن کیسان، حجاز میں انبار کے قریب "عین التمر" نامی مقام پر ۱۳۰ھ بمطابق ۷۴۸ء میں پیدا ہوا، اس کا باپ قبیلہ عنزہ بن ربیعہ کا غلام ایک نبطی شخص تھا اور ماں بنوزہرہ کی باندیوں سے تعلق رکھتی تھی۔ مذکورہ مقام میں وسائلِ معیشت تنگ ہوئے تو ابولعتاھیہ کا خاندان کوفہ منتقل ہو گیا۔ ابوالعتاھیہ جوانی کے قریب پہنچا تو مخنثین کی جماعت میں شریک ہو کر ہاتھ پیر رنگ لیے اور زنانہ لباس استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس انحراف اور بے راہ روی کے بارے میں تذکرہ نویسوں کا کہنا ہے کہ خاندان کی غربت اور شکل وصورت کی خرابی کے باعث ابوالعتاھیہ نے ایسا کیا تھا، اسی سبب سے اس کی ابتدائی زندگی بری نظر آتی ہے۔

10.3.1 خاندانی پیشہ اور اس کا نفسیاتی اثر

کوفہ میں اپنا خاندانی پیشہ سیکھتے ہوئے ابوالعتاھیہ نے پرورش پائی جو کمہار کا پیشہ تھا، چناں چہ وہ مٹی کے برتن بنانے لگا، انہیں رسی کی بنی ہوئی جالی میں بھر کر کوفہ کی گلیوں میں اٹھائے لیے پھرتا اور آوازیں لگا کر بیچتا تھا۔ ظاہر ہے معاشرے میں اس پستی کا احساس اس کی زندگی میں آگے

چل کر تلخیاں پیدا کر گیا۔ ارباب حکومت اور اصحاب ثروت کے خلاف بھی اس کے دل میں نفرت پائی جاتی تھی، اسی کا ردعمل ہمیں اس کی حرص وطمع اور دولت جمع کر کے بخل کے ساتھ زندگی گزارنے کے مزاج میں نظر آتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اسے شاعری کا بڑا شوق تھا اور ادب سے گہرا لگاؤ تھا۔ بشار بن برد کی طرح اُسے بھی شاعری کا ملکہ خداداد طور پر ملا تھا۔ وہ بے تکلف از خود شعر موزوں کرتا تھا۔ کبھی اثنائے گفتگو وہ ایسی موزوں اور مقفی بات کہتا جسے لوگ تو نثر ہی سمجھتے، لیکن وہ شعر ہوتی تھی، ایسا اس لیے ہوتا تھا کہ اس کی طبیعت میں شاعری کا ملکہ راسخ ہو چکا تھا حتی کہ وہ خود اپنے متعلق کہا کرتا تھا: "لو شئتُ أن أجعل كلامي كلها شعرا لفعلتُ" یعنی اگر میں اپنی ہر بات شاعری میں کہنا چاہوں تو میرے لیے کوئی مشکل نہیں۔ یہ بات کہ شاعری اکتسابی ہنر نہیں بلکہ خداداد صلاحیت اور موزوں طبیعت پر منحصر ہے، ایک حقیقت ہے، جس کی تائید اس شاعر کی زندگی سے ہوتی ہے، جو فن عروض وقوافی سے یکسر نابلد تھا۔

ابوالعتاہیہ کا رنگ گورا، بال سیاہ، گھنگھریالے، خوش وضع اور ایک شاداب وسدا بہار طبیعت کا مالک تھا، زبان کا شیریں، مذہب میں تلون، افکار وآرا میں اضطراب، دینیات کی تعلیم ناقص اور عقیدہ کا کچا تھا۔ طبیعت میں بخل اور عجیب وغریب اخلاق کا مالک تھا، لوگوں نے اسے حیات اخروی کا منکر قرار دیا ہے، دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس کی شاعری میں موت وغیرہ کا تذکرہ ملتا ہے، لیکن حیات بعد الموت کا تذکرہ نہیں ملتا۔ وہ زندگی کے فانی ہونے کی بات تو بہت شد ومد سے کرتا ہے، مگر جنت ودوزخ اور حساب وکتاب ندارد ہے۔ اس کی وفات ۲۱۰ یا ۲۱۱ھ مطابق ۸۲۵ یا ۸۲۶ء میں ہوئی۔

10.3.2 تعلیم وتربیت

کوفہ میں شہرت کے بعد ابوالعتاہیہ کی آمد ورفت شعرا، علما اور متکلمین کے حلقوں میں شروع ہوئی، اس کی وجہ سے اس کو عربی زبان میں ایک حد تک پختگی حاصل ہوگئی۔ متکلمین کے مختلف مذاہب کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کی، مگر طبیعت کی پراگندگی اور تلون مزاجی کے سبب کسی ایک رائے پر جم نہ سکا۔ افلاس کی وجہ سے اسے کبار شعرا سے استفادے کا موقع نہ ملا، اس کا دورِ جوانی آوارہ مزاج شعرا کے درمیان گزرا، لیکن اسی دور میں اس نے اپنی غزل گوئی اور خمریات کی بدولت شہرت پائی۔

جب ابوالعتاہیہ کی شاعری کوفہ کے نوجوانوں اور ادبی ذوق رکھنے والوں نے سنی تو وہ اس کے برتن کے کارخانے میں اس کے پاس جانے لگے اور اس سے اس کی شاعری سے استفادہ کرنے لگے۔

اسی دوران ابوالعتاہیہ کا تعلق ابراہیم موصلی سے ہوا جو اس وقت کا اُبھرتا ہوا موسیقار تھا، تلاش معاش میں دونوں بغداد گئے، ممکن ہے وہاں ان کو کامیابی حاصل ہو۔ ابراہیم موصلی نے تو بغداد پہنچ کر اپنی مراد پالی، مگر ابوالعتاہیہ کی امید بر نہ آئی، چناں چہ وہ کوفہ واپس ہوتا ہوا حیرہ پہنچا۔ یہاں بنو معن بن زائدہ کی حسین وجمیل لونڈی سُعدیٰ سے اس کی ملاقات ہوئی، ابوالعتاہیہ اس کی محبت میں گرفتار ہوگیا اور اس سے متعلق کچھ اشعار بھی کہے، لونڈی کے آقا عبداللہ بن معن نے اس کو اس سے روکا، اس پر اس نے عبداللہ کی ہجو کر ڈالی، جس کے نتیجہ میں اس کو کوڑے کھانے پڑے۔

مانویت سے تعلق کے نتیجے میں فارسی ادب سے اسے واقفیت ہوئی اور ایرانی ادب کی بہت سی حکیمانہ باتوں کو اس نے اپنے اشعار میں استعمال کیا۔ اس کا ایک قصیدہ "ذات الأمثال" اس سلسلہ میں مشہور ہے، جس میں اس نے نظریہ خیر وشر کی تشریح کی ہے۔

10.3.3 ابوالعتاہیہ مہدی کے دربار میں

حیرہ سے ابوالعتاہیہ کوفہ پہنچا، لیکن یہاں زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ابراہیم موصلی نے جسے بغداد میں خلیفہ مہدی کا قرب حاصل ہو چکا تھا، اُسے بغداد بلالیا۔ ابوالعتاہیہ کی مدح اور اس کے دیگر اشعار سے بادشاہ محظوظ ہوا اور اسے انعام واکرام سے نوازا، اس طرح اس نے دربار میں بڑی عزت پائی اور اس کی بعض کنیزوں سے میل جول کا موقع ہاتھ آیا، لہذا ان میں سے ایک نو جوان کنیز "عُتْبَه" جو مہدی کی بیوی رائطہ بنت السفاح کی لونڈی تھی کو دل دے بیٹھا، اس کے عشق میں بہت سے اشعار کہے، لونڈی اس کو ناپسند کرتی تھی، اس لیے اپنی مالکن سے شکایت کی، اس نے خلیفہ کو بتایا، تو خلیفہ نے ابوالعتاہیہ کو سو کوڑے لگوا کر قید کر دیا۔

یزید بن منصور حمیری نے سفارش کر کے ابوالعتاہیہ کو آزاد کرادیا۔ لیکن وہ وقتاً فوقتاً اس لونڈی سے متعلق اشعار کہہ کر اپنی محبت کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ اس کیفیت سے ناراض ہو کر خلیفہ مہدی نے اس کو "إنّکَ انسانٌ مُعَتَّهٌ" کہہ کر پکارا یعنی تم حواس باختہ انسان معلوم ہوتے ہو۔ اسی کے بعد سے اس کا لقب ابوالعتاہیہ ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اوپری دل سے محض تصنع کے طور پر اس لونڈی کا ذکر کرتا تھا تا کہ اس کا چرچہ لوگوں میں جاری رہے، ورنہ سچ مچ کی محبت اس کو اس سے نہ تھی۔

10.3.4 ابوالعتاہیہ کی بخت یاوری

۱۶۹ھ میں الهادی خلیفہ ہوا تو ابوالعتاہیہ اس سے بھی وابستہ رہا۔ پھر ۱۷۰ھ میں ہارون رشید کی خلافت کا زمانہ شروع ہوا جو ۱۹۳ھ تک جاری رہا، ابوالعتاہیہ رشید کا درباری شاعر بن گیا، ہمیشہ اس کے ساتھ لگا رہتا تھا اور بڑے بڑے انعامات سے نوازا جاتا تھا۔ ابوالفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ رشید نے ابوالعتاہیہ کے لیے پچاس ہزار درہم کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ انعامات و نوازش اس کے علاوہ تھی۔ خلیفہ کے علاوہ دوسرے حکام و ذمہ دار بھی ابولعتاہیہ کو نوازتے رہتے تھے، یزید بن مزید شیبانی نے ایک مرتبہ ابوالعتاہیہ کو ایک قصیدہ پر دس ہزار درہم انعام دیا تھا۔

10.3.5 دربار سے جیل تک

ابوالعتاہیہ اسی طرح لہو ولعب اور عیش وآرام کی زندگی بسر کرتا رہا۔ پھر کیا ہوا کہ ابوالعتاہیہ نے دفعتاً غزلیہ شاعری چھوڑ کر راہبانہ وزاہدانہ شاعری شروع کر دی اور خوش حال زندگی چھوڑ کر زہد وتقشّف اختیار کر لی۔

ہارون رشید نے بہت کوشش کی کہ ابوالعتاہیہ اپنی سابقہ زندگی کی طرف لوٹ آئے اور شعر وشاعری ترک نہ کرے لیکن وہ تیار نہ ہوا۔ اس ہٹ دھرمی میں اس کو کوڑے کھانے پڑے اور جیل میں جانا پڑا، البتہ جیل سے وہ اپنے اشعار کے ذریعہ ہارون رشید سے معذرت خواہی اور منت کی درخواست کرتا رہا، یہاں تک کہ اس کا دل نرم پڑ گیا اور اس نے اس کو رہا کر دیا، رہائی کے بعد اس کی شاعری میں زاہدانہ اشعار کی کثرت ہو گئی اور ان میں موت وفنا، ثواب وعقاب اور مکارم اخلاق کی جانب دعوت کا عنصر غالب نظر آنے لگا۔

10.3.6 کیا ابوالعتاہیہ مانویت سے متاثر تھا؟

ابوالعتاہیہ کی زندگی میں زہد وورع کا جو دور بعد میں آیا اس کے بارے میں اس کے معاصرین کی رائیں مختلف ہیں۔ اکثر لوگوں نے اسے مانوی مذہب سے متاثر ہونے کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے: ایسا لگتا ہے کہ ابوالعتاہیہ اسلامی عقیدہ اور مانویت کے مابین تطبیق کی

کوشش کررہا تھا۔حقیقت جو بھی ہو،اس نے اپنی زہدیات اور مواعظ سے موت کا بھیانک نقشہ دکھایا ہے،اس کا روئے سخن چونکہ عوام تھے (نہ کہ خلفا ووزرا) اس لیے اُنہوں نے اس کی شاعری کی بڑی پذیرائی کی اور خوب سراہا۔ناقدین نے اس کے زہد کو مبنی براخلاص باور کرنے میں تامل کیا ہے، اس حوالے سے ابولعلا نے ابوالعتاہیہ کو'داھیۂ'یعنی ہوشیار اور چالاک شخص سے تعبیر کیا ہے۔

10.3.7 ابوالعتاہیہ اور اس کا بخل

بعض ناقدین نے لکھا ہے کہ ابوالعتاہیہ کو خلفا سے وظیفہ وانعام کی شکل میں غیر معمولی دولت ملتی تھی۔لیکن وہ اس کو خرچ کرتا ہوا نظر نہیں آتا تھا۔اس لیے اس کا یہ زہد ظاہری تھا،باطن میں وہ دنیا اور متاع دنیا کا طلب گار تھا اور پوری زندگی اسی طلب پر جمارہا۔جماز مشہور شاعر سلم الخاسر کا بھانجا تھا،ایک موقر مجلس میں اس نے ابوالعتاہیہ کو اپنے ماموں کے یہ دو اشعار سنائے:

ما أقبحَ التزهيدَ من واعظٍ		يُزَهِّد الناسَ و لا يَزْهَدُ
لو كان فى تزهيده صادقاً		أضْحَى و أمْسَى بيتَه المسجدُ

1۔کسی ایسے واعظ کی طرف سے زہد کی تعلیم وتلقین کتنے عیب کی بات ہے، جو زہد کی تعلیم دیتا ہے،خود زہد کو اپنا تا نہیں ہے۔

۲۔اگر زہد کی تعلیم دینے میں یہ سچا ہوتا تو مسجد کو اپنا گھر بنا لیتا۔

10.4 اصناف سخن

ابوالعتاہیہ کے اشعار اس کی زندگی کی پوری ترجمانی کرتے ہیں۔ایک حصے میں غزل اور خمریات کا زور ہے،تو دوسرے حصے میں زہد وترک دنیا کا۔مدحیہ شاعری میں اس نے صحرا اور کھنڈرات کا ذکر بہت کم کیا ہے اور قدیم سنجیدہ اسلوب کی پیروی بھی زیادہ نہیں کی ہے،اس کی مدحیہ شاعری کا بڑا حصہ ہارون رشید سے متعلق ہے۔شاعر نے جنگ وصلح سے لے کر تمام مناسبتوں میں اس کی تعریف کی ہے اور خلیفہ کو متقی زاہد،اسلام کا محافظ وحامی اور دشمنوں کے لیے شمشیر براں قرار دیا ہے۔

☆مدحیہ قصائد: اس کے مدحیہ قصائد مہدی سے لے کر امین و مامون تک،تمام خلفا کی شان میں کہے گئے ہیں۔مہدی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

أتته الخلافةُ منقادةً		إليه تُجرِرُ أذيالَها
فلم تكُ تَصْلُحُ إلاّله		ولم يك يَصلُحُ إلالَهَا

خلافت اس کے پاس تابع وفرماں بردار بن کر اپنے پائینچے گھسیٹتے ہوئے آئی، یہ خلافت صرف خلیفہ ہی کے لیے موزوں تھی اور خلیفہ بھی صرف خلافت ہی کے شان شایان تھا۔

ولو رامهاأحدٌ غيرُهُ		لَزُلزِلتِ الأرضُ زِلزالَها

اگر خلیفہ کے علاوہ کوئی دوسرا اس خلافت کا ارادہ کرتا تو زمین میں زلزلہ آجاتا۔

☆ہجو گوئی: اس کی ہجو یہ شاعری مقدار وکیت میں اگر چہ زیادہ نہیں ہے،لیکن جو اشعار اس سلسلے میں منقول ہیں،ان سے پتہ چلتا

ہے کہ وہ اس فن میں بھی پختہ تھا۔اس نے’’ والبة بن حباب‘‘ کی ہجو شروع کی تو اسے بھاگ کر کوفہ میں پناہ لینی پڑی۔ابن المعتز کا بیان ہے کہ ابوالعتاہیہ ایک بار مامون کے منشی احمد بن یوسف کے پاس آیا، درباریوں نے اسے ملنے سے روک دیا تو ناراض ہو کر اس نے ہجو کرڈالی۔

متی یَظفَرُ الغادِي إلیک بحاجةٍ

ونصفُک محجوبٌ ونصفُک نائم

آپ کی خدمت سے کسی ضرورت سے علی الصبح آنے والا کب کامیاب ہوسکتا ہے، حال یہ ہے کہ آپ کے آدھے لوگ غائب اور آدھے لوگ سورہے ہیں۔

یہ شعر اتنا مشہور ہوا کہ ہر آدمی اس کو گنگناتا رہتا تھا، یہاں تک کہ احمد بن یوسف نے پریشان ہو کر ابوالعتاہیہ سے معذرت کرلی کہ کہیں ہجو کا یہ سلسلہ چل نہ پڑے۔

☆ مرثیہ گوئی: ابوالعتاہیہ کے متعدد مرثیے دیوان میں موجود ہیں چناں چہ اپنے ملحد دوست ’’علی بن ثابت‘‘ کی موت پر جو مرثیہ کہا وہ سوز و درد میں ڈوبا ہوا ہے۔

فتیً لم یَمَلَّ الندَی ساعةً		علی عُسرِهِ کان، أو یُسرِهِ
أَتَتْهُ المَنیَّةِ مُغْتالةً		رُوَیداً تخلَّل من سِتْرِهِ

یہ وہ جواں مرد ہے جو اپنی پریشانی کے عالم میں ہو، یا خوش حالی کی حالت میں، ایک گھڑی کے لیے بھی جود و سخا سے دل برداشتہ نہیں ہوا۔موت اسے تباہ و برباد کرتی آ گئی اور وہ دھیرے دھیرے پردۂ وجود سے غائب ہو گیا۔

☆خمریات: خمریات کے سلسلے میں اس کے زیادہ اشعار موجود نہیں ہیں، ممکن ہے کہ زمانے کی دستبرد کا شکار ہو گئے ہوں۔

☆غزل گوئی: اس کے غزلیہ اشعار کا بڑا حصہ عتبہ کی محبت سے متعلق ہے۔اس کے غزلیہ قصائد میں بڑی نزاکت و لطافت ہے۔ابن قتیبہ کا قول ہے کہ ’’**إن غزله یشاکل طبائع النساء، و کأنما سرت فیه مشاعرهنّ، وهي مشاعر تقترن عنده بالتذلل و التضرع علی شاکلة قوله**‘‘ ابوالعتاہیہ کی غزل نسوانی طبیعت سے ہم آہنگ ہے، اس میں عورتوں جیسا احساس ملتا ہے اور ان کی عادات و اطوار کی جھلک نظر آتی ہے۔شاعر ان کے سامنے گریہ و زاری اور دامن پسارے نظر آتا ہے۔دو اشعار ملاحظہ ہوں:

بسطتُ کَفِّي نَحوَ کم سائلًا		ماذا تَردُّون علی السائل
إن لم تُنیلُوه فقولوا له		قولاً جمیلاً بدل النائل

سوالی بن کر میں آپ لوگوں کی خدمت میں اپنا ہاتھ پھیلا دیا، دیکھنا یہ ہے کہ آپ سائل کو کیا جواب دیتے ہیں۔

اگر آپ اسے کچھ عنایت نہیں فرماتے تو عطا و بخشش کے عوض بھلی بات کہہ دیجیے۔

☆زہد: غزلیات و خمریات کے بعد جب ابوالعتاہیہ زہد و تقشّف کی زندگی کی طرف مائل ہوا، تو اس کے اندر انقلاب آ گیا، اس نئی زندگی میں وہ تقریباً تیس سال تک موت و فنا اور دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتا رہا، اس سلسلے میں چند متفرق اشعار ملاحظہ ہوں:

لِدُوا للموت وَ ابْنَوا للخَراب			فَكُلُّكُم يصيرُ إلى تَبَابِ

مرنے کے لیے پیدا کرو اور تباہ ہونے کے لیے تعمیر کرو، تم سبھوں کو ہلاکت سے دو چار ہونا ہے۔

الناس فی غفلاتهم		ورَحَی المَنِيَّةِ تَطْحَنُ
كلّ حَيٍّ عند مَيْتَةٍ		حَظُّهُ من مالِهِ الكفنُ

لوگ اپنی غفلتوں میں پڑے ہیں اور موت کی چکی پس رہی ہے (اپنا کام کر رہی ہے)۔

ہر زندہ انسان کو مرنے کے بعد اس کے مال کے حصے میں سے (صرف) کفن ملتا ہے۔

اس کے زاہدانہ اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے اس موضوع پر اس کے اشعار پر مشتمل ایک دیوان جمع کیا ہے۔

10.5 شاعری کی امتیازی خصوصیات

ابوالعتاہیہ فطری شاعر تھا، خوب صورت، سہل اور شیریں الفاظ کے انتخاب، قوافی کا برمحل استعمال اور تکلفات سے اجتناب کی وجہ سے اس کے کلام میں غنائیت اور موسیقیت پائی جاتی ہے اور معانی میں لطافت ونزاکت۔ اس کی شاعری بحر زخار ہے۔ شاعری کے معروف بحور کے علاوہ اس کے کچھ اختراعی اوزان بھی ہیں۔ اس بابت جب اس سے کہا گیا کہ تمہاری شاعری عروض سے خارج ہو جاتی ہے، تو اس نے جواب دیا: "أنا أكبر من العروض" یعنی: میں عروض کی قیود سے بالاتر ہوں۔

اس کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس نے اپنے اشعار میں صرف عوام اور عابدوں وزاہدوں ہی کو پیش نظر رکھا تھا۔ عیش وعشرت کی زندگی سے نکل کر زہد وتقشّف کی راہ اپنانے والوں کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاعر ان کے نہاں خانۂ دل میں فروکش ہے اور انہیں کے احساسات کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اس کے اشعار عقل ودل دونوں کو اپیل کرتے ہیں۔ ابوالعتاہیہ کا فنی کمال یہ ہے کہ وہ خشک موضوع کو بھی ایسے دلکش اور البیلے انداز میں پیش کرتا ہے کہ قاری کیف آگیں جذبات سے سرشار ہو جاتا ہے۔ یہ بشار اور ابونواس کی طرح مولدین شعرا کے طبقہ اول میں شمار کیا جاتا ہے، بلکہ ابونواس تو اسے اپنے آپ پر فوقیت دیتا تھا۔

اس کا اسلوب نہایت آسان، سلیس شگفتہ، سبک، عام فہم ہے، تکلف وآورد کی کمی اور موسیقیت وغنائیت سے معمور ہے۔ زاہدانہ شاعری کا اسلوب فطری طور پر وعظ ونصیحت ہی کی شکل اختیار کر گیا ہے اور وعظ کی طرح اس میں بھی تکرار ہے۔ امر، استفہام اور ندا کے الفاظ کثرت سے آئے ہیں۔ مجموعی طور پر اس کی حیرت انگیز شاعرانہ کامیابی کا راز اس کی زبان کی سادگی، حلاوت، غنائیت اور بے ساختگی میں پوشیدہ ہے۔

10.6 قصیدہ "الخير والشر عادات"

الخيرُ والشرُّ عاداتٌ وأهواء	وقد يكون من الأحباب أعداء
لِلْحِلْمِ شاهدُ صِدْقٍ حين ما غضبٌ	وللحليم عن العورات إغضاء
كلٌّ له سعيُهُ، والسعيُ مختلفٌ	وكلُّ نفسٍ لها فی سعيها شاء
لكلِّ داءٍ دواءٌ عند عالمه	من لم يكن عالما لم يَدْرِ ما الدَّاء

الحمدُلله يقضي ما يشاء، ولا
يُقضَى عليه، وماللخلق ما شاؤوا

لم يَخْلُقِ الخلقَ إلا للفناء معاً
نفنَى وتفنَى أحاديثٌ و أسماء

يا بُعْدَ من مات مِمَّن كان يُلطِفُهُ
قامت قيامتُهُ والناسُ أحياء

يُقصِي الخليلُ أخاه عند مَيتَتِهِ
وكل من مات أَقْصَتْهُ الأَخِلَّاء

لم تبك نفسُک أيامَ الحياةِ لما
تَخْشَى، وأنت على الأموات بكَّاء

أستغفرُ اللهَ؟ مِن ذنبي و من سَرَفِي
إنِّي، و إنْ كنتُ مستوراً لَخطَّاء

لم تَقْتَحِمْ بي دواعِي النفسِ معصيةٌ
إلّا وبيني و بينَ النورِ ظَلْمَاء

كم راتِعٍ فى ظلالِ العَيشِ تَتْبَعُهُ
منهن داهيةٌ، تَرْتَجُ دَهْيَاء

وللحوادث ساعاتٌ مُصَرَّفَةٌ
فيهن للحين إدناء وإِقصاء

كلّ يُنَقَّلُ في ضِيقٍ وفي سَعَةٍ
وللزمان به شَدٌّ وإرخَاء

10.7 الفاظ ومعانی

أهواء (واحد هوى): نفسانی خواہشات، رجحانات، میلانات۔

حلمٌ: صبر وتحمل، ضبط نفس، دور اندیشی۔

حليم: بردبار، صابر، دور اندیش۔

عورة ج عورات: ستر کا وہ حصہ جس کو شرم کی وجہ سے چھپایا جاتا ہے، باعث شرم کام۔

أغضى اغضاء (افعال): چشم پوشی کرنا، بے توجہی برتنا۔

الشيئة: شاء کا اسم المشيئة کے معنی میں: ارادہ، رجحان۔

داءٌ ج أدواء: مرض، بیماری۔

قضى يقضي (ض): فیصلہ کرنا، طے کرنا۔ لا يقضى عليه: اس کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

الفناء: موت، زوال۔

حديث ج أحاديث: بات، کہانی، حکایت۔

ألطف إلطافا: مہربانی کرنا۔

قامت القيامة: قیامت آ گئی۔

أقصى إقصاءً: دور کرنا۔

الخليل: جگری دوست، ساتھی۔

بكّاء:	بہت رونے والا۔
سرف سرفا(س)القوم:	تجاوز کرنا، اسراف کرنا (مراد بہت سے گناہوں کا ارتکاب کرنا)
اقتحم اقتحاماً(افتعال):	جان خطرے میں ڈالنا، دھاوا بولنا، بے پروا کود پڑنا۔
دواعي النفس:	نفس کے محرکات۔
رتع رتعاً(ف):	خوش حال زندگی گزارنا۔ راتع: مُتَنَعِّم: مزے کی زندگی گزارنے والا۔
داهيةٌ ج دواهي:	بڑی مصیبت۔
ارتجّ ارتجاجاً(افتعال):	ہلنا، سمندر کا متلاطم ہونا، کپکپانا، لرزنا۔
مُصَرَّفة: مدفوعة،	سامنے کیا جانا۔
الحَين:	موت، ہلاکت۔
أدنى إدناء (افعال):	قریب کرنا۔
أقصى إقصاء (افعال):	دور کرنا۔
شدّ: عسرٌ:	تنگی، پریشانی۔
إرخاءٌ: يسر:	آسانی خوش حالی (افعال)۔

10.8 قصیدے کا ترجمہ

الخيرُ واالشرُّ عاداتٌ وأهواء　　　وقد يكون من الأحباب أعداء

۱۔ خیر (وبھلائی) عادات واخلاق کا نام ہے اور برائی نفسانی خواہشات کا نام۔ کبھی کبھی چاہنے والے دوست بھی دشمنی پر اتر آتے ہیں۔

لِلْحِلْمِ شاهدُ صِدْقٍ حين ما غضبٌ　　　وللحليم عن العورات إغضاء

۲۔ بردباری اور دوراندیشی کا سچا اظہار تو غصہ کے وقت ہوتا ہے اور بردبار انسان نازیبا اور ناشائستہ باتوں سے چشم پوشی کرتا ہے۔

كلٌّ له سعيُهُ والسعيُ مختلفٌ　　　وكلُّ نفس لها في سعيها شاء

۳۔ ہر شخص اپنی سی کوشش کرتا ہے اور کوششیں مختلف ہوتی ہیں اور ہر شخص کی کوشش میں اس کی اپنی مرضی شامل ہوتی ہے۔

لكلِّ داءٍ دواءٌ عند عالمه　　　من لم يكن عالما لم يدرِ ما الداء

۴۔ بیماری کو جاننے پرکھنے والے کے پاس ہر بیماری کا علاج ہے، جو نہ جانتا ہو، اُسے یہ بھی نہیں معلوم کہ بیماری کیا ہے؟۔

الحمد لله يقضي ما يشاء ولا　　　يُقضَى عليه، وما للخلق ما شاؤوا

۵۔ ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے، جو جیسا چاہتا ہے فیصلے کرتا ہے، اس کی مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور مخلوق کو اپنی مشیت پر اختیار نہیں ہوتا۔

لم يخلق الخلقَ إلا للفناء معاً   نفنَى و تفنَى أحاديثٌ و أسماء

۶۔ اللہ نے ساری مخلوقات کو صرف ایک ساتھ مرنے کے لیے پیدا کیا ہے، ہم مر جائیں گے اور ہماری باتیں اور نام (ونشان) مٹ جائیں گے۔

یا بُعْدَ مَن مات مِمَّن کان یُلطِفُهُ   قامت قیامتُهُ و الناسُ أحیاء

۷۔ ہائے مرجانے والے کی دوری! جو مہربان لوگوں میں تھا، اس کی تو قیامت آ گئی اور لوگ زندہ ہیں۔

یُقصِي الخلیلُ أخاه عند مَیتَتِهِ   و کل من مات أَقْصَتْهُ الأَخلَّاء

۸۔ جگری دوست اپنے دوست کو مرتے ہی دور کر دیتا ہے اور ہر شخص جو مرتا ہے، دوست اسے دور ہی کر دیتے ہیں۔

لم تبک نفسُک أیام الحیاة لما   تخشی، و أنت علی الأموات بکّاء

۹۔ جن چیزوں سے تمہیں ڈر تھا زندگی میں تو تم ان پر کبھی نہیں روئے، اب مردوں پر تم آنسو بہا رہے ہو۔

أستغفرُ اللهَ مِن ذَنْبِي و من سَرَفِي   إنّي، و إنْ کنتُ مستوراً لَخطّاء

۱۰۔ میں اللہ سے بہت سارے گناہوں کے ارتکاب پر معافی کا خواستگار ہوں، میں بہت گنہ گار ہوں، اگر چہ میں چھپا ہوا (پردے میں) ہوں۔

لم تَقْتَحِمْ بي دواعِي النفسِ معصیةً   إلّا و بیني و بینَ النورِ ظَلْمَاء

۱۱۔ نفس کے جذبات نے مجھے معصیت کے خطرے میں کبھی نہیں ڈالا، ہاں اس وقت ڈالا جب میرے اور نور کے درمیان تاریکی حائل ہو گی۔

کم راتِعٍ فی ظلال العیش تَتْبَعُهُ   منهن داهیةٌ تَرْتَجُ دَهْیَاء

۱۲۔ زندگی کے خوشگوار سایہ میں کتنے لوگ مزے کی زندگی گزارتے ہیں اور ان ہی سایوں میں سے اس کے پیچھے کوئی بڑی مصیبت حرکت کرتی آ رہی ہوتی ہے۔

و للحوادث ساعاتٌ مُصَرَّفَةٌ   فیهن للحین إدناو إقصاء

۱۳۔ حوادث کی کچھ گھڑیاں ہوتی ہیں جو سامنے لائی جاتی ہیں، ان اوقات میں موت یا تو قریب لائی جاتی ہے یا دور کر دی جاتی ہے۔

کلٌّ یُنَقَّلُ في ضِیقٍ و في سَعَةٍ   و للزمان به شَدٌّ و إرخَاء

۱۴۔ ہر شخص تنگی یا کشادگی کی حالت میں منتقل کیا جاتا ہے اور زمانہ اس کے ساتھ سختی کا معاملہ کرتا ہے یا آسانی کا۔

10.9 اشعار کی تشریح

الخیرُ و الشرُّ عاداتٌ و أهواء   و قد یکون من الأحباب أعداء

۱۔ دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں؛ خیر اور شر، حق اور باطل، نیکی اور بدی۔ انسان کی فطرت میں ان دونوں چیزوں کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے۔ تاہم خیر کو اپنانے کے لیے علم، محنت اور سعی و کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اس کے بغیر خیر عادت ثانیہ نہیں بنتا۔ عادت کے بعد اس میں معنویت پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں کسی بھی خیر و خوبی سے مزین ہونے کے لیے سخت ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔

شر اور بدی کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ شر کا تعلق چونکہ انسان کی بگاڑ اور فساد سے ہے۔ اس کے لیے کسی بڑی کد و کاوش کی ضرورت نہیں

پڑتی، نیکی اور خیر کا تعلق اصلاح، تعمیر اور انسان کی عظمت سے ہے، اس لیے وہ سخت محنت کا طالب ہوتا ہے۔ ایک پرشکوہ عمارت کی تعمیر کتنا وقت، سرمایہ، محنت اور منصوبہ بندی چاہتی ہے، مگر اسے ڈائنامائٹ (زمیں بوس) کرنا ہو تو یہ کام کس قدر آسان ہے۔

خیر کی راہ خطرات سے لبریز بھی ہوتی ہے۔ ابتلاو آزمائش بھی آتی ہے، مصائب کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، ایسی نازک گھڑی میں قریبی دوست احباب نہ صرف ساتھ چھوڑ جاتے ہیں، بلکہ کبھی کبھی دشمن جاں بھی بن جاتے ہیں۔

للحلم شاهد صدق حين ما غضبٍ   و للحليم عن العورات إغضاء

۲۔ بردباری، ضبطِ نفس، دانش مندی انسان کی بہترین صفات ہیں۔ **الحلم**: کی تشریح میں کہا گیا ہے: **هو ضبط النفس عند هيجان الغضب**۔ جب غیظ وغضب کے ہیجان کا موقع ہو، اس وقت ضبطِ نفس سے کام لینا۔ غصہ وہ چیز جس میں انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور توازن کھو دیتا ہے، اس وقت اس کا امتحان ہوتا ہے کہ بردبار انسان کہاں تک اپنے غصے پر قابو پاتا ہے۔ اگر شتابی میں کوئی نازیبا حرکت کر بیٹھتا ہے، تو یہ بردباری کے خلاف ہوگا۔ ایسا بردبار انسان اپنے زیر اثر لوگوں کے ایک ایک نامناسب قول وعمل پہ نہیں ٹوکتا رہتا، بلکہ گریز سے کام لیتا ہے اور عقل مند کو خود سنبھلنے کا موقع دیتا ہے۔

كلٌّ له سعيُهُ و السعيُ مختلفٌ   و كلُّ نفس لها في سعيها شاء

۳۔ ابوالعتاہیہ کا پورا دیوان اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ انسان جو اس دنیا میں بھیجا گیا ہے، تو وہ مزے کرنے اور چین کی بانسری بجانے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ وہ کسی مقصد کے لیے سعی وکوشش کرنے اور اپنے مقصد کی راہ میں سختیاں جھیلنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ دنیا میں مختلف مذاہب، مختلف خیالات، مختلف فلسفوں کے ماننے والے ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے مقاصد بھی جدا جدا ہوتے ہیں اور انہی مقاصد کے تناظر میں اپنی مطلب براری کے لیے سعی وکوشش کرتے ہیں اور سعی وکوشش کی نفسیات یہ ہے کہ جو محنت کرے گا وہ اس کا پھل پائے گا۔

لكلِّ داء دواء عند عالِمِه   من لم يكن عالما لم يدرِ ما الداء

۴۔ صحیح حدیث میں فرمایا گیا: **ما أنزل الله داء إلا أنزل له دواء (أو شفاء)**۔ اللہ نے کوئی بیماری نہیں پیدا کی مگر اس کی دوا بھی پیدا کی، یا اس کے لیے شفا پیدا کیا۔

بیماری جسمانی ہو یا روحانی، اگر آدمی کو علم ہو جائے کہ وہ فلاں بیماری میں مبتلا ہے، تو یقیناً اس کا علاج بھی وہ ڈھونڈ لے گا، لیکن جس کو سرے سے اپنی بیماری کا احساس ہی نہ ہو، تو وہ کیسے اور کیوں نسخۂ علاج کو جانے گا؟ یا جاننے کی کوشش کرے گا؟ بلکہ وہ تو غفلت میں مبتلا رہے گا۔

الحمد لله يقضي ما يشاء و لا   يُقضَى عليه، و ما للخلق ما شاؤ وا

۵۔ اللہ جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر گزرتا ہے، کیونکہ وہ قادر مطلق ہے، دنیا میں کسی کے اندر یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ جس کام کا ارادہ کرلے، اس میں کوئی مانع اور مزاحم ہو سکے، یا خدا کوئی فیصلہ کرنا چاہے اور کوئی اس کے فیصلہ کی راہ میں آڑے آجائے، یا روک لگا دے۔

لم يَخلُقِ الخلقَ إلا للفناء معاً   نفنَى و تفنَى أحاديثٌ و أسماء

۶۔ اس کائنات میں اللہ نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں، وہ سب کے سب فانی ہیں۔ لافانی، لازوال اور سرمدی ذات تو صرف ان مخلوقات کے خالق (اللہ) کی ہے، جس نے ان ناپید کنار عوالم (دنیاؤں) کو پیدا کیا، لہٰذا اللہ جس دم چاہے گا ساری مخلوقات، از آدمؑ تا قیامت سارے انسان،

اس کا تمدن، ان کی تاریخ، اس کے کارنامے سب کو تہہ و بالا کر کے رکھ دے گا۔

يا بُعْدَ من مات مِمَّن كان يُلطِفُهُ　　　قامت قيامتُهُ و الناسُ أحياء

۷۔　ایک مہربان، ایک مشفق و محسن اور ایک خیر خواہ، عزیز و قریب جب موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے، تو حقیقت میں کتنا دور چلا جاتا ہے کہ دوبارہ پھر نظر نہیں آتا۔ لیکن وہ جتنا دور بھی گیا ہو، اِدھر اس کی آنکھ بند ہوئی، اُدھر اس کی باز پرس شروع ہوگئی۔ جنتیوں میں سے ہے تو اکرام و اعزاز کا معاملہ ہو رہا ہے، جہنمیوں میں سے ہے، تو حوالات میں مجرموں کا سا مواخذہ ہو رہا ہے۔ لہذا قیامت کبری جب بھی آئے، مر کر جانے والے کی قیامت کی شروعات تو مرتے ہی اور اُسے قبر میں اتارتے ہی ہو جاتی ہے۔

يُقصِي الخليلُ أخاه عند مَيتَتِهِ　　　و كل من مات أقْصَتْهُ الأخلّاء

۸۔　یہ دستور دنیا اور قانون خداوندی بھی ہے کہ ظاہر میں ایک جگری دوست اپنے دوست کو بلکہ ایک باپ اپنے جگر کے ٹکڑے کو قبر میں لے جا کر ڈال دیتا ہے، عقل و منطق اور شرع کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مٹی سے بنے جسم کو مٹی کے حوالے کر دیا جائے۔ رہی روح تو وہ ملأ اعلی سے آئی تھی اور وہ بھی اپنے مرکز کی طرف پرواز کر گئی۔

لم تبک نفسک أيام الحياة لما　　　تخشى، و أنت على الأموات بكّاء

۹۔　انسان کی زندگی میں کتنے ایسے مواقع آتے ہیں کہ وہ وہی کام کرتا ہے جس سے اس کو ڈرنا چاہیے اور دور بھاگنا چاہیے تھا، مگر ضمیر کی ملامت کے باوجود کر گزرتا ہے اور اُسے یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ اُسے اپنے کیے پہ آنسو بہانا چاہیے، نادم ہونا چاہیے اور اللہ کے حضور توبہ و انابت کرنا چاہیے، مگر یہی بے حس انسان اپنے مردوں پہ خوب آہ و بکا اور گریہ و زاری کرتا ہے۔

أستغفرُ اللهَ من ذنبي و من سَرَفِي　　　إنّي، و إنْ كنتُ مستوراً الخطّاءُ

۱۰۔　اللہ بہت کریم، حلیم اور ستار العیوب ہے۔ بندہ گناہ پہ گناہ کیے جاتا ہے اور وہ پردہ پوشی فرما کر اس کو سنبھلنے اور رسوائے زمانہ ہونے سے بچاتا ہے۔ ابو العتاہیہ اللہ کی ستاری کا اعتراف اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے، ایک جگہ اس نے خدا کو واحد سہارا جانتے ہوئے اور اسی سے گریہ و زاری کرتے ہوئے کہتا ہے:

الٰهي لا تُعذِّبْني فإنّي　　　مُقِرٌّ بالذي قد كان مِنّي

ومالي حيلةٌ إلاّ رَجائي　　　لِعَفْوِک إن عفوتَ و حسنُ ظَنّي

خدایا! سزا نہ دینا، جو گناہ مجھ سے ہوئے ہیں ان کا اقرار کرتا ہوں۔

آپ کے عفو و کرم۔ بشرطیکہ آپ معاف کر دیں۔ کی آس اور اپنے حسن ظن کے علاوہ میرے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے۔

لم تَقْتَحِمْ بي دواعِي النفسِ معصيةً　　　إلاّ و بيني و بينَ النورِ ظَلْمَاء

۱۱۔　یہ تو سب جانتے ہیں کہ انسان (مسلمان) شیطانی وسوسے کے دام میں آ کر گناہ کرتا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے جب انسان حضوریٔ رب اور ذکر الٰہی کے نور کے ہالے میں ہوتا ہے، شیطان (جس کا انسان سے چولی دامن کا ساتھ ہے) حملہ آور نہیں ہو پاتا، جس گھڑی بندہ اللہ سے غافل ہوتا ہے، شیطان اپنی وسوسہ اندازیوں سے اس پر ہلہ بول دیتا ہے، اس کے سامنے گناہوں کو سجا سنوار کر پیش کرتا ہے اور گناہ کروا کر ہی دم لیتا

ہے، یعنی اِدھر ذکر الٰہی کے نور کا انقطاع ہوا، اُدھر شیطان اور بدی کی ظلمت اور شیطان کا انسان پر حملہ ہوا اور گناہ سرزد ہوگیا۔

کم راتِعٍ في ظلال العيش تَتْبَعُهُ   منهن داهيةٌ تَرْتَجُ دَهْيَاء

۱۲۔ انسان عیش وطرب کی زندگی میں جب بدمست ہوجاتا ہے، تو اسے اپنے پاؤں تلے کی کھسکتی ہوئی زمین بھی محسوس نہیں ہوتی۔ وہ سمندر کی لہروں میں کشتی لے کر انجوائے کرنے اور موج ومستی کرنے جاتا ہے اور وہی لہریں اس کی غرقابی کا سبب بنتی ہیں۔ جیسے قوموں کے عروج کے ساتھ زوال کی دیمک بھی لگ جاتی ہے ویسے ہی فطرت کے خلاف باغیانہ اور غفلت شعاری کی زندگی کے ساتھ موت اور تباہی کا تعاقب شروع ہوجاتا ہے۔

وللحوادث ساعاتٌ مُصَرَّفَةٌ   فيهن للحين إدناءٌ وإقصاءُ

۱۳۔ اس کائنات میں کلیات سے لے کر جزئیات تک، بڑے بڑے حوادث اور آفات ارضی سے لے کر آفات سماوی تک اور ایک پتا جو درخت سے ٹوٹ کر گرتا ہے، یہ سب اللہ کے بنائے ہوئے تقدیری ضابطے کے مطابق ہی پیش آتے ہیں۔ خدائی تقدیر کے مطابق ہی انسان کی موت وحیات کے اوقات طے شدہ ہیں۔ ایک شخص موت کے منہ میں پہنچ کر بچ جاتا ہے، دوسرا سوتے سوتے ہمیشہ کے لیے سو جاتا ہے۔ جو خدا دنیا کے حوادث کو کنٹرول کر رہا ہے، وہی خدا اپنی مخلوق کے کسی فعل سے اور اپنے گلے کے کسی بھیڑ سے کسی وقت غافل نہیں ہے، جس کا جو وقت مقرر ہے، اُس مقرر وقت کی طرف وہ کشاں کشاں بڑھا چلا جا رہا ہے اور موت کا جو بھی سبب اس کے لیے طے ہوا ہے، اس سبب سے اُسے مرنا ہے۔

كلٌّ يُنَقَّلُ في ضِيقٍ وفي سَعَةٍ   وللزمان به شَدٌّ وإرخَاء

۱۴۔ انسانوں کی بستی میں ہمیشہ دو طرح کے لوگ نظر آتے ہیں؛ ایک شخص وہ ہے جسے ہر طرح کی آسائش، دولت، جاہ وعزت اور دنیاوی سرخروئی سے نواز دیا جاتا ہے۔ دوسرا وہ ہے، جو مفلس وقلاش، پریشان اور بدحال ہوتا ہے، یہ سب خدائی فیصلے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مالک اپنے غلام کو دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ اپنے منعم کا شکر گزار بندہ بنتا ہے یا ناشکری کرتا ہے۔ اسی طرح وہ مفلس وتنگ حال شخص کا امتحان لیتا ہے کہ وہ صبر وقناعت کے ساتھ اللہ کے فیصلے پر راضی رہتا ہے یا بے صبری اور ناشکری کا ثبوت دیتا ہے؟

زمانہ چونکہ زمانہ ساز ہوتا ہے، اس لیے وہ مطلب کا یار ہوتا ہے۔ چڑھتے سورج کی پوجا کرتا ہے، مفاد کا بندہ ہوتا ہے، وہ ہر اس شخص کے پیچھے بھاگتا ہے، جو مال ودولت اور جاہ واقتدار کا مالک ہوتا ہے، مگر یہی زمانہ اس شخص کو مبتلائے اذیت کرتا ہے، جو مادی حیثیت سے محروم اور معاشرے میں مفلس ولاچار ہوتا ہے، چاہے وہ کردار کا دھنی اور اخلاقی جوہر کا مالک ہی کیوں نہ ہو!

10.10 اسلوب

ابوالعتاہیہ نے خفیف بحر میں یہ اشعار کہے ہیں، ان میں سہل پسندی اور حلاوت بہت نمایاں ہے اور اس پر غنائیت مستزاد۔ ان تین خوبیوں سے ان مذکورہ بالا اشعار میں دلکشی، حسن اور اثر انگیزی پیدا ہوگئی ہے۔

10.10.1 منطقی وحدت کا فقدان

ان اشعار کے درمیان کوئی خاص منطقی وحدت نہیں پائی جاتی، ہر شعر اپنی جگہ پر مکمل ایک اکائی ہے اور سابق ولاحق سے وہ غیر مربوط سا ہے۔ انداز بیان تقریری اسلوب کا ہے، ان اشعار کے لیے پند ونصائح یا ''وعظ ونصیحت'' کا عنوان قائم کیا جاسکتا ہے، جو ''زہدیات'' ہی کا

ایک باب ہے۔

10.10.2 فنی تناظر

ان اشعار میں فکر کی بلندی تو ہے، مگر یہ معروف ومتداول فکر ہے، اس میں گہرائی نہیں ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوالعتاہیہ کی پوری شاعری عوامی سطح کی ہے۔ خیال میں نیرنگی کا فقدان ہے، کیونکہ حقائق کو علمی انداز اور حکیمانہ اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔ جذبہ اور شعور بس اس حد تک ہے کہ خفیف بحر اور سادگی وسلاست کی وجہ سے حلاوت اور نغمگی پیدا ہوگئی ہے اور پڑھنے والوں کے اندر ایک کیف وسرور جاگتا ہے۔

10.10.3 ناقدین کی رائے

ابوالعتاہیہ کی شاعری کو اصمعی نے بادشاہوں کے اس دربار سے تشبیہ دی ہے، جہاں جواہرات، سونا، مٹی اور کھجوروں کی گٹھلیاں پڑی ہوتی ہیں۔ ان تشبیہات کا مطلب لوگوں نے یہ لیا ہے کہ عمدہ اور گھٹیا دونوں طرح کے اشعار اس کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔

اسحاق موصلی نے ابوالعتاہیہ کو سب سے بڑھ کر فطری شاعر قرار دیا ہے، جاحظ نے چار بڑے، فطری اور قادر الکلام شعرا میں ابوالعتاہیہ کو چوتھے نمبر پر رکھا ہے۔ ابوتمام ابوالعتاہیہ کی شاعری سے بے حد متاثر نظر آتا ہے، اس کا کہنا ہے: ”**لأبي العتاهية خمسة أبيات ما شاركه فيها أحد و لا قدر علي مثلها متقدم و لا متأخر**“ یعنی ابوالعتاہیہ کے پانچ اشعار ایسے عمدہ ہیں جن میں متقدمین اور متاخرین میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ (**أبو العتاهية** از ڈاکٹر ہاشم صالح مناع ص ۴۴-۵۳)۔

10.10.4 ابوالعتاہیہ کی زہدیات کا خلاصہ

’زہدیات‘ کے تحت ابوالعتاہیہ نے پند ونصائح اور وعظ وحکمت کے موضوع پر جی کھول کر شاعری کے جوہر دکھائے ہیں، اس حوالے سے اس کی شاعری کا لب ولباب اختصار کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

☆ دنیا اور اس کی بہار:

دنیا باطل اور جھوٹ کا پلندہ ہے، یہ بہت دھوکے باز اور بے وفا ہے اس کی ہر چیز سراب کی مانند زائل ہونے والی اور مکر وفریب سے لبریز ہے، یہاں تکلیفیں بھی ہیں اور ناکامیاں بھی، اس کے احوال میں کہیں قرار نہیں۔ یہاں کبھی مسرت اور لطف اندوزی کا دروازہ کھل جاتا ہے، مگر یہ پر مسرت لمحہ زیادہ دیر تک نہیں رہتا کہ انسان قبر میں جا پہنچتا ہے۔

☆ موت کے معاملے میں انسان کا رویہ:

موت کے معاملے میں سب سے بڑی آزمائش جس میں انسان عام طور سے مبتلا رہتا ہے، یہ پیش آتی ہے کہ اسے وہ فراموش کیے رہتا ہے، وہ تو موت کو اسی وقت بھول جاتا ہے، جب اپنے قریب ترین اور عزیز ترین شخص کو قبر میں دفن کر کے واپس آتا ہے۔ عام حالات میں لوگوں کے حال کا کیا پوچھنا، جو موت جیسی تلخ حقیقت سے غافل رہتے ہیں، یا وہ زندگی کے سمندر میں غرق اور منکرات کے طوفانوں میں پھنسے ہوتے ہیں، وہ مال کے حریص اور بخل میں طاق ہوتے ہیں، اپنے کرتوتوں کے نتائج سے بے خبر رہتے ہیں، ان کے رویے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا قبر ان کی زندگی کی آخری منزل نہیں ہے، یا قبر کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں آنی ہے۔

☆لوگ زہد وتقوی اپنائیں:

لہذا لوگوں کو چاہیے کہ اپنا جائزہ لیں، اپنے اوہام، اپنے باطل خیالات، اپنی نفسانی خواہشات اور جھوٹی آرزوؤں کو ختم کریں۔ خیر وبھلائی کے اس راستے پہ چلیں، جس کے نشانات منزل کا تعین دین نے کر دیا ہے۔ زندگی اور زندگی کے مال ومتاع اور ساز وسامان کو حقیر جانیں، اللہ نے جو نعمتیں بخشی ہیں ان پر دل کو مطمئن کریں، کفایت شعاری کی عادت ڈالیں، آخرت کا خریدار بننے کے لیے نفس کی صفائی اور پاکیزگی کی طرف دھیان دیں، تنہا آخرت عبرت ونصیحت کے لیے کافی ہے، اس راہ میں آدمی زہد وتقوی سے بہتر کوئی زادِ راہ نہیں پا سکتا۔

10.10.5 کیا ابوالعتاہیہ کے خیالات میں مثبت پہلو نہیں ہے؟

کیا یہ خیالات عالم اسلام خصوصاً شام وغیرہ میں رائج صلیبی جنگوں سے پیدا شدہ حالات اور معاشرے کی اخلاقی بے راہ روی کا مکمل ردِعمل نہیں ہیں؟

کیا یہ ابونواس کے فلسفۂ لذت (جس کا وہ داعی وعلمبردار تھا) کی نفی نہیں کرتے ہیں؟

کیا ان باتوں میں دینی تعلیمات کا عکس جمیل نہیں ہے؟

کیا یہ زندگی کے تجربات اور موت وفنا پہ غور وفکر کے نتائج نہیں ہیں؟

کیا کائنات اور دین کے حوالے سے یہ دوٹوک اور جرأت مندانہ مثبت نظریہ نہیں ہے؟

کیا یہ ایک عمیق نظریہ اور گہرے فلسفے کی غمازی نہیں کرتا؟

10.10.6 ابوالعتاہیہ کا امتیاز

ابوالعتاہیہ ان سارے شعرا میں ممتاز ہے، جنھوں نے زہد پہ اظہار خیال کیا اور کثرت کلام کے لحاظ سے ان سب پر فائق ہے، اس نے زہد کو دینی فکر کے طور پر عوام کے سامنے پیش کیا اور واضح اسلوب میں اس کی دعوت دی۔ اس نے کلام نرم ونازک اور بیان کی شیرینی سے دلوں کو متاثر کیا، ہاں اس کے تجربے میں سچائی اور اس کے پیغام میں اصرار ہے۔

☆ اخلاق وحکمت:

ابوالعتاہیہ اپنی شاعری کے ذریعہ اخلاق وحکمت کے موتی لٹاتا ہے، وہ اللہ کی اطاعت اور تقوی شعاری کی تلقین کرتا ہے۔ صبر، سچائی، نرمی اور قناعت کی ترغیب دیتا ہے۔ کبھی اپنے شاعرانہ تخیل میں پرواز کرتے ہوئے انسانی نفسیات کی گہرائیوں میں جا پہنچتا ہے اور بدعملی کے پیچھے جو رُجحانات ہیں ان کی پردہ کشائی کرتا ہے۔

ابوالعتاہیہ کی شاعری (زہدیات) ایک بے کراں سمندر ہے، اس میں علم ہے، اثر انگیزی ہے، عبرت پذیری ہے۔ یہ ایک فکر ہے، دعوت ہے، نظریہ ہے۔

☆ یہ کمزور عقیدے کا آدمی ہے:

ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ بدشگون ہے۔ اس کی فکر ونظر میں پیچ وتاب ہے۔ وہ کمزور دل کا آدمی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ بدشگون واقع ہوا ہے۔ وہ کائنات کو رنج ومحن اور درد والم کا گہوارہ سمجھتا ہے۔ اس حسین کائنات میں بھی اسے سیاہی اور موت کی بھیانک تصویر نظر آتی ہے۔ یہ ساری باتیں اس کی عقیدے کی کمزوری کی غمازی کرتی ہیں۔

☆ اس کے کلام کی ادبی شان:

شاعر خشک موضوع کو بھی شیریں سخن اور خوشگوار شربت بنادیتا ہے۔اس کے کلام کی سادگی ہی میں حسن افروزی ہے۔

☆ زہدیات ایک بے کراں سمندر ہے:

اس نے اپنی شاعری کے چمن کو گلہائے رنگ سے زینت بخشی ہے اور یہی فن کا کمال اور جمال کا حاصل بھی ہے۔اس نے مجرد فکر کو ایک تلخ حقیقت بنادیا۔وہ بیک وقت عقل و فکر اور قلب و شعور دونوں کو مخاطب کرتا ہے اور انہیں جھنجھوڑ کے رکھ دیتا ہے۔

☆ ''زہدیات'' کا امام:

ابوالعتاہیہ کی زہدیات اس بات کی دلیل ہے کہ زہد کی طرف اس کا میلان، اس کی فطرت کی آواز تھا۔وہ اپنے وجود و حضور کے ساتھ زہد سے مربوط رہا۔وہ زندگی کے تلخ اور شیریں چشمے کا رازداں بنا رہا، اسے اس حقیقت کا عرفان حاصل تھا کہ دنیا کی نعمتوں کو قرار اور دوام نہیں ہے۔اس نے انسانوں کو پرکھا اور تجربے سے جانا کہ آدمی کے ہر رنگ سے متاثر ہونے اور ہر خواہش کے پیچھے بھاگنے کی اصل وجہ دل کا پلٹا کھانا ہے۔

یہ سب دیکھ کر اگر ابوالعتاہیہ دنیا سے منہ موڑتا ہے اور انسانوں میں خیر کا پیامبر بن کر، پند و نصیحت کا داعی بن کر، بلکہ دنیا کی بیماری میں مبتلا لوگوں کے سامنے زہد کا نسخہ لے کر جاتا ہے اور فسق و فجور سے معمور معاشرے میں ایک آواز بن کر اور بظاہر عملی پیکر بن کر کھڑا ہوتا ہے، تو اس کے زہد پر شک و شبہ کرنا، یا اس کی شخصیت پر الزام تراشی کرنا زیب نہیں دیتا۔

☆ ابوالعتاہیہ کی حقیقت کیا تھی؟:

ممکن ہے کہ وہ خود غرض ہو، کیونکہ وہ زمانہ خود غرضی کا ہے، ممکن ہے کہ وہ بد عمل ہو، اس لیے کہ اسلامی اقدار و روایات کے معاملے میں معاشرے میں تساہل در آیا ہے، ممکن ہے اس کے اندر عزم و ارادے کی کمی ہو، کیونکہ ابوالعتاہیہ ایک کمزور شخصیت کا مالک ہے، اس کی دینی ثقافت معمولی درجے کی ہے۔کچھ اسباب کی بنا پر اس میں نسوانی کمزوریاں بھی راہ پا گئی ہیں، اس لیے وہ ہمت کا دھنی نہیں ہے۔وہ صاحب عزم اور مصلح نہیں ہے اور شعرا کب مصلح رہے ہیں؟

البتہ اس نے ایک راہ سجھائی، اس راہ کے پیچ و خم کو اب اس کے دیے کی روشنی میں دکھانا چاہیے، یقیناً ابوالعتاہیہ نے زندگی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے، دنیا کی سیاہی کا ایسا خراد اس نے اپنی شاعری پر چڑھایا ہے کہ اس کا مطالعہ کرنے والا یاس و قنوط میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس بدشگونی کے باوجود اس نے شاعری کا یہ قیمتی تحفہ دے کر انسانوں کے ساتھ بڑی خیر خواہی کی ہے۔

10.11 اکتسابی نتائج

ابوالعتاہیہ کا قبیلہ دو پشتوں سے قبیلہ عنزہ بن ربیعہ کا (موالی) غلام تھا اور معاشرے میں حقیر خدمات پر مامور تھا۔خود ہمارا یہ شاعر دور جوانی میں مٹی کے گھڑے بیچا کرتا تھا، اسی فقر و مفلسی نے اسے تعلیمی حلقوں سے دور کیا، مگر اسی مفلسی نے اس کے اندر اغنیا کے خلاف ایک ردعمل پیدا کر دیا۔

قدرت نے ابوالعتاہیہ کو شاعری کا شوق اور ملکہ وافر مقدار میں بخشا تھا، پھر ماحول سازگار تھا، اس لیے بے تکلف شعر موزوں کرتا تھا، ادبی ذوق رکھنے والے طلبہ نے اس کمہار شاعر کی شاعری کا چرچہ سنا تو اس کے کارخانے میں آنے لگے اور اپنے ذوق سخن کی تسکین کا سامان کرنے لگے۔

مشہور مغنی ابراہیم موصلی کو مہدی کا قرب حاصل تھا، اس کی کوششوں سے ابوالعتاہیہ بھی مہدی کے دربار میں باریاب ہونے میں کامیاب ہو گیا۔پھر عزت و اکرام اور انعام سے سرفراز ہوا، یہیں عتبہ نام کی ایک لونڈی سے عشق ہو گیا، جو شاعر کی غزل کا موضوع بنی رہی۔

ابوالعتاہیہ مہدی، پھر ہادی، پھر رشید کا درباری شاعر بنا اور خوب نوازشیں اور انعامات حاصل کیے، گرم و سرد حالات آتے رہے، اس نے

کوڑے بھی کھائے اور قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، مگر ہر پریشانی کے بعد حالات پہلے سے بہتر ہوتے گئے۔

ابوالعتاہیہ کی شخصیت میں تردد، غیر مستقل مزاجی، مزاج میں قنوطیت اور بخل جیسی مذموم صفات پائی جاتی تھیں، بعض لوگوں نے اس کو مانویت سے متاثر بتایا ہے اور اس کی زاہدانہ شاعری پر شک کا اظہار کیا ہے، کیونکہ فنا وزوال کا ذکر تو کرتا ہے مگر معاد اور بعث بعد الموت اور حساب کتاب کا ذکر نہیں کرتا۔

ابوالعتاہیہ نے غزل، خمریات، مدح، ہجو، مرثیہ، امثال وحکم اور زہدیات پہ بھرپور شاعری کی ہے۔ ابوالعتاہیہ مکمل فطری شاعر ہے، اس کی سب سے بڑی خوبی اس کی سلاست، روانی، شیریں سخنی، قوافی کا برمحل استعمال اور غنائیت اور موسیقیت سے لبریز شاعری ہے۔ یہ مولدین کے صف اول کے شعرا میں ہے۔

10.12 امتحانی سوالات کے نمونے

١۔ ابوالعتاہیہ کے خاندانی پس منظر، خاندانی پیشہ اور اس کی تعلیم کے احوال اختصار کے ساتھ قلم بند کریں؟

٢۔ ابراہیم موصلی کون تھا؟ ابولعتاہیہ کس کے دربار میں پہنچا اور کن کن خلفا سے وابستہ رہا اور اس سے اس کی معاشی زندگی میں کیا تبدیلی آئی؟

٣۔ ابوالعتاہیہ کی شخصیت اور اس کے مثبت اور منفی اخلاق پر روشنی ڈالیے؟

٤۔ غزل، مدح، مرثیہ، ہجو میں سے کسی ایک پر ابوالعتاہیہ کے چند اشعار لکھ کر ان کا ترجمہ کیجیے؟

٥۔ ابوالعتاہیہ کی شاعرانہ خصوصیات پر روشنی ڈالیے؟

٦۔ ابوالعتاہیہ کے نص (نمونے) کا جامع عنوان آپ کیا قائم کریں گے؟

٧۔ ابتدائی پانچ اشعار کو اپنی کاپی پر لکھ کر ان پر اعراب لگائیں، ان کا ترجمہ کریں اور ان کی تشفی بخش تشریح کریں؟

٨۔ ادب کے عناصر اربعہ کی روشنی میں ان اشعار پر تبصرہ کیجیے؟

٩۔ ابوالعتاہیہ کے ادبی امتیازات پر اپنی معلومات قلم بند کریں؟

١٠۔ ابوالعتاہیہ کی زہدیات پر مبنی شاعری پہ اظہار خیال کیجیے؟

10.13 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

أبو العتاهية أشعاره و أخباره	د۔ شكري فيصل
أبو العتاهية الشاعر العالمي	عبد المعتال الصعيدي
أبو العتاهية	د۔ هاشم صالح مناع
ابو العتاهية شاعر الزهد و الحب الخائب	عبد اللطيف شرارة
تاريخ الأدب العربي الأعصر العباسية	عمر فروخ
تاريخ الأدب العربي	حنا فاخوري
تاريخ الأدب العربي (تيسرا حصه)	د۔ شوقي ضيف

اکائی 11 قصیدہ:''دع عنک لومي''از:ابونواس

اکائی کے اجزا

11.1 تمہید

11.2 مقصد

11.3 ابونواس: تعارف

11.3.1 خاندانی پس منظر اور ولادت

11.3.2 تحصیل علم کا شوق

11.3.3 شخصیت اور اخلاق

11.3.4 بغداد کا سفر اور ہارون رشید کے دربار میں حاضری

11.4 شاعری

11.4.1 جدید دبستان فکر کا نمائندہ شاعر

11.4.2 بشار بن برد اور ابونواس

11.4.3 ابونواس کی شاعری میں جدت وندرت

11.5 ابونواس کے کلام کے چار اہم موضوعات

11.5.1 قصائد

11.5.2 خمریات

11.5.3 غزلیات

11.5.4 ہزلیات

11.5.5 دیگر اقسام

11.6 قصیدہ "دع عنک لومي"

11.7 الفاظ ومعانی

11.8 قصیدے کا ترجمہ

11.9 قصیدہ کا پس منظر اشعار کی تشریح

11.10 قصیدے کا فنی جائزہ

11.10.1 فنی محاسن

11.10.2 مضمون ومواد

11.11 اکتسابی نتائج

11.12 نمونہ امتحانی سوالات

11.13 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

11.1 تمہید

عصر عباسی عربی ادب کا سنہرا دور کہلاتا ہے، اس دور میں عربی زبان وادب کو بہت فروغ ملا، بے شمار شعرا وادبا آسمان ادب پر روشن ستارہ بن کر نمودار ہوئے، جن کے زبان وبیان، شعروادب سے پورا جزیرۃ العرب متأثر ہوا، چہار دانگ عالم میں ان کی شہرت پھیل گئی، عربی ادب اور خاص طور پر شعروشاعری کی خوب ترقی ہوئی، ان نابغۂ روزگار شعرا میں ابونواس کا بھی شمار ہوتا ہے، جس نے اپنے فن سے ادب عربی کو سنوارا، اپنے کلام سے شعروشاعری میں داد تحسین حاصل کی۔ وہ نہایت پرگو، بیدار مغز اور عربی شاعری میں جدت وندرت کا موجد تھا۔ ابونواس جدید دبستان فکر کا نمائندہ شاعر ہے جو اموی دور کے آخر اور عباسی دور اول میں واقع ہوا۔ اس کو مولدین میں وہی مقام حاصل ہے جو امرؤالقیس کو جاہلی دور میں اور محمود سامی بارودی کو جدید دور میں حاصل ہے۔ ابونواس بلاشبہ ایک انقلابی اور تجدیدی فکر کا حامل تھا۔

11.2 مقصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ:

☆عصر عباسی اول کے ایک مشہور شاعر ابونواس کی زندگی سے متعارف ہوں گے۔

☆عربی شاعری میں ابونواس کے تجدیدی کارناموں سے واقف ہوں گے۔

☆ابونواس کی شاعری میں موجود مختلف صنفوں واسالیب کو بالتفصیل پڑھیں گے۔

☆ ابونواس کا ایک منتخب کلام ''دع عنک لومي'' کا تجزیاتی مطالعہ کریں گے۔

11.3 ابونواس کا تعارف

11.3.1 خاندانی پس منظر اور ولادت

عباسی خلافت کے عین عروج اور شباب کے زمانے میں ابونواس اہواز میں پیدا ہوا۔ ایک قول کے مطابق اس کی پیدائش ۱۳۰-۱۴۹ھ مطابق ۷۴۷-۷۶۶ء کے درمیان دریائے تستر کے کنارے جنوبی مشرقی ایران کے صوبہ خوزستان کے بارونق شہر اہواز میں ہوئی۔ اس کا پورا نام حسن بن ہانی بن عبدالاول بن الصباح بن الجراح بن سعد العشر ۃ بن مالک ہے۔

اس بات پر مورخین متفق ہیں کہ اس نے ۶۸ سال کی عمر پائی اور عباسی خلیفہ امین کا مرثیہ کہہ کر ۱۹۸ یا ۱۹۹ھ مطابق ۸۱۴-۸۱۵ء میں اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کا باپ آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد کی فوج میں شامل تھا۔ فوجوں کے ہمراہ خوزستان پہنچا جہاں جلنان (گلنار کا معرب ہے) نامی نازنین (لونڈی) کے دام الفت میں گرفتار ہوا، اس سے شادی کی، جس سے دولڑکے حسن اور احمد پیدا ہوئے۔ جو بعد میں ابونواس اور ابو معاذ کے نام سے مشہور ہوئے۔

ابونواس کا پورا نام مصعب بن ہانی ہے۔ ایک روز اس کے استاد خلف الاحمر نے اس سے کہا: تم یمن کے اشراف میں سے ہو، وہاں کے بادشاہوں کے ناموں میں سے کوئی نام جس کے نام میں ''ذو'' آتا ہے، بطور کنیت رکھ لو، پھر اس کے سامنے چند نام گنائے، ذویزن، ذورعین، ذوجدن، ذواصبح، ذوکلاع، ذونواس وغیرہ۔ ابونواس کو موخر الذکر نام پسند آیا، پھر وہ اسی کنیت سے مشہور ہوگیا۔

ابھی وہ کمسن ہی تھا کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا، اس کی ماں اس کو چھ سال کی عمر میں بصرہ لے کر آئی، مالی پریشانیوں کی وجہ سے اس نے ایک عطار کی دکان پر کام کرنا شروع کر دیا۔ بصرہ اس زمانے میں علم وفن، زبان وادب اور تہذیب وتمدن کا گہوارہ، بڑی تجارتی منڈی اور فوجی چھاونی بنا ہوا تھا، جہاں ایران، مشرق بعید، چین اور اس وقت کے متمدن ملکوں سے تجارتی قافلے اور علمی وفود آتے تھے۔ ابونواس کا بچپن بصرہ میں گزرا، اسی لیے وہ اپنے کو بصری کہتا تھا ایک جگہ پر کہتا ہے۔

وإنْ أکُ بَصرِيًّا فإنَّ مُهاجَرِي دِمَشْقُ ولکنّ الحديثَ شُجُونُ

اگر چہ میں بھی بصری ہوں، لیکن میری جائے ہجرت دمشق ہے اور یہ داستان درد والم سے عبارت ہے۔

11.3.2 تحصیل علم کا شوق

ابونواس کو بچپن ہی سے تحصیل علم کا شوق تھا، لہذا وہ دن بھر اس عطار کی دکان میں کام کرتا رہتا اور شام کو جامع مسجد میں علمی وادبی حلقوں میں شریک ہوتا اور تشنگیٔ علم کو بجھانے کی کوشش کرتا۔

موزوں طبیعت ہونے کی وجہ سے بچپن ہی سے طبع آزمائی کر دی تھی اور بصرہ کے مشاعروں میں شریک ہو کر اپنا کلام سناتا تھا۔

بصرہ میں اس نے یعقوب حضرمی سے قرآن پاک کا درس لیا، اس کے بعد اس دور کے زبان وادب اور نحو کے ائمہ ابوعبیدہ، ابوزید، سعید بن اویس بن ثابت کے پاس گیا، ان سے الفاظ اور معنی اور ان کے مفردات ومشتقات پر عبور حاصل کیا۔ پھر سیبویہ کی مایہ ناز کتاب ''الکتاب'' کا عمیق مطالعہ کیا۔ بصرہ میں ابوالبشر عبدالواحد بن زیاد العبدی، یحیی بن سعید بن فروخ تمیمی، ابوبکر بن سعد بصری، سے حدیث کے اسباق پڑھے، مشہور راوی اور ماہر لغت وشعر خلف الاحمر کے شاگرد، محمد بن حبیب سے شاعری میں استفادہ کیا۔ اس طرح وہ مختلف ماہرین کے روبرو زانوئے تلمذ تہہ کرتا رہا، یہاں تک کہ علم وفن اور زبان وادب کا نکتہ شناس اور مشہور زمانہ ہو گیا۔

جب اس نے اپنے دور کے آوارہ مزاج مشہور شاعر والبہ بن حباب کا چرچا سنا، تو اس کے دل میں اس سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا، وہ چاہتا تھا کہ اس ماہر فن کے پاس جا کر استفادہ کرے۔ حسن اتفاق سے ایک دن والبہ بن حباب کسی ضرورت سے اسی عطار کی دکان پر آیا۔ ابونواس دکان پر موجود تھا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ اس کے چہرے مہرے کو دیکھتے ہی والبہ نے اس کی ذہانت ولیاقت اور اس کی مخفی صلاحیتوں کو تاڑ لیا، اس نے ابونواس سے کہا: ''إني أری فیک مَخَایِلَ فلاحٍ، وأری لک أن لا تضیعها، وستقول الشعر وتعلو فیه فَاصْحَبْنِي حتی أُخَرِّجَکَ''۔ (میں تمہارے چہرے مہرے میں کامیابی کی کرنیں دیکھ رہا ہوں۔ تم اپنے آپ کو برباد نہ کرو، مجھے یقین ہے کہ تم ایک دن شاعری میں اوج کمال تک پہنچو گے۔ لہذا تم میرے ساتھ نکل چلو، میں تمہیں صیقل کر دوں گا)۔

ابونواس یہ گفتگو سن کر متحیر ہوا اور پوچھا آپ کون ہیں؟ والبہ نے کہا: ابواسامہ۔ ابونواس نے فرطِ مسرت سے پوچھا: آپ والبہ بن حباب ہیں؟ اس نے مسکرا کر کہا: ہاں! ابونواس نے بے ساختہ کہا: خدا کی قسم مجھے تو عرصے سے آپ کی تلاش تھی، اب اللہ تعالی نے آپ کو میرے پاس بھیج دیا، گویا ''آمد آں یارے کہ من می خواستم''، میں تو آپ کی وجہ سے کوفہ اور بغداد جانے والا تھا، ''أنا واللہ في طلبک، ولقد أردتُ الخروج إلی الکوفة بسببک لآخذ عنک وأسمع منک''۔

والبہ خود ہی ابونواس پہ ہزار جان سے فریفتہ ہو گیا تھا۔ لہذا تقریباً ۱۵۶ھ میں اس کو لے کر کوفہ آ گیا۔ اگر ابونواس کی تاریخ پیدائش ۱۳۰ھ

(۷۴۷ء) مانی جائے، تو اس وقت اس کی عمر قریب قریب ۲۵-۲۶ سال کی ہوگی۔

11.3.3 شخصیت اور اخلاق

ابونواس حسین وجمیل، شیریں مقال، فصیح اللسان، وجیہہ، گوراچٹا، ستواں ناک والا اور ہنس مکھ تھا۔ وہ بکثرت اشعار اور محاورے اور امثال حفظ کرنے والا طباع، بے حد ذہین، حساس اور قوت یادداشت کا مالک تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے شعر کہنا اس وقت شروع کیا جب اُسے ساٹھ عورتوں کا کلام از بر ہو چکا تھا۔ وہ نہایت پرگو، بذلہ سنج، حاضر جواب، بیدار مغز، مدبر اور معاملہ فہم تھا۔ اس کو شاعری کی تمام اصناف پر یکساں عبور تھا۔ اس کے ہر قسم کے کلام میں جدت وندرت کا پتہ چلتا ہے، ابونواس اکثر لوگوں سے کہتا تھا: **"ما قلت الشعر حتی رویت لستین امرأة من العرب منھن: الخنساء، ولیلی، فما ظنک بالرجال"** میں نے شعر کہنا ہی اس وقت شروع کیا، جب عرب کی ساٹھ عورتوں خنساء، لیلٰی اخیلیہ، کے کلام کو زبانی یاد کر چکا تھا، یہ تو عورتوں کے کلام کی بات تھی مردوں کا کلام اس سے الگ ہے۔ ایک اور جگہ کہتا ہے: میں سات سو ایسے ارجوزے زبانی سنا سکتا ہوں جو تم نے کبھی نہ سنے ہوں گے۔

اس زمانے میں کوفہ میں، جہاں علم وفن کی گرم بازاری تھی، وہیں رقص وسرود اور غنا وموسیقی کا بھی عام چلن تھا۔ ابونواس اپنے استاد والبہ کے ساتھ اکثر ان محفلوں میں شریک ہوتا تھا۔ لہو ولعب اور عشرت ومستی کے جراثیم اس کے اندر تھے ہی، والبہ اور اس جیسے بدقماش لوگوں کی صحبت نے ابونواس کو بگاڑ کر رکھ دیا۔ اسی آوارہ زندگی کی آوارگیوں کا اثر ہمیں اس کی غزلیات اور خمریات میں نظر آتا ہے۔ اگرچہ شاعری کے میدان میں والبہ نے اس کے فن کو جلا دی اور ابونواس کو بلندیوں کی آخری سرے تک پہنچا دیا۔ مگر اس شخصیت کی بگاڑ کے پیچھے کیا عوامل کارفرما تھے ان کا جاننا ضروری ہے اس سے ہم اس کی شاعری کو سمجھ سکتے ہیں۔

اصل میں ابونواس بچپن ہی میں یتیم ہو جاتا ہے، شفقت پدری سے محروم لڑکا مفلسی سے دوچار ہوتا ہے، ۶ سال کی عمر میں ماں کمانے کے لیے ایک عطار کے سپرد کر دیتی ہے۔ یعنی تقدیر کا کھلونا بننے کے لیے اسے زمانے کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتی ہے۔

مربد میں جنان نامی کنیز سے ابونواس کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ اسے دل دے بیٹھتا ہے۔ جب وہ اپنی غزلوں میں اظہار عشق کرتا ہے، تو وہ اسے صلواتیں سناتی ہے، اس طرح ابونواس کو زندگی کی پرمشقت سفر میں دوسری بار اپنی ناکامی اور محرومی کا شدید احساس ہوتا ہے۔

والبہ کے ساتھ کوفہ کے چند سالہ قیام کے دوران ابونواس جیسا خوبرو بلکہ گبرو جوان شیطانوں کے ہتھے چڑھ چکا تھا۔ ان کی صحبت میں اس نے ہر وہ گناہ کیا، جس سے وہ اپنی ماں کو، جنان کو اور اپنی ناکامی کو بھلا سکے۔ بعد میں تو وہ کسی حد تک عورت بیزاری کا بھی شکار ہو گیا۔

گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے بھی ابونواس دل کی گہرائیوں سے ہمیشہ مومن رہا۔ دراصل اس کی بے راہ روی، اس کی آزاد فکری اور اس کی بادہ کشی، یہ سب غموں کو غلط کرنے کے وسیلے تھے، مگر دین واخلاق سے ان کی تائید نہیں ہو سکتی تھی، تاہم ابونواس نے آخری ایام میں توبہ وتلافی کر کے اپنا معاملہ خدا سے صاف کر لیا تھا۔

11.3.4 بغداد کا سفر اور ہارون رشید کے دربار میں حاضری

وہ بصرہ سے بغداد اس حال میں روانہ ہوا کہ اس کے دل میں جنان کی محبت جاگزیں ہو گئی تھی، یہ ثقیف کے ایک قبیلے کی باندی تھی، اس کی

محبت نے ابونواس کا صبر وقرار چھین لیا تھا، ابوالفرج اصبہانی نے مستقل ایک باب باندھا ہے، جس میں اس نے جنان کی محبت میں کہے گئے اشعار اور ان اشعار کے جواب میں جنان کے ابونواس کو برا بھلا کہنے اور گالی گلوج کے واقعات نقل کیے ہیں۔ شاعر نے اپنے شہر بصرہ کو چھوڑ کر بغداد جانے کی کیفیت اور جدائی کے درد والم کو بڑے ہی جذباتی انداز میں بیان کیا ہے۔

ابونواس جب بغداد پہنچا تو اس کی عمر تقریباً تیس سال تھی، اس نے اپنے استاد والبہ بن حباب کو بصرہ ہی میں چھوڑا۔ بغداد پہنچ کر وہ شعرا کی صحبتوں میں رہا اور علما کے درس وتدریس سے مربوط ہو گیا اور اس طرح وہ اپنے زمانے کا مشہور ترین اور ٹھوس علم رکھنے والا شاعر بن گیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اپنی شاعری کے ذریعے خلیفہ ہارون رشید کو رجھالے گا، لیکن اس میدان میں اپنا جوہر ثابت کرنے کے لیے اس کو ابھی اور انتظار کرنا تھا۔

ابونواس برابر علم حاصل کرتا رہا، یہاں تک کہ اس کی غیر معمولی ذہانت اور برجستہ گوئی کا تذکرہ ہارون رشید کے دربار میں بھی پہنچا، مشہور واقعہ ہے کہ ہارون رشید نے ہرثمہ بن اعین سے یہ خواہش ظاہر کی کہ کوئی ایسا شخص میرے پاس لاؤ جو شب گزاری اور تفریحِ طبع کے لیے اچھے اچھے قصے اور کہانیاں بیان کر سکے، نیز موقع شناس ومعاملہ فہم بھی ہو۔ ابونواس میں یہ قابلیت پائی جاتی تھی، قدرت نے حالات ساز گار کر دیے اور وہ ہارون رشید کے دربار سے منسلک ہو گیا۔

11.4 شاعری

11.4.1 جدید دبستان فکر کا نمائندہ شاعر

ناقدین کے خیال میں ابونواس جدید دبستان فکر کا نمائندہ شاعر ہے، جو مقام امراؤالقیس کو جاہلی دور کے شعرا میں اور محمود سامی بارودی کو جدید دور کے شعرا میں حاصل ہے وہی مقام ابونواس کو مولدین (شعرا) میں حاصل ہے۔ (یہ بات بشار بن برد کے لیے بھی کہی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شاعرانہ خصوصیات میں یہ دونوں شاعر ایک جان دو قالب کی مصداق ہیں)۔

یہ وہ شاعر ہے جس نے شاعری کے تمام اصناف سخن؛ مدح، ہجو، غزل، غزل بالمذکر (امرد پرستی)، زہدیات، شکاریات اور خمریات پر طبع آزمائی کی ہے۔ عام طور سے قدیم طرز کا پیرو کار نظر آتا ہے، البتہ نسیب کے معاملے میں وہ قدیم طرز کا مذاق اڑاتا ہے۔

اس کا پورا کلام تکلف اور صنعت لفظی اور معنوی سے پاک ہے۔ زبان وبیان تو اس کے گھر کی لونڈی ہے، نہایت چست اور پختہ اسلوب کا مالک ہے، الفاظ فصیح استعمال کرتا ہے، اسلوب بیان میں اور شگفتگی پائی جاتی ہے، فن وجدان وشعور میں ڈوبا ہوتا ہے، اس کے کلام کا مطالعہ کرنے والوں کے ذہنوں کو مسحور کرتا ہے، آتش جذبات کو بھڑکاتا ہے اور کانوں میں رس گھولتا ہے۔

11.4.2 بشار بن برد اور ابونواس

مولدین شعرا کا سرخیل بشار بن برد اور خمریات کا امام ابونواس کی ذات وصفات، مزاج ومذاق اور لفظی ومعنوی اسلوب میں بڑی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ بشار کے یہاں آمد ہی آمد ہے جو سننے والے کے دل کو چھو لیتی ہے، جب کہ ابونواس کی فطری شاعری سننے والے کی اجازت کے بغیر دل میں جا کر براجمان ہو جاتی ہے۔ ابونواس اپنی شاعری کی اصلاح وتنقیح میں مشہور تھا۔ رات میں قصیدہ کہتا اور پھر دن میں اس پر نظر ثانی

کرتا تھا۔ کلام کے سقم کو دور دور کرتے کرتے بیشتر حصہ حذف کردیتا تھا اور صرف عمدہ اشعار باقی رکھتا تھا۔ اس کی تنقیح وتہذیب کے عمل کی وجہ سے اس کے دیوان میں بعض قصائد بہت مختصر نظر آتے ہیں۔

11.4.3 ابونواس کی شاعری میں جدت وندرت

ابونواس کی شاعری قاری وسامع کے ذہن پہ ایک گہرا نقش چھوڑتی ہے۔ یہ ہمیشہ درست زبان اور محکم عربی استعمال کرتا ہے، کبھی کبھار عام بول چال کی زبان بھی استعمال کر بیٹھتا ہے، اسی طرح وہ کبھی غریب ونامانوس الفاظ بھی لکھ جاتا ہے۔ اُس کے شاعرانہ کمال، اس کی پرگوئی و پرکاری اور اس کی مہارت زبان میں کم لوگ اس کے حریف ہوئے ہیں۔

ابونواس ایک خوش طبع، شوخ مزاج، بدزبان، بدکردار، زندیق، ملحد، بے عمل اور بد دین شاعر تھا۔ خمریات کے فن میں یہ نابغۂ روزگار تھا، ہجو میں تلخ اور غزل میں سبھوں سے بڑھ کر عریاں پسند شاعر تھا۔

فارسی تمدن سے بے حد متاثر تھا، شرابنوشی اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، اس نے عربی شاعری کو نئے نئے معانی پہنانے، غزل بالمذکر (امرد پرستی) کو رواج دیا اور خمریات کی طرح اس باب میں بھی جدتیں وندرتیں پیدا کیں، جو بعد کے شعرا کے لیے مشعل راہ اور خوشہ چینی کا ذریعہ بنیں۔ غزل بالمذکر کا اسی کو بانی مبانی کہنا چاہیے، اس صنف کو غیرت مند عربی زبان وادب میں رواج دینے کا سہرا اسی کے سر ہے (یہ تاریخی تحقیق کا مسئلہ نہیں ہے، اخلاقیات کے خلاف اس شاعر کی دیدہ دلیری کی بات ہے) اس کے بہترین اشعار وہ ہیں، جو اس نے شراب اور امرد پرستی کے موضوع پر لکھے ہیں۔

11.5 ابونواس کے کلام کے چار اہم موضوعات

ابونواس کے کلام کو مضامین کے اعتبار سے چار بڑے اہم موضوعات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) قصائد (۲) خمریات

(۳) غزلیات (۴) ہزلیات

11.5.1 اول۔ قصائد

اگرچہ ابونواس کو قصیدہ گوئی میں کوئی خاص شغف نہ تھا، لیکن اس کے باوجود اس نے جتنے بھی مدحیہ قصائد لکھے وہ سب کے سب اپنی مثال آپ ہیں۔ شاندار الفاظ اور پرشکوہ انداز بیان سے تمام قصیدے مرصع ہیں، جن میں اچھوتی، نادر تشبیہوں اور استعاروں سے کلام میں جادو جگایا گیا ہے۔ نمونے کے طور پر چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ ہارون رشید کے بارے میں کہتا ہے:

مَلِکٌ تَصَوَّرَ فی القلوب مثالُه فکأَنَّه لم یَخْلُ منه مکانُ

ماتَنْطَوِيْ عنه القلوبُ بِفَجْرَةٍ إلاَّ یُکَلِّمُ بها اللَّحْظَانُ

وہ ایسا بادشاہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی تصویر ہے گویا اس سے کوئی جگہ خالی نہیں۔

اگر لوگوں کے قلوب اپنا کھوٹ اور کینہ اس سے چھپاتے بھی ہیں تو نگاہیں اسے بتادیتی ہیں۔

11.5.2 دوم۔ خمریات:

☆ خمریات کو زندگی دے دی: جہاں ابونواس کو مولدین شعرا کی قیادت وسربراہی حاصل ہے، وہیں خمریات کے باب میں اس کو امامت کا درجہ ملا ہوا ہے، اب تک کے شعرا جو خمریات کی شاعری سے دلچسپی رکھتے تھے، وہ اسے سرور ونشاط اور فرحت وانبساط کا ذریعہ سمجھتے تھے، وہ اس سے عشق بھی کرتے تھے۔ ابونواس نے تو خمریات کی شاعری کو زندگی عطا کردی۔ اُسے وہ ایک زندہ وجود کی نظر سے دیکھتا ہے، جو زندگی بخش بھی ہے اور روح افزا بھی۔

☆ یہ دمکتا نور ہے: ابونواس تنہا وہ شاعر ہے، جو شراب کے مٹکے کی جان (شراب) کو اپنے جسم میں اتار کر اپنے اندر دو روحوں کو یکجا کر لیتا ہے، اس کی نگاہ میں شراب اکسیرِ حیات (آبِ حیات) ہے۔ یہ روح کی جڑواں بہن ہے۔ یہ ایک دمکتا ہوا نور ہے اور اس میں افلاطونی ، جمالیاتی قدروں کی ساری خصوصیتیں موجود ہیں۔ شراب پانی کی لطافت سے بہت زیادہ لطیف اور صنف نازک کی نزاکت سے بہت زیادہ نازک اور معشوقہ کی محبت سے بڑھ کر محبوب ترین ہے۔ اس گستاخ اور بے باک شاعر نے اپنی محبوب شراب کو اُلوہی صفات دینے کی جرأت کر بیٹھا، چناں چہ وہ کہہ گیا:

أثنِ علی الخمر بآلائِها وسَمِّهَا بأحسنِ أسمائِها

شراب کی خوبیوں، نعمتوں، قدرتوں اور کمالات کی تعریف کرو اور اس کے لیے عمدہ سے عمدہ نام رکھو۔ (اٰلاء سے آلاء اللہ اور اسما سے اسمائے حسنیٰ مراد لیا ہے) اس بیباکانہ وصف نگاری کا نتیجہ تھا کہ لوگوں نے کہا: اگر حسنین (حضرت حسن بصریؒ اور حضرت ابن سیرینؒ) بھی اس کے شراب کی وصف نگاری سن لیتے، تو اپنے زہد کو چھوڑ کر رندانہ زندگی اختیار کر لیتے۔

قدرت نے اس کی فطرت میں بلا کی شوخی اور ظرافت ودیعت کی تھی، اس کے اکثر اشعار اس درجہ اخلاق سے گرے ہوئے ہیں کہ کوئی سنجیدہ مزاج اور شریف انسان انہیں پڑھنے سے شرم محسوس کرے گا، لیکن اس میں کیا شک کہ ان میں بھی زبان وادب کے جواہر پارے موجود ہیں۔

☆ شراب کے لیے وقف زندگی:

غزلیات کے باب میں بنی امیہ کے دور میں عمر بن ابی ربیعہ پہلا شاعر ہے جس نے صرف غزل کے لیے مستقل قصیدے کہے، ابونواس بھی پہلا شاعر ہے جس کے قصائد صرف خمریات پر مشتمل ہیں۔ اس نے صرف یہی نہیں کیا کہ شراب کو نئے نئے معنی پہنائے، لطیف اور نادر خیالات پیش کیے، بلکہ اس نے اپنے شعور واحساس کو شراب کی فطرت میں ڈھال لیا۔ شراب کی عظمت، شراب کی محبت، شراب کی رومانیت، اس کی نفسیات کا حصہ بن گئی۔ اس نے شراب پی اور لوگوں کو پینے کی ترغیب دی۔ شراب کے لطائف واسرار کا محرم راز بنا اور گویا زندگی اس کے لیے وقف کردی۔

11.5.3 سوم۔ غزلیات

غزل کے لغوی معنی حسین و نازک اندام عورتوں سے بات کرنا اور ان کے محاسن و دل فریبیوں کو بیان کرنا ہے۔ غزل شاعری کی اہم ترین صنف ہے۔ بیجا نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ غزل ہی شاعری کی جان ہے۔ اسلامی اور اموی دور میں شعرا نے اسی نہج پر شاعری کی، لیکن عباسی دور میں

عجمیوں کے اختلاط اور میل ملاپ کی وجہ سے اس صنفِ شاعری میں ایک بہت بڑا انقلاب رونما ہوا۔

ابونواس کی غزلیہ شاعری میں لطف ولذت سے بھر پور زندگی کی عکاسی ہوتی ہے، لذت کوشی ہی کی خاطر وہ ہر قماش اور ہر سطح کے لوگوں سے ملا اور جہاں کہیں حسن و جمال نظر آیا اس سے آنکھیں سکیں اور اپنی بے تاب روح کو غذا پہنچائی۔ اس کے یہاں نیکی اور بدی بے معنی چیزیں تھیں، اسی لیے اس نے جو کچھ کیا تسکین خاطر کے لیے کیا، لذت یابی کے لیے کیا، جی بھر کر کیا اور علانیہ کیا۔

جنان نامی عورت سے محبت کی تو غزل کے چشمے ابلنے لگے، تقریباً پچاس مقطوعات کہے، لیکن محبت میں ناکامی کے بعد یہ شخص کسی قدر عورتوں سے بے زار ہو چکا تھا، اس کی غزلوں میں وہ شان اور زور نہیں ہے جو زورِ غزل بالمذکر میں نظر آتا ہے۔

11.5.4 چہارم۔ ہزلیات

اس بات کا ثبوت نہیں ملتا ہے کہ اس صنف شاعری کا موجد و بانی کون ہے۔ زمانہ جاہلیت، اسلامی دور اور اموی عہد ہی میں با قاعدہ ایک صنف کی صورت میں اس کا اتا پتہ نہیں ملتا۔ غزل مذکر کیا تھی؟ یہی امرد پرستی، جس میں حسین وخوب رولڑکوں سے اظہار عشق ومحبت کے لیے وہی ڈھب اپنایا گیا، جو ہمیشہ سے غزل بالمونث میں اپنایا گیا ہے اور یہی ہزلیہ شاعری تھی۔ اس کی ہزلیہ شاعری اور مزاحیہ کلام پر تو پورا دیوان مصر سے شائع ہوا ہے، جس کے بیشتر حصے کو مورخین وناقدینِ ادب من گڑھت بتاتے ہیں۔

11.5.5 دیگر اقسام

ان اقسام کے علاوہ ہجو گوئی، مرثیہ نگاری اور زہد وغیرہ کی مثالیں بھی ابونواس کے کلام میں ملتی ہیں۔

☆ ہجو گوئی:

ابونواس کے کلام سے پورے طور پر بہرہ مند ہونے اور اس کی شخصیت سے روشناس ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی تمام اصناف شاعری کا خواہ مجملاً ہی سہی ایک جائزہ لیا جائے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ وہ ہجو گوئی یا مرثیہ کا شاعر نہیں ہے، لیکن پھر بھی اس کی قادر الکلامی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے، کیونکہ اس نے جس صنف کلام پہ بھی طبع آزمائی کی اس میں اپنا لوہا منوایا۔ مثلاً رِقاش کے لوگوں کی ہجو کرتے ہوئے اس نے کہا:

أماتَ اللهُ من جوعٍ رِقاشاً　　　فلولا الجوعُ ما ماتت رِقَاشُ

ولو أشْمَمْتَ موتاهم رغيفاً　　　وقد سكنوا القبورَ إذاً لعاشُوا

اللہ نے رقاش کو بھوک سے موت دے دی، بھوک نہ ہوتی تو رقاش کے لوگ نہ مرتے۔

اگر ان کے مردوں کو تم نے روٹی (چپاتی) سونگھائی ہوتی تو وہ قبروں سے زندہ نکل آتے۔

☆ مرثیہ نگاری:

ابونواس کی مرثیہ نگاری اپنی مثال آپ ہے۔ بعض اشعار تو اتنے درد انگیز ہیں کہ قاری وسامع کے ذہن پر ایک دیر پا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ بطور مثال ایک شعر ملاحظہ ہو:

يا أمينَ اللهِ مَن لِلنَّدَى　　　وعِصَمَةِ الضُّعَفَى وفَكِّ الأسيرِ؟

اے اللہ کے امین! اب جودوسخا کا کام کون سنبھالے گا۔ اب کمزوروں کا کون پناہ گاہ بنے گا اور قیدوں کو کون آزاد کرے گا؟؟

☆ زہد:

ابونواس نے اپنی جوانی میں بغیر کسی خوف وخطر اور بغیر کسی قید وبند کے زندگی کے اتنے مزے لوٹے کہ بڑھاپے سے پہلے جسمانی اعذار اُسے موت کی طرف دھکیلنے لگے، حساس شاعر کو عالم آخرت کے حقائق نظر آنے لگے، تو دل کے اندر سے آہیں اور سسکیاں نکلنے لگیں اور سیدھے عرش الٰہی تک پہنچنے لگیں، عفو ومغفرت کا دروازہ کھٹکھٹایا جانے لگا، خلوص دل سے بارگاہ رحمت میں اپنی لغزشوں کا اعتراف ہونے لگا، آہ وبکا شروع ہوگئی اور اللہ کے حضور امنڈتے احساس ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کیا گیا اور مومنِ عاصی یوں گریہ وزاری کرنے لگا:

لَهْفَ نَفسي على ليالٍ و أيامٍ		تجاوزتُهن لَعْباً و لَهوَا

حسرت وافسوس ان راتوں اور دنوں پر جنہیں میں نے کھیل تماشے اور لہولعب میں گزار دیئے۔

قَدْ أَسَأنَا كلَّ الإساءةِ		فاللهمَّ صَفحاً عنّا، و غَفْراً ،و عفوَا

اے اللہ! ہم نے بڑی زیادتیاں اور ناروا حرکتیں کی ہیں، اے اللہ! تو ہمیں درگزر کر، ہمیں بخش دے اور ہمیں اپنے عفوکرم میں جگہ دے۔

11.6 قصیدہ "دع عنک لومي"

۱ دَعْ عنک لَومِي فإنَّ اللَّومَ إغْرَاءُ — وداوِني بالتي كانتْ هي الدَّاء

۲ صَفْراء لا تَنزلُ الأحزانُ ساحَتَهَا — لو مَسَّهَا حَجَرٌ مَسَّتْهُ سَرَّاء

۳ قامتْ بإبريقِها والليلُ مُعْتَكِرٌ — فَلاحَ مِن وَجْهِهَا في البيتِ لألَاء

۴ فأرسلَتْ من فمِ الإبريقِ صافيةً — كأنَّما أَخْذُها بالعين إغْفَاء

۵ رَقَّتْ عن الماء حتى ما يُلائِمُهَا — لَطَافَةً، و جَفَا عن شكلِها الماء

۶ فلو مَزَجْتَ بها نوراً لَمَازَجَهَا — حتَّى تَوَلَّدَ أنوارٌ و أضواء

۷ دَارتْ على فِتْيَةٍ دَانَ الزمانُ لهم — فما يُصِيبُهُم إلّا بما شَاءوْا

۸ لِتِلْکَ أبْكِی ولا أَبْكِيْ لِمَنْزِلَةٍ — كانت تَحلُّ هِنْدٌ وأسماء

۹ حَاشَا لِدُرَّةٍ أنْ تُبنَى الخِيَامُ بها — وأنْ تَرُوْحَ عليها الإبِلُ والشَّاء

۱۰ فَقُلْ لِمَن يَدَّعِي في العلمِ مَعْرِفَةً — حَفِظْتَ شَيئاً و غَابَتْ عنک أشْيَاء

۱۱ لا تَحْظُرِ العفوَ إنْ كُنتَ امْرأً حَرِجاً — فَإنَّ حَظْرَكَهُ في الدين إزْرَاء

11.7 الفاظ ومعانی

ا- لام لَوماً(ن):	ملامت کرنا۔
أغرى إغراءً (إفعال):	ابھارنا اشتعال دلانا، امادہ کرنا۔

۲-سَرَّاء: سرور وشادمانی خوشی۔

۳-اعتکر اعتکاراً (افتعال) اللیلُ: أظلم؛ رات کا سخت تاریک ہونا۔

اللألاء: بہت زیادہ خوشی

۴-أغفی إغفاءً (افعال): اونگھنا، جھپکی لینا، خمار غالب آنا۔

۵-جفا جفاءً (ن) عن: قرار نہ پکڑنا، سازگار نہ ہونا۔

۷-دار دوراً و دوراناً (ن) الدھر به و له: تقلب به: چکر لگانا، گھومانا۔

دان دیناً (ض) له: کسی کے سامنے جھکنا، فرماں برداری کرنا۔

فتیً (ج) فتیان، فتیة: جواں مرد۔

۹-دُرَّةٌ (ج) دُرَرٌ: بڑی موتی، زیور (شاعر نے بطور استعارہ اس لفظ کو شراب کے لیے استعمال کیا ہے جو علَم کے قائم مقام ہے اور علَمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے، مگر علَم نہ مانا جائے تو منصرف ہوگا)۔

۱۱-حظر حظراً (ن و ض): روکنا، منع کرنا

حَرِجٌ: تنگ کرنے والا (یہاں متشدد مراد ہے)۔

حظر که: تمہارا اس کو ممنوع قرار دینا۔

أزری إزراءً (إفعال): عیب، لگانا ذلیل کرنا۔

11.8 قصیدے کا ترجمہ

۱-دَعْ عنک لَومِی فإنَّ اللَّومَ إغرَاءُ وداوِنِي بالتي كانتْ هي الدَّاء

پہلا شعر: مجھے ملامت کرنا چھوڑو، ملامت سے تو میرا شوق اور ابھرے گا، میرا علاج اسی شراب سے کرو جو بیماری ہے (مگر میری بیماری کا یہی علاج بھی ہے)

۲-صَفْراء لاتَنزلُ الأحزانُ ساحَتَهَا لومَسَّهَا حَجَرٌ مَسَّتْهُ سَرَّاء

دوسرا شعر: یہ زرد رنگ کی شراب ہے، یہ جس جگہ ہوتی ہے، وہاں رنج وغم کا گزر نہیں ہوتا، اگر پتھر بھی اسے ہاتھ لگالے تو وہ خوشی سے جھوم جائے۔

۳-قامتْ بإبريقها والليلُ مُعْتَكِرٌ فَلَاحَ مِن وَجْهِهَا في البيتِ لألاء

تیسرا شعر: وہ اپنا ساغر لے کر آگئی، حالانکہ رات بہت تاریک تھی، گھر میں اس کے چہرے کی چمک سے خوشیاں پھیل گئیں۔

۴-فأرسلت من فمِ الإبريقِ صافيةً كأنَّما أَخذُها بالعين إغفَاء

چوتھا شعر: اس نے ساغر کے منہ سے (جام میں) صاف شفاف شراب انڈیلی۔گویا (ہاتھوں سے پہلے) اس شراب کو آنکھیں

لے (پی) چکی تھیں، جس سے ان آنکھوں میں شراب کا خمار چڑھ چکا تھا۔

۵-رَقَّتْ عن الماء حتی مایُلائِمُهَا   لَطَافَةً، و جَفَاعن شکلِها الماء

پانچواں شعر: وہ لطیف شراب پانی سے منفرد تھی۔ اپنی لطافت کی وجہ سے پانی سے ہم آہنگ نہیں ہو رہی تھی اور اس کے مزاج سے الگ ہو کر پانی ٹھہرا ہوا تھا۔

۶-فلو مَزَجْتَ بھانُوراً لَمَازَجَهَا   حتّی تَوَلَّدَ أنوارٌ و أضواء

چھٹا شعر: اگر تم اس شراب سے نور (روشنی) کو ملاؤ تو وہ گھل مل جائے گا اور بہت ساری روشنیاں پیدا ہو جائیں گی۔

۷-دَارتْ علی فِتْیَةٍ دَانَ الزمانُ لهم   فمایُصِیبُهُم إلّا بماشَاءوُا

ساتواں شعر: ساقیہ نے ان جواں مردوں میں جام و سبو کا دور چلایا زمانہ جن کا تابع فرمان ہے، انہیں وہی چیز ملتی ہے جو ان کی چاہت ہوتی ہے۔

۸-لِتِلْکَ أبْکِی و لا أَبْکِي لِمَنْزِلَةٍ   کانت تَحلُّ بِها هِنْدُ و أسماء

آٹھواں شعر: اس شراب کے لیے میں روتا ہوں میں (جاہلی شعرا کی طرح سے) کسی ایسے مقام و منزل کے لیے نہیں روتا جہاں ہند اور اسماء رہا کرتی تھیں۔

۹-حَاشَا لِدُرَّةٍ أنْ تُبْنَی الخِیَامُ بها   و أنْ تَرُوحَ علیها الإبِلُ و الشَّاء

نواں شعر: اللہ دُرَّہ (موتی جیسی عمدہ شراب) کو اس بات سے بچائے کہ جہاں یہ شراب موجود ہو، وہاں (بدوؤں کے) خیمے گاڑے جائیں اور سرِ شام وہاں اونٹ اور بکریاں آئیں۔

۱۰-فَقُلْ لِمَن یَدَّعِی فی العلمِ مَعْرِفَةً   حَفِظْتَ شَیئاً و غَابَتْ عنک أشْیَاء

دسواں شعر: اس سے کہو جو علم و معرفت کا دعوی کرتا ہے (تمہیں نہیں معلوم کہ شراب کی قدر و قیمت نہ پہچاننے کی وجہ سے) تم نے علم کا 'کچھ حصہ' محفوظ کر لیا ہے اور بہت سارے علوم تم سے غائب (دور) ہیں۔

۱۱-لا تَحْظُرِ العفوَ إنْ کُنتَ اِمْرأً حَرِجاً   فَإنَّ حَظْرَکَهُ في الدین إزْرَاء

گیارہواں شعر: اگر تم تشدد برتنے والے شخص ہو تو خدا کے عفو و مغفرت پہ پابندی نہ لگاؤ، کیونکہ تمہارا اس کے عفو و مغفرت کو ممنوع قرار دینا عیب کی بات ہے۔

11.9 قصیدے کا پس منظر اور اشعار کی تشریح:

ابونواس کا تعلق ابراہیم بن سیار بن النظّام بصری ۱۸۵ھ-۲۲۱ھ مطابق ۷۷۷ء-۸۳۶ء سے بچپن سے تھا۔ اس نے النظام سے (جو مسلک اعتزال میں خود النظامیہ کا بانی تھا) سے علم بھی حاصل کیا تھا، استاد نے شاگرد کو اعتزال اختیار کرنے کی دعوت دی، النظام اس میں کامیاب نہ ہوا، تو ابونواس الگ ہو گیا۔ ایک موقع پر دونوں کی دوبارہ ملاقات ہوئی، تو نظام نے اپنے پرانے شاگرد دوست کو مسلک اعتزال کی طرف دوبارہ

راغب کرنا چاہا، مگر ابونواس نے اس معاملے میں کوئی دلچسپی نہیں دکھائی۔ ابونواس چونکہ علانیہ شراب نوشی اور فسق وفجور کا ارتکاب کرتا تھا، اس لیے نظام نے اس کو برا بھلا کہا اور جہنم کی بشارت سنائی، شاعر نے اسی کے جواب میں یہ قصیدہ کہا ہے۔

اشعار کی تشریح:

١ - دَعْ عنک لُومِي فإنَّ اللَّومَ إغْرَاء

و دَاوِنِي بالتي كانتْ هي الدَّاء

(١) شاعر پہلے شعر میں شراب نوشی پر کوسنے اور برا بھلا کہنے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہتا ہے: شراب جیسی عمدہ نعمت پر کوسنے اور برا بھلا کہنے کا اپنا رویہ بدلو، کیونکہ شراب کے موضوع پر جتنی زیادہ ملامت کرو گے، اسی قدر اس کی چاہت ورغبت بڑھتی جائے، تمہیں ملامت کی سوجھی ہے، جب کہ ہم تو اپنی بیماری کا علاج اس شراب سے کر رہے ہیں۔

٢ - صَفْراء لا تَنزلُ الأحزانُ ساحَتَهَا

لو مَسَّهَا حَجَرٌ مَسَّتْهُ سَرَّاء

(٢) دوسرے شعر میں شراب کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ تو وہ فرحت بخش ٹانک ہے۔ جہاں یہ پائی جائے وہاں غموں کا گزر نہیں ہوتا۔ یہ وہ حیات بخش نسخہ ہے کہ اس سے پتھر بھی چھو دے، تو اس میں بھی سرور وشادمانی کے دیے جل جائیں اور اس کے وجود کی خوشبوئیں بکھر جائیں۔

٣- قامتْ بإبريقها و الليلُ مُعْتَكِرٌ

فَلَاحَ مِن وَجْهِهَا في البيتِ لأْلَاء

(٣) تیسرے شعر میں اس ساقیہ کی تعریف کی ہے۔ جو اندھیری رات میں محفل میں ساغر ومینا لیے ہوئے حاضر خدمت ہوتی ہے، تو اس مہ وپروین کے حسن وجمال اور اس کی خندہ لبی سے گھر میں سرور وشادمانی خوشبوئیں پھیلتی ہیں۔

٤- فأرسلت من فمِ الإبريقِ صافيةً

كأنَّما أَخْذُها بالعين إغْفَاء

(٤) اس نازنیں پیکر ساقیہ نے جام میں ایسی شفاف اور شعلہ صفت شراب انڈیلی جس کی تیز چمک سے آنکھوں میں تاب نظارہ نہیں رہا، کیونکہ اس اعلی درجے کی شراب کی دیدار سے آنکھیں مدہوش ہوئی جاتی ہیں۔

٥ - رَقَّتْ عن الماء حتى ما يُلائِمُهَا

لَطَافَةً و جَفَا عن شكلِها الماء

(٥) اس اعلی درجے کی لطیف اور خوشگوار شراب میں جب پانی ملایا جاتا ہے، تو دونوں میں امتزاج اور ہم آہنگی نہیں پیدا ہو پاتی (دونوں الگ الگ زاویے میں ہوتے ہیں)۔

٦ - فلو مَزَجْتَ بها نُوراً لَمَازَجَهَا

حتّٰی تَوَلّدَ أنوارٌ و أضواء

(۶) لیکن اسی شراب میں جب نور کی آمیزش کروگے، تو دو طرح کے نور کے امتزاج سے کائنات بقعہ نور بن جاتی ہے اور ہر چہار سو نور کے فوارے اُبلنے لگتے ہیں۔

۷- دَارتْ علی فِتْیَۃٍ دَانَ الزمانُ لهم

فمایُصِیبُهم إلّا بما شاءوُا

(۷) ان نو جوانانِ مے کشوں کو زمانہ یہاں کھینچ لایا ہے (کیونکہ زمانہ ان کے تابع ہے، یہ زمانے کے تابع نہیں ہیں)، یہ ایک تقدیری فیصلہ ہے۔ اب حسبِ منشا یہ جام کے جام لنڈھا رہے ہیں اور اپنی امنگیں پوری کر رہے ہیں۔

۸- لِتِلْکَ أبْکِی و لا أبْکِي لِمَنْزِلَةٍ

کانت تَحُلُّ هِنْدُو أسماء

(۸) میں اپنی محبوبہ کے لیے روتا ہوں اور میری محبوبہ یہی شراب کہن ہے۔ میں جاہلی دور کے عربوں کی طرح سے ہند اور اسماء جیسی محبوباؤں کی یاد میں آنسو نہیں بہاتا۔ ان کے مسکن کے کھنڈرات پر کھڑے ہو کر ماضی کی یادوں میں کھو کر آہیں اور سسکیاں نہیں بھرتا۔

۹- حَاشَا لِدُرَّةٍ أنْ تُبْنَی الخِیَامُ بها

و أنْ تَرُوحَ علیها الإبلُ و الشَّاء

(۹) دُرَّہٗ (انگور کی بیٹی، شراب) کا مقام و مرتبہ بہت اعلیٰ و ارفع ہے، جس جگہ دُرَّہٗ جیسی یہ شراب ہوگی، اس جگہ کو بھلا ہند اور اسماء جیسی محبوباؤں کی جگہوں سے کیا نسبت؟ کیونکہ جب تک وہ رہیں، خیمہ زن رہیں اور جب اپنے خیمے چھوڑ کر چلی گئیں، تو یہ جگہ جنگلی جانوروں کا مسکن بن گئی (خدارا! شراب اور عرب شعرا کی محبوباؤں کو ایک سطح پر نہ رکھو)۔

۱۰- فَقُلْ لِمَنْ یَدَّعِی فی العلم مَعْرِفَةً

حَفِظْتَ شَیئاً و غَابَتْ عنکَ أشْیاء

(۱۰) اے علم کے خزانے سمیٹنے والے! اور اے فلسفہ و معرفت کے اپنے کو علمبردار سمجھنے والے! یہ تم نے کیسے یہ خیال کر لیا کہ تم نے ہر شیٔ کی حقیقت پالی ہے، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے، یہ بس ایک خیال خام ہے۔ تم نے 'کچھ' جانا مگر شراب کی حقیقت کے نہ جاننے اور اس سے منہ موڑنے کی وجہ سے تم 'بہت کچھ' سے محروم رہ گئے۔

۱۱- لا تَحْظُرِ العفوَ إنْ کُنتَ امْرأً حَرِجاً

فَإنَّ حَظْرَکَهُ في الدین إزْرَاء

(۱۱) تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے کہ اللہ معاف نہیں کرے گا، تمہاری دینی معلومات خواہ جس درجے کی ہو، تم عفو و کرم کے مالک نہیں ہو، اس کا حق صرف اللہ کو ہے اور تم اللہ کی مغفرت پہ روک نہیں لگا سکتے۔ تمہارا اللہ کی مغفرت پہ بندش عائد کرنا دین کی تحقیر اور اس کی شان میں صریح گستاخی ہے۔

11.10 قصیدے کا فنی جائزہ

11.10.1 (الف) فنی محاسن:

"لو مسها حجر مسته سراء"۔شاعر نے شراب کو"آب حیات" بنا کر پیش کیا ہے کہ اُس سے پتھر بھی چھو جائے تو اس میں زندگی کی رَو (کرنٹ) دوڑ جائے اور احساس مسرت سے وہ کھلکھلا اٹھے۔

"فلاح من وجهها في البيت لألأء"۔شاعر نے ساقیہ کے حسن و جمال کی ایسی عمدہ تصویر پیش کی ہے کہ پورا منظر تصور میں رقص کرنے لگتا ہے۔وہ جس سج دھج کے ساتھ بادہ خواروں کی مجلس میں جام شراب کا دور چلانے آئی ہے، تو اس کی آمد سے نوجوانوں کے چہروں پہ شادمانی کے پھول تو کھلتے ہی ہیں، گھر بھی مسرتوں کے نور سے جھوم اٹھتا ہے۔

"كأنما أخذها بالعين إغفاء"۔ساقیہ ساغر کی ٹوٹی سے جام میں شراب انڈیل رہی ہے، میکش کی نگاہ اس منظر کو دیکھ رہی ہے اور شراب ہے کہ اُس نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا اور پھر اس نے جام بھرا نہیں کہ آنکھیں شراب کا ذائقہ لینے لگیں، اس کا نشہ بھی جسم کے رگوں میں اترنے لگا اور آنکھوں میں رچنے لگا، اب وہ ساقیہ کے ہاتھوں سے جام شراب لے رہا ہے، مگر ایک مدہوشی کی سی کیفیت طاری ہے اور ہاتھوں میں کپکپی جاری ہے۔اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب شراب حلق سے اترے گی تو نشہ کا کیا عالم ہوگا۔

"جفا عن شكلها الماء"۔پانی بھی لطیف اور شراب بھی لطیف، مگر شراب کی لطافت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ دونوں میں یکجائی کے باوجود، دونوں کو ایک کو دوسرے میں گھل مل جانا گوارہ نہیں۔

"فلو مزجتَ بها نورا"۔شاعر نے یہاں شراب کے نور کو اور نور مادی یا نور ازلی دونوں لطیف نور کو ہم آہنگ بتایا ہے، شراب کا نور پینے والے کے بدن کو دو آتشہ کرتا ہے اور مادی نور آنکھوں کو راہ سوجھاتا ہے (اور نور الٰہی دلوں کی دنیا روشن کرتا ہے)۔

11.10.2 (ب) مضمون ومواد:

☆ قدیم عربی روایات کا مذاق: عرب شعرا کی پسندیدہ ریت ورواج یہ تھا کہ اپنے قصیدہ کا آغاز غزل سے کرتے تھے۔وہ محبوب کے سابقہ دیار و منازل سے گزرتے ہوئے ایک گھڑی رک کر ماضی کے حسین لمحات کی یاد اور محبت وعشق کے میٹھے میٹھے درد پہ آنسو بہا لیتے تھے، اپنی شاعری میں مزے لے کر محبوبہ کے کھنڈرات یا نشانات کا ذکر کرتے، جو آج ویرانے میں تبدیل ہو چکے ہیں............لیکن بشار بن بردنہ صرف یہ کہ اس ریت ورواج کے خلاف شراب کے ذکر سے اپنے کلام کا آغاز کرتا ہے، بلکہ شاعر اس قدیم عربی روایات کا مذاق بھی اڑاتا ہے۔

☆ شرابی شاعر کی حساسیت: شاعر کی محبوبہ شراب کے معاملے میں اس کی حساسیت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ، بدوؤں کے جن خیموں کے اردگرد ان کی بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کا بسیرا ہوتا ہے اور ان کے وجود سے چاروں طرف بساند پھیلی ہوتی ہے، وہاں کی آلودہ فضا میں شراب جیسی پاکیزہ 'نعمت' سے لطف اندوز ہونے کو ناپسند کرتا ہے۔شاید شاعر کے ذوق جمال کا تقاضا یہ ہے کہ آرائش وزیبائش سے مزین شاندار کوٹھیوں میں اور کسی بت طناز کی مرمریں ہاتھوں ہی سے پی کر داد عیش دینا شراب کی شایانِ شان ہے۔ممکن ہے شاعر نے یہ بھی خیال کیا ہو کہ قصیدہ کا آغاز شراب کے ذکر سے کرنا آج کے مہذب انسان کی ضرورت ہے۔قدیم روایات پارینہ ہو چکے، نہ خیمے رہے، نہ خیموں کے باسی رہے، تو ان کا ذکر ہی کیوں؟ اور ان کے طور طریقوں پر اصرار کیوں؟

(ان مذکورہ بالا خیالات کا اظہار شاعر نے آٹھویں اور نویں دو اشعار میں کیا ہے۔)

☆ شاعر کی باغیانہ روش: شاعر معاشرے کی دینی اقدار و روایات کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کرتا ہے، علانیہ شراب نوشی کرتا ہے، اسلام نے جس کو حرام قرار دیا ہے، اسی کو دوا سمجھتا ہے، اسی ضمن میں وہ ان خیموں میں رہنے والے عربوں کا بھی مذاق اڑاتا ہے جو شراب کے عادی تو تھے، مگر شراب کی خاطر وہ اپنے اونٹوں اور بکریوں سے بیزاری کا اظہار نہیں کر سکتے تھے، ابونواس کا خیال ہے عرب جانوروں کے بدبوزدہ ماحول میں شراب کو گندہ کرتے ہیں۔(یہ خیال اس نے پہلے اور ساتویں شعر میں ظاہر کیا ہے)۔

☆ ایرانی تمدن کا اثر: شاعر ایرانی نژاد ہے، جب عربی روایات کا مذاق اڑاتا ہے، تو وہ اپنے عقائد و خیالات، اپنی قدیم ایرانی روایات اور اپنے طرز عمل کا پورے جوش کے ساتھ دفاع کرتا ہے، کیونکہ یہ ایرانی تمدن سے متاثر ہے، یہاں نہ صرف یہ کہ اس کی ایرانی قومیت انگڑائی لینے لگتی ہے، بلکہ عربی روایت کی روایت پرستی پر طنز کے تیرونشتر چلاتا ہے(آٹھواں اور نواں شعر)۔

☆ شاعر ضرور ثواب سے مالا مال ہوگا: شاعر جب شراب نوشی پر اپنے ملامت گر (النظّام) کی ملامت سنتا ہے، تو اس پر تنقید کرتا ہے، اس کے علمِ کل کی نفی کرتا ہے اور دعوی کے ساتھ کہتا ہے کہ اللہ فوراً بندے کو اس کے گناہ پر سزا نہیں دیتا، بلکہ سزا کو قیامت کے لیے اٹھا رکھتا ہے اور جب بندہ توبہ کر کے دنیا سے جائے گا اور اللہ کے حضور میں حاضر ہوگا، تو ثواب سے مالا مال ہوگا، یہاں شاعر پورے طور پر رجائی معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے مرجئہ کے عقیدہ سے متاثر ہو کر اس نے یہ بات کہی ہو۔(شاعر کے یہ خیالات آخری شعر سے جھلک رہے ہیں۔)

11.11 اکتسابی نتائج

ابونواس ایران کے شہر اہواز میں پیدا ہوا، اس کی تاریخ پیدائش کے بیان میں سخت اضطراب پایا جاتا ہے، لیکن اس بات پر مورخین کا اتفاق ہے کہ اس نے ۶۸ سال کی عمر پائی اور ۱۹۸ یا ۱۹۹ھ مطابق ۸۱۴ یا ۸۱۵ء میں انتقال ہوا۔ اس لحاظ سے تاریخ پیدائش ۱۳۰ یا ۱۳۱ھ مطابق ۷۴۷ یا ۷۴۸ء بنتی ہے۔

ابونواس وجیہ وشکیل، فصیح وبلیغ، ذہین وطباع اور حساس اور قوی یادداشت کا مالک تھا۔ شعر و شاعری کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے، یہ ذہین لڑکا ۶۰ عورتوں کا کلام ازبر کر چکا تھا، شعر کہنا شروع کیا تو پھر شاعری کا چشمۂ رواں کہیں جا کر تھما نہیں۔ تمام اصناف پر شاعری کی اور شعر وادب کو ندرت وجدت سے معمور کر گیا۔

ابونواس نے بصرہ میں اپنے فن کے بڑے بڑے علما اور ماہرین سے مختلف علوم کی تحصیل کی، والبہ بن حباب اُسے کوفہ لے کر آیا، یہاں ابونواس کو والبہ کے ہم خیال و ہم مزاج لوگوں کی صحبت ملی، جس سے اس کی اخلاقی شخصیت زوال پذیر اور گنہگار ہوتی چلی گئی، مگر شاعرانہ کمال پروان چڑھتا گیا اور نقطۂ عروج تک جا پہنچا، اس کے بعد تو اس کے گلشن کا ہر شعر گلِ خنداں ہو گیا۔ پھر شدہ شدہ اس کا تذکرہ ہارون رشید تک جا پہنچا اور ایک دن اس کے دربار سے منسلک ہو گیا۔

ابونواس جدید دبستان فکر کا نمائندہ شاعر ہے، اس کو مولدین میں وہی مقام حاصل ہے جو امرؤالقیس کو جاہلی دور میں اور محمود سامی بارودی کو جدید دور میں۔ اس نے شاعری کی کوئی ایسی صنف نہیں چھوڑی جس میں اس نے اپنے فنی کمالات کا اظہار نہ کیا ہو۔ اس کی شاعری صنعت لفظی اور صنعت معنوی دونوں سے پاک ہے، زبان و بیان شیریں وشگفتہ، اسلوب بیان میں سحر انگیزی ہے، وجدانی موضوعات میں اس نے استادانہ مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے ابداع وابتکار پیدا کیا ہے۔

خمریات کے فن کو عروج تک لے جانے میں امامت کے درجے پر فائز ہے، اس موضوع سے تو شاعر کو عشقِ بتاں سے بڑھ کر محبت ہے، اس نے خمریات کو نئے نئے جوڑے پہنائے ہیں اور رفیقۂ حیات کی طرح سے اپنی زندگی کا حصہ بنالیا ہے۔

ابونواس کی شاعری کو قصائد، غزلیات، خمریات، ہزلیات اور دیگر ابواب مثلاً، ہجوگوئی، مرثیہ نگاری اور زہد وغیرہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔

11.12 امتحانی سوالات کے نمونے

۱- ابونواس کی پیدائش، اس کی شخصیت اور بصرہ میں اس کی زندگی کے بارے میں اہم معلومات تحریر کریں؟

۲- والبہ بن حباب سے ابونواس کی ملاقات کا کیا قصہ ہے؟ اور اس کی صحبت سے ابونواس کو کیا فائدہ اور کیا نقصان پہنچا؟

۳- کیا ابونواس ہارون رشید کے دربار سے وابستہ تھا؟ اگر ہاں تو کس طرح اس کے دربار تک پہنچا؟

۴- ابونواس کے شاعرانہ نبوغ وکمالات پہ ایک جامع نوٹ تحریر کریں؟

۵- کن خوبیوں کی وجہ سے ابونواس کو خمریات کا امام کہا جاتا ہے؟

۶- ابونواس کے کلام کو کتنے ابواب (اقسام) میں تقسیم کیا گیا ہے؟ آپ ان میں سے کسی ایک پر اپنا حاصل مطالعہ مع مثالوں کے تحریر کریں؟

۷- ''دع عنک لومي. . .''، اس شعر کی روشنی میں قصیدے کا پس منظر بیان کریں اور شروع کے چار اشعار کی تشریح کریں؟

۸- آخر کے تین اشعار (۹-۱۱) کا ترجمہ کریں اور الخيام - الإبل - الشاء - کا واحد لکھئیے اور دُرہ کی وضاحت کیجیے؟

۹- ''فلاح من وجهها في البيت لألأ'' اور ''كأنما أخذها بالعين إغفاء'' میں جو معنویت اور فنی حسن ہے اس کو ظاہر کریں؟

۱۰- اس نص (نمونے) کی روشنی میں شاعر کی بنیادی فکر اور ظاہری شکل پہ اظہار خیال کیجیے؟ ؟ خوب سوچ سمجھ کر لکھیے؟

11.13 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

أبو نواس	عبدالرحمن صدفي
أبو نواس	عبدالحليم عباس
حديث الأربعاء	طه حسين
أبو نواس والخمرة	كمال اليازجي
أبو نواس الحسن بن هاني	محمد أمين
تاريخ الأدب العربي	حنا فاخوري
تاريخ الأدب العربي العصر العباسي (ج3)	د. شوقي ضيف
تاريخ الأدب العربي الأعصر العباسية	عمر فروخ

اکائی 12 قصیدہ ’’و قد رنقت شمس الأصیل ‘‘از: ابن الرومی

اکائی کے اجزا

12.1 تمہید

12.2 مقصد

12.3 خاندانی پس منظر اور ولادت

12.3.1 پیدائش اور ابتدائی حالات

12.3.2 تعلیم و تربیت

12.3.3 اخلاق و کردار

12.4 شاعری

12.4.1 موضوعات

12.4.2 ابن رومی ایک عبقری شاعر

12.4.3 معنی کی گہرائی اور فطرت کی ترجمانی

12.5 قصیدہ ’’و قد رنقت شمس الأصیل‘‘

12.6 الفاظ و معانی

12.7 قصیدے کا ترجمہ

12.8 چند وضاحتیں

12.8.1 تشخیص کے عمل میں زندگی کی رو

12.8.2 قصیدے میں چھپا شاعر کا درد دل

12.9 اکتسابی نتائج

12.10 امتحانی سوالات کے نمونے

12.11 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

12.1 تمہید

ابن الرومی عصر عباسی کا وہ مشہور شاعر ہے جس نے شعر وسخن کے میدان میں بہت ہی عمدہ طبع آزمائی کی ہے، ابن الرومی کا پورا نام ابوالحسن علی ابن عباس ہے، اس کی پیدائش سن ۲۲۱ھ مطابق ۸۳۶ء کو بغداد میں ہوئی، تاریخ ادب عربی میں یہ شاعر "ابن الرومی" کے لقب سے مشہور ہے۔

ابن رومی کا شمار دور عباسی کے بڑے مولدین شعرا میں ہوتا ہے، وہ ایک فطری شاعر ہے، اس کے یہاں آورد اور تکلف کا ذرا بھی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ یہ نہایت پر گو شاعر ہے اور طویل قصیدے کہنے کا عادی ہے، اس نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے ؛مدح، ہجو، عتاب، فخر، وصف، حکمت، غزل، مرثیہ وغیرہ۔ اس کے یہاں مضامین اور موضوعات کی بہتات ہے۔ ابن رومی کے یہاں الفاظ پر معنی کو ترجیح دینے کا رجحان پایا جاتا ہے، مگر عمدہ اور موزوں لفظ کے انتخاب میں بے توجہی نہیں برتتا۔

ابن الرومی کے کمال ونبوغ کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ متنبی جیسا انانیت پسند شاعر رومی کے اشعار کی روایت کرتا ہے۔ ابن رشیق نے العمدہ میں کہا ہے کہ: "**يؤثر المعنى على اللفظ**" یعنی ابن رومی لفظ پر معانی کو ترجیح دیتا ہے۔

12.2 مقصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ:

☆ عصر عباسی اول کے ممتاز شاعر ابن الرومی کے حیات وکارناموں سے واقف ہوں گے۔

☆ ابن الرومی کے کلام میں پائے جانے والے فنی وادبی محاسن پر مطلع ہوں گے۔

☆ ابن الرومی کا مشہور قصیدہ "وقد رنقت شمس الأصيل" کا مطالعہ کریں گے، بطور خاص اس کے معانی، مطالب اور اسلوب کا خوب اچھی طرح جائزہ لیں گے۔

12.3 خاندانی پس منظر اور ولادت

12.3.1 پیدائش اور ابتدائی حالات

ابوالحسن علی ابن عباس ۲۲۱ھ مطابق ۸۳۶ء کو بغداد میں پیدا ہوا۔ ابن الرومی کے لقب سے مشہور ہوا۔ جُریج یا جرجیس، یا جورجیوس نامی ایک رومی شخص عبید اللہ بن عیسی بن جعفر (جو عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کا بیٹا تھا) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اسی کے وِلاء (خاندان) میں رہنے لگا، ماں ایرانی خاتون ہے، جس کا نام حسنہ بنت عبداللہ سجزی یا سجستانی ہے۔ عبید اللہ بن عیسی کی نظر عنایت کی وجہ سے ابن رومی کا یہ خاندان قریب قریب اہل ثروت میں شمار ہوتا تھا۔

ابن الرومی کی پوری زندگی سخت ابتلا وآزمائش میں گزری ہے، جس کی پوری ترجمانی اس نے اپنے اشعار کے ذریعے کی، باپ ایک زمیندار اور صاحب ثروت آدمی تھا۔ وراثت میں بہت کچھ ہاتھ آیا تھا۔ لیکن اس میں کا بڑا حصہ تعیّشات کی نذر ہو گیا۔ پھر آگ لگنے کا حادثہ پیش آیا، جس سے پوری جائداد خاکستر ہو گئی۔ اُدھر قدرت کی ماریوں پڑی کہ زراعت ٹڈیوں کی خوراک بن گئی۔ ابن الرومی نے اپنی زندگی میں بڑے دکھ جھیلے۔ بچپن میں باپ مر گیا، تو بھائی کی کفالت میں رہنا پڑا، پھر والدہ، بڑا بھائی، بیوی، تین تین بچے اور خاندان کے دیگر افراد یکے بعد

دیگرے لقمۂ اجل بنتے چلے گئے۔

ابن الرومی نے اپنی زندگی میں دو شادیاں کیں، دونوں سے اولادیں بھی ہوئیں، لیکن یہ ازدواجی زندگی کبھی اس کے لیے وجہ سکون اور راحت قلب و جان نہ بن پائی۔ایک بیوئی کا انتقال تو زندگی ہی میں اسی کی آنکھوں کے سامنے ہوگیا، باپ کے بعد ماں کا مرنا سوہان روح ثابت ہوا، بڑے بھائی کے مرنے سے بڑے کا سایہ بھی اُٹھ گیا، یہ بڑا بھائی ابن رومی کے لیے ایک باپ، سرپرست اور دستِ راست کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ وہ اسباب تھے کہ اس کی شاعری آتش کدۂ غم اور تابش جذبات کا مجموعہ بن گئی۔

12.3.2 تعلیم وتربیت

ابن رومی کو بڑے بھائی کی کفالت، عنایت اور خصوصی توجہ حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ رواج کے مطابق اس نے علوم متداولہ: زبان، نحو، ادب اور دینی علوم کے علاوہ؛ علوم عقلیہ، فلسفہ اور علم کلام وغیرہ حاصل کیا۔اس کو ماہر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا اچھا موقع ملا تھا، ابن رومی کے زمانے میں جلیل القدر فقہا، علما، ادبا اور بلاغت وعلم الأنساب کے ماہرین سے بغداد کی سرزمین لالہ زار تھی۔خصوصیت کیساتھ جن اساتذہ سے ابن رومی نے کسب فیض کیا، ان میں نمایاں نام شیخ محمد حبیب اور شیخ ابوعباس ثعلب کا ہے۔

ابن رومی کے بڑے بھائی کو بھی زبان وادب اور شعروشاعری کا ذوق عمدہ ملا تھا۔ پھر اس کی حیثیت اپنے چھوٹے بھائی کے اتالیق کی تھی، ابن رومی کو ادب وشاعری کی مجلس میں خاصا وقت گزارنے کا موقع ملتا رہا، نتیجہ یہ ہوا کہ شعروشاعری کا فطری ذوق خوب پروان چڑھا اور ایک اچھے شاعر کی حیثیت سے اس کو شہرت ملنے لگی اور یہی شعروشاعری آگے چل کر اسباب عیش وعشرت اور مال وجاہ کے حصول کا ذریعہ بنی۔

12.3.3 اخلاق وکردار

یوں پیہم حوادث کے زد میں آتے رہنے سے یہ شخص قنوطی، انتقامی، بدخلق، بات بات پر شگون لینے والا بن گیا، اس کی نفسیات میں ایسی گرہیں پڑگئیں کہ خطرات کے ڈر سے سفر سے گریز کرنے لگا، اس نے زندگی میں صرف ایک مرتبہ بغداد سے سامراء کا سفر کیا جو ۴۰ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھا۔ بدشگونی اس کے لاشعور میں رچ بس گئی تھی، دن بھر گھر سے نہ نکلتا تھا، زندگی کو سیاہ عینک سے دیکھنے اور بات بات پر فال لینے کا عادی ہوگیا۔

کسی امیر نے جو اس کے دوستوں میں تھا، اس نے اقبال نام کے خادم کو بلا بھیجنے کے لیے روانہ کیا کہ اس نام سے نیک فال لے، ابن رومی امیر کے یہاں جانے کے لیے تیار ہوکر نکلا بھی، ابھی سواری پہ بیٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ یکایک اس نے خادم سے کہا جاؤ، اپنے مالک سے کہہ دینا، میں نہیں آسکتا، کیونکہ تم بلائے جان ہو! تمہارے نام (اقبال) کو الٹ کر پڑھا جائے تو لابقا (**لا بقاء**: زندگی باقی نہ رہے) نکلتا ہے، اس میں بد شگونی چھپی ہوئی ہے۔

ابن رومی فال اور بدشگونی لینے کے علاوہ اخلاق ومروت سے بھی عاری تھا، یہ خودفریبی، بدخلقی، بدمعاملگی، غرور وگھمنڈ، تحیر وتذبذب، قنوطیت اور فکری پراگندگی کا شکار تھا، اس کی شہرت وکمالات سن سن کر لوگ قریب آتے گئے اور اس کی بدخلقی کے نتیجے میں ایک ایک کرکے دور ہوتے چلے گئے۔ابن رومی تشیع کے معاملے میں پختہ تر تھا، یہی وجہ ہے کہ خلفا کے درباروں کے جود وسخا سے وہ ہمیشہ محروم ہی رہا، مدحیہ قصائد اس نے امراو

وزرا کی شان میں کہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اسے زہر دے کر مارا گیا اور اس کی جو وجہ بتائی جاتی ہے، وہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ آخر ۲۸۳ھ مطابق ۸۹۶ء میں وفات پائی۔

12.4 شاعری

ابن رومی کا شمار دورِ عباسی کے بڑے مولدین شعرا میں ہوتا ہے، یہ وہ شاعر ہے جس نے نو خلفا کا زمانہ پایا، مگر اپنی شیعیت نوازی کی وجہ سے ان کی صحبت سے محروم ہی رہا۔ ابن رومی ایک فطری شاعر ہے، اس کے یہاں آورد اور تکلف کا ذرا بھی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ یہ نہایت پر گو شاعر ہے اور طویل قصیدے کہنے کا عادی ہے، اس نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے؛ مدح، ہجو، عتاب، فخر، وصف، حکمت، غزل، مرثیہ وغیرہ، اس کے یہاں مضامین اور موضوعات کی بہتات ہے، عام طور سے وجدانی کیفیات اس کی شاعری میں روح کی طرح سے جاگزیں ہوتی ہے۔ اب ہم اس کے فنی کمالات کو اختصار کے ساتھ الگ الگ حیثیتوں سے بیان کرتے ہیں:

ابن رومی عبقری شاعر ہے: ابن الرومی غیر معمولی صلاحیت کا، قادر الکلام اور عبقری شاعر تھا۔ ہر صنف سخن میں اس نے طبع آزمائی کی خصوصاً ہجو اور وصف کے باب میں تو وہ اپنے عہد کا ممتاز شاعر تسلیم کر لیا گیا۔ البتہ اس کی ہجو میں فحش کا عنصر بہت غالب ہے اور اس کا قصیدہ طویل ہوتا ہے۔

فکر آفریں اور جدید معانی کا شاعر تھا: شاعرانہ نبوغ میں یہ ایک باکمال شاعر ہے، بلکہ اس کا امکان غالب ہے کہ معانی وافکار، تولید و تخلیق (اختراع وابتکار) میں اپنے سے سابق شعرا پر فائق و برتر ہو۔

اس کے یہاں معنی کی اہمیت تھی: ابن رومی کے یہاں الفاظ پر معنی کو ترجیح دینے کا رجحان پایا جاتا ہے، مگر عمدہ اور موزوں لفظ کے انتخاب میں بے توجہی نہیں برتتا۔ رہی اس کی جدت پسند طبیعت تو نئے نئے عناوین اور موضوعات تلاش کرتی رہتی ہے اور جب وہ کسی موضوع پر اظہار خیال کرتا ہے، تو نادر معانی اور نئے نئے افکار لاتا ہے۔

ابن الرومی کے کمال و نبوغ کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ متنبی جیسا انانیت پسند شاعر رومی کے اشعار کی روایت کرتا ہے۔ ابن رشیق نے العمدہ میں کہا ہے کہ ''ابن رومی لفظ پر معانی کو ترجیح دیتا ہے''۔

موضوع کا احاطہ: ابن رومی جہاں نئے نئے معانی کے موتی تراش کر اپنے کلام کے دروبست کو مزین کرتا ہے، وہیں اپنے اختیار کردہ موضوع کے افکار و معانی کا ایسا استقصا کرتا ہے کہ اس کا کوئی زاویہ، کوئی گوشہ اور کوئی نکتہ چھوٹنے نہیں پاتا۔ اس کے انداز پیش کش میں گہرا منطقی ربط ہوتا ہے اور قاری منظوم قصیدے کو پڑھتے ہوئے یہ خیال کرتا ہے کہ کسی معیاری علمی مقالے کی طرح سے موضوع سے متعلق کسی جز کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے، یعنی موضوع کی وحدت کی رعایت میں کوئی اس کا ہمسر اور حریف نہ ہو سکا۔

12.4.1 ابن الرومی کے کلام کے موضوعات

☆ مدحیہ قصائد:

ابن رومی نے اگر چہ لڑکپن ہی سے شاعری کا آغاز ایک عباسی لڑکے کی ہجو سے کر دیا تھا، جو اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ آئندہ زندگی میں یہ صنف سخن ابن رومی کے اعصاب پر حاوی رہے گا، لیکن جب بغداد کی سرکردہ شخصیتوں میں اس کے کلام کا چرچا ہوا اور اِسے ان کی شان میں اپنا

کلام پیش کرنے کا موقع ملا، تو اس نے سب سے پہلا مدحیہ قصیدہ بغداد کے گورنر ابوالعباس محمد بن طاہر کی خدمت میں پیش کیا، گورنر ذوقِ سخن فہمی خوب رکھتا تھا، مالی انعام سے نوازنا تو دور رہا الٹے وہ ابن رومی کے بعض اشعار پہ تنقید وتبصرہ کر گیا، (نہ نوازنے کی وجہ غالباً اس گورنر کا بخل تھا) ابن رومی کہاں چوکنے والا تھا، جھٹ اس نے کہا:

مدحتُ أبا العباس أَطلُبُ رِفْدَهُ فَخَيَّبَنِي من رِفْدِهِ وهَجَا شعري

میں نے ابوالعباس محمد بن طاہر کی تعریف کی، میں اس کی مالی مدد کا خواہاں تھا، مگر اس نے مجھے مدد سے بھی محروم رکھا اور میرے اشعار میں عیب نکال گیا۔

ابن رومی نے کسی موضوع کو تشنہ نہیں چھوڑا، وصف، مرثیہ، مدح، غزل، فخر اور عتاب آپ کی شاعری کے نمایاں اصناف ہیں۔ ان میں مدحیہ قصائد کو خاص مقام حاصل ہے۔ ابن رومی نے تقریباً چالیس افراد کی مدح میں قصائد کہے ہیں، آل طاہر اور آل وہب بطور خاص شاعر کے ممدوح رہے، بعض قصائد بہت طویل ہیں۔ ان مدحیہ قصائد میں مدح وتعریف سے زیادہ حکمت، فخر وحماسہ اور شکوہ شکایت جیسے موضوعات در آئے ہیں۔

☆ ہجو گوئی:

ہجو گوئی میں ابن رومی کے قصائد کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ معتدل ہجو گوئی: اس حصے میں چھوٹے چھوٹے قصائد کہتا ہے اور ایک دائرہ میں رہتے ہوئے شاعر اپنے مدمقابل کی ہجو کرتا ہے اور صرف اس کے چند ناپسندیدہ صفات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہے۔

۲۔ اقدامی ہجو گوئی: اس میں قصائد لمبے لمبے ہوتے ہیں، جس میں شاعر تہذیب وشرافت کی تمام حدوں کو پار کرتے ہوئے اپنے حریف کی جہاں تک ممکن ہو برائی بیان کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن رومی کو سب سے بڑا ہجو گو شاعر قرار دیا گیا ہے۔ ایک بخیل شخص جس کا نام عیسیٰ ہے، اس کی ہجو میں اس کے دو اشعار ملاحظہ ہوں:

يُقَتِّرُ عيسى على نفسه وليس بباقٍ ولا خالدِ

فلو يستطيع لتقتيره تَنَفَّسَ مِن مِنْخَرٍ واحدِ

عیسیٰ اپنے آپ کے ساتھ بے حد بخل سے کام لیتا ہے، حالانکہ اسے ہمیشہ نہیں رہنا ہے۔

اپنے بخل کی وجہ سے اس کا بس چلتا تو ایک نتھنے سے سانس لیتا۔

عمر فروخ کا کہنا ہے کہ عربی ادب کی تاریخ میں ابن رومی کو ہجو نگاری کے باب میں سب سے بڑھ کر قادر الکلام ہجو نگار مانا گیا ہے۔ اس موضوع پہ جب اس کی فطری شاعرانہ لیاقت کے سوتے پھوٹتے ہیں تو وصف نگاری اور تجزیاتی رجحان چھا جاتا ہے اور ایسی شاندار و نادر تصویر دکھاتا ہے کہ سننے والا شاعر کا طرفدار اور مہجو (جس کی ہجو کی گئی) سے بے زار ہو جاتا ہے۔ ابن رومی جب ہجو کی ٹھان لیتا ہے تو دونوں طرح کی کمزوریوں مثلاً: اخلاقی کمزوریوں میں بزدلی، بخل، ہچکچاہٹ وغیرہ اور جسمانی عیوب ونقائص جیسے لنگڑاپن، کبڑاپن، بدصورتی، لمبی داڑھی جیسے عیوب پر نشانہ سادھتا ہے۔ ایک کبڑے شخص کی ہنسی اڑاتے ہوئے کہتا ہے:

قَصُرتْ أخادعُهُ وطالَتْ قَذالُهُ فكأنَّه مُتربِّصٌ أن يُصْفَعَا

اس کی گردن جھک گئی ہے اور اس کی گدی دراز ہو گئی ہے، گو یا کہ وہ اس بات کے انتظار میں ہے کہ اس کی پیٹھ پر چپت رسید کیا جائے۔
لمبی داڑھی والے کسی شخص پہ اس نے ٹھٹھا کرتے ہوئے کہا:

عَلَّقَ اللّٰہُ فی عَذَارَیک مِخْلَا ةً، و لکنَّها بغیرِ شَعِیرِ

اللہ نے تمہارے دونوں رخساروں سے ایک توبڑا لٹکا دیا ہے، لیکن اس میں جو (دانہ) نہیں ہے۔
ابوحفص نامی شخص کی چندیا صاف سپاٹ رہی ہوگی، اس کی تصویر اس نے یوں کھینچی ہے:

و صَلْعةٍ لأبی حَفْصٍ مُمرَّدَةٍ کأنَّ صفحَتَها مرآةُ فولاذِ

اوحفص کی چکنی چندیا ایسی ہے گو یا اس کی بالائی سطح پر ایک فولادی آئینہ۔

☆ غزل گوئی:

غزل کے موضوع پر اس کی شاعری میں شیرینی، اثر انگیزی ہے اور وصف نگاری کا عنصر بہت حاوی ہے۔ اس نے مستقل غزلیں بھی کہی ہیں اور اپنے قصائد کے آغاز میں بھی اس موضوع کو چھیڑا ہے۔ ابن رومی، ابونواس اور بحتری کی طرح سے غزل میں مذکر کے صیغے استعمال نہیں کرتا، یا امرد پرستی کی دناءت سے دور رہتا ہے، تاہم اس کی غزل میں داستانِ عشق وفا اور فراق کا درد وسوز مفقود ہے، جو کچھ ہے وہ محبوب کے قیامت خیز حسن و زیبائی کی تصویر گری ہے اور اعلی درجے کی منظر نگاری۔

☆ مرثیہ نگاری:

اس کی مرثیہ نگاری میں ایک حصہ اس کے اپنے اہل واولاد سے متعلق ہے، اس میں جذبے کی شدت، غم واندوہ کی تلخی اور جذبات کی سچی عکاسی پائی جاتی ہے۔ کئی بیٹوں کے بعد جب اس کا منجھلا لڑکا بھی فوت ہو گیا تو اس نے جس درد سے اپنے مرثیہ میں نالہ وشیون اور اندرونی کرب کا اظہار کیا ہے، اس میں جذبۂ پدری کا اظہار تو ہے ہی، مگر اس سے بڑھ کر اس کی فنی عبقریت کی کر اہ محسوس ہوتی ہے:

تَوَخّی حِمَامُ الموتِ أوسطَ صِبْیَتِیْ فَلِلّٰہِ کیف اختارَ واسطةَ العِقْدِ

موت نے میرے منجھلے بچے کو چن لیا، ہائے رے اللہ کی شان! کیسے ہار کے درمیانی موتی (لاکیٹ) کو پسند کر لیا!!
تاہم اپنے جذبات کی عکاسی کو اولیت اور میت کے اوصاف کے ذکر کو ثانوی درجے میں رکھتا ہے۔
اس نے خاندان سے باہر جن لوگوں کا مرثیہ کہا ہے، اس میں تکلف کا اثر غالب ہے اور جذبات سے تقریباً عاری ہے۔

☆ وصف نگاری:

حقیقت میں دیکھا جائے تو ادب وصف نگاری کا نام ہے، ابن رومی اس میدان کا شہسوار ہے، وصف نگاری اس کے شعوری جذبات کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ مدح ہو یا مرثیہ، غزل ہو یا ہجو، کسی بھی خیال کا اظہار ہو، ابن رومی ایک کامیاب وصف نگار ہے، اس کی وصف نگاری میں مادی پیکر بھی مطلوب ہے اور معنوی موضوعات بھی، مناظر قدرت کی بھی وصف نگاری ہے اور کھانے کی وسیع میز پر سجے انواع واقسام کے کھانوں کی بھی۔ ابن رومی نابغہ روزگار شاعر ہے، اس لیے وہ کائنات کی موجودات کی وصف نگاری اپنی ذات کے حوالے سے کرتا ہے، تو ظاہر اس کے باطن کی تفسیر اور اس کا باطن اس کے ظاہر کے لیے شعوری تجربہ گاہ بن جاتا ہے۔

ابن رومی اپنے موصوف (کائنات میں بکھرے مناظر قدرت اور کائناتِ باطن میں موجود جذبات کی سوزش) کی وصف نگاری کرتا ہے، تو استقصا واحاطہ کا حق ادا کر دیتا ہے، جس کی طرف 'موضوع کا احاطہ' میں اشارہ کیا گیا ہے۔

12.4.2 ابن رومی ایک عبقری شاعر

ابن الرومی پر تبصرہ کرتے ہوئے حنا فاخوری نے کہا: ''ابن الرومی یکتائے روزگار شاعر ہے، عبقریت کا حامل ہے، سب عبقریوں سے بڑھ کر عبقری اور سب سے بڑھ کر دوررس۔ یہ تہذیب جدید کا آدمی بننے میں پورے طور پر کامیاب رہا۔ مگر عربوں کے روایتی اندازِ شاعری سے بچ نکلنے کی کوشش نہیں کی۔ شاعری کی دنیا میں اپنے لیے ایک مخصوص اور امتیازی شان کی راہ کا تعین کیا، جو اپنے زمانے کے شعرا سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ اس نے اپنے اشعار کو سابق اور لاحق کے ساتھ ایک ربط واتصال کا مضبوط حلقہ بنا دیا اور اس میں پورے طور پر کامیاب رہا۔ کیونکہ اس نے قصیدہ کو بحث ونقاش کی ایک طویل فصل بنا کر پیش کیا، اپنی فکر کو آگے کے لیے تمہید اور سابق کے لیے نتیجہ بنا دیا، جملوں کی مضبوط ساخت میں لفظ ومعنی کو پیوست کر دیا۔ اپنے دور کی صنعت بدیع سے شاعر متاثر تو ہوا لیکن ابوتمام کی طرح سے اس پر کلی اعتماد نہیں کیا'' (تاریخ الادب العربی، ص ۷۸۱)۔

12.4.3 معنی کی گہرائی اور فطرت کی ترجمانی

ڈاکٹر احتشام ندوی نے ذیل کی تحریر میں ابن رومی کی خصوصیات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، وہ لکھتے ہیں: ''ابن رومی کی شاعری میں تنوع ہے، اس کے معنی میں ابداع وابتکار ہے، وہ معنی کا بادشاہ ہے، اس نے معنی کی گہرائی اور فطرت کی ترجمانی کو اپنی شاعری کا مقصد بتایا، اس نے جمال فطرت کے جلووں سے اپنی شاعری کے دامن کو بھر دیا۔

اس نے منظر نگاری میں امتیاز حاصل کیا۔ اس نے اپنی شاعری میں انسانوں کی عمدہ تصویر کشی کی ہے۔ اس کی نفسیات کی پیچیدگیوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اس نے اپنے زندہ اشعار میں اشخاص کی زندہ تصویریں پیش کی ہیں۔

اس کے قصائد میں معنی کا تسلسل نظر آتا ہے۔ اس کے یہاں نظم کی وحدت ہے اور پورا قصیدہ ایک اکائی بن جاتا ہے۔ وہ ایک خیال اٹھاتا ہے اور پورے قصیدے میں وہی خیال ارتقا کی منزلیں طے کر کے تکمیل تک پہنچتا ہے۔ معنی کی وحدت اور قصیدے کے تمام اجزا کا ایک دوسرے سے مربوط ہونا اور حسن خیال کی دلکشی کو برقرار رکھنا ابن رومی کا امتیاز ہے، اس لیے ابن رومی کے ہر قصیدے کا عنوان مقرر کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا ہر قصیدہ ایک مرکزی تخیل کے تحت لکھا گیا ہے۔ اس لیے کہ بغیر اعلیٰ قوت متخیلہ کے ایسے قصائد نہیں لکھے جا سکتے۔

اس کے اندر فکری عظمت کا جوہر موجود ہے۔ اس کے معنی میں عمق ہے، اس کے الفاظ میں جادو ہے، اس کی فکر میں ندرت ہے۔ اس لیے اس کے قصائد میں ابتدا، ارتقا اور انتہا کو بدلا نہیں جا سکتا۔ اس لیے کہ اس کی فکر ایک ارتقائی راہ سے گزرتی ہے۔

(عربی ادب کی تاریخ کا تنقیدی مطالعہ ص ۷۹-۸۰ از ڈاکٹر احتشام احمد ندوی)

12.5 قصیدہ ''وقد رنقت شمس الأصیل''

(۱) وقد رَنَّقَتْ شمسُ الأصيل ونَفَّضَتْ	على الأُفُقِ الغَرْبِيِّ وَرْسًا مُزَعْزَعَا
(۲) ووَدَّعَتِ الدنيا، لِتَقْضِيَ نَحْبَهَا	وشَوَّلَ باقي عمرِها فَتَشَعْشَعَا

(٣) ولاحظتِ النُّوَّارَ، وهي مريضةٌ وقد وَضَعَتْ خَدّاً إلى الأرض أَضْرَعا

(٤) كما لاحَظَتْ عُوَّادَهُ عينُ مُدْنِفٍ تَوَجَّع من أوصَابِهِ ما تَوَجَّعَا

(٥) وظَلَّتْ عيونُ النَّوْرِ تَخْضَلُّ بِالنَّدى كما اغْرَوْرَقَتْ عينُ الشَّجِيِّ لِتَدْمَعَا

(٦) يُرَاعِينَهَا صُوْراً إليها، رَوَانِياً ويَلْحَظْنَ أَلْحَاظاً مِنَ الشَّجْوِ خُشَّعَا

(٧) وبَيَّنَ إغْضَاءُ الفِرَاقِ عَلَيْهِما كأَنَّهما خِلَّا صَفَاءٍ تَوَدَّعَا

(٨) وقد ضُرِبَتْ في خُضْرَةِ الرَّوضِ صُفْرَةٌ من الشمسِ فَاخْضَرَّ اخْضِرَاراً مُشَعْشَعَا

(٩) وأذْكَى نسيمَ الرَّوضِ رَيْعَانُ ظِلِّهِ وغَنَّى مُغَنِّي الطيرِ فيه وسَجَّعَا

(١٠) وغَرَّدَ رِبْعِيُّ الذُّبَابِ خِلَالَهُ كما حَثْحَثَ النَّشْوَانُ صَنْجاً مُشَرَّعَا

(١١) فكانت أَرَانِينُ الذُّبَابِ هُنَاكُمو على شَدَوَات الطَّيرِ ضَرْباً مُوَقَّعَا

12.6 الفاظ ومعانی

١ رنق ترنيقا (تفعيل) الشمس: ڈوبنے کا وقت قریب ہوا،

رنّقت المنيةُ: موت کا وقت قریب آیا۔

الأصيل : شام کا وقت۔

نفض تنفيضاً (تفعيل) : **أزاحت:** دور کر دیا، چھوڑ دیا، ڈال دیا۔

الورس : تل جیسا ایک پودا جو زرد رنگ کا ہوتا ہے

زعزع زعزعة (فعللة) : زور زور سے ہلانا، اگر **مذعذعا** پڑھا جائے تو جدا جدا اور منتشر کے معنی میں ہوگا۔

ذعذعه: پراگندہ کرنا، جدا کرنا۔

ذعذعته المصائب: مصائب نے اُسے جھنجھوڑ دیا۔

٢ ودع، توديعا (تفعيل): الوداع کہنا، رخصت کرنا

نَحْبٌ: ضرورت

شوّل تشويلاً (تفعيل): بلند کرنا

باقي عمرها: اس کی عمر کا باقی حصہ، مراد شفق ہے، سورج ڈوبنے کے بعد مغربی افق پر پھیلی ہوئی لالی۔

تشعشع تشعشعاً (تفعلل): روشنی کا پھیلنا

٣ النُّوّار (واحد) نُوّارة: سفید رنگ کا پھول

أضرعُ : نہایت ذلیل۔

	ضرع ضروعا(ن):	قریب ہونا، آفتاب کا غروب ہونا۔
۴	دنف(س) وأدنف المریضُ:	بیماری کا شدت اختیار کرلینا، مرنے کے قریب ہونا
	وِصبٌ(ج) أوصاب:	تکلیف، تھکان، بیماری۔
	توجَّع توجعاً(تفعل):	تکلیف محسوس کرنا۔
۵	نورۃ، نور(ج) أنوار:	کلی
٦	رَاعَی مُرَاعاۃً(مفاعلۃ):	نگرانی کرنا، دیکھنا۔
	صَوِرَ صورا(س):	جھکنا، مائل ہونا، ٹیڑھا ہونا
	أصور (مونث) صوراء:	جمعُ صُوْرٌ علی وزن فُعْلٌ بمعنی مائلات: مائل ہونے والیاں۔
	رنا یرنو(ن):	ٹکٹکی لگا کر دیکھنا
	روانی: میمات النظر إلیھا:	مسلسل دیکھنے والی آنکھیں۔
	لحظ، لحظاً(ف)	گوشۂ چشم (کنکھیوں سے دیکھنا)
	الشَجْوُ:	رنج، غم، دکھ
	خاشع(ج) خُشَّع	نگاہ پست کرکے زمین کی طرف دیکھنے والا۔
	خشع بصرُہ(ف):	نگاہ کا پست وذلیل ہونا۔
۷	بیَن إغضاءُ الفراق:	ہر شئے پر تاریکی واضح ہوگئی (پھیل گئی)۔
	الخِلُّ:	جگری دوست۔
	أغضَی اللیلُ:	رات کا تاریک ہونا۔
۸	ضرب اللون فی اللونِ:	خلط ملط کرنا، ملانا، گڈمڈ کرنا، مکس کرنا۔
	اخضرَّ اخضراراً مشعشعاً:	ہریالی ایک دم سے بھڑک اٹھی۔
	اخضرَّتِ الشمسُ:	سورج کا روشن ہونا۔
	اِخْضَرَّ النباتُ:	سبز ہونا۔
۹	أذکی، إذکاء(افعال):	بھڑکانا، خوشبو کو تیز کرنا۔
	راع، یریع، ریعا وریعانا(ض):	نشوونما پانا، زیادہ ہونا
	سجّع، تسجیعا(تفعیل):	دہرانا۔
	سَجَعَتِ الحمامۃُ:	کبوتر کا غٹرغوں کرنا۔
۱۰	الذباب(ج) أَذِبَّۃٌ، وذِبَّان:	مکھی، بھڑ، شہد کی مکھی اور مچھر کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

	رَبْعِيٌ:	متوسط سائز کی مکھی۔
	حَثْحَثَ (فعلل):	حرکت دینا۔
	النَّشوان:	نشہ میں مبتلا شخص۔
	صنجٌ:	جھانجھ، گھنگھرو جو ڈھول یا رقاصہ کی انگلیوں میں بندھے ہوں۔
	شرَّع الشيء:	بلند کرنا۔
١١	رَنَّ رنيناً (ض)	بلند آواز سے رونا
	الرنين:	درد بھری آواز۔ أرانِين: نغمے
	شدا شدواً (ن)	گا گا کر شعر پڑھنا، شدوة (ج) شدوات: گانے
	وَقَّعَ المغنّي:	تال پر سر ملانا (بَنَى ألحانَ الغنا على نبراتها)

12.7 قصیدے کا ترجمہ

(١) وقد رَنَّقَتْ شمسُ الأصيل ونَفَّضَتْ على الأُفُقِ الغَرْبِيِّ وَرْسًا مُزَعْزَعًا

١۔ شام کا سورج ڈوبنے کے قریب ہے۔ جاتے جاتے اس نے مغرب کے افق پر تل کے زرد پتوں کی مانند حرکت پذیر زرد رنگوں کو چھوڑ گیا (کائنات پر زردی پھیلا دی)۔

(٢) وَوَدَّعَتِ الدنيا لِتَقْضِيَ نَحْبَهَا وشَوَّلَ باقي عمرِها فَتَشَعْشَعَا

٢۔ سورج ڈوبا اور اس نے دنیا کو رخصت کیا تاکہ اپنی ضروریات کی تکمیل کرے، البتہ اس نے شفق کو بلند تر کیا تو اس کی روشنی بڑھتی گئی۔

(٣) ولاحظتِ النُّوَّارَ، وهي مريضةٌ وقد وَضَعَتْ خَدّاً إلى الأرض أَضرَعا

٣۔ اس نے جاتے جاتے سفید پھولوں کو غور سے دیکھا جو (فراق یار میں) خود بیمار تھے اور اس نے نہایت ذلت اور بے چارگی کے عالم میں مرنے کے لیے اپنے کو زمین پر ڈال دیا۔

(٤) كما لاحَظَتْ عُوَّادَهُ عينُ مُدْنِفٍ تَوَجَّع من أوصابِهِ ماتَوَجَّعَا

٤۔ اس نے ان پھولوں کو ویسے ہی دیکھا جیسے موت کے منہ میں جانے والے کی آنکھیں اپنے تیمارداروں (عزیزوں) کو دیکھتی ہیں جو اپنی شدت تکلیف سے بے قرار ہوتا ہے۔

(٥) وظَلَّتْ عيونُ النَّوْرِ تَخْضَلُّ بالنَّدَى كما اغْرَوْرَقَتْ عينُ الشَّجِيِّ لِتَدْمَعَا

٥۔ (ادھر) کلی کی آنکھیں شبنمی قطروں سے تر بتر ہونے لگیں۔ غم میں مبتلا اس شخص کی طرح سے جس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی ہوں اور رونا چاہتی ہوں۔

(٦) يُرَاعِينَهَا صُوْراً إليها، رَوَانِياً ويَلْحَظْنَ ألحاظاً من الشَّجْوِ خُشَّعَا

۶۔ یہ کلیاں اس رخصت ہوتے سورج کی طرف متوجہ ہوکر اُسے گھور گھور کر دیکھ رہی ہیں اور رنج وغم کی وجہ سے نہایت عاجزی وفروتنی کے ساتھ کنکھیوں سے تک رہی ہیں۔

(۷) وبَيَنَ إغْضَاءُ الفِرَاقِ عَلَيهِما كأنَّهما خِلَّاصَفَاءٍ تودعا

۷۔ ان دونوں ہی پر جدائی کی تاریکی ظاہر ہوگئی۔ گویا دونوں مخلص دوستوں نے ایک دوسرے کوالوداع کہا۔

(۸) وقد ضُرِبَتْ في خُضْرَةِ الرَّوضِ صُفْرَةٌ من الشمسِ فَاخْضَرَّ اخْضِرَاراً مُشَعْشَعَا

۸۔ گلستاں کی سبزی اور سورج کی زردی میں یکجائی ہوگئی، تو ہریالی ایک دم سے بھڑک اٹھی۔

(۹) وأذْكَى نسيمَ الرَّوضِ رَيْعَانُ ظِلّهِ وغَنَّى مُغَنِّي الطيرِ فيه وسَجَعَا

۹۔ گلستاں کے بڑھتے ہوئے سایہ میں عطر بیز خوشبو بھڑک اٹھی (پھیل گئی) اور وہاں گویے پرندے گیت گانے لگے اور ایک لے میں گاتے رہے۔

(۱۰) وغَرَّدَ رِبعِيُّ الذُّبَابِ خِلَالَهُ كما حَثْحَثَ النَّشْوَانُ صَنْجاً مُشَرَّعَا

۱۰۔ یہیں متوسط درجے کی مکھیاں بھنبھناتی (چہچہاتی) رہیں جیسے کوئی متوالا پاٹ دار آواز والی جھانجھ بجا رہا ہو (حرکت دے رہا ہو)۔

(۱۱) فكانت أرَانِينُ الذُّبَابِ هُنَاكُمُو على شَدَوَاتِ الطَّيرِ ضَرْباً مُوَقَّعَا

۱۱۔ تو یہاں تمہارے باغ میں مکھیوں کے نغمے پرندوں کے گانوں پر تال میں سر ملانے کا عمل تھا (جو نظر آ رہا تھا)۔

12.8 چند وضاحتیں

☆ ابن رومی فطرت سے ہم کلام ہوتا ہے: ابن رومی مناظر قدرت کا دلدادہ اور ایک فطرت نگار شاعر ہے، اسے کائنات کی ہر چیز سے جذباتی لگاؤ ہے، وہ اس دنیائے رنگ و بو اور اس کی شکل وصورت پر فریفتہ ہے، اسے اپنے اردگرد فطرت کی ہر شئے ایک زندہ وجود اور پیکر حسن وجمال نظر آتا ہے۔ اس لیے اسے دیکھتے رہنا، اس کے وجود کی گہرائیوں میں جانا، ایک زندہ اور حساس وجود کی طرح اس سے مخاطب ہونا اور اس کے حوالے سے اپنے دردِ دل کو بیان کرنا شاعر کو بہت پسند ہے۔

شاعر جب فطرت کے کسی منظر کو موضوع سخن بناتا ہے، تو ایک جامد وجود کو باشعور انسانی فطرت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جس کے احساس، جذبہ، شعور اور فکر ونظر کی قوت ''انسانی'' بن جاتی ہے۔ موضوع بحث اشعار میں شاعر نے ہمارے سامنے ایک ایسا ہی منظر پیش کیا ہے، جس سے انسانی معانی، انسانی جذبات، انسانی سوچ اور انسانی درد والم کی مکمل عکاسی ہوتی ہے۔

پہلا منظر: اشعار ۱-۳: پہلا منظر یہ ہے کہ ایک دوست اپنے دوست کو، یا ایک عاشق اپنے محبوب کو الوداع کہنے والا ہے، یہ ایک کربناک و اندوہناک منظر ہے، اس منظر کا ہر پل درد و الم اور رنج وغم کی منہ بولتی کہانی ہے۔ یہ ایک مرنے والے عاشق (آفتاب) کی کہانی ہے جو جانکنی کے عالم میں ہے، چند ہی لمحوں میں اس کی سانس اکھڑنے والی ہے اور اس جہان فانی سے کوچ کر جانے والا ہے، یہ ایک المیہ کی کہانی ہے۔

وہ آفتاب جو صبح تڑکے منصۂ شہود پر جلوہ گر (پیدا) ہوا تھا، زوال تک جو ۳۰-۳۵ سالہ جوان رعنا تھا، زوال کے بعد خود زوال کی طرف

ڈھلکنے لگا، شام گئے تک بیماری اور بڑھاپے نے اس کی زندگی کا رس چوس کر، اسے زرد و بدرنگ بنا دیا۔ وہ آفتاب جس کے وجود کی برکت سے دنیا کی جامد و جاندار چیز روشنی اور زندگی پاتی تھی، وہ آج لاچار و بےبس ہے۔ وہ آج ہر شئے پر حسرت کی نگاہ ڈالتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں کیسی بےبسی اتر آئی ہے۔ ایک طرف وہ سکرات موت سے جھوجھ رہا ہے، تو دوسری طرف اس محبوب دنیا کی ہر محبوب چیز سے بچھڑنے کا خیال ہی اس کے لیے سوہان روح ہے۔

دوسرا منظر اشعار ۴-۶:　　اس باغ ہستی کے جن پھولوں کو آفتاب داغ مفارقت دینے والا ہے، ان کا حال نا قابل بیان ہے، غم فراق کے خوف سے ان کے شاداب چہرے کمہلائے ہوئے ہیں اور یاس و ناامیدی کے بھیانک تصور سے سہمے ہوئے ہیں۔ ان کی آنکھیں اشکبار ہیں، چمن کے پھولوں کو سکتہ سا ہو گیا ہے۔ ان کے سپاٹ چہروں اور ان کی بےبس آنکھوں میں بظاہر سکون نظر آتا ہے، مگر وہ تو سکتے اور مدہوشی کی سی کیفیت میں مسلسل موت سے کشمکش کرنے والے آفتاب کو گھورے جا رہے ہیں۔ جذبات میں ایک طوفان اُمڈ رہا ہے۔ مرنے والے کو بچانے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی، بےبسی کی بھی کوئی انتہا ہے کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اسے موت کے چنگل سے نکالا نہیں جا سکتا۔

تیسرا منظر ساتواں شعر:　　بس اس باغ حیات میں آفتاب کی طرح چند ہچکیاں باقی رہ گئیں ہیں۔ یہ کیسی بےبسی اور کیسی لاچارگی ہے۔ عزیز و اقارب مرنے والے کو اور مرنے والا اپنے چاہنے والوں کو حسرت بھری نظریں ڈال رہا ہے۔ سانس اکھڑ رہی ہے اور وہ دیکھو! اُس نے آخری ہچکی لی، وہ آفتاب جو آج تک، ابھی تک دنیا کو اپنے وجود سے منور کرتا رہا، آج اپنے شناساؤں کو چھوڑ کر دور چلا گیا، وہ زندگی کی جنگ ہار گیا، وہ مر گیا!!۔ آفتاب کے بچھڑ جانے کے غم نے پورے گلستان میں غم کی سیاہ چادریں پھیلا دی ہیں۔ ہر طرف نالہ و شیون، آہ و بکا کی صدائیں ہیں۔

آخری منظر اشعار ۸-۱۱:　　آخری منظر: باد صبا آج بہت اشکبار ہے!! مگر یہ طائران باغ ہستی اپنی نواسنجیوں میں کیوں مشغول ہیں، ہاں یہ الاپ، یہ نوحہ و ماتم یہ نغمے، یہ درد بھرے گانے، یہ مکھیوں کی سریلی تانیں اور اور یہ پرندوں کے المیہ گیت آخر کیوں؟؟ ہاں اس لیے کہ راہ محبت میں کامیابی سے گزر جانے والے عاشق کا جنازہ اٹھنے کو ہے، اسے تزک و احتشام اور دھوم دھام ہی سے جانا چاہیے۔ اس لیے پرندوں سے لے کر مکھیوں تک نے اپنی نغمہ ریزیوں اور موسیقی کی ترنگ کے ساتھ اس عاشق بے مثال کے جنازے کو آخری سلامی دے کر رخصت کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

12.8.1 تشخیص کے عمل میں زندگی کی رَو

مذکورہ بالا اشعار میں شاعر نے آفتاب اور مغربی افق پر اس کے زرد رنگ کے انعکاس کو۔ دنیا سے اس کے رخصت ہونے اور اپنے پیچھے رنگ شفق چھوڑ جانے کے دلکش نظاروں کو۔ کلیوں کی بےتابی اور ان کے حزن و ملال کو۔ مرنے والے کی موت کی سختیوں کو۔ ابتلا و آزمائش میں ڈوبے چمن کے بوٹے بوٹے کے یاس و حرمان کو کیمرے کی سی ہنرمندی ہی کے ساتھ پیش نہیں کیا ہے۔ بلکہ یہ کمال دکھایا ہے کہ اس نے 'تشخیص' کے عمل سے موصوف کے اندر زندگی کی رَو اور احساس کی لطافت پیدا کر دی ہے۔

ابن رومی کی شاعری صرف منظر نگاری پہ اکتفا نہیں کرتی، وہ اس کے اندر رقص و حرکت ہی پیدا نہیں کرتی۔ ایک حرکت پذیر زندگی اور روح پرور زندہ شعور کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ جہاں شعور کی طاقت محسوسات کی حد بندیاں توڑ کر باطنی جذبات کی ترجمان بن جاتی ہے، تب ابن رومی کے یہاں قدرت کے جامد مناظر زندہ اشخاص بن جاتے ہیں۔ جو زندگی کے اتار چڑھاؤ، بہار و خزاں، سرور و الم اور انسانی شعوری

جذبات سے متاثر ہوتے ہیں۔

12.8.2 قصیدے میں چھپا شاعر کا دردِ دل

یہ شاعر کے محض شاعرانہ تخیل کی پرواز نہیں ہے، بلکہ مناظر قدرت کے حوالے سے یہ اس کی ذات کا بیانیہ ہے۔اس میں بچپن کی معصوم خوشیاں، ماضی کی حسین یادیں، جوانی کے لذت انگیز تصورات اور خاندانی زندگی کے آلام روزگار پوشیدہ ہیں۔ وہ زندگی جو کبھی بہار اور خزاں بن کر، کبھی حسن و جمال اور کبھی دلفگار حادثہ بن کر ابھرتی رہتی ہے۔ابن رومی کی شاعری کا یہ نمونہ وصف نگاری کا نقطۂ امتیاز بھی ہے اور مرثیہ گوئی کا کمال بھی، یہ حقائق زندگی کی المیہ روداد بھی ہے اور قدرت کی شاہکار مخلوقات کے حسن و جمال سے متاثر تغزل کا رنگ بھی۔

12.9 اکتسابی نتائج

ابن رومی کا نام ابوالحسن علی بن عباس تھا۔ ۲۲۱ھ مطابق ۸۳۶ء میں بغداد میں پیدا ہوا، بچپن ہی سے باپ کے انتقال ہوجانے کی وجہ سے بڑے بھائی کی کفالت میں پروان چڑھا، بڑا بھائی چونکہ خود شعر وشاعری کے عمدہ ذوق کا مالک تھا، ابن رومی کی جانب خصوصی توجہ دی، ابن رومی کا باپ صاحب حیثیت تھا، مگر اسراف کی عادت اور حوادث زمانہ نے ابن رومی کو دکھ جھیلنے پر مجبور کر دیا۔

ابن رومی کو شعر وادب کے علاوہ علمی ذوق بھی ملا تھا، اپنے وقت کے اساتذۂ فن سے خوب فائدہ اٹھایا اور دینی، علمی، ادبی، عقلی وفکری ثقافت سے مالا مال ہوا۔ شاعری کے میدان میں قدم رکھا تو سب سے پہلے ہجو کے اشعار کہے، اُس کے بعد تو پھر ہر صنفِ سخن پر طبع آزمائی کی، مگر زمانے کے رواج کے مطابق مدحیہ قصائد کثرت کے ساتھ کہے، تقریباً چالیس لوگوں کی مدح کی، ان میں آل طاہر اور آل وہب خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

ابن رومی کو اپنی خاندانی اور ازدواجی زندگی میں مسلسل حوادث روزگار کا سامنا کرنا پڑا، جس کا نفسیاتی اثر یہ پڑا کہ یہ شخص سوداوی المزاج (ہر چیز کو سیاہ عینک سے دیکھنے کا مزاج رکھنے والا) اور قنوطی ہوگیا، غرور، بدخلقی، بدمزاجی، آدم بیزاری اس کی سرشت کا حصہ بن گئی، کھانے کے معاملے میں بے حد حریص اور پھوہڑ واقع ہوا تھا، شاعری میں اس کے نبوغ اور کمالات کو دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ ابن رومی اس قدر بدعقیدہ، بدخلق اور بدشگون، لالچی اور انسانوں سے بےزار اور نالاں ہوگا۔

ابن رومی ایک عبقری شاعر تھا، ہجو اور وصف نگاری میں اعلی پایہ کا شاعر تسلیم کیا گیا ہے، اس نے تمام اصناف سخن پر شاعرانہ کمالات کا ثبوت دیا ہے، یوں اس کی شاعری کو تین نمایاں پہلو میں سمیٹا جا سکتا ہے:

(۱) فنی خصوصیات۔

(۲) اس کے افکار وخیالات۔

(۳) اپنے دور، ماحول اور مناظر قدرت کی تصویر۔

ابن رومی کی شاعری میں لفظ پر معنی کو ترجیح دینے کا رجحان غالب ہے۔ابن رومی کی کل شاعری نئے معانی اور نئے موضوعات کا ایک بے کراں سمندر ہے اور یہ سمندر اس کی ذات کا عکس جمیل اور فنی بیانیہ ہے۔

12.10 امتحانی سوالات کے نمونے

۱- ابن رومی کے خاندانی زندگی کے نشیب وفراز، اس کے اخلاق اور عادات واطوار کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ اختصار کے ساتھ ایک جامع نوٹ تحریر کریں؟

۲- ابن رومی کے شاعرانہ نبوغ پہ روشنی ڈالیں؟

۳- ابن رومی نے کن اصناف سخن میں شہرت پائی؟ کسی ایک صنف پہ تفصیل سے اظہار خیال کریں؟

۴- ابن رومی نے اپنے قصیدوں میں موضوع کی وحدت پر خصوصی توجہ دی ہے، موضوع کی وحدت سے آپ کیا سمجھتے ہیں، وضاحت کریں؟

۵- ابن رومی کے نمونے میں اشعار نمبر ۳-۶ (چار اشعار) کو اپنی کاپی پر لکھ کر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں اور ابن رومی کی وصف نگاری کے کمال کو اجاگر کریں؟

۶- نمونے میں دیئے گئے اشعار میں سے آخر کے دو اشعار (دسویں اور گیارہویں) کے الفاظ کی لغوی تشریح کریں اور اشعار کا ترجمہ بھی کریں؟

۷- ابن رومی کے ان اشعار میں وصف نگاری کے کیا بنیادی عناصر آپ کو نظر آتے ہیں، اس سلسلے میں آپ جو کچھ جانتے ہیں اسے قلم بند کریں؟

۸- کیا ان اشعار میں مرثیہ کا مزاج اور اس کے رنگ کی جھلک پائی جاتی ہے؟ اگر ہاں تو وضاحت کریں؟

12.11 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

ابن الرومي: حياته وشعره	عباس محمود العقاد
ابن الرومي فنه ونفسيته	إيليا سليم حاوي
ابن الرومي	محمد عبد الغني حسن
ابن الرومي	مدحت عكاشه
ابن الرومي	عمر فروخ
تاريخ الأدب العربي	حنا فاخوري
تاريخ الأدب العربي العصر العباسي	د. شوقي ضيف
تاريخ الأدب العربي الأعصر العباسية	عمر فروخ
ابن الرومي	خليل شرف الدين
ابن الرومي	محمد محمود
ديوان ابن الرومي تحقيق	عبد الأمير مهنا

اکائی 13 قصیدہ: "بغیرک راعیا عبث الذئاب" از: متنبی

اکائی کے اجزا

13.1 تمہید
13.2 مقصد
13.3 ابوالطیب متنبی۔حیات وشاعری
13.4 عربی اشعار مع اعراب
13.5 الفاظ ومعانی
13.6 اشعار کا ترجمہ
13.7 اشعار کی تشریح
13.8 اکتسابی نتائج
13.9 امتحانی سوالات کے نمونے
13.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

13.1 تمہید

عرب کی اجتماعی زندگی اوران کے تمدن وسیاست کا اثر انشا پردازوں سے زیادہ شاعروں پر پڑا، حالات کی تبدیلی کے ساتھ شاعری کا اندازِ بیان، موضوعات اور قصیدہ کوشروع کرنے کا طریقہ بدل گیا، شعر جاہلی میں سادگی اور حقیقت بیانی ملتی ہے اور محدود معاشرہ کی منظرکشی نظر آتی ہے، اس کے برخلاف ظہور اسلام کے بعد کی شاعری بطور خاص عباسی دور کی شاعری میں شوکت الفاظ، مبالغہ آرائی، عربی معاشرہ اور عجمی ماحول کی مخلوط عکاسی دکھائی دیتی ہے۔

عباسی زمانہ کی شاعری میں الفاظ غریبہ کا عدم استعمال، ترکیب کی حلاوت اور غزل سے قصیدے کا آغاز ہونے لگا، مدح اور ہجو میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا اور اس دور میں اشعار کے درمیان مناسبت اور تشبیہات واستعارات کی کثرت پائی جاتی ہے، اسی طرح شاعری میں نئے موضوعات داخل ہوئے، درباری ماحول کے سبب شاعری میں فلسفیانہ افکار وسیاسی نظریات داخل ہوئے، جدید استعارات کے بطور باغوں اور آبشاروں کا ذکر کیا گیا اور اس دور میں وعظ ونصیحت، زہد واخلاق کا بیان بھی ملتا ہے، شعر کے بحور میں سے چھوٹی بحروں میں قصیدے زیادہ پڑھے جانے لگے اور فن عروض میں کچھ جدید بحور وقوافی کا اضافہ بھی ہوا۔

مسلم امرا میں خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہوا اور اسلامی حکومت کے حصے بخرے ہو گئے تو متعدد دارالحکومت وجود میں آئے اور خلفا کے ساتھ ساتھ وزرا وامرا نے بھی شاعروں کو اپنے قریب کیا، ہر امیر ووزیر مجلسوں میں اپنی مدح سرائی چاہتا اور اس کے صلہ میں شعرا کو خوب نوازتا۔

عباسی دور کے شعرا میں خلفا وامرا کی رفاقت وہم نشینی، شراب نوشی، محبت وعشق، مرعوبیت وانفعال اور فحاشی وآوارگی عموماً پائی جاتی ہے۔

متنبی نے مدح، ہجو، مرثیہ اور غزل میں شاعری کی، متنبی کی شاعری میں تشبیب، جدت طرازی، عمدہ تشبیہات، تعریف کا نرالا انداز، چبھتی ہوئی ہجو اور قلبی رجحان وخود اعتمادی پائی جاتی ہے۔

متنبی کا قافیۃ الباء والا قصیدہ مشہور ہے جو اُس نے سیف الدولہ کی تعریف میں کہا ہے؛ جب کہ اُس نے قبیلہ بنوکلاب کی بغاوت پر ان کی سرکوبی کے لیے تعاقب کیا، آپ ابھی اس قصیدہ کے منتخب اشعار پڑھیں گے۔

13.2 مقصد

اس اکائی کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو عصر عباسی کے ایک غیر معمولی مشہور اور اہم شاعر ابوالطیب متنبی کے کلام اور اس کی خصوصیات سے روشناس کرایا جائے کہ دور عباسی کے شعرا میں متنبی کا مقام کیا تھا؟ اُس کے معاصرین اُس کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے تھے؟ دیگر ادبا اور عربی ادب کے ناقدین اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ متنبی کے دیوان سے با کے قافیہ والے ایک قصیدہ کے منتخب بیس اشعار نمونے کے طور پر آپ کے مطالعہ میں رکھے گئے ہیں۔

13.3 ابوالطیب متنبی۔حیات وشاعری

ابوالطیب متنبی ندرت اور جدید انداز اختیار کرنے میں عربی شاعری کا امام تھا، اس کا نام احمد بن حسین ہے، کنیت ابوالطیب ہے اور قبیلہ کندہ کی طرف منسوب ہو کر کندی کہلاتا ہے، سنہ 303ھ م 915ء عراق کے شہر کوفہ میں پیدا ہوا اور سنہ 354ھ م 965ء بغداد میں بعمر 51 سال فوت ہوا۔

نسب اس طرح ہے: احمد بن حسین بن حسن بن عبد الصمد جعفی کندی۔

ابو الطیب متنبی کا شمار عرب کے مایہ ناز شعرا میں کیا جاتا ہے، عربی زبان پر غیر معمولی قدرت رکھتا تھا اور وہ عربی قواعد ومفردات میں ماہر تھا، اس کے قصائد عربی زبان کا عظیم سرمایہ ہیں، کمسنی سے شعر کہتا تھا، اس نے سب سے پہلے نو سال کی عمر میں شعر کہا اور اپنی فطانت وذکاوت، جد وجہد کی وجہ سے جلد ہی بڑے شاعر کی حیثیت سے مشہور ہوا، آج تک اُس کے اشعار شعرا وادبا کے پاس انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔

ابو الطیب متنبی کے اخلاق کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مغرور ومتکبر اور حریص ولالچی تھا، وہ چاہتا تھا کہ لوگ اُسے ہر مقام پر جانیں پہچانیں اور اُسے سلطنت حاصل ہو، اسی غرض سے اُس نے نبوت کا دعوی کیا مگر جلد ہی قید کر لیا گیا اور پھر توبہ کرنے کے بعد رہا ہوا، اسی وجہ سے اُسے متنبی (نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرنے والا) کہا جاتا ہے اور وہ اسی لقب سے مشہور ہوا، حالانکہ اُس نے کبھی اپنے آپ کو اس لقب سے ذکر نہیں کیا اور نہ اپنے اشعار میں کہیں یہ لقب ذکر کیا۔

ابو الطیب متنبی کو لغت میں اس قدر مہارت تھی کہ ابو علی فارسی نے اُس سے پوچھا کہ فِعْلٰی کے وزن پر کتنے الفاظ کی جمع آتی ہے؟ متنبی نے برجستہ جواب دیا: (۱) حِجْلٰی حَجَلٌ کی جمع (چکور)۔ (۲) ظِرْبٰی ظَرِبَان کی جمع (بلی کی طرح چھوٹے پیروں والا ایک بدبودار جانور)

ابو علی فارسی کہتے ہیں: میں نے تین دن کتب لغت کھنگال ڈالے لیکن ان دونوں کے علاوہ اس وزن پر کوئی تیسری جمع نہیں پائی۔

ابو الطیب متنبی کی شاعری میں عصر عباسی کی حقیقی صورت کی عکاسی ہے، اُس نے اپنی شاعری میں اپنے زمانے کے انقلابات کا ذکر کیا۔ متنبی مختلف درباروں میں شاعر کی حیثیت سے شعر کہتا رہا، جب تک اُسے نوازا گیا تب تک مدح وستائش کرتا، تعریف کے پل باندھتا اور جب بھی کچھ اونچ نیچ ہوتی تو اُس دربار کو چھوڑ کر کوئی اور دربار سے تعلق پیدا کرتا، اس نے زیادہ عرصہ حلب کے حاکم سیف الدولہ اور مصر کے والی کافور کے دربار میں گزارا، اس کے علاوہ دیگر امرا کے درباروں میں بھی باریاب ہوا، لیکن بادشاہ سے کم درجہ کسی شخص کی مدح نہیں کی، اُس کے غرور وتکبر نے اُس کو در بدر بھٹکنے پر مجبور کیا۔

سیف الدولہ کے پاس عرصہ تک رہنے کے بعد والی مصر کافور کے پاس آیا، کچھ دن بعد کافور نے اس سے روگردانی کی تو شیراز کے حاکم عضد الدولہ کا ارادہ کیا، عطیات وانعامات سے نوازا گیا، جب عضد الدولہ نے پوچھا کہ یہ عطایا گراں قیمت ہیں یا سیف الدولہ کے عطایا؟ جواب دیا کہ اس میں تکلف ہے اور سیف الدولہ طبعًا دیتا ہے، اس بات پر عضد الدولہ نے بنوضبہ کے کچھ افراد کو اس کے پیچھے لگا دیا، وہ لوگ مقام صافیہ پر اس کے مقابل ہوئے جب مغلوب ہونے لگا تو بھاگنے کی کوشش کی، ایسے وقت اُس کے غلام نے کہا: کہیں لوگ آپ کو بھگوڑا نہ کہیں، یہ کہہ کر اُس کے فخریہ شعر کا حوالہ دیا، لہٰذا وہ جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ اپنے بیٹے اور غلام کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

ابو الطیب متنبی نے عربی شاعری کے روایتی انداز کو چھوڑا اور شاعری کو نئی راہ دی، امثال وحکم کو بھرپور بیان کیا، معانی کی گہرائی کے ساتھ نظریات پر خاص توجہ دی، ایک شعر میں دو مثالیں بیان کرنا، مدح کا انوکھا اسلوب، سخت ہجو، جنگ کی منظر کشی میں جدت طرازی، عمدہ تشبیہات، انوکھے استعارات اور تعریض وتلمیح اُس کی شاعری کی اہم خصوصیات ہیں، متنبی کی شاعری اب تک زندہ رہنے کی اہم وجہ یہ ہے کہ اُس نے اپنی شاعری میں زندگی کے مقاصد، کائنات کے حقائق کی صحیح ترجمانی، نفسیات کے اظہار کو بھرپور جگہ دی ہے جو کسی بھی زمانے میں ایک قلم نگار اور خطیب کے لیے نمونہ ہے۔

ابو الطیب متنبی کے بعض حکمت پر مبنی اشعار ضرب المثل بن چکے ہیں، متنبی کی شاعری میں مدح، ہجو، مرثیہ اور غزل ہے، وہ مدحیہ قصائد کا

بادشاہ ہے اور ہجو کرنے میں کوئی اس کا ثانی نہیں، لیکن اس نے مرثیہ میں خاطر خواہ طبع آزمائی نہیں کی، مرثیہ کا بنیادی عنصر غم اور سوز ہے جب کہ متنبی کو غم چھوا نہیں، وہ سوز و گداز سے بے بہرہ ہے، متنبی بنیادی طور پر غزل کا شاعر نہیں کیونکہ وہ محبت کے ماحول سے مانوس نہیں، اس کے باوجود اس کے طویل مدحیہ قصائد میں بھرپور غزلیہ مضامین موجود ہیں۔

بالخصوص ابوالطیب متنبی نے ممدوح کے چہرہ کو چاند سے، محبوب کی آنکھوں کو چشم غزالاں سے اور زلف کی درازی کو شب ہجر کی درازی سے تشبیہ دی، نیز اس کی شاعری میں تجاہل عارفانہ، حسن تخییل اور جمال محاکات، بخوبی موجود ہے۔

13.4 عربی اشعار مع اعراب

بِغَيْرِکَ رَاعِيًا عَبِثَ الذِّئَابُ وَغَيْرَکَ صَارِمًا ثَلِمَ الضِّرَابُ
وَتَمْلِکُ أَنْفُسَ الثَّقَلَيْنِ طُرًّا فَکَيْفَ تَحُوْزُ اَنْفُسَهَا کِلَاب
وَمَا تَرَکُوْکَ مَعْصِيَةً وَلٰکِنْ يُعَافُ الْوِرْدُ وَالْمَوْتُ الشَّرَاب
طَلَبْتَهُمْ عَلٰى الْأَمْوَاهِ حَتّٰى تَخَوَّفَ اَنْ تُفَتِّشَهُ السَّحَاب
فَبِتَّ لَيَالِيًا لَا نَوْمَ فِيْهَا تَخُبُّ بِکَ الْمُسَوَّمَةُ الْعِرَاب
يَهُزُّ الْجَيْشُ حَوْلَکَ جَانِبَيْهِ کَمَا نَفَضَتْ جَنَاحَيْهَا الْعُقَاب
وَتَسْأَلُ عَنْهُمُ الْفَلَوَاتِ حَتّٰى أَجَابَکَ بَعْضُهَا وَهُمُ الْجَوَاب
فَقَاتَلَ عَنْ حَرِيْمِهِمْ وَفَرُّوْا نَدٰى کَفَّيْکَ وَالنَّسَبُ الْقُرَاب
وَحِفْظُکَ فِيْهِمْ سَلَفَيْ مَعَدٍّ وَإِنَّهُمُ الْعَشَائِرُ وَالصِّحَاب
تُکَفْکِفُ عَنْهُمْ صُمَّ الْعَوَالِيْ وَقَدْ شَرِقَتْ بِظَعْنِهِمُ الشِّعَاب
وَاُسْقِطَتِ الْأَجِنَّةُ فِى الْوَلَايَا وَاُجْهِضَتِ الْحَوَائِلُ وَالسِّقَاب
وَعَمْرو فِيْ مَيَامِنِهِمْ عُمُوْرٌ وَکَعْب فِيْ مَيَاسِرِهِمْ کِعَاب
وَقَدْ خَذَلَتْ اَبُوْبَکْرٍ بَنِيْهَا وَخَاذَلَهَا قُرَيْظٌ وَالضَّبَاب
اِذَا مَاسِرْتَ فِيْ اٰثَارِ قَوْمٍ تَخَاذَلَتِ الْجَمَاجِمُ وَالرِّقَاب
فَعُدْنَ کَمَا اُخِذْنَ مُکَرَّمَاتٍ عَلَيْهِنَّ الْقَلَائِدُ وَالْمَلَاب
يُثِبْنَکَ بِالَّذِيْ أَوْلَيْتَ شُکْرًا وَأَيْنَ مِنَ الَّذِيْ تُوْلِي الثَّوَاب
وَلَيْسَ مَصِيْرُهُنَّ إِلَيْکَ شَيْنًا وَلَا فِيْ صَوْنِهِنَّ لَدَيْکَ عَاب
وَلَا فِيْ فَقْدِهِنَّ بَنِيْ کِلَابٍ إِذَا أَبْصَرْنَ غُرَّتَکَ اغْتِرَاب
وَکَيْفَ يَتِمُّ بَأْسُکَ فِيْ اُنَاسٍ تُصِيْبُهُمْ فَيُؤْلِمُکَ الْمُصَاب

تَرَفَّقْ　أَيُّهَا　الْمَوْلٰى　عَلَيْهِمْ　فَإِنَّ　الرِّفْقَ　بِالْجَانِيْ　عِتَابُ

13.5 الفاظ ومعانی

(۱)

رَاعٍ: چرواہا، نگہبان، حفاظت کرنے والا۔ (ج) رُعَاةٌ

عَبِثَ: عَبِثَ يَعْبَثُ عَبَثًا باب سمع سے کھیل کود کرنا

ذِئَابٌ: واحد ذِئْبٌ بھیڑیا

صَارِمٌ: تلوار، (ج) صَوَارِمُ

ثَلِمَ: ثَلِمَ يَثْلَمُ ثَلَمًا (س)، کنارے سے ٹوٹنا، تلوار کا کند ہونا، مراد کمزور ہونا

ضِرَابٌ: مارنا، مراد شمشیر زنی

(۲)

تَمْلِكُ: مَلَكَ يَمْلِكُ مُلْكًا (ض) مالک ہونا

أَنْفُسٌ: واحد نَفْسٌ ہے، شخص، جان، دل۔ یہاں جان یا شخص مراد ہے۔

ثَقَلَيْنِ: واحد ثَقَلٌ ہے، بوجھل چیز، مراد عرب وعجم یا جن وانس ہے۔

طُرًّا: جمیع، تمام، سب

تَحُوْزُ: حَازَ يَحُوْزُ حِيَازَةً (ن) جمع کرنا، مراد مالک ومختار ہونا۔

كِلَابٌ: واحد كَلْبٌ ہے، معنیٰ کتّا، مراد قبیلہ بنو کلاب۔

(۳)

تَرَكُوْا: تَرَكَ يَتْرُكُ تَرْكًا (ض) معنیٰ چھوڑنا مراد فرار ہونا۔

مَعْصِيَةٌ: نافرمانی۔

يُعَافُ: عَافَ يَعِيْفُ عَيْفًا و عِيَافًا (ض)، کراہت کی وجہ سے چھوڑنا، يُعَافُ مضارع مجہول ہے۔

وِرْدٌ: مصدر ہے (ض) گھاٹ پر اُترنا۔

شَرَابٌ: مشروب، پینے کی چیز (ج) اَشْرِبَةٌ۔

(۴)

طَلَبْتَ: طَلَبَ يَطْلُبُ طَلَبًا (ن) تلاش کرنا، طلب کرنا۔

أَمْوَاهٌ: واحد مَاءٌ پانی، مراد چشمہ۔

تَخَوَّف: باب تفعّل سے، ڈرنا۔

تُفَتِّش: باب تفعیل سے، تفتیش کرنا، تلاشی لینا۔

سَحَاب: بادل (ج) سُحُب۔

(۵)

بِتَّ: بَاتَ يَبِيتُ بَيَاتًا و مَبِيتًا (ض) رات گزارنا۔

لَيَالٍ: واحد لَيْلٌ رات۔

نَوْمٌ: نیند، مصدر، نَام يَنَامُ نَوْمًا و نِيَامًا (س) سونا۔

تَخُبُّ: خَبَّ يَخُبُّ (ن) خَبًّا وَ خَبَبًا دوڑنا، گھوڑے کا دوگامہ چلنا، ایک طرف کے دو پیر ایک ساتھ اُٹھا کر چلنا۔

مُسَوَّمَةٌ: نشان لگائے ہوئے گھوڑے، عمدہ گھوڑے۔

عِرَاب: واحد عَرَبِيٌّ عربی گھوڑا۔

(۶)

يَهُزُّ: هَزَّ يَهُزُّ هَزًّا (ن)، حرکت دینا، ہلانا۔

جَيْشٌ: لشکر (ج) جُيُوْشٌ۔

جَانِب: بازو (ج) جَوَانِب۔

نَفَضَتْ: نَفَضَ يَنْفُضُ نَفْضًا (ن)، حرکت دینا، جھاڑنا۔

جَنَاحٌ: بازو (ج) اَجْنِحَةٌ۔

عُقَاب: ایک قوی شکاری پرندہ (ج) اَعْقُب، عِقْبَانٌ۔

(۷)

تَسْأَلُ: سَأَلَ يَسْأَلُ سُؤَالًا (ف)، سوال کرنا، پوچھنا، مانگنا، مراد تلاش کرنا۔

فَلَوَاتٌ: واحد فَلَاةٌ ہے، جنگل، صحرا، بیابان

أَجَاب: باب افعال سے، جواب دینا۔

بَعْضٌ: کچھ، جز، حصہ (ج) اَبْعَاضٌ۔

جَوَابٌ: جواب (ج) اَجْوِبَةٌ۔

(۸)

قَاتَل: باب مفاعلہ سے، جنگ کرنا، آپس میں لڑنا۔

حَرِيْمٌ: ہر وہ چیز جو حرام ہونے کی وجہ سے چھوئی نہ جائے، بیوی (ج) حُرُمٌ، اَحْرُمٌ، اَحَارِيْمُ۔

فَرُّوْا : فَرَّ یَفِرُّ فِرَارًا (ض)، فرار ہونا۔
نَدٰی : بخشش، بارش، شبنم، سبز گھاس، تر مٹی۔
کَفٌّ : ہاتھ، ہتھیلی (ج) اَکُفٌّ۔
قُرَاب : قریب، نزدیک۔

(۹)

سَلَفٌ : گزرے ہوئے لوگ، آباو اجداد (ج) أَسْلَافٌ، سُلَّافٌ مراد قبائل ربیعہ و مضر
مَعَدٌّ : قبیلہ کا نام جو بنو کلاب کی اصل ہے۔
عَشَائِرُ : واحد عَشِیْرَۃٌ، قبیلہ، ایک باپ کی اولاد۔
صِحَابٌ : واحد صَاحِبٌ، ساتھی، دوست۔

(۱۰)

تُکَفْکِفُ : کَفْکَفَ یُکَفْکِفُ کَفْکَفَۃً باب فَعْلَلَ سے، روکنا
صُمٌّ : واحد اَصَمُّ ہے، سخت، ٹھوس
عَوَالٍ : واحد عَالِیَۃٌ ہر چیز کا بلند حصہ، نیزہ کی انی کی طرف کا نصف حصہ۔ مراد نیزہ
شَرِقَتْ : شَرِقَ فُلَانٌ بِالْمَاءِ (س) یَشْرَقُ شَرَقًا، حلق میں پانی اٹک جانا، اُچّھو ہونا
ظُعُنٌ : واحد ظَعِیْنَۃٌ، ہودج، پالکی، پالکی میں بیٹھی ہوئی عورت
شِعَابٌ : واحد شِعْبٌ، دو پہاڑوں کے درمیان کھلی جگہ، گھاٹی، راستہ

(۱۱)

أُسْقِطَتْ : ماضی مجہول ہے، أَسْقَطَ یُسْقِطُ اِسْقَاطًا باب افعال سے، گرانا
أَجِنَّۃٌ : واحد جَنِیْنٌ، بچہ جو رحم مادر میں ہو
وَلَایَا : واحد وَلِیَّۃٌ، عرق گیر، اونٹ کی کمر پر رکھا جانے والا کپڑا یا گدّا
أُجْهِضَتْ : ماضی مجہول ہے، أَجْهَضَ یُجْهِضُ اِجْهَاضًا باب افعال سے، حمل ساقط ہونا
حَوَائِلُ : واحد حَائِلَۃٌ، اونٹ کا مادہ بچہ
سِقَابٌ : واحد سَقْبٌ، اونٹ کا نر بچہ

(۱۲)

عَمْرٌو : بنو کلاب کی شاخ
مَیَامِنُ : واحد مَیْمَنَۃٌ، لشکر میں داہنی جانب کی فوج

كَعْبٌ : بنوکلاب کی شاخ

مَيَاسِرُ : واحد مَيْسَرَةٌ لشکر میں بائیں سمت کی فوج

(۱۳)

خَذَلَتْ: خَذَلَ يَخْذُلُ خَذَلًا و خِذْلَانًا (ن)، بے مدد چھوڑنا، دست کش ہونا، مدد سے ہاتھ کھینچ لینا

خَاذَلَ: باب مفاعلہ سے، خَذَلَ کے معنٰی میں ہے۔

اُبُوْ بَكْرٍ : قبیلہ بنوکلاب کی شاخ

قُرَيْظٌ : بنوکلاب کی شاخ

ضَبَابٌ : بنوکلاب کی شاخ

(۱۴)

سِرْتَ: سَارَ يَسِيْرُ سَيْرًا (ض)، چلنا

أثَارٌ : واحد اَثَرٌ، نشان، اثر، پیچھے

قَوْمٌ: جماعت، لوگ (ج) أَقْوَامٌ

تَخَاذَلَتْ: باب تفاعل سے، ایک دوسرے کی مدد سے ہاتھ کھینچنا، باہم بے مدد چھوڑنا

جَمَاجِمُ: واحد جُمْجُمَةٌ کھوپڑی

رِقَابٌ: واحد رَقَبَةٌ گردن

(۱۵)

عُدْنَ: عَادَ يَعُوْدُ عَوْدًا و عَوْدَةً (ن)، لوٹنا، واپس ہونا

أُخِذْنَ: أَخَذَ يَأْخُذُ أَخْذًا (ن)، لینا، مراد گرفتار کرنا، یہاں مجہول ہے

مُكَرَّمَاتٌ : واحد مُكَرَّمَةٌ، باعزت عورت، بزرگ عورت، لائق اکرام

قَلَائِدُ: واحد قِلَادَةٌ، ہار جو گلے میں ڈالا جاتا ہے،

مَلَابٌ : خوشبو

(۱۶)

يُثِبْنَ : اَثَابَ يُثِيْبُ اِثَابَةً باب افعال سے، بدلہ دینا

اَوْلَيْتَ : اَوْلٰى يُوْلِيْ اِيْلَاءً باب افعال سے، احسان کرنا

شُكْرًا : مصدر شَكَرَ (ن) يَشْكُرُ شُكْرًا، شکر کرنا

ثَوَابٌ : بدلہ، انعام، اچھے کاموں کا بدلہ

(۱۷)

مَصِيْرٌ: صَارَ يَصِيْرُ صَيْرًا و صَيْرُوْرَةً مصدر میمی، (ض)، ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا

شَيْنٌ: عیب عَاب: عیب (ج) أَعْيَاب، عُيُوْب

صَوْنٌ: حفاظت

(۱۸)

فَقْدٌ: فَقَدَ يَفْقِدُ فَقْدًا و فِقْدَانًا، (ض) کھودینا، گم پانا

أَبْصَرَ: أَبْصَرَ يُبْصِرُ إِبْصَارًا باب افعال سے، دیکھنا

غُرَّةٌ: ہر چیز کا پہلا اور عمدہ حصہ، گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی، مراد چہرہ

اِغْتِرَاب: باب افتعال کا مصدر، معنیٰ پردیسی ہونا

(۱۹)

يَتِمُّ: تَمَّ يَتِمُّ تَمَامًا (ض)، معنیٰ پورا ہونا، کامل ہونا

بَأْسٌ: سختی، قوت، جنگ، مراد سزا

أُنَاسٌ: واحد اِنْسِيٌّ، انسان

تُصِيْبُ: أَصَابَ يُصِيْبُ إِصَابَةً باب افعال سے، پانا، پہنچنا، مراد سزا دینا

تُؤْلِمُ: أَلَمَ يُؤْلِمُ إِيْلَامًا باب افعال سے، تکلیف دینا

مُصَاب: باب افعال سے اسم مفعول، جس کو تکلیف دی گئی، مراد سزا یافتہ، باب افعال کا مصدر میمی یعنی تکلیف پہنچنا

(۲۰)

تَرَفَّقْ: تَرَفَّقَ يَتَرَفَّقُ تَرَفُّقًا باب تفعل سے امر کا صیغہ ہے: مہربانی کرنا، نرمی برتنا

مَوْلٰی: سردار، آقا، (ج) مَوَالٍ

رِفْقٌ: نرمی

جَانٍ: مجرم (ج) جُنَاةٌ

عِتَاب: سزا، سرزنش

13.6 اشعار کا ترجمہ

(۱)

بِغَيْرِكَ رَاعِيًا عَبِثَ الذِّئَابُ وَغَيْرَكَ صَارِمًا ثَلِمَ الضِّرَابُ

ترجمہ: تیرے علاوہ کوئی دوسرا نگران ہونے کی وجہ سے بھیڑیوں نے (بکریوں کو) کھلونا بنالیا ہے اور تیرے سوا کوئی دوسرا تلوار ہونے کے سبب شمشیر زنی ماند پڑ چکی ہے۔

(2)

وَتَمۡلِکُ أَنۡفُسَ الثَّقَلَیۡنِ طُرًّا فَکَیۡفَ تَحُوۡزُ اَنۡفُسَهَا کِلَابُ

ترجمہ: اور تو تمام جن وانس (عرب وعجم) کی جانوں کا مالک ہے پھر بنو کلاب اپنی جانوں کے مالک کیسے ہو سکتے ہیں۔

(3)

وَمَاتَرَکُوۡکَ مَعۡصِیَةً وَلٰکِنۡ یُعَافُ الۡوِرۡدُ وَالۡمَوۡتُ الشَّرَابُ

ترجمہ: اور وہ لوگ از راہِ نافرمانی تجھے چھوڑ کر نہیں بھاگے، لیکن گھاٹ پر اُترنا اُس وقت ناپسند ہوتا ہے جب کہ موت کا گھونٹ پینا ہو۔

(4)

طَلَبۡتَهُمۡ عَلٰی الۡأَمۡوَاهِ حَتّٰی تَخَوَّفَ اَنۡ تُفَتِّشَهُ السَّحَابُ

ترجمہ: تو نے اُنہیں پانی کے مقامات پر تلاش کیا تو بادل بھی ڈرنے لگے کہ کہیں تو اُن کی تلاشی نہ لے لے۔

(5)

فَبِتَّ لَیَالِیًا لَا نَوۡمَ فِیۡهَا تَخُبُّ بِکَ الۡمُسَوَّمَةُ الۡعِرَابُ

ترجمہ: تو نے کئی راتیں اس طرح بسر کی ہیں جس میں نیند کا تصور تک نہیں تھا، اس حال میں کہ نشان لگائے ہوئے عربی گھوڑے تجھے لیے ہوئے تیزی سے جا رہے تھے۔

(6)

یَهُزُّ الۡجَیۡشُ حَوۡلَکَ جَانِبَیۡهِ کَمَا نَفَضَتۡ جَنَاحَیۡهَا الۡعُقَابُ

ترجمہ: لشکر تیرے اردگرد اپنے دونوں جانب کو اس طرح حرکت دے رہا ہے جس طرح عقاب اپنے دونوں بازوؤں کو پھڑ پھڑاتا ہے۔

(7)

وَتَسۡأَلُ عَنۡهُمُ الۡفَلَوَاتِ حَتّٰی أَجَابَکَ بَعۡضُهَا وَهُمُ الۡجَوَابُ

ترجمہ: اور تو ان کے بارے میں صحراؤں سے پوچھتا تھا یہاں تک کہ اُن میں سے ایک جنگل نے تجھے جواب دیا اور ان لوگوں کا وہاں پایا جانا خود جواب تھا۔

(8)

فَقَاتَلَ عَنۡ حَرِیۡمِهِمۡ وَفَرُّوۡا نَدٰی کَفَّیۡکَ وَالنَّسَبُ الۡقُرَابُ

ترجمہ: اور وہ بھاگ نکلے جب کہ تیرے دونوں ہاتھوں کی سخاوت اور نسبی قرابت نے اُن کی مستورات اور اہل وعیال کی مدافعت وحمایت کی (اُنہیں تیرے حملے سے بچایا)۔

(9)

وَ حِفۡظُکَ فِیۡهِمۡ سَلَفَيۡ مَعَدٍّ　　　وَإِنَّهُمُ الۡعَشَائِرُ وَ الصِّحَاب

ترجمہ: اور اُن سے متعلق تیرا حفاظت وحمایت کرنا دراصل قبیلہ بنی معد کے گزرے ہوئے دو قبیلے ربیعہ ومضر کا لحاظ رکھنا ہے اور یہ بات بھی کہ وہ رشتہ دار اور ساتھی ہی تو ہیں۔

(10)

تُکَفۡکِفُ عَنۡهُمۡ صُمَّ الۡعَوَالِیۡ　　　وَقَدۡ شَرِقَتۡ بِظُعۡنِهِمُ الشِّعَاب

ترجمہ: تو اُن سے سخت اور ٹھوس نیزوں کو ایسے وقت روک رہا تھا جب کہ اُن کی سواریوں اور خواتین سے گھاٹیاں بھری ہوئی تھیں۔

(11)

وَ اُسۡقِطَتِ الۡاَجِنَّةُ فِی الۡوَلَایَا　　　وَاُجۡهِضَتِ الۡحَوَائِلُ وَ السَّقَاب

ترجمہ: جب کہ عرق گیروں میں پیٹ کے بچے گرا دیے گئے اور نر اور مادہ بچہ والی حاملہ اونٹنیوں کے حمل ساقط ہو گئے۔

(12)

وَ عَمۡرٌو فِیۡ مَیَامِنِهِمۡ عُمُوۡرٌ　　　وَ کَعۡبٌ فِیۡ مَیَاسِرِهِمۡ کِعَاب

ترجمہ: اور اس وقت (ایسی بھگڈر مچی کہ) قبیلہ بنی عمرو داہنی جانب (چل پڑے) تو کئی بنی عمرو ہو گئے اور بنی کعب بائیں سمت کئی بنی کعب ہو گئے۔

(13)

وَ قَدۡ خَذَلَتۡ اَبُوۡ بَکۡرٍ بَنِیۡهَا　　　وَ خَاذَلَهَا قُرَیۡظٌ وَ الضِّبَاب

ترجمہ: قبیلہ ابوبکر نے اپنی اولاد کو بے یارومددگار چھوڑ دیا اور قبیلہ قریظ وضباب نے قبیلہ ابوبکر کو چھوڑ دیا۔

(14)

إِذَا مَا سِرۡتَ فِیۡ اٰثَارِ قَوۡمٍ　　　تَخَاذَلَتِ الۡجَمَاجِمُ وَ الرِّقَاب

ترجمہ: جب تو کسی قوم کے تعاقب میں چلتا ہے تو کھوپڑیاں اور گردنیں ایک دوسرے کو چھوڑ دیتی ہیں۔

(15)

فَعُدۡنَ کَمَا أُخِذۡنَ مُکَرَّمَاتٍ　　　عَلَیۡهِنَّ الۡقَلَائِدُ وَ الۡمَلَاب

ترجمہ: تو وہ عورتیں جس طرح گرفتار کی گئیں اسی طرح باعزّت واپس ہوئیں، اُن پر ہار اور خوشبو باقی تھی۔

(16)

یُثِبۡنَکَ بِالَّذِيۡ أَوۡلَیۡتَ شُکۡرًا　　　وَأَیۡنَ مِنَ الَّذِیۡ تُوۡلِي الثَّوَاب

ترجمہ: تو نے اُن پر جو احسان کیا وہ اس کا بدلہ شکر کے ذریعہ دیتی ہیں جب کہ تو جو احسان کرتا ہے وہ اُس کا (حقیقی) بدلہ کہاں ہوسکتا ہے؟

(17)

وَلَيسَ مَصِيرُهُنَّ اِلَيکَ شَيْنًا   وَلَا فِيْ صَوْنِهِنَّ لَدَيْکَ عَاب

ترجمہ: نہ اُن کا تیری طرف آنا بے عزّتی کی نشانی ہے اور نہ تیرے پاس اُن کی حفاظت وعفت مآبی میں کوئی عیب ہے۔

(18)

وَلَا فِيْ فَقْدِهِنَّ بَنِيْ كِلَابٍ   إِذَا اَبْصَرْنَ غُرَّتَکَ اغْتِرَاب

ترجمہ: اور نہ ان کے اُوپر (اپنے قبیلہ) بنی کلاب کو کھودینے کی وجہ سے پردیسی ہونے کا اثر تھا جب انھوں نے تیرے روشن چہرے کو دیکھ لیا۔

(19)

وَكَيْفَ يَتِمُّ بَأسُکَ فِيْ أنَاسٍ   تُصِيبُهُمْ فَيُؤْلِمُکَ الْمُصَاب

ترجمہ: اور تیرا دبدبہ، سختی اور خوف لوگوں پر کیسے پورا ہوسکتا ہے کہ جب تو اُنہیں سزا دیتا ہے تو ان کی تکلیف یا ان میں کا سزا یافتہ تجھے دکھی کردیتا ہے (اس طرح کہ ان کی تکلیف پر تو خود بے چین ہوجاتا ہے)۔

(20)

تَرَفَّقْ أَيُّهَا الْمَوْلٰى عَلَيْهِمْ   فَإِنَّ الرِّفْقَ بِالْجَانِيْ عِتَاب

ترجمہ: اے آقا! ان پر نرمی کیجیے (باوجود ان کی خطا و لغزش کے) کیونکہ مجرم و خطاکار کے ساتھ نرمی کرنا بھی ایک قسم کی سزا ہے۔

13.7 اشعار کی تشریح

(ا)   بِغَيْرِکَ رَاعِيًا عَبِثَ الذِّئَاب   وَغَيْرَکَ صَارِمًا ثَلِمَ الضِّرَاب

ابوالطیب متنبی سیف الدولہ سے کہہ رہا ہے کہ جب تو رعایا کا نگہبان ہو تو تیرے خوف سے کوئی شخص اُنہیں نقصان نہیں پہنچاتا اور تو جب تلوار چلاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ تو خود تلوار بن گیا ہے جس کی دھار تیز ہے لیکن جب تیرے علاوہ کوئی اور امیر وحاکم نگہبان ہو تو رعایا کی نگہبانی مشکل ہوتی ہے؛ کیونکہ باغیوں کے لیے سر اُٹھانا آسان ہوتا ہے اور تیرے علاوہ کوئی اور تلوار چلاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ تلوار کی دھار کند ہوگئی ہے۔ اس شعر میں شاعر اپنے ممدوح کا سیاسی تدبّر و دبدبہ اور حکمرانی کی خوبی بیان کررہا ہے۔

شعر کا بلاغی پہلو اطناب ہے کیونکہ شطر اول میں جو بات کہی گئی شطر ثانی میں بھی وہی بات کہی گئی ہے اور ''راعیا'' اور ''ذئاب'' میں مراعاۃ النظیر ہے اسی طرح ''صارم'' اور ''ضراب'' میں بھی ہے۔

(2)   وَتَمْلِکُ أَنْفُسَ الثَّقَلَيْنِ طُرًّا   فَكَيْفَ تَحُوْزُ أَنْفُسَهَا كِلَاب

یعنی شاعر بہت انوکھے انداز میں ممدوح کی تعریف کرتے ہوئے رعایا پر اُس کے اختیار و تسلط کو بیان کررہا ہے کہ عرب وعجم کے علاقے تیرے قبضہ میں ہیں، وہاں کے باشندے تیرے زیر اثر ہیں، پھر قبیلہ بنو کلاب کس طرح خود مختار ہوسکتا ہے اور وہ فرار ہوکر اپنی جانوں کو تجھ سے کیسے بچا سکتا ہے؟

ثقلین سے مراد عرب وعجم ہوں تو کسی حد تک درست ہے لیکن اس سے مراد جن وانس ہوں تو یہ کلام نہایت ہی مبالغہ پر محمول ہے۔

''طرًا''میں اطناب ہے،''کیف''استفہام انکاری کے لیے ہے،''أنفسها'' کی ضمیر''کلاب'' کی طرف لوٹ رہی ہے جو لفظاً مؤخر ہے لیکن فاعل ہونے کی وجہ سے رتبۃً مقدم ہے۔

(3) وَمَاتَرَكُوْكَ مَعْصِيَةً وَلٰكِنْ يُعَافُ الْوِرْدُ وَالْمَوْتُ الشَّرَابُ

شاعر بنوکلاب کے فرار ہونے کو ذکر کرنے کے بعد اُن کا عذر بیان کر رہا ہے کہ وہ لوگ نافرمانی وسرکشی کی وجہ سے فرار نہیں ہوئے بلکہ ممدوح کے خوف نے اُنہیں فرار ہونے پر مجبور کیا، اُنہیں یقین تھا کہ اس سے مقابلہ کر کے وہ مغلوب ہوں گے اور اس کا نتیجہ موت ہی ہوگا۔ اس لیے اُنہوں نے ممدوح کے مقابل ہونے سے کترا کر راہِ فرار اختیار کی۔

شعر میں''حسن تعلیل'' ہے کہ شاعر فرار ہونے کی معروف وجہ بغاوت ونافرمانی کا انکار کر کے دوسری وجہ بیان کرتا ہے کہ وہ لوگ تیرے خوف کے باعث مقابلہ کی تاب نہ لائے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔''وِرْد''میں''استعارہ تصریحیہ اصلیہ ترشیحیہ'' ہے اس طرح کہ مقابلہ کو''وِرْد'' سے تشبیہ دی گئی، مشبہ کو حذف کیا گیا اور مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا۔''موت''''قرینہ لفظیہ صارفہ'' ہے اور''شراب''''ترشیح'' ہے۔''ورد'' اور ''شراب''میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(4) طَلَبْتَهُمْ عَلَى الْأَمْوَاهِ حَتّٰى تَخَوَّفَ اَنْ تُفَتِّشَهُ السَّحَابُ

ممدوح نے جب بنوکلاب کو جنگل کے چشموں میں سے ہر ہر چشمہ پر تلاش کیا اور وہ اُنہیں پانی جمع ہونے کے مقامات میں سے ہر مقام پر دھونڈنے لگا، شاعر کہتا ہے کہ تو اس قدر تلاش کیا کہ تیرے علاوہ کوئی اور تلاش نہ کر پا تا یہاں تک کہ بادلوں پر خوف طاری ہوگیا کہ پانی ہم بھی رکھتے ہیں کہیں چشموں کے بعد ہماری بھی تلاشی نہ لی جائے۔ یا چشموں میں جو پانی ہے ہمارا ہی برسایا ہوا ہے، اسی لیے کہیں ہماری بھی تلاشی نہ لی جائے۔ یہ انتہائی درجہ کا مبالغہ ہے۔

''تفتشه''میں ضمیر منصوب''سحاب'' کی جانب لوٹتی ہے جو لفظاً مؤخر ہے تاہم تخوّف کا فاعل ہونے کے سبب رتبۃً مقدم ہے اس لیے اضمار قبل الذکر لازم نہیں آئے گا،''أمواه''اور''سحاب''میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(5) فَبِتَّ لَيَالِيًا لَا نَوْمَ فِيْهَا تَخُبُّ بِكَ الْمُسَوَّمَةُ الْعِرَابُ

یعنی ممدوح بہت سی راتیں مسلسل اُن کا پیچھا کرتا رہا، وہ راتوں میں بھی نہیں سوتا تھا بلکہ جاگتا اور اُن کا تعاقب کرتا تھا اور یہ سفر عمدہ عربی گھوڑوں پر جاری تھا جو اسے اور اس کے ساتھ چلنے والوں کو لے کر نہایت تیزی سے دوڑ رہے تھے۔

شعر میں اطناب ہے کیونکہ''بِتّ''رات گزارنے کے لیے ہی مستعمل ہے، اس کے بعد مزید''لیالیا'' کا لفظ راتوں کی کثرت بتانے کے لیے ہے، شعر میں ایجاز حذف ہے کیونکہ شاعر نے''المسومة العراب'' کے موصوف''الخیل'' کو حذف کیا۔

(6) يَهُزُّ الْجَيْشُ حَوْلَكَ جَانِبَيْهِ كَمَا نَفَضَتْ جَنَاحَيْهَا الْعُقَابُ

لشکر کے پانچ اجزا ہوتے ہیں: مقدمہ، قلب، میمنہ، میسرہ، ساق، شعر میں جانبین سے مراد میمنہ ومیسرہ ہیں، شاعر کہتا ہے کہ تو لشکر کے بیچوں بیچ موجود تھا جب لشکر تیرے دونوں طرف متحرک تھا، تیرے دائیں بائیں فوجوں کی صفیں جھوم رہی تھیں تو ایسا لگ رہا تھا کہ عقاب اڑنے کے لیے

پرتول رہاہے۔

اس شعر میں تشبیہ تمثیل ہے جس میں ایک صورت سے دوسری صورت کو تشبیہ دی جاتی ہے، مشبہ لشکر کی صورت ہے جس میں سیف الدولہ لشکر کے درمیان ہے اس کے دائیں بائیں لشکر حرکت کر رہاہے اور مشبہ بہ عقاب پرندہ کی صورت ہے جو بہت بڑا اور طاقتور ہے، وہ اپنے پروں کو حرکت دے رہاہے، وجہ تشبیہ صورت مرکبہ ہے کہ ایک ایسی چیز جس کے دو جانب ہیں اور مسلسل حرکت کر رہے ہیں، یہ نہایت عمدہ اور انوکھی تشبیہ ہے۔

(7) وَتَسأَلُ عَنهُمُ الفَلَوَاتِ حَتّٰی أَجَابَکَ بَعْضُهَا وَهُمُ الجَوَاب

ممدوح جنگل و بیابان سے بنوکلاب کے بارے میں پوچھتا رہا اور انہیں ہر ایک جنگل میں ڈھونڈتا رہا، جنگل زبان حال سے نفی میں جواب دیتے رہے یعنی وہ لوگ اُن جنگلوں میں موجود نہ تھے، یہاں تک کہ ایک جنگل نے اثبات میں جواب دیا کہ وہ لوگ یہاں ہیں، اُس جنگل میں ان کا پایا جانا ہی جنگل کی جانب سے جواب اور پتہ دینا تھا۔

شاعر نے طلب کو سؤال سے تشبیہ دی، وجہ شبہ حصول مطلوب کی کوشش کرنا ہے، مشبہ کو حذف کر کے مشبہ بہ کو ذکر کیا، ''فلوات'' استعارہ کا قرینہ ہے کیونکہ جنگلوں سے سوال نہیں کیا جاتا، اس طرح یہ استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہوا اور ''أجابک'' میں بھی اسی طرح استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہے، یہاں ''ظفر'' (کامیابی) کو جواب سے تشبیہ دی ہے اور وجہ تشبیہ حصول علی المطلوب ہے، سوال و جواب کے درمیان طباق ایجاب ہے، اُجاب اور جواب کے درمیان جناس اشتقاق ہے۔

(8) فَقَاتَلَ عَنْ حَرِيمِهِمْ وَفَرُّوا نَدٰی كَفَّيكَ وَالنَّسَبُ القُرَاب

بنوکلاب نے اپنی عورتوں کو تیرے سامنے چھوڑا اور بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن ممدوح نے اُن کی آبرو کی حفاظت کی، اُن کی عزت کا پاس رکھا، نہ اُنہیں قید کیا، نہ ان کی توہین کی؛ کیونکہ ممدوح کا ظرف بلند ہے اور وہ سخی و فیاض ہے اور اُس سے اُن کی رشتہ داری بھی ہے۔

اس میں شاعر اپنے ممدوح کی سخاوت اور صلہ رحمی کو بیان کر رہاہے۔ ''قاتل'' میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہے، عورتوں کو قید اور اہانت سے محفوظ رکھنے کو قتال سے تشبیہ دی، قتال سے فعل قاتل مشتق کیا، مشبہ بہ کو ذکر کر کے مشبہ کو حذف کیا، ''قاتل'' اور ''فروا'' میں تقدیم و تاخیر ہے کیونکہ پہلے بنوکلاب فرار ہوئے پھر سیف الدولہ نے اُن کی عورتوں کو قید کرنے سے گریز کیا۔

(9) وَحِفْظُکَ فِيهِمْ سَلَفَيْ مَعَدٍّ وَإِنَّهُمُ العَشَائِرُ وَالصِّحَاب

اس شعر کا تعلق سابق شعر سے ہے، حفظک کا عطف ندی کفیک پر ہے یعنی ممدوح نے قبیلہ بنوکلاب کی عورتوں کی حفاظت کی اور رشتہ کا لحاظ رکھا اس لیے کہ اُن سے ممدوح کی رشتہ داری دو طرف سے ہے، ایک ربیعہ دوسرے مضر، یہ دونوں قبائل قبیلہ بنی معد کی شاخیں ہیں۔

سیف الدولہ کا نسب ربیعہ تک اور بنوکلاب کا نسب مضر تک پہنچتا ہے، ربیعہ و مضر دونوں نزار بن معد کے بیٹے ہیں، عشائر اور صحاب پر الف لام عہد ذہنی ہے اس سے مراد مذکورہ قبیلے ربیعہ و مضر ہیں یا الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے یعنی عشائرک و صحابک۔

اس شعر کا اور سابق شعر کا مضمون ایک ہی ہے اس طرح یہاں اطناب ہے۔ شعر میں قبیلہ بنی معد کے گزرے ہوئے قبیلوں سے بنی معد سے پہلے کے قبائل مراد ہوں تو ان سے عدنان اور اُزد مراد ہوں گے۔

(10) تُكَفْكِفُ عَنْهُمْ صُمَّ العَوَالِيْ وَقَدْ شَرِقَتْ بِظَعْنِهِمُ الشِّعَاب

اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں شاعر منظر کشی کر رہا ہے کہ جب بنوکلاب کی عورتوں کی سواریاں وادی میں پہنچیں تو سواریوں کی کثرت کی وجہ سے وادی میں راستے تنگ ہو گئے، سواریوں کے گزرنے کے لیے راہ نہ رہی؛ گویا وادی کی گھاٹیوں کو پھندا لگ گیا ہو جیسے کسی کے حلق میں زیادہ پانی اُنڈیلنے کی وجہ سے پانی اٹکتا ہے اور حلق کے نیچے اُترنے نہیں پاتا، اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ خواتین کی کثرت اور ان کے گھاٹیوں میں پھنس جانے کے باوجود ممدوح نے ان کی گرفت نہیں کی، اس میں اُن کی مجبوری اور ممدوح کے رحم کا بیان ہے۔

''شرقت'' عورتوں کی کثرت سے کنایہ ہے، اس میں استعارہ مکنیہ اصلیہ تخییلیہ ہے، شاعر نے گھاٹیوں کو انسان سے تشبیہ دی، مشبہ بہ کو حذف کر کے مشبہ کو ذکر کیا اور اس کا لازم شرقت بیان کیا، بظعنهم تخییل ہے۔ شعر میں اطناب ہے کیونکہ حفاظت کا یہ مفہوم سابقہ اشعار میں گزر چکا ہے، ''ظعن'' اور ''شعاب'' میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(11) وَأُسْقِطَتِ الْاَجِنَّةُ فِي الْوَلَايَا — وأُجْهِضَتِ الْحَوَائِلُ وَالسِّقَاب

گھبراہٹ، خوف اور عجلت کی وجہ سے بنوکلاب نے عرق گیر پر زین نہیں کسی، ویسے ہی سوار ہو گئے اور فرار ہو کر مسلسل چلتے رہے اور اونٹنیوں کو لگاتار دوڑاتے رہے یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کے بچے عرق گیر پر ہی تولّد ہوئے اور مسلسل دوڑنے کی وجہ سے حاملہ اونٹنیوں کے حمل بھی ساقط ہو گئے، جن کا حمل نر و مادہ بچے تھے۔

اس شعر میں عورتوں کی گھبراہٹ سے کنایہ ہے، عورتوں اور اونٹنیوں کے حمل ساقط ہونے کے بیان میں غیر معمولی مبالغہ ہے، ''حوائل'' اور ''سقاب'' کے درمیان طباق ایجاب ہے۔

(12) وَعَمْرٌو فِيْ مَيَامِنِهِمْ عُمُوْرٌ — وَكَعْبٌ فِيْ مَيَاسِرِهِمْ كِعَاب

بنوکلاب کے دائیں بائیں دو قبیلے بنوعمرو اور بنوکعب تھے، خوف و دہشت کی وجہ سے یہ دونوں قبیلے منتشر ہو گئے، داہنی جانب بنوعمرو چھوٹی چھوٹی کئی ٹکڑیوں میں منتشر ہو کر دوڑ رہے تھے اور بائیں جانب بنوکعب کی بھی یہی حالت تھی؛ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ صرف دو قبیلے نہیں بلکہ کئی قبائل ہیں۔

''عمر و عمور'' اور ''کعب کعاب'' میں تشبیہ بلیغ ہے، کیونکہ یہاں اداۃ تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں محذوف ہیں، وجہ تشبیہ دونوں جگہ تفرق وانتشار ہے، ''میامن'' و ''میاسر'' کے درمیان طباق ایجاب ہے۔

(13) وَقَدْ خَذَلَتْ اَبُوْ بَكْرٍ بَنِيْهَا — وَخَاذَلَهَا قُرَيْظٌ وَالضَّبَاب

قبیلہ ابوبکر قبیلہ بنوکلاب کی شاخ ہے، اسی طرح قبیلہ قریظ اور قبیلہ ضباب بھی بنوکلاب کی شاخیں ہیں، شاعر کہتا ہے کہ ممدوح کے تعاقب کی وجہ سے آپسی رشتہ داری کے باوجود ایک دوسرے کی مدد ترک کر دی اور دہشت کے مارے خاندانی تعلق کا لحاظ نہیں رکھ پائے۔ اُن کی بغاوت کے باوجود تو نے رشتہ داری کا پاس رکھا، اُن کی عورتوں کو تکلیف نہیں پہنچائی، قید نہیں کیا اور اُن کی اہانت نہ کی، اس کے برخلاف قبائل ابوبکر، قریظ وضباب ایک دوسرے کے ہمنوا ہوتے ہوئے آپسی نصرت و مدد نہ کر پائے، قرابت کے باوصف ایک دوسرے کو بے یار و مددگار چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی غرض سے بھاگنے لگے، یعنی تیرے اور اُن لوگوں کے درمیان بہت فرق ہے تو باغیوں کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے مہربانی کرتا ہے اور وہ ہمنوا رشتہ داروں کو بھی بے مدد چھوڑ کر فرار ہوتے ہیں۔ ''خذلت'' اور ''خاذل'' میں جناس اشتقاق ہے۔

(14) اِذَا مَاسِرْتَ فِيْ اٰثَارِ قَوْمٍ — تَخَاذَلَتِ الْجَمَاجِمُ وَالرِّقَاب

یعنی اے ممدوح جب تو دشمن کا تعاقب کرتا ہے تو ان پر حملہ کر کے رہتا ہے اور اس وقت تیرے دشمن کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف اپنے ساتھیوں کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے بلکہ تجھ سے مقابلہ کرنے والے شخص کی کھوپڑی ہی اس کی گردن کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور اس کا سرتن سے جدا ہو جاتا ہے۔

بنو کلاب کی شاخوں کا ایک دوسرے کو بے مدد چھوڑ نا تعجب خیز نہیں کیونکہ تیرے خوف سے گردنیں اور کھوپڑیاں ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں، یہ معنیٰ نہایت ہی مبالغہ پر مشتمل ہے۔

دوسرا معنیٰ یہ ہوسکتا ہے کہ جب تو کسی قوم کے خلاف جنگ کرتا ہے تو اُن پر اس طرح غالب آتا ہے کہ ان کے جسم اصلی حالت پر باقی نہیں رہتے، تیری تلوار اُن کی گردنوں کو سروں سے جدا کر دیتی ہے۔ ''تخاذلت'' میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ تخییلیہ ہے، تفاصل (علٰحدہ علٰحدہ ہونے) کو تخاذل سے تشبیہ دی، مشبہ کو حذف کر کے مشبہ بہ کو ذکر کیا ''جماجم و رقاب'' تخییل ہے قرینہ حالیہ ہے، وجہ تشبیہ تباعد ہے، جماجم و رقاب میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(15) فَعُدْنَ كَمَا أُخِذْنَ مُكَرَّمَاتٍ عَلَيهِنَّ الْقَلَائِدُ وَالْمَلَابُ

یعنی قبیلہ بنو کلاب کی عورتوں کو گرفتار کیا گیا لیکن اُنہیں کسی طرح زک نہیں پہنچائی گئی اور اُنہیں کوئی تکلیف نہیں لاحق ہوئی، وہ جس حال میں گرفتار کی گئیں اسی حال میں چھوڑ دی گئیں، نہ اُنہیں قیدی بنایا گیا، نہ اُنہیں مارا پیٹا گیا نہ کسی طریقہ سے ان کی توہین کی گئی، یعنی ممدوح کے اخلاق یہ ہیں کہ ان کا کامل احترام ملحوظ رکھا گیا؛ یہاں تک کہ اُن کے گلے کے ہار اور ان کے جسم ولباس پر لگی خوشبو ویسی ہی باقی تھی یوں وہ پورے اکرام کے ساتھ لوٹیں، ''عدن'' اور ''أخذن'' میں نون ضمیر برائے جمع مؤنث ''حریم'' کی طرف راجع ہے جونساء کی تاویل میں ہے۔

شعر میں اطناب ہے کیونکہ دوسرا مصراع ''مکرماتٍ'' کی تفصیل ہے۔

(16) يُثبِنَّكَ بِالَّذِي أَوْلَيتَ شُكْرًا وَأَينَ مِنَ الَّذِي تُوْلِي الثَّوَابُ

جنگ میں گرفتاری کے بعد قیدیوں کو قتل کیا جاتا ہے یا کم از کم غلام بنایا جاتا ہے، لیکن اے ممدوح تو نے اُنہیں نہ قتل کیا اور نہ غلام بنایا بلکہ باعزت رہا کیا، تیرا یہ احسان اتنا بڑا ہے کہ اس کے بدلہ ادا کیا جانے والا شکر کافی نہیں ہوسکتا، اُنہیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ تیرا احسان مثالی ہے۔ وہ عورتیں تیرا شکر ادا کر کے بدلہ دے رہی ہیں حالانکہ تیرے احسان کا حقیقی بدلہ شکر گزاری نہیں، تیرا احسان کہاں اور اُن کا شکر کہاں؟ دونوں کے درمیان بہت فرق ہے، ''یثبن'' اور ''ثواب'' کے درمیان اسی طرح أولیت اور تُولي کے درمیان جناس اشتقاق ہے، أین یہاں مجازی طور پر استفہام انکاری کے لیے ہے۔

(17) وَلَيسَ مَصِيرُهُنَّ إِلَيكَ شَينًا وَلَا فِي صَوْنِهِنَّ لَدَيكَ عَابُ

گرفتار ہونا یقیناً عار وعیب ہے، اس سے گرفتار شدہ شخص پر دھبّہ لگتا ہے، عورت ہو تو اس کی عفّت پر داغ آتا ہے لیکن تیرے گرفتار کرنے کی وجہ سے قبیلہ کی عورتوں کی عفت و پاکدامنی میں فرق نہیں آیا اور اُن کی عزّت وعصمت پر داغ نہیں لگا کیونکہ تو نے ہر طرح سے اُن کی حفاظت کی اور بری کر دیا۔

''صون'' ستر سے کنایہ ہے، یعنی تیرے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ تو اُن کی حرمتوں کو پامال کرے گا یا اُن کی پاکدامنی کو داغدار کرے گا کیونکہ تو عرب کے قبائل کا سردار اور اُن کے فضائل کو باقی رکھنے والا ہے، اس لیے وہ عورتیں تیرے پاس اسی طرح مطمئن رہیں جس طرح اپنے اہل میں رہتی ہیں۔

(18) وَ لَا فِيْ فَقْدِهِنَّ بَنِيْ كِلَابٍ إِذَا اَبْصَرْنَ غُرَّتَکَ اغْتِرَاب

یعنی بنوکلاب کی عورتیں اپنے قبیلہ سے بچھڑ گئیں اور اجنبیوں میں رہنے پر مجبور ہو گئیں، کیونکہ تو نے ان سے ایسا حسن سلوک کیا کہ نیا مقام اور نئے لوگ ہونے کے باوجود اُنہیں پردیس میں ہونے کا یا پردیسی ہونے کا احساس تک نہ تھا اور وہ ممدوح کے روشن چہرہ کو دیکھتی رہ گئیں۔ اگر چہ وہ اپنے رشتہ داروں اور شوہروں کے پاس نہ تھیں تاہم اُنہیں اجنبیت کا احساس نہیں ہوا، اس لیے کہ وہ تجھ سے تعلق قرابت رکھتی تھیں، ''فقد'' اور ''أبصرن'' طباقِ ایجاب ہے، ''أبصرن'' اور ''غرۃ'' میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(19) وَ کَيْفَ يَتِمُّ بَأْسُکَ فِيْ أُنَاسٍ تُصِيْبُهُمْ فَيُؤْلِمُکَ الْمُصَاب

یعنی جب تو ان لوگوں کو سزا دیتا ہے تو اُنہیں تکلیف لاحق ہوتی ہے، اُن کی تکلیف کو دیکھ کر قرابت کی وجہ سے تو مچل جاتا ہے اور اُن کی تکلیف تیری تکلیف کا سبب بن جاتی ہے اور جب بات ایسی ہے تو ان لوگوں پر تیری سختی مکمل نہیں ہوتی۔ اگر وہ لوگ بغاوت و نافرمانی کے باعث تجھے غضبناک کرتے ہیں تو تیری ذات پر اُن کا وثوق تجھے مہربان بھی بنا تا ہے، یہ مفہوم عرب شعرا میں معروف ہے، سب سے پہلے اس مفہوم کو قیس بن زہیر نے بیان کیا پھر دیگر شعرا بھی اسے لیتے رہے، شعر میں ''تصیب'' اور ''مصاب'' کے درمیان جناس اشتقاق ہے، کیف استفہام انکاری کے لیے ہے۔

(20) تَرَفَّقْ أَيُّهَا الْمَوْلٰى عَلَيْهِمْ فَإِنَّ الرِّفْقَ بِالْجَانِيْ عِتَاب

شریفوں کا بطور مجرم پیش ہونا خود سزا ہے، اس لیے ایسے لوگوں کو معاف کرنے سے سزا کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور اس قدر ذلّت ہی اُنہیں آئندہ جرم سے دور رکھنے کے لیے کافی ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ مجرم کو سزا دینے کے بجائے اُس پر نرمی کرنا، اُسے معاف کرنے والے کا احسان مند بنا تا ہے اور گویا وہ احسان مندی کے باعث محسن کا غلام بن جا تا ہے، رفق اور عتاب کے درمیان طباقِ ایجاب ہے، ''جاني'' اور عتاب میں مراعاۃ النظیر ہے اور ترفق و رفق میں جناس اشتقاق ہے۔

معلومات کی جانچ

۱۔ مناسب مصرعہ کے ذریعہ مندرجہ ذیل اشعار مکمل کیجیے۔

وتملک أنفس الثقلين طرا ------------------

يهز الجيش حولک جانبيه ------------------

تكفكف عنهم صم العوالى ------------------

وأسقطت الأجنة في الولايا ------------------

۲۔ درج ذیل اشعار کا بامحاورہ ترجمہ کیجیے۔

وحفظک فيهم سلفي معد وإنهم العشائر والصحاب

وعمرو في ميامنهم عمور وكعب في مياسرهم كعاب

اذا ماسرت في أثارقوم تخاذلت الجماجم والرقاب

وكيف يتم بأسک في أناس تصيبهم فيؤلمک المصاب

۳۔درج ذیل اشعار پر درست اعراب لگائیے۔

وما تركوک معصية ولكن يعاف الورد والموت الشراب

طلبتهم على الأمواه حتى تخوف أن تفتشه السحاب

فبت لياليا لا نوم فيها تخب بک المسومة العراب

وتسأل عنهم الفلوات حتى أجابک بعضها وهم الجواب

فقاتل عن حريمهم وفروا ندى كفيک والنسب القراب

۴۔درج ذیل اشعار کی تشریح کرتے ہوئے بتلائیے کہ اس میں تشبیہ کونسی ہے اور استعارہ کونسا ہے؟

يهز الجيش حولک جانبيه كما نفضت جناحيها العقاب

وتسأل عنهم الفلوات حتى أجابک بعضها وهم الجواب

۵۔مندرجہ ذیل الفاظ کے معنٰی بیان کیجیے۔

المسومة	يعاف	الضراب	الورد	نفضت
العشائر	شرقت	تكفكف	الشعاب	السقاب
الجماجم	الملاب	فقد	اغتراب	الجاني

13.8 اکتسابی نتائج

ابوالطیب متنبی عباسی دور کا عظیم شاعر اور مدحیہ قصائد کا بادشاہ سمجھا جاتا ہے، اسے عربی شاعری میں جدت طرازی کا امام کہا گیا ہے، متنبی کمسنی سے ہی شاعری کرتا تھا، اس کا دور چوتھی صدی ہجری کا نصف اول ہے، وہ کوفہ میں پیدا ہوا اور بغداد میں فوت ہوا، متنبی لغت کا ماہر، ذہین وفطین تھا، ساتھ ساتھ طبیعت کا مغرور وحریص تھا، سلطنت کی لالچ میں وہ نبوت کا جھوٹا دعوٰی کر بیٹھا اور قید ہونے کے بعد توبہ کی، اس زمانے کے بڑے بڑے ادبا واہل لغت نے اس کی ذہانت، عربی زبان میں مہارت اور فن شاعری میں بلندی کا اعتراف کیا، انعام واکرام کے لیے شعر کہنا اس کی عادت تھی، جہاں نوازش ہوتی وہاں ٹھہرتا اور جہاں انعامات کی بارش نہیں ہوتی وہاں سے وہ رخصت ہوجاتا، اس کے اکثر اشعار سیف الدولہ کی مدح میں ہیں، اس کے علاوہ کافور، عضدالدولہ وغیرہ کے لیے بھی اس نے مدحیہ قصائد لکھے، وہ کسی کا مخالف ہوا تو اس کی چبھتی ہوئی ہجو کی، اس کے مرثیہ میں سوز وگداز نہیں، اس لیے اس کا مرثیہ غمناک اور پر اثر نہیں!۔

ابوالطیب متنبی نے عربی شاعری کو روایتی انداز سے نکالا اور اس میں جدّت پیدا کی، اس نے شاعری کو حکم وامثال سے بھر دیا اور معانی ونظریات پر توجہ دی، اس کی مدح میں انوکھا پن، ہجو میں سختی، تشبیہ میں جمال ورعنائی، استعارہ میں دلکشی وعمدگی اور تعریض میں سادگی پائی جاتی ہے، اس کے کئی اشعار ضرب المثل بن چکے ہیں، نیز اس کے اشعار میں جنگوں کی بہترین منظرکشی، تجاہل عارفانہ، حسن تخییل اور محاکات پائی جاتی ہے۔

13.9 امتحانی سوالات نمونے

۱۔بغیرک راعیاعبث الذئاب قصیدے کا خلاصہ لکھیے۔

۲۔ابتدائی پانچ اشعار کی تشریح کیجیے۔

۳۔متنبی کی شعری خصوصیات پر جامع نوٹ لکھیے۔

۴۔متنبی کے دو عمدہ اشعار تحریر کیجیے، اعراب لگائیے اور ان کا ترجمہ کیجیے۔

۵۔آخری پانچ اشعار کی جامع تشریح کیجیے۔

13.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

۱۔تاریخ الأدب العربي	احمد حسن زیات
۲۔تاریخ الأدب العربي	ادب قدیم حنّا فاخوری
۳۔المتنبی	محمود محمد شاکر
۴۔متنبی ایک تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر غلام یحیی انجم

اکائی 14 قصیدہ لامیۃ العجم از: طغرائی

اکائی کے اجزا

14.1 تمہید
14.2 مقصد
14.3 طغرائی: حیات وشاعری
14.4 عربی اشعار مع اعراب
14.5 الفاظ ومعانی
14.6 اشعار کا ترجمہ
14.7 اشعار کی تشریح
14.8 اکتسابی نتائج
14.9 امتحانی سوالات کے نمونے
14.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

14.1 تمہید

عصر عباسی کو مؤرخین نے علوم وفنون میں ترقی وکمال کی بنا پر عربی ادب کا سنہرا دور کہا ہے، عصر عباسی اپنے ابتدائی دور میں سیاسی، علمی اور ادبی اعتبار سے اس قدر بلندیوں تک پہنچا کہ ہر علم وفن میں کمال رکھنے والے متبحر علما وسائنسدان اس دور میں پیدا ہوئے، جنھوں نے اپنی تحقیقات وانکشافات سے ایک عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، جو آج تک کے تمام مغربی سائنسدانوں کے لیے مشعل راہ اور بنیاد کا درجہ رکھتی ہیں، اسی بنیاد پر عالم مغرب نے جدید انکشافات کو دنیا میں متعارف کروایا، عصر عباسی اموی دور سے سیاسی اعتبار سے مختلف ہے اور اس سیاسی اختلاف کا اثر اس طرح لغت وادب پر ہوا کہ اموی دور میں گورنر اور دیگر عہدیدار عربی زبان کے ماہر تھے، جس کی وجہ سے ادب ولغت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا برخلاف عصر عباسی کے چونکہ اس کی بنیاد اہل فارس کی مدد وتعاون سے ہوئی، اسی بنا پر حکومت کے معاملات میں ان کی دخل اندازی ہوئی اور عربی عصبیت ختم ہوئی اور اس وجہ سے فارسی، ترکی، سریانی اور رومی عناصر داخل ہوئے اور عربی تہذیب وتمدن میں دیگر لغات کی تہذیب وعناصر شامل ہوگئے اور اس کا اثر لغت وادب پر بھی ہوا۔

اس قصیدہ ''لامیۃ العجم'' کا ناظم عصر عباسی کا ایک نامور شاعر ہے جسے زندگی کے مختلف مراحل میں تجارب حاصل کرنے کا موقع ملا چونکہ وہ ابتدائی زندگی میں مالی اعتبار سے مضبوط نہیں تھا اور بعد میں مختلف عہدوں پر متمکن ہوا، وزرا سے تقرب حاصل کیا اور مختلف مقامات کا سفر کیا تو اُسے زندگی میں بہت سے تجربات ومشاہدات ہوئے اور اس نے 505ھ میں اپنے اس قصیدہ میں ان تمام چیزوں کا ذکر کیا۔

شاعر اور قصیدہ کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس قصیدے کی کئی شروح لکھی گئیں اور اس کا معارضہ کیا گیا، نیز اس قصیدہ کی تصدیر، تعجیز، تشطیر اور تخمیس کی گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علما اور ادبا نے اس قصیدے کو بڑی اہمیت دی، علاوہ ازیں اس قصیدہ کا لاطینی، فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں بھی ترجمہ کیا گیا۔

شاعر قصیدہ طغرائی نے اس میں حکمت سے بھر پور کئی باتیں ذکر کی ہیں جس میں سے ایک یہ شعر ہے:

إِنَّ الْعُلَا حَدَّثَتْنِيْ وَهِيَ صَادِقَةٌ   فِيْمَا تُحَدِّثُ أَنَّ الْعِزَّ فِي النُّقَلِ

ترجمہ: بلاشبہ بلندیوں نے مجھ سے بیان کیا جب کہ وہ اپنی تمام باتوں میں سچی ہیں کہ عزت وشرافت نقل وحرکت میں ہے۔

اس جیسی حکمت کی باتیں اور قیمتی تجربات اس قصیدے سے آپ سیکھ سکتے ہیں۔

14.2 مقصد

عربی زبان کے اس مشہور ومعروف قصیدے کو آپ کے لیے شامل نصاب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ عصر عباسی کے شعری خصائص وامتیازات سے متعلق واقفیت حاصل کرسکیں، آپ کے پاس عربی الفاظ ومفردات کا ذخیرہ ہوجائے، اشعار میں ذکر کردہ مختلف مضامین ومعانی پر مطلع ہوں اور اس میں بیان کردہ حکمتوں، امثال اور زندگی میں درپیش تجارب سے استفادہ کریں اور یہ معلوم ہوجائے کہ قصیدۂ لامیۃ العجم کے شاعر نے احساسات وجذبات اور رجحانات وخیالات کو کس عمدگی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

14.3 طغرائی: حیات وشاعری

طغرائی عمید مؤید الدین فخر الکُتّاب ابو اسماعیل حسین بن علی بن محمد بن عبد الصمد ہے، طغرائی نسبت سے مشہور ہے، اصبھان میں پیدا

ہوئے، ابن خلکان کہتے ہیں کہ طغرائی بہت فضل والے، نرم طبیعت والے تھے، صنعت، نظم ونثر میں اپنے معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔ طغرائی 455ھ میں اصفہان میں پیدا ہوئے اور 515ھ میں قتل کردیے گئے۔

طغرائی ایک ایسے عربی الاصل خاندان سے تعلق رکھتے تھے جن کے آبا واجداد میں ''أبو الأسود الدؤلي''ہے، شعر ونثر میں اُنہیں بڑا کمال حاصل تھا، مختلف موضوعات میں اشعار وقصائد لکھے اور اپنے زمانہ کے طبقۂ اولی کے شعرا میں شمار کیے گئے۔

طغرائی کا ایک شعری دیوان ہے اور ان کے بہترین اشعار میں قصیدہ ''لامیۃ العجم'' مشہور ہے جسے اُنہوں نے 505ھ شہر بغداد میں لکھا اور اس میں اپنے احوال کو بیان کیا اور زمانے سے شکوہ کیا۔

عماد الکاتب نے دولت سلجوقیہ کی تاریخ پر محیط اپنی کتاب ''نصرة الفترة وزهرة القطرة'' میں اُن کا ذکر کیا ہے کہ طغرائی سلطان مسعود بن محمد سلجوقی کی جانب سے موصل میں وزیر مقرر تھے، وہ کیمیا کے رموز کو حل کرنے میں ید طولی رکھتے تھے اور اُنہیں اس علم میں سبقت حاصل ہے اور اس علم میں اُن کی کئی تصانیف ہیں، اُن کے اس قصیدۂ لامیہ کو ''لامیۃ العجم'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حکم اور امثال میں ''لامیۃ العرب'' سے مشابہت رکھتا ہے۔

طغرائی علم کیمیا کے کبار علما میں بھی شمار کیے جاتے ہیں، اس علم میں جدید انکشافات کی بنا پر اُن کے نظریات کو اس وقت بڑی اہمیت دی جاتی۔ طغرائی اپنے علمی مقام کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

أما العلوم فقد ظفرت ببغيتي   منها فما أحتاج أن أتعلما

میں نے علوم کے مقصود کو پالیا ہے تو مجھے سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وعرفت أسرار الخليقة كلها   علما أنار لي البهيم المظلما

اور میں تمام مخلوقات کے اسرار اس طرح جان چکا ہوں کہ علم نے میرے لیے گھنگور تاریکی کو اور روشن کردیا ہے۔

طغرائی کی شاعری میں فخر، عتاب اور غزل ہے، طغرائی اپنی شاعری میں کثرت سے شکایت کرتے ہیں، ان کے اشعار میں متانت، سہولت اور شیرینی ہے۔

14.4 عربی اشعار مع اعراب

أَصَالَةُ الرَّأْيِ صَانَتْنِيْ عَنِ الْخَطَلِ   وَحِلْيَةُ الْفَضْلِ زَانَتْنِيْ لَدَى الْعَطَلِ

مَجْدِيْ أَخِيْرًا وَمَجْدِيْ أَوَّلاً شَرَعٌ   وَالشَّمْسُ رَأْدَ الضُحٰى كَالشَّمْسِ فِى الطَّفَلِ

فِيْمَ الإِقَامَةُ بِالزَّوْرَاءِ لا سَكَنِيْ   بِهَا وَلَا نَاقَتِيْ فِيْهَا وَلَا جَمَلِيْ

نَاءٍ عَنِ الْأَهْلِ صِفْرُ الْكَفِّ مُنْفَرِدٌ   كَالسَّيْفِ عُرِّيَ مَتْنَاهُ عَنِ الْخَلَلِ

فَلَا صَدِيْقَ إِلَيْهِ مُشْتَكٰى حَزَنِيْ   وَلَا أَنِيْسَ إِلَيْهِ مُنْتَهٰى جَذَلِيْ

طَالَ اغْتِرَابِيْ حَتّٰى حَنَّ رَاحِلَتِيْ   وَرَحْلُهَا وَقَرٰى الْعَسَّالَةِ الذُّبُلِ

وضَجَّ من لَغَبٍ نِضْوِيْ وَعَجَّ لِمَا ... يَلْقَى رِكَابِيْ وَلَجَّ الرَّكْبُ فِيْ عَذَلِيْ
أُرِيْدُ بَسْطَةَ كَفٍّ أَسْتَعِيْنُ بِهَا ... عَلٰى قَضَاءِ حُقُوْقٍ لِلْعُلَى قِبَلِيْ
وَالدَّهْرُ يَعْكِسُ آمَالِي وَيُقْنِعُنِيْ ... مِنَ الْغَنِيْمَةِ بَعْدَ الْكَدِّ بِالْقَفَلِ
وذِيْ شِطَاطٍ كَصَدْرِ الرُّمْحِ مُعْتَقِلٍ ... لِمِثْلِهِ غَيْرَ هَيَّابٍ وَلاَ وَكِلِ
حُلْوُ الْفُكَاهَةِ مُرُّ الجِدِّ قَدْ مُزِجَتْ ... بِقَسْوَةِ الْبَأْسِ فِيْهِ رِقَّةُ الغَزَلِ
طَرَدْتُ سَرْحَ الْكَرَى عَنْ وِرْدِ مُقْلَتِهِ ... واللَّيْلُ أَغْرَى سَوَامَ النَّوْمِ بِالْمُقَلِ
وَالرَّكْبُ مِيْلٌ عَلَى الْأَكْوَارِ مِنْ طَرِبٍ ... صَاحٍ وآخَرَ مِنْ خَمْرِ الْهَوٰى ثَمِلِ
فَقُلْتُ أَدْعُوْكَ لِلْجُلَّى لِتَنْصُرَنِيْ ... وَأَنْتَ تَخْذُلُنِيْ فِي الْحَادِثِ الْجَلَلِ
تَنَامُ عَنِّيْ وَعَيْنُ النَّجْمِ سَاهِرَةٌ ... وَتَسْتَحِيْلُ وَصِبْغُ اللَّيْلِ لَمْ يَحُلِ
فَهَلْ تُعِيْنُ عَلَى غَيٍّ هَمَمْتُ بِهِ ... وَالْغَيُّ يَزْجُرُ أَحْيَاناً عَنِ الْفَشَلِ
إِنِّيْ أُرِيْدُ طُرُوْقَ الْحَيِّ مِنْ إِضَمٍ ... وَقَدْ حَمَاهُ رُمَاةٌ مِنْ بَنِيْ ثُعَلِ
يَحْمُوْنَ بِالْبِيْضِ وَالسُّمْرِ اللِّدَانِ بِهِ ... سُوْدَ الْغَدَائِرِ حُمْرَ الْحَلْيِ وَالْحُلَلِ
فَسِرْ بِنَا فِيْ ذِمَامِ اللَّيْلِ مُهْتَدِياً ... بِنَفْحَةِ الطِّيْبِ تَهْدِيْنَا إِلٰى الْحِلَلِ
فَالْحِبُّ حَيْثُ الْعِدٰى وَالْأُسْدُ رَابِضَةٌ ... حَوْلَ الْكِنَاسِ لَهَا غَابٌ مِنَ الأَسَلِ

14.5 الفاظ ومعانی

(ا)

أَصَالةٌ: أَصُلَ يَأْصُلُ أَصَالةً (ک) جڑ والا ہونا، جڑ پکڑنا۔ رَأْيُهٗ: عمدہ ہونا

رَأْيٌ: (ج) أرَاءٌ وَ آرَاء رائے، اعتقاد

صَانَتْنِيْ: صَانَ يَصُوْنُ صَوْنًا وَ صِيَانَةً (ن): حفاظت کرنا

اَلْخَطَلُ: خَطِلَ يَخْطَلُ خَطَلًا (س) وَأَخْطَلَ فِي كَلامِهٖ: بہت بولنا اور فحش بولنا۔ فِي منطقه أو رأيه: غلطی کرنا

حِلْيَةٌ: (ج) حِلِيٌ وَ حُلِيٌ زیور، زینت۔ (حلية الفضل شرف وفضیلت کا لباس)

فَضْلٌ: (ج) فُضُوْلٌ: احسان، زیادتی، بقیہ۔

زَانَتْنِيْ: زَانَ يَزِيْنُ زَيْنًا (ض) الشيء: خوب صورت بنانا، آراستہ کرنا، زینت دینا

اَلْعَطَلُ: عَطِلَت المرأةُ: (س) (ن) عَطَلًا و عُطُوْلًا: عورت کا بے زیور ہونا

(۲)

مَجْدِیْ: مَجْدٌ (ج) اَمْجَادٌ عزت وبلندی، شرافت وبزرگی، بلندزمین

شَرَعٌ: شَرَعَ یَشْرَعُ شَرْعًا للقوم قانون بنانا، شریعت جاری کرنا

اَلشَّرْعُ وَالشَّرَعُ: مثل، برابر، کہا جاتا ہے (الناس في هذا شرع واحد)

رَأْدَ: رَأْدٌ وَرَائِدُ الضُّحٰی، آفتاب چڑھنے اور روشنی پھیلنے کا وقت یعنی چاشت کا وقت

الطَّفَلُ: طَفَلَ یَطْفُلُ طُفُوْلًا (ن) رات کا وقت ہونا۔ طفلت الشمس آفتاب کا غروب کے قریب ہونا

الطَّفَلُ: بچپن کی حالت، تاریکی۔ طَفَلَ الْغَدَاةُ: طلوع آفتاب کے کچھ بعد، طَفَلَ العشی: غروب آفتاب سے قبل

(۳)

اَلْإِقَامَةُ: أَقَامَ یُقِیْمُ إِقَامَةً (باب إفعال) بالمکان وطن بنالینا، اقامت کرنا، قیام پذیر ہونا

سَكَنِیْ: سَكَنَ یَسْكُنُ سَكَنًا وسُكْنٰی (ن) الدار وفي الدار اقامت کرنا، رہنا۔ سَكَنٌ (ج) أَسْكَانٌ مسکن، گھر

نَاقَتِیْ: نَاقَةٌ (ج) نُوْقٌ وَ اَیْنُقٌ وَنِیَاقٌ اونٹنی

جَمَلِیْ: جَمَلٌ (ج) جِمَالٌ وأَجْمَال اونٹ

الزَّوْرَاءُ: گہرا کنواں، شہر بغداد، دجلۂ بغداد

(۴)

نَاءٍ: نَئٰی یَنْئٰی نَأْیًا فلانا وعن فلان دور ہونا صفت نَاءٍ

صِفْرٌ: صَفِرَ یَصْفَرُ صَفَرًا و صُفُوْرًا (س) الاناء برتن کا خالی ہونا، صفت صِفْرٌ۔ صِفْرُ الْكَفِّ خالی ہاتھ

الْكَفُّ: كَفٌّ (ج) أَكُفٌّ و كُفُوْفٌ ہاتھ یا ہتھیلی انگلیوں سمیت (مؤنث سماعی)

مُنْفَرِدٌ: تَفَرَّدَ و اِنْفَرَدَ و اِسْتَفْرَدَ بالأمر تنہا ہونا، تنہا کام کرنا

عُرِّيَ: (مجہول۔ علٰحدہ کیا جانا) عَرّٰی یُعَرِّی تَعْرِیَةً (باب تفعیل) من الأمر علٰحدہ کرنا

مَتْنَاهُ: مَتْنٌ (ج) مِتَانٌ و مُتُوْنٌ پیٹھ، ہر چیز کا ظاہری حصہ، راستہ کا وسط۔ مَتْنَا الظَّهْرِ: پیٹھ کے دونوں طرف کے پہلو

اَلْخِلَلِ: خِلَّةٌ (ج) خِلَلٌ و خِلَالٌ: دوستی، تلوار کی میان جس پر چمڑا منڈھا ہوا ہو۔ خِلَّةُ السَّیْفِ تلوار کا نقش

(۵)

مُشْتَكٰی: اِشْتَكٰی یَشْتَكِيْ اِشْتِكَاءً (باب افتعال) الیه شکایت کرنا، داستان سنانا، مُشْتَكٰی جس سے شکایت کی جائے۔

حَزَنِیْ: حَزِنَ یَحْزَنُ حَزَنًا (س) له وعلیه غمگین ہونا۔ اَلْحُزْنُ وَالْحَزَنُ (ج) أَحْزَانٌ غم

أَنِس: أَنِسَ یَأْنَسُ (س، ک، ض) أَنَسًا به وإلیه محبت کرنا، سکون قلب پانا

جَذَلِیْ: جَذِلَ یَجْذَلُ جَذَلًا (س) خوش ہونا

(۶)

طَالَ:   طَالَ يَطُوْلُ طُوْلًا (ن) لمبا ہونا،طویل ہونا

اِغْتِرَابِيْ: اِغْتَرَبَ يَغْتَرِبُ اِغْتِرَابًا (باب افتعال) وطن سے علٰحدہ ہونا،سفر کرنا

حَنَّ: حَنَّ يَحِنُّ حَنِيْنًا (ض) خوشی یا غم سے آواز نکالنا،مشتاق ہونا

رَاحِلَتِيْ: رَاحِلَةٌ (ج) رَوَاحِلُ سواری کے لائق اونٹ

رَحْلُهَا: رَحْلٌ (ج) رِحَالٌ وأَرْحُل کجاوہ،منزل،سامانِ سفر

قَرَى: قَرَى يَقْرِي قَرْيًا (ض) البلاد تلاش کرنا،چکر لگانا۔

اَلْقَرَى: پیٹھ،اوپری حصہ

اَلْعَسَالَةُ: عَسَّالٌ بہت حرکت کرنے والا،مراد نیزہ

اَلذُّبَل: ذَبَلَ يَذْبُلُ (ن،ک) ذُبُوْلًا و ذَبْلًا النبات نباتات کا مردہ ہونا،مرجھانا۔ذَابِلٌ (ج) ذُبَّلٌ و ذُبُل باریک،دبلا،ہلکا

(۷)

ضَجَّ: ضَجَّ يَضِجُّ ضَجًّا و ضَجِيْجًا و ضَجَاجًا (ض) چیخنا،شور مچانا

لَغَبٍ: لَغِبَ يَلْعَبُ لَغَبًا (ن،ف،ک) لَغْبًا و لُغُوْبًا بہت تھکنا

نَضْوِيْ: نِضْوٌ (ج) أَنْضَاءٌ دبلا جانور،دبلا اونٹ

عَجَّ: عَجَّ يَعِجُّ (ن،ض) عَجًّا و عَجِيْجًا چلانا،آواز بلند کرنا

رِكَابِيْ: رِكَابٌ (ج) رُكُب زین کا وہ لٹکا ہوا حلقہ جس میں سوار اپنا پیر ڈالتا ہے،رکاب

رَكْبٌ (ج) اَرْكُب اونٹ یا گھوڑوں کے سوار (یہ اسم جمع ہے اور بقول بعض جمع)

لَجَّ: لَجَّ يَلَجُّ (س،ض) لَجَجًا و لَجَاجًا و لَجَاجَةً في الامر لازم ہونا اور باز رہنے سے انکار کرنا

۔۔۔۔۔في المسألة: اصرار کرنا اور جلدی فیصلہ کرنے کی خواہش کرنا

عَذَلِيْ: عَذَلَ يَعْذِلُ (ن،ض) عَذْلًا ملامت کرنا

(۸)

بَسْطَةً: بَسَطَ يَبْسُطُ بَسْطًا الثوب پھیلانا

الْبَسْطَةُ: وسعت،دسترس،کمال

أَسْتَعِيْنُ: اسْتَعَانَ يَسْتَعِيْنُ اسْتِعَانَةً (باب استفعال) فلانًا و بفلانٍ مدد طلب کرنا

قَضَاءِ: قَضَى يَقْضِي قَضَاءً (ض) حَاجَتَهُ حاجت پوری کرنا اور فارغ ہونا،قضى حقهٗ حق ادا کرنا

حُقُوْقٌ: حَقٌّ (ج) حُقُوْقٌ سچائی،انصاف،ثابت شدہ حصّہ،مال اور ملک

لِلْعُلٰی: اَلْعَلَا و الْعُلٰی بلندی، شرافت، اچھی عادت

(۹)

اَلدَّهْرُ : دَهْرٌ (ج) أَدْهُر و دُهُوْرٌ زمانہ طویل، لمبی مدت

يَعْكِسُ: عَكَسَ يَعْكِسُ عَكْسًا (ض) عن الامر پھیر دینا، ہٹا دینا

اٰمَالِيْ: اَلْأَمَلُ و الْاَمْلُ (ج) اٰمَالٌ امید

يُقْنِعُنِيْ: أَقْنَعَ يُقْنِعُ إِقْنَاعًا (باب افعال) راضی کرنا

اَلْغَنِيْمَةُ: غَنِيْمَةٌ (ج) غَنَائِمُ مال جو جنگ میں حاصل ہو، پاک کمائی

اَلْكَدُّ: كَدَّ يَكُدُّ كَدًّا (ن) کام میں محنت کرنا، روزی طلب کرنا۔ (الرجلَ) تھکانا

اَلْقَفَلُ: قَفَلَ يَقْفُلُ (ن، ض) قَفْلًا و قُفُوْلًا سفر سے لوٹنا، واپس ہونا

(۱۰)

شِطَاطٌ: شَطَّ يَشِطُّ شَطَطًا (ض) زیادتی کرنا، حق سے دور ہو جانا

اَلشِّطَاطُ و الشَّطَاطُ: دوری، قد و قامت کی خوب صورتی اور اعتدال

صَدْرٌ: صَدْرٌ (ج) صُدُوْرٌ ہر چیز کا ابتدائی حصہ، رئیس، سینہ

الرُّمْحُ: رُمْحٌ (ج) رِمَاحٌ و اَرْمَاحٌ نیزہ

مُعْتَقِلٌ: اعْتَقَلَ يَعْتَقِلُ اعْتِقَالًا (باب افتعال) الرمح نیزہ کو رکاب اور پنڈلی کے درمیان رکھنا، روکنا، ٹانگ میں ٹانگ لگا کر پچھاڑنا

هَيَّاب: هَابَ يَهَابُ هَيْبًا و هَيْبَةً و مَهَابَةً خوف کرنا، بچنا، چوکنا رہنا

وَكِل: وَكَلَ يَكِلُ وَكْلًا و وُكُوْلًا إليه الأمر سپرد کرنا، کسی پر بھروسہ کر کے کام چھوڑ دینا۔ اَلْوَكِلُ: غبی، بزدل، عاجز

(۱۱)

حُلْوٌ: حَلَا يَحْلُوْ، حَلُوَ يَحْلُو، حَلِيَ يَحْلَى (ن، ک، س) حَلَاوَةً و حُلْوَانًا میٹھا ہونا، لذیذ ہونا

اَلْحُلْوُ: (صفت مشبہ) میٹھا، لذیذ، خوشگوار، خوب صورت

اَلْفُكَاهَةُ: فُكَاهَةٌ (ج) فُكَاهَاتٌ خوش طبعی، مذاق

مُرٌّ: مَرَّ يَمَرُّ (س، ن) مَرَارَةً کڑوا ہونا۔ مُرٌّ (ج) اَمْرَارٌ کڑوا، ایک قسم کی دوا جو ایک درخت سے نکل کر جم جاتی ہے

الجِدُّ: جَدَّ يَجِدُّ (ض، ن) جِدًّا کوشش کرنا۔ اَلْجِدُّ کوشش، سنجیدگی، جلدی

مُزِجَتْ: مَزَجَ يَمْزُجُ مَزْجًا و مِزَاجًا (ن) الشرابَ بالماء پانی ملانا

الْبَأْسُ: بَأْسٌ (ج) أَبْؤُسٌ بہادری، قوت، خوف، عذاب

رِقَّةٌ: رَقَّ يَرِقُّ رِقَّةً پتلا ہونا۔ (لہ) رحم کرنا

الْغَزَلِ: غَزِلَ يَغْزَلُ غَزَلًا (س) بالنساء عورتوں سے باتیں کرنا، عشقبازی کرنا

(۱۲)

طَرَدتُّ: طَرَدَ يَطْرُدُ طَرْدًا و طَرَدًا (ن) دور کرنا، علٰحدہ کرنا، دھتکارنا

سَرْحَ: سَرَحَ يَسْرَحُ سَرْحًا و سُرُوْحًا (ف) المواشي جانوروں کا چرنے کے لیے جانا۔

سَرْحُ (ج) سَارِحٌ کا اسم جمع جانور

اَلْكَرَى: كَرِيَ يَكْرَى كَرًى (س) الرجل اونگھنا، اَلْكَرَى اونگھ

وِرْدٌ: وَرَدَ يَرِدُ وُرُوْدًا (ض) الماء پانی پر آنا، متوجہ ہونا

مُقْلَتِهِ: مَقَلَ يَمْقُلُ مَقْلًا (ن) دیکھنا۔ مُقْلَةٌ (ج) مُقَلٌ آنکھ کا ڈھیلا، آنکھ

أَغْرَى: أَغْرَى يُغْرِي إِغْرَاءً (باب إفعال) الرجل بكذا برانگیختہ کرنا

أَغْرَى العداوة بينهم دشمنی ڈالنا اور فساد پیدا کرنا

سَوَام: السَّائِمَةُ (ج) سَوَائِمُ چرنے والا اونٹ، جانور سَوَامٌ سَائِمَةٌ کا اسم جمع۔

(۱۳)

اَلْمَيْلُ: مَالَ يَمِيلُ مَيْلًا و مَيَلَانًا و تَمْيَالًا (ض) الى المكان لوٹنا (إلى الشيء أو الشخص) رغبت کرنا، محبت کرنا۔ مَالَ عَلٰى جھکنا، مَيْلٌ اَمْيَلُ کی جمع

الْأَكْوَارُ: كُوْرٌ (ج) أَكْوَارٌ اونٹ کا کجاوہ

طَرِبِ: طَرِبَ يَطْرَبُ طَرَبًا (س) خوشی یا غم سے جھومنا (صفت: طَرِب)

صَاحٍ: صَحَا يَصْحُوْ اصَحْوًا و صُحُوًّا (ن) الرجل بچپن کی جہالت کو چھوڑ دینا، افاقہ میں آنا

خَمْرٌ: خَمِرَ يَخْمَرُ خَمْرًا (س) عنه پوشیدہ ہونا، چھپنا۔ خَمْرٌ (ج) خُمُوْرٌ انگوری شراب، ہر نشیلی چیز

ثَمِلٌ: ثَمِلَ يَثْمَلُ ثَمَلًا (س) مست ہونا (صفت: ثَمِلٌ)

(۱۴)

أَدْعُوْكَ: دَعَا يَدْعُوْ دُعَاءً (ن) پکارنا، رغبت کرنا، مدد طلب کرنا۔ (إليه) کسی چیز کی طرف بلانا

تَخْذُلُنِيْ: خَذَلَ يَخْذُلُ خَذْلًا و خِذْلًا و خِذْلَانًا (ن) فلانا و عنه مدد چھوڑنا

اَلْجُلَّى، اَلْجَلَلُ: جَلَّ يَجِلُّ جَلَالًا و جَلَالَةً (ض) بڑے مرتبہ والا ہونا، اَلْجُلّٰى بڑا کام، جَلَلٌ چھوٹا یا بڑا امر

(۱۵)

النجْمُ: نَجْمٌ (ج) نُجُوْمٌ و اَنْجُمٌ و اَنْجَامٌ ستارہ اور ثریا پر بھی اطلاق ہوتا ہے

سَاهِرَةٌ: سَهِرَ يَسْهَرُ سَهَرًا (س) ساری رات بیدار رہنا

تَسْتَحِيْلُ : اسْتَحَالَ يَسْتَحِيْلُ اِسْتِحَالَةً (باب استفعال) ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلنا، محال ہونا

صِبْغُ : صِبْغٌ و صِبَغٌ (ج) أَصْبَاغٌ و صِبَاغٌ و أَصْبِغَةٌ رنگ

يَحُلِ : حَالَ يَحُوْلُ حَوْلًا (ن) الشيء ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلنا

(١٦)

تُعِيْنُ : أَعَانَ يُعِيْنُ إِعَانَةً (باب إفعال) على الشيء مدد کرنا

غَيٍ : غَوَى يَغْوِيْ غَيًّا (ض)، غَوِيَ يَغْوَى غَوَايَةً (س) گمراہ ہونا، محروم ہونا، ہلاک ہونا

هَمَمْتُ : هَمَّ يَهُمُّ هَمًّا و مَهَمَّةً (ن) بالشيء ارادہ کرنا، چاہنا، پختہ ارادہ کرنا

يَزْجُرُ : زَجَرَ يَزْجُرُ زَجْرًا (ن) عن كذا روکنا، منع کرنا، ڈانٹنا

أَحْيَانًا : حِيْنٌ (ج) أَحْيَانٌ (جمع الجمع) اَحَايِيْنُ وقت

اَلْفَشَلُ : فَشِلَ يَفْشَلُ فَشَلًا (س) کمزور و بزدل ہونا

(١٧)

طُرُوْقٌ : طَرَقَ يَطْرُقُ طَرْقًا و طُرُوْقًا (ن) القوم رات کے وقت آنا

اَلْحَيِّ : حَيٌّ (ج) اَحْيَاءٌ محلہ، عرب کے قبیلوں میں سے چھوٹا قبیلہ

حَمَاهُ : حَمٰى يَحْمِيْ حَمْيًا و حِمْيَةً و حِمَايَةً (ض) الشيءَ من الناس روکنا، بچانا

رُمَاةٌ : رَمٰى يَرْمِيْ رَمْيًا و رِمَايَةً (ض) الشيء و بالشيء پھینکنا

رَامٍ (ج) رُمَاةٌ تیرانداز، تیر پھینکنے والا

(١٨)

اَلْبِيْضُ : اَبْيَضُ (ج) بِيْضٌ سفید، مراد تلوار

السُّمْر : سَمِرَ يَسْمَرُ (س، ک) سُمْرَةً سفیدی سیاہی کے درمیان رنگ والا ہونا، گندم گوں ہونا (صفت : اَسْمَرُ (ج) سُمْرٌ) مراد نیزہ

اَلْغَدَائِرُ : غَدِيْرَةٌ (ج) غَدَائِرُ چوٹی

اَلْحُلَلِ : حُلَّةٌ (ج) حُلَلٌ و حِلَالٌ نیا کپڑا، کپڑوں کا جوڑا، ہتھیار

(١٩)

سِرْ : سَارَ يَسِيْرُ سَيْرًا و مَسِيْرًا (ض) جانا، چلنا، سفر کرنا (ہ و بہ) چلانا

ذِمَامٌ : ذِمَامٌ (ج) أَذِمَّةٌ حق، عزت، حرمت۔ ذَمِيْمٌ (ج) ذِمَامٌ برا، منہ پر کی پھنسی، شبنم

مُعْتَسِفًا : اعْتَسَفَ يَعْتَسِفُ اِعْتِسَافًا (باب افتعال) عن الطريق راستہ سے ہٹ جانا۔ راستہ کو بغیر جانے پہچانے چلنا

نَفْحَةٌ : نَفَحَ يَنْفَحُ نَفْحًا و نَفَاحًا و نُفُوْحًا (ف) الطيب خوشبو کا پھیلنا۔ نَفْحَةُ الطيبِ خوشبو کی بھڑک

الطِّيبُ: طَابَ يَطِيبُ طِيبًا و طَابًا (ض) لذیذ ہونا، میٹھا ہونا، اچھا اور عمدہ ہونا۔ طِيبٌ (ج) أَطْيَابٌ و طُيُوبٌ خوشبو

تَهْدِيْنَا: هَدَى يَهْدِي هِدَايَةً (ض) (إلى) رہنمائی کرنا، ہدایت کرنا

الحِلَلُ: حِلَّةٌ (ج) حِلَلٌ و حِلَالٌ اترنے کی جگہ، مجلس، جمع ہونے کی جگہ، جہت وجانب

(۲۰)

اَلْحِبُّ: حِبٌّ (ج) اَحْبَابٌ و حِبَّان دوست، عاشق، محبوب

العِدَى: عَدُوٌّ (ج) اعْدَاء و عِدَى دشمن

رَابِضَةٌ: رَبَضَ يَرْبِضُ رَبَضًا و رُبُوضًا (ض) دبوچ کر بیٹھنا

الكِنَاسُ: كِنَاسٌ (ج) أَكْنِسَةٌ و كُنُسٌ ہرن کے پناہ لینے کی جگہ

غَابٌ: غَابَةٌ (ج) غَابٌ و غَابَاتٌ بانس کی جھاڑی، پست زمین، لوگوں کی جماعت، مراد بہت زیادہ تیر۔

الأَسَلِ: أَسَلَةٌ (ج) أَسَلٌ پتلی اور لمبی شاخوں والی ایک قسم کی نبات، پتلی تلوار اور چھری

أَسَلَ يَأْسُلُ (ک) أَسَالَةً (س) أَسَلًا نرم وہموار ہونا، لمبا و ملائم ہونا

14.6 اشعار کا ترجمہ

(1)

أَصَالَةُ الرَّأْيِ صَانَتْنِيْ عَنِ الْخَطَلِ وَحِلْيَةُ الْفَضْلِ زَانَتْنِيْ لَدَى العَطَلِ

ترجمہ: رائے کی عمدگی ودرستگی نے مجھے غلطی کرنے سے بچالیا اور شرف وفضیلت کے لباس نے زیور کے نہ ہونے کے باوجود مجھے زینت بخشی ہے۔

(2)

مَجْدِيْ أَخِيْرًا وَمَجْدِيْ أَوَّلاً شَرَعٌ وَالشَّمْسُ رَأْدَ الضُحٰى كَالشَّمْسِ فِي الطَّفَلِ

ترجمہ: میری شرافت و بزرگی (سرداری سے) پہلے اور (سرداری کے) بعد (ابتدا اور انتہا) دونوں حالتوں میں یکساں و برابر ہے اور سورج چاشت کے وقت اسی طرح چمک رہا ہوتا ہے جس طرح قبل غروب چمکتا ہے۔

(3)

فِيْمَ الإِقَامَةُ بِالزَّوْرَاءِ لا سَكَنِيْ بِهَا وَلَا نَاقَتِيْ فِيْهَا وَلَا جَمَلِيْ

ترجمہ: زوراء مقام (بغداد) میں میرا قیام کیونکر ہو جب کہ وہاں نہ میرا مسکن ہے اور نہ وہاں میری اونٹنی ہے اور نہ میرا اونٹ ہے۔

(4)

نَاءٍ عَنِ الْأَهْلِ صِفْرُ الْكَفِّ مُنْفَرِدٌ كَالسَّيْفِ عُرِّيَ مَتْنَاهُ عَنِ الْخَلَلِ

ترجمہ: (میں) اہل وعیال سے دور، خالی ہاتھ، تنہا ہوں جس طرح تلوار کے دونوں کنارے میان سے جس پر چمڑا منڈھا ہوا ہے علٰحدہ کر دیے گئے۔

(5)

فَلاَصَدِيْقَ إِلَيْهِ مُشْتَكٰى حَزَنِيْ　　　وَلَاأَنِيْسَ إِلَيْهِ مُنْتَهٰى جَذَلِيْ

ترجمہ: پس نہ کوئی دوست ہے جسے میرے غم کی داستان سنائی جائے اور نہ کوئی محبوب ہے جسے میری خوشی کی انتہا بتائی جائے۔

(6)

طَالَ اغْتِرَابِيْ حَتَّى حَنَّ رَاحِلَتِيْ　　　وَرَحْلُهَا وَقرى الْعَسَّالَةِ الذُّبُلِ

ترجمہ: میرا سفر طویل ہو گیا یہاں تک کہ میری سواری، اس کا کجاوہ اور حرکت کرنے والے باریک نیزوں کے اوپری حصے سکون وقرار کے مشتاق ہو گئے۔

(7)

وضَجَّ من لَغَبٍ نِضْوِيْ وَعَجَّ لِمَا　　　يَلْقَى رِكَابِيْ وَلَجَّ الرَّكْبُ فِيْ عَذَلِيْ

ترجمہ: اور میرا دبلا اونٹ تھکاوٹ کی وجہ سے چیخ پڑا، مشکلات کی وجہ سے میرے رکاب نے آواز کی اور قافلہ کے سوار مجھے مسلسل ملامت کرنے لگے۔

(8)

أُرِيْدُ بَسْطَةَ كَفٍّ أَسْتَعِيْنُ بِهَا　　　عَلٰى قَضَاءِ حُقُوْقٍ لِلْعُلَى قِبَلِيْ

ترجمہ: مسلسل سفر، وطن سے دوری اور مشقتوں کا سامنا کرنے کی وجہ سے میں ہاتھ کی کشادگی (سخاوت وفیاضی) چاہتا ہوں جس کے ذریعہ میں حقوق ادا کرنے کے لیے مدد کا خواستگار رہوں تاکہ اپنی کوشش سے بلندیوں کو حاصل کر سکوں۔

(9)

وَالدَّهْرُ يَعْكِسُ آمَالِي وَيُقْنِعُنِيْ　　　مِنَ الْغَنِيْمَةِ بَعْدَ الْكَدِّ بِالْقَفَلِ

ترجمہ: اور زمانہ میری امیدوں پر پانی پھیر رہا ہے اور مسلسل محنت کے باوجود غنیمت حاصل کرنے کی بجائے مجھے واپسی پر راضی کر رہا ہے۔

(10)

وذِيْ شِطَاطٍ كَصَدْرِ الرُّمحِ مُعْتَقِلٍ　　　لِمِثْلِهِ غَيْرَ هَيَّابٍ وَلَا وَكِلِ

ترجمہ: اور نیزہ کے اوپری حصہ کی طرح معتدل قامت والے بہت سے افراد جو رکاب اور پنڈلی کے درمیان نیزہ لٹکاتے ہیں نہ ڈرنے والے ہیں اور نہ عاجز ہیں۔

(11)

حُلْوُ الْفُكَاهَةِ مُرُّ الجِدِّ قَدْ مُزِجَتْ　　　بِقَسْوَةِ الْبَأْسِ فِيْهِ رِقَّةُ الغَزَلِ

ترجمہ: شیریں مزاح والے کڑوی سنجیدگی والے ہیں، جن کی غزل کی نرمی کو شجاعت کی سختی کے ساتھ ملا یا گیا۔

(12)

طَرَدْتُ سَرْحَ الْكَرٰى عَنْ وِرْدِ مُقْلَتِهِ　　　واللَّيْلُ أَغْرٰى سَوَامَ النَّوْمِ بِالْمُقَلِ

ترجمہ: میں نے اونگھ کے جانوروں کو اس کی آنکھ تک پہنچنے سے دور رکھا جب کہ رات نے نیند کے مویشیوں کو آنکھوں کا مشتاق بنا دیا تھا۔

(13)

وَالرَّكْبُ مِيْلٌ عَلَى الْأَكْوَارِ مِنْ طَرِبٍ صَاحٍ وَآخَرَ مِنْ خَمْرِ الْهَوٰى ثَمِلِ

ترجمہ: اور قافلہ کے سوار کجاووں پر جھکے ہوئے ہیں، بعض خوش اور ہوشمند اور بعض اونگھ کی شراب سے مست ہیں۔

(14)

فَقُلْتُ أَدْعُوْكَ لِلْجُلّٰى لِتَنْصُرَنِيْ وَأَنْتَ تَخْذُلُنِيْ فِي الْحَادِثِ الْجَلَلِ

ترجمہ: پس میں نے کہا: میں تجھے بڑی مصیبت کے وقت پکارتا ہوں تاکہ تو میری مدد کرے اور تو ہے کہ مجھے معمولی حادثہ میں بے یارومددگار چھوڑ رہا ہے۔

(15)

تَنَامُ عَنِّيْ وَعَيْنُ النَّجْمِ سَاهِرَةٌ وَتَسْتَحِيْلُ وَصِبْغُ اللَّيْلِ لَمْ يَحُلِ

ترجمہ: (کیا) تو مجھ سے (اعراض کر کے) سو رہا ہے جب کہ ستارہ کی آنکھ بیدار ہے اور تو بدل رہا ہے جب کہ رات کا رنگ نہیں بدلا۔

(16)

فَهَلْ تُعِيْنُ عَلَى غَيٍّ هَمَمْتُ بِهِ وَالْغَيُّ يَزْجُرُ أَحْيَاناً عَنِ الْفَشَلِ

ترجمہ: پس کیا تو گمراہی پر میری مدد کرے گا جس کا میں نے قصد کیا ہے اور گمراہی بسا اوقات ناکامی سے روکتی ہے۔

(17)

إِنِّيْ أُرِيْدُ طُرُوْقَ الْحَيِّ مِنْ إِضَمٍ وَقَدْ حَمَاهُ رُمَاةٌ مِنْ بَنِيْ ثُعَلِ

ترجمہ: بے شک میں اضم پہاڑ کے راستہ سے رات میں قبیلہ تک پہنچنے کا ارادہ رکھتا ہوں حالانکہ بنی ثعل کے تیرانداز اُس (قبیلہ) کی حفاظت کیے ہوئے ہیں۔

(18)

يَحْمُوْنَ بِالْبِيْضِ وَالسُّمْرِ اللِّدَانِ بِهِ سُوْدَ الْغَدَائِرِ حُمْرَ الْحَلْيِ وَالْحُلَلِ

ترجمہ: وہ تلواروں اور نرم نیزوں کے ذریعہ (قبیلے میں موجود) سیاہ چوٹیوں والی، سرخ زیور اور سرخ لباس والی (خواتین) کی پاسبانی کر رہے ہیں۔

(19)

فَسِرْ بِنَا فِيْ ذِمَامِ اللَّيْلِ مُهْتَدِياً بِنَفْحَةِ الطِّيْبِ تَهْدِيْنَا إِلَى الْحِلَلِ

ترجمہ: پس تو ہمیں رات کی ضمانت (امان) میں مانوس راستے سے ہٹ کر کسی رہنما کے بغیر لے چل؛ کیونکہ خوشبو کی مہک گھروں کی طرف ہماری رہنمائی کر رہی ہے۔

(20)

فَالْحِبُّ حَيْثُ الْعِدٰى وَالْأُسْدُ رَابِضَةٌ حَوْلَ الْكِنَاسِ لَهَا غَابٌ مِنَ الْأَسَلِ

ترجمہ: پس محبوب دشمنوں کے مقام پر (مقیم) ہے جب کہ شیر ہرن کے گھروں کے اطراف بیٹھے ہیں، جن کے پاس نیزہ کی جھاڑی ہے۔

14.7 اشعار کی تشریح

(۱)

أَصَالَةُ الرَّأْيِ صَانَتْنِيْ عَنِ الْخَطَلِ   وَ حِلْيَةُ الْفَضْلِ زَانَتْنِيْ لَدَى الْعَطَلِ

شاعر اس شعر میں عمدہ رائے کی اہمیت وافادیت کو ذکر کررہا ہے، کیونکہ اسی کے ذریعہ انسان ہر طرح کی فکری، قولی وعملی غلطی سے محفوظ رہتا ہے، عمدہ رائے مستقبل کے معاملات میں رہنمائی کرتی ہے اور شرف وفضیلت کا لباس زندگی کے مال ومتاع اور دنیا کی چمک دمک، زیب وزینت سے بے نیاز کردیتا ہے، چونکہ عمل کے ذریعہ انسان اخلاق اور کئی طرح کی صلاحیتوں کو حاصل کرتا ہے اور اچھے اعمال دیگر صفات کے نہ پائے جانے کی صورت میں بھی زینت عطا کرتے ہیں۔

شعر میں مجاز عقلی ہے کہ شاعر نے صَانَتْ کی اسناد أصالة الرأی کی طرف اور زَانَتْ کی اسناد حِلْيَةُ الفضْلِ کی طرف کی ہے، صَالَ اور زَانَ کے درمیان اور خَطَل وعَطَل کے درمیان جناس غیر تام پایا جارہا ہے۔ حِلْيَةُ الفضْلِ میں تشبیہ بلیغ ہے، اس میں "حلية" مشبہ بہ ہے اور "فضل" مشبہ ہے اور مشبہ بہ کی اضافت مشبّہ کی جانب ہے، وجہ تشبیہ اور اداۃ تشبیہ محذوف ہے اس لیے یہ تشبیہ بلیغ ہے؛ یہاں وجہ تشبیہ قدر والا ہونا ہے۔

(2)

مَجْدِيْ أَخِيْرًا وَمَجْدِيْ أَوَّلاً شَرَعٌ   وَالشَّمْسُ رَأْدَ الضُّحٰى كَالشَّمْسِ فِي الطَّفَلِ

میری بزرگی ابتدا وانتہا دونوں حالتوں میں یکساں ومساوی ہے؛ کیونکہ یہ ایسا وصف ہے جو ہمیشہ بہتر اور عمدہ سمجھا جاتا ہے خواہ وہ ابتدا میں حاصل رہے یا انتہا میں، انسان کا اس صفت سے متصف ہونا بہر حال عزت واحترام کا باعث ہے، جس طرح سورج طلوع وغروب دونوں وقت سارے عالم پر یکساں اپنی روشنی بکھیرتا ہے۔

اس شعر میں شاعر نے تشبیہ ضمنی استعمال کیا ہے اس طرح کہ شاعر نے جب ابتدا وانتہا میں بزرگی برابر ہونے کی بات کہی تو سوال پیدا ہوا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو شاعر نے بطور دلیل کہا کہ یہ اسی طرح ہے جس طرح سورج کی روشنی طلوع وغروب کے وقت یکساں ہوتی ہے، شاعر نے مجد اور شمس کے لیے ضمیر لانے کی بجائے اسم ظاہر ذکر کیا تا کہ شعر کا وزن باقی رہے۔ أولًا اور أخيرًا کے درمیان اسی طرح رأد اور طفل کے درمیان طباقِ ایجاب ہے۔

(3)

فِيْمَ الإِقَامَةُ بِالزَّوْرَاءِ لا سَكَنِيْ   بِهَا وَلَا نَاقَتِيْ فِيْهَا وَلَا جَمَلِيْ

شہر بغداد میں میرے قیام کا اور وہاں شب وروز بسر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ وہاں نہ میرا گھر ہے اور نہ اونٹنی اور سواری ہے اور انسان کے لیے خوراک اور سواری لازمی وضروری ہے جو زندگی گزارنے اور معاملات کو پورا کرنے میں کارآمد ہے، جب میرے لیے یہ ضروری اشیا میسر نہیں تو میرا وہاں سکونت اختیار کرنا فائدہ مند نہیں ہے اور اس صورتحال میں وہاں سے خروج کرنا ہی بہتر ہے اور یہ اہل دانش کا طریقۂ کار ہے کہ جہاں ان کے نفوس راحت محسوس نہیں کرتے وہ وہاں سے نکل کر ایسے مقامات کی طرف رحلت کرتے ہیں جہاں ان کا غم وپریشانی دور ہو اور وہ راحت

کی زندگی گزار سکیں۔شعر میں تجرید ہے کہ شاعر اپنے آپ سے خطاب کر رہا ہے اور ناقۃ اور جمل کے درمیان طباقِ ایجاب ہے، اس شعر میں ایجاز ِ حذف ہے کیونکہ شاعر نے جملي کے ساتھ ''فیھا'' کو حذف کیا ہے۔

(4)

نَاءٍ عَنِ الْأَھْلِ صِفْرُ الْکَفِّ مُنْفَرِدٌ   کَالسَّیْفِ عُرِّيَ مَتْنَاہُ عَنِ الْخَلَلِ

یہ شعر گزشتہ شعر سے مربوط ہے گویا شاعر کہتا ہے کہ میں بغداد میں کیوں قیام پذیر رہوں جہاں مجھے بنیادی سہولیتیں دستیاب نہیں اور میں اپنے اہل وعیال سے دور ہوں، میری صورتحال یہ ہے کہ میں محتاج ہوں اور لوگوں سے منفرد و تنہا ہوں اس تلوار کی طرح جس کے نقش ونگار والی میان کو اُس سے علٰحدہ کر دیا گیا ہے تو جس طرح تلوار نقش ونگار کے بغیر بے رونق رہتی ہے اسی طرح انسان اہل وعیال سے دور تنہا رہ کر مطمئن نہیں رہتا۔

اس شعر میں ایجاز حذف ہے کہ شاعر نے ''ناءٍ'' کے مبتدا کو حذف کیا، ''صفر الکف''(خالی ہاتھ)فقر سے کنایہ ہے، شاعر نے اس شعر میں اپنے آپ کو تلوار سے تشبیہ دی، یہ تشبیہ مرسل مجمل ہے، وجہ تشبیہ اصل کی عمدگی کے باوجود منظر کا بے رونق ہونا ہے، اس شعر میں تنسیق ہے کیونکہ یہاں عطف کے بغیر مسلسل صفات مذکور ہیں۔

(5)

فَلَا صَدِیْقَ إِلَیْہِ مُشْتَکٰی حَزَنِيْ   وَلَا أَنِیْسَ إِلَیْہِ مُنْتَھٰی جَذَلِيْ

بغداد میں میرا کوئی غمخوار و ہم نشیں نہیں ہے جسے اپنا حزن وملال غم ورنجیدگی بیان کروں اور نہ کوئی رفیق وصاحب انس ہے جو میری خوشی کو دیکھ کر شاداں وفرحاں ہو اور میری خوشی میں اضافہ کرے جب کہ ایک عقلمند شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ کسی دوست یا رشتہ دار کو اپنی خوشی یا غم بیان کرے اور حکما کا قول ہے کہ انسان کے لیے بہتر ہے کہ وہ کسی کو اپنا دوست بنائے جو اُسے اس کے عیوب ونقائص پر آگاہ کرے کیونکہ انسان اپنے عیوب نہیں دیکھتا۔

شعر میں ایجاز حذف ہے کہ یہاں دونوں جگہ ''لا'' کا اسم مذکور ہے اور خبر محذوف ہے، حزن اور جذل کے درمیان طباقِ ایجاب ہے۔

(6)

طَالَ اغْتِرَابِيْ حَتّٰی حَنَّ رَاحِلَتِيْ   وَرَحْلُھَا وَقَرَی الْعَسَّالَۃِ الذُّبُلِ

میرا سفر اور وطن سے دوری طویل ہوگئی (یعنی میں مسلسل سفر کر رہا ہوں) یہاں تک کہ میری سواری، کجاوہ اور نیزے تک سکون وقرار کے مشتاق ہو گئے، سفر اتنا طویل ہو گیا کہ انسان کے علاوہ جانور اور دیگر اشیا بھی تھک گئیں، اس سفر کی مشقت ودشواری کو محسوس کیں اور کسی پر سکون جگہ قیام کرنے کے متمنی ہیں؛ کیونکہ سفر ایک قسم کا عذاب ہے اور انسان اپنے مسکن کو پہنچ کر ہی سکون واطمینان محسوس کرتا ہے۔

اس شعر میں راحلۃ اور رحل کے درمیان جناس غیر تام ہے، حَنَّ میں استعارہ تصریحیۃ تبعیہ ہے، اس طرح کہ شاعر نے سواری، کجاوہ اور نیزوں کے حرکت کرنے کو حنین (اشتیاق) سے تشبیہ دی، پھر حنین سے حنّ فعل مشتق کیا، مشبہ بہ کو ذکر کیا اور مشبہ کو حذف کیا، اس میں وجہ شبہ بے قراری ہے۔

(7)

وضَجَ من لغَبٍ نِضْوِيْ وعجَ لِمَا   يَلْقَى رِكَابِيْ وَلَجَ الرَّكْبُ فِيْ عَذَلِيْ

یہ شعر بھی سابقہ شعر سے معنوی طور پر مربوط ہے اس طرح کہ شاعر سفر کی صعوبتوں کو شمار کر رہا ہے اور دشواریوں کو بیان کر رہا ہے، سفر اتنا دراز ہو گیا اور مشقتیں اس قدر بڑھ گئیں کہ اونٹنی تھکاوٹ سے چیخنے لگی، اونٹ بے چین ہو گیا، قافلے کے سوار مجھے ملامت کرنے لگے، مسلسل سفر اور خطروں کے پیش آنے کی وجہ سے مجھے برا بھلا کہنے لگے اور سفر کو روکنے کے لیے سخت مطالبہ کرنے لگے۔

اس شعر میں اور اس سے پہلے والے شعر میں اطناب ہے؛ کیونکہ دونوں اشعار میں ایک ہی بات سفر کی درازی اور تھکن بیان کی گئی، اسی طرح ضجَ اور عجَ میں اطناب ہے اور ضجَ وعجَ کے درمیان اور رکاب ورکب کے درمیان جناس اشتقاق ہے۔

(8)

أُرِيْدُ بَسْطَةَ كَفٍّ أَسْتَعِيْنُ بِهَا   عَلٰى قَضَاءِ حُقُوْقٍ لِلْعُلٰى قِبَلِيْ

میں مال کا شدت سے محتاج ہو گیا اور فراوانیٔ مال اور کثرت دولت وثروت کا طلبگار ہوں تا کہ اس دولت کے ذریعے اپنے ذمہ حقوق ادا کروں اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کروں۔ شاعر فخر کے انداز میں یہ بات کہہ رہا ہے کہ وہ بلند ہمت والا ہے جو دولت وثروت کے طلب میں وطن سے دوری اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرے گا اور اپنے حقوق کو ادا کرنے اور خوبیوں کو حاصل کرنے کے لیے محنت کرے گا؛ لیکن فقر وفاقہ اور قرض کے بوجھ کے ساتھ اپنے وطن میں اقامت نہیں کرے گا۔

اس شعر میں ہاتھ کی کشادگی دولت سے کنایہ ہے، "عُلٰی" میں استعارۂ مکنیہ اصلیہ ہے کہ "عُلٰی "کو انسان سے تشبیہ دی گئی، مشبہ کو ذکر کر کے مشبہ بہ کو حذف کیا گیا اور مشبہ بہ کے لازم "حقوق" کو ذکر کیا گیا۔

(9)

وَالدَّهْرُ يَعْكِسُ آمَالِي وَيُقْنِعُنِيْ   مِنَ الْغَنِيْمَةِ بَعْدَ الْكَدِّ بِالْقَفَلِ

زمانہ میری امیدوں اور آرزوؤں کے برعکس معاملہ کر رہا ہے اس طرح کہ میں غنیمت، مال ودولت کے حصول کے لیے سفر کر رہا ہوں لیکن زمانہ مجھے مقصد میں کامیابی کے بغیر اپنے وطن واپس ہونے پر مجبور کر رہا ہے اور غنیمت ودولت کی بجائے مجھے وطن کی طرف واپسی پر راضی کر رہا ہے جب کہ میری غرض دولت وثروت کا حصول ہے جس کی خاطر میں اتنی مشقتوں اور صعوبتوں کو جھیل رہا ہوں اور اپنے ذمہ حقوق ادا کرنے کی خواہش میں دیگر شہروں کی طرف رحلت کر رہا ہوں۔

اس شعر میں مجاز عقلی ہے اس طرح کہ یعکس اور یقنع کی اسناد "دھر" (زمانہ) کی طرف کی گئی، اس شعر اور اس سے پہلے والے شعر میں جناس غیر تام ہے کہ پہلے میں "قبل" اور دوسرے میں "قفل" مذکور ہے۔

(10)

وذِيْ شِطَاطٍ كَصَدْرِ الرُّمْحِ مُعْتَقِلٍ   لِمِثْلِهِ غَيْرَ هَيَّابٍ وَلَا وَكِلِ

میرے ساتھ موجود شخص کے اندر یہ صفات واخلاق پائے جاتے ہیں کہ وہ نیزے کے اوپری حصہ کی طرح معتدل القامت ہے، وہ بزدل

نہیں ہے جوخوف کی وجہ سے ڈر جائے اور اپنے معاملات میں عاجز نہیں ہے، یعنی اس کے اندر ایسے اوصاف ہیں جو خَلقی اور خُلقی اعتبار سے فضل وکمال کا سبب ہیں، یہ وہ صفات ہیں جو سفر میں ساتھ رہنے والے دوست کے اندر پائے جانے چاہییے کہ وہ شجاع و بہادر ہو اور معاملات حل کرنے میں جری ہو، شاعر اپنے سفر کی صعوبتوں کو بیان کرنے کے بعد اب اپنے ساتھی کے اوصاف کو ذکر کررہا ہے اور یہ بلغا کی عادت ہے کہ وہ سامع کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ایک فن سے دوسرے فن اور ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف التفات کرتے ہیں۔

شعر میں ایجاز حذف ہے کہ ذي شطاط کے موصوف کو حذف کیا گیا اور صفت کے ذکر پر اکتفا کیا گیا، "غیر هیاب و لا و کل" میں مدح بمایشبہ الذم ہے یعنی شاعر ایسی تعریف کرتا ہے جو مذمت کے مشابہ ہے۔

(11)

حُلْوُ الْفُكَاهَةِ مُرُّ الجِدِّ قَدْ مُزِجَتْ بِقَسْوَةِ الْبُأْسِ فِيْهِ رِقَّةُ الغَزَلِ

میرا ساتھی اچھا مذاق کرتا ہے، اپنے مزاح سے تناؤ دور کرتا ہے، بلند اخلاق کا حامل ہے، انتہائی سنجیدگی سے معاملات کرتا ہے اور قوت شجاعت کے ساتھ اُس کے پاس غزل کی نرمی بھی ہے، ان تمام خوبیوں سے متصف ہونے کی وجہ سے اس میں ایسی استعداد اور لیاقت موجود ہے کہ وہ مناسب مقام پر مناسب صفت کا اظہار کرتا ہے اور نرم کلام کے ساتھ مزاح کرتا ہے جس سے نہ کوئی ناراض ہو اور نہ کسی کو ٹھیس پہنچے اور اچھا مزاح نبی کریم ﷺ سے بھی صادر ہوا جو سچائی پر مشتمل تھا اور اس طرح کی خوش طبعی محمود و پسندیدہ ہے۔

شعر میں تنسیق ہے کیونکہ صفات کو مسلسل عطف کے بغیر ذکر کیا گیا، اس میں مقابلہ ہے کہ حلو (میٹھا) کے مقابلہ مرّ (کڑوا)، فکاهة (مزاح) کے مقابلہ جدّ (سنجیدگی) اور شدة (سختی) کے مقابلہ رقة (نرمی) کو ذکر کیا گیا۔

(12)

طَرَدْتُ سَرْحَ الْكَرَى عَنْ وِرْدِ مُقْلَتِهِ وَاللَّيْلُ أَغْرَى سَوَامَ النَّوْمِ بِالْمُقَلِ

میں اپنے ساتھی سے محو گفتگو ہو گیا اور مسلسل اس سے کلام کرتا رہا اور اس بات چیت کے ذریعہ اس کی آنکھوں سے نیند کو زائل کردیا جب کہ رات میں انسان نیند کا محتاج ہوتا ہے اور رات نیند کو انسان کے آنکھوں کے لیے محبوب بنادیتی ہے، شاعر یہ ذکر کررہا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کی راحت کو ختم کردیا۔

شعر مذکور میں "سَرْح" میں استعارہ تصریحیہ اصلیہ ہے، نیند کے جھونکوں کو "سرح" (چرنے والے جانوروں) سے تشبیہ دی گئی، مشبہ کو حذف کر کے مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا، وجہ تشبیہ حالت کی تبدیلی ہے، "لیل" میں استعارہ مکنیہ اصلیہ ہے اس طرح کہ "لیل" (رات) کو "راعي" (چرواہے) سے تشبیہ دی گئی، مشبہ کو ذکر کر کے مشبہ بہ کو حذف کیا گیا اور مشبہ بہ کا لازم "أغری" (برانگیختہ کرنا) ذکر کیا گیا۔

(13)

وَالرَّكْبُ مِيْلٌ عَلَى الْأَكْوَارِ مِنْ طَرِبٍ صَاحٍ وَآخَرَ مِنْ خَمْرِ الْهَوَى ثَمِلِ

میں اپنے ساتھی کے ساتھ بات چیت کررہا تھا اور قافلے کے دوسرے سوار کجاووں میں نیند سے بیدار ہو چکے تھے اور بعض آغوش نیند میں سفر کررہے تھے جس میں بعض ساتھی آرام کے بعد نیند سے بیدار ہو چکے تھے اور بعض گہری نیند میں مست تھے، شاعر نے اس شعر میں علم بدیع کی ایک قسم "جمع مع تقسیم" کو استعمال کیا ہے؛ کیونکہ اس نے کجاوہ پر جھکنے اور اِدھر اُدھر مائل ہونے والوں کو ایک ساتھ ذکر کیا پھر اُنہیں تقسیم کیا کہ بعض

تھکاوٹ کی وجہ سے اور بعض اونگ کی وجہ سے مائل ہور ہے ہیں۔

شعر میں ایجاز حذف ہے کیونکہ شاعر نے ''طرب'' اور ''اخر'' کے موصوف کو حذف کیا، ''خمر الکزی'' میں تشبیہ بلیغ ہے، خمر (شراب) مشبہ بہ ہے اور ''کزی'' (نیند) مشبہ ہے، وجہ تشبیہ مستی اور بے حسی ہے۔

(14)

فَقُلْتُ أَدْعُوكَ لِلْجُلَّى لِتَنْصُرَنِيْ   وَأَنْتَ تَخْذُلُنِيْ فِي الْحَادِثِ الْجَلَلِ

تو میں نے کہا: میں تجھ کو بلاتا ہوں اور بڑے معاملہ میں مدد طلب کرتے ہوئے تجھے پکارتا ہوں تا کہ تو میری مدد کرے اور میرے لیے آسانی وسہولت کا باعث بنے، لیکن تو حقیر معاملے میں مجھے بغیر مدد کے چھوڑ رہا ہے جب کہ شریف لوگوں کی عادت یہ ہے کہ ان سے جب نوازش کی امید کی جاتی ہے تو وہ نواز دیتے ہیں اور حاجت میں ان سے مدد طلب کی جائے تو مدد کرتے ہیں اور حاجت پوری کرتے ہیں۔

شعر میں مقابلہ ہے اس طرح کہ شاعر نے ''جُلّی'' (بڑا کام) کے مقابلہ ''جلل'' (حقیر کام) اور تنصر (مدد کرنے) کے مقابلہ تخذل (بے مدد چھوڑنے) کو ذکر کیا، جُلّی اور جلل کے درمیان جناسِ اشتقاق بھی ہے۔

(15)

تَنَامُ عَنِّيْ وَعَيْنُ النَّجْمِ سَاهِرَةٌ   وَتَسْتَحِيْلُ وَصِبْغُ اللَّيْلِ لَمْ يَحُلِ

کیا تو نیند میں مست ہے اور مجھ سے غافل ہے اور مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے کہ میں سوچ وفکر میں منہمک رہوں اس حال میں کہ دن طلوع نہ ہونے کی وجہ سے ستاروں کی روشنی باقی ہے اور تو مجھے اکیلا چھوڑ کر متغیر ہو رہا ہے جب کہ رات کی تاریکی باقی ہے اور رات متغیر نہیں ہوئی۔ شاعر اپنے ساتھی کو ڈرا رہا ہے اور رات کی درازی کی شکایت کر رہا ہے کہ رات بہت لمبی ہے اور اس کی تاریکی ختم نہیں ہوئی ہے۔

عین النجم اور صبغ اللیل میں تشبیہ بلیغ ہے، ان دونوں میں مشبہ بہ کی اضافت مشبہ کی طرف ہے یعنی عین اور صبغ مشبہ بہ ہے، نجم اور لیل مشبہ ہے، حرف تشبیہ اور وجہ تشبیہ محذوف ہے، عین النجم میں وجہ تشبیہ فائدہ مند ہونا ہے اور صبغ اللیل میں وجہ تشبیہ تغیر ہے۔ اس شعر میں اطناب ہے کیونکہ پہلے مصرع میں شاعر نے جو بات کہی دوسرے میں بھی وہی بات کہی ہے۔ ''تنام'' اور ''ساهرة'' کے درمیان طباق ایجاب ہے، تستحیل اور لم یحل میں طباق سلب اور جناس اشتقاق ہے اور نجم ولیل میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(16)

فَهَلْ تُعِيْنُ عَلَى غَيٍّ هَمَمْتُ بِهِ   وَالْغَيُّ يَزْجُرُ أَحْيَاناً عَنِ الْفَشَلِ

جو کچھ تجھ سے غفلت وکوتاہی ہوئی میں اس کو معاف کر دیا ہوں اس طرح سے کہ تو سو کر میرے معاملہ سے بے خبر رہا اور مجھے تنہا چھوڑ دیا کہ میں تمام رات تفکر کرتا رہا تو کیا گمراہی پر میری مدد کرے گا اور تو یہ مت سمجھ کہ اس گمراہی کا انجام برا ہے کیونکہ گمراہی کی وجہ سے ہر وقت مذمت نہیں کی جاتی بلکہ بعض وقت انسان کی مدح وستائش کی جاتی ہے جب کہ گمراہی اس شخص کو بزدلی اور بری عادات سے روکتی ہے۔

شعر میں استعارہ مکنیہ اصلیہ ہے اس طرح کہ ''غيّ'' (گمراہی) کو انسان سے تشبیہ دی گئی، مشبہ بہ کو حذف کر کے مشبہ کو ذکر کیا گیا اور مشبہ بہ کا لازم ''یزجر'' ہے اور تُعِیْنُ اور یَزْجُرُ کے درمیان طباق ایجاب ہے۔

(17)

اِنِّیْ أُرِیْدُ طُرُوْقَ الْحَيِّ مِنْ إِضَمٍ وَقَدْ حَمَاهُ رُماۃٌ مِنْ بَنِيْ ثُعَلِ

شاعر اپنے دوست سے کہہ رہا ہے کہ میں نے جس گمراہی میں تجھ سے مدد کا مطالبہ کیا وہ یہ ہے کہ میں اضم پہاڑ کے راستہ سے مشہور قبیلے میں رات کے وقت جانے کا قصد وارادہ کیا اس حال میں کہ بنو ثعل کے تیر اندازوں نے اس قبیلے کی حفاظت وصیانت کی ہے، تو کیا تو وہاں پہنچنے میں میری مدد کرے گا؟

شعر میں تفسیر ہے، إني أريد سے شاعر "غيّ" (گمراہی) کی تفسیر کر رہا ہے، رماہ اور رماۃ میں جناس اشتقاق ہے۔

(18)

یَحْمُوْنَ بِالْبِیْضِ وَالسُّمْرِ اللِّدَانِ بِهٖ سُوْدَ الْغَدَائِرِ حُمْرَ الْحَلْيِ وَالْحُلَلِ

یہ تیر انداز قبیلے میں سفید تلوار اور نرم نیزوں کے ذریعے کالی چوٹیوں والی اور سرخ لباس وزیور والی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں اور کسی بھی مرد کو وہاں پہنچنے سے روکتے ہیں، ان عورتوں کو کالی چوٹیوں اور سرخ لباس اور زیور کے وصف کے ساتھ ذکر کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ حسن وجمال میں بہت زیادہ ہیں اسی طرح سرخ زیور اور لباس کے ذکر کرنے میں ان قبیلہ والوں کی دولت وثروت میں اضافہ کی طرف اشارہ ہے۔

شعر میں ایجاز حذف ہے اس طرح کہ "بیض"،"سمر"اور "سود" کے موصوف کو حذف کیا گیا، اس میں تدبیج ہے یعنی مختلف رنگوں کو بتانے والے الفاظ ذکر کیے گئے، بیض (سفید) سمر (گندمی) سود (سیاہ) اس شعر میں مراعاۃ النظیر ہے یعنی غدائر، حلی اور حلل میں، حلی اور حلل میں جناس غیر تام ہے۔

(19)

فَسِرْ بِنَا فِيْ ذِمَامِ اللَّیْلِ مُهْتَدِیاً بِنَفْحَةِ الطِّیْبِ تَهْدِیْنَا إِلٰی الْحِلَلِ

جب شاعر نے اپنے ساتھی سے مدد کی امید کی تو اس سے کہا کہ تو ہمیں رات کی ضمانت میں اس قبیلہ کی طرف لے چل اور مشہور عام راستے کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کر، کسی رہنما کو اپنے ساتھ مت لے اور راستہ بھٹکنے کا خوف مت رکھ کیونکہ ان قبیلے والوں کی مہک اور ان کی خوشبو ان کے محلہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے، خوشبو اور مہک کا ذکر قبیلہ کے مالدار ہونے کی جانب اشارہ ہے، شعرا کی عادت ہے کہ وہ محبوب کے مقام اور ان کے پڑوس والی اشیا کا ذکر کرتے اور اس طرح سے بیان کرتے ہیں کہ وہ مقام خوشبو سے معطر ومعنبر ہے۔

شعر میں استعارہ تصریحیہ اصلیہ ہے اس طرح کہ شاعر نے رات کی تاریکی کو "ذمام" (کفالت وضمانت) سے تشبیہ دی اور مشبہ کو حذف کر کے مشبہ بہ کو ذکر کیا، وجہ تشبیہ حفاظت ہے "تهدی" کی اسناد "نفحة" کی جانب کرنا مجاز عقلی ہے، اس شعر میں مذکور "حِلل" اور ماقبل شعر میں مذکور "حُلل" کے درمیان جناس غیر تام ہے، اس میں "حسن تعلیل" ہے کیونکہ شاعر راستہ بھٹکنے سے انکار کی وجہ راستہ سے واقفیت کی بجائے قبیلہ والوں کی خوشبو قرار دیتا ہے۔

(20)

فَالْحِبُّ حَیْثُ الْعِدٰی وَالْأُسْدُ رَابِضَةٌ حَوْلَ الْكِنَاسِ لَهَا غَابٌ مِنَ الْأَسَلِ

میرا محبوب ایسے مقام پر ہے جہاں دشمن ہے اور چغل خور اور نگران کار ہیں اور شیر کی طرح بہادر قبیلے کے آدمی اس کے گھر کے اطراف واکناف پہرہ دے رہے ہیں جن کے ساتھ کثیر تعداد میں لمبے نیزے ہیں اور ان کی نگاہیں تیز ہیں کہ جو بھی ان قبیلے والوں کے قریب ہوتا ہے وہ اس پر حملہ کرتے ہیں، شاعر اس بات کو ذکر کر رہا ہے کہ اس کا محبوب محفوظ ہے اور اس کے اطراف سخت پہرہ ہے، ان سے وہی شخص نجات پا سکتا ہے جو بہت بہادر ہے اور اپنے آپ کو خطروں میں ڈالنے کے لیے تیار ہے۔

شعر میں استعارہ تصریحیہ اصلیہ ہے، قبیلہ والوں کو اُسد (شیروں) سے تشبیہ دی گئی اور مشبہ بہ کو ذکر کر کے مشبہ کو حذف کیا گیا، وجہ تشبیہ دلیری ہے، کناس میں استعارہ مکنیہ اصلیہ ہے اس طرح کہ محبوب کو ہرن سے تشبیہ دی گئی مشبہ بہ کو حذف کیا گیا اور اس کا لازم "کناس" (ہرن کا گھر) ذکر کیا گیا، وجہ تشبیہ حسن و جمال ہے، "حب" اور "عِدا" کے درمیان طباقِ ایجاب ہے اور کناس وغاب میں مراعاۃ النظیر ہے۔

معلومات کی جانچ:

۱۔مناسب مصرعے کے ذریعہ مندرجہ ذیل اشعار مکمل کیجیے۔

أصالة الرأي صانتني عن الخطل --------------------

فيم الإقامة بالزوراء لاسكني --------------------

ناء عن الأهل صفر الكف منفرد --------------------

فلاصديق إليه مشتكى حزني --------------------

۲۔درج ذیل اشعار کا با محاورہ ترجمہ کیجیے۔

وضج من لغب نضوي وعج لما يلقى ركابي ولج الركب في عذلي

أريد بسطة كف أستعين بها على قضاء حقوق للعلى قبلي

والدهر يعكس آمالي ويقنعني من الغنيمة بعد الكد بالقفل

حلو الفكاهة مر الجد قد مزجت بشدة البأس منه رقة الغزل

طردت سرح الكرى عن ورد مقلته والليل أغرى سوام النوم بالمقل

۳۔درج ذیل اشعار پر درست اعراب لگائیے۔

مجدي أخيرا ومجدي أولا شرع والشمس راد الضحٰى كالشمس في الطفل

طال اغترابي حتى حن راحلتي ورحلها وقرى العسالة الذبل

وذي شطاط كصدر الرمح معتقل لمثله غير هياب ولا وكل

والركب ميل على الأكوار من طرب صاح واخر من خمر الهوى ثمل

فالحب حيث العدى والأسد رابضة حول الكناس لها غاب من الأسل

۴۔ان اشعار میں کونسا عنصر بلاغی ہے؟ بیان کیجیے۔

یحمون بالبیض والسمر اللدان به سود الغدائر حمر الحلی والحلل

فسر بنا فی ذمام اللیل مهتدیا بنفحة الطیب تهدینا الی الحلل

۵۔مندرجہ ذیل الفاظ کے معنٰی بیان کیجیے۔

الخطل	شرع	العطل	الطفل	عزّی
العسالة	الذبل	لغب	عج	لج
معتقل	سوام	نفحة	الحلل	یحمون
الغدائر	جذل	ناء	نضو	مقلة

14.8 اکتسابی نتائج

لامیۃ العجم ایک مشہور قصیدہ ہے جسے حسین بن علی طغرائی (455-513ھ) نے شہر بغداد میں لکھا۔ یہ قصیدۃ لامیۃ العرب سے حکم وامثال میں برابری رکھتا ہے اور احوال کے بیان میں اس سے مماثلت رکھتا ہے، شاعر نے اس میں اچھی حالت کی خواہش اور بہترین اخلاق سے متصف ہونے کا ذکر کیا اور حسن معاملت اختیار کرنے کی خواہش ظاہر کی کہ معاشرہ میں عزت وفضیلت انسانیت اور اخلاق سے حاصل ہوتی ہے مال ونسب سے نہیں۔

شاعر نے جب یہ قصیدہ لکھا اس وقت وہ مالی تنگی ومعاشی عسرت سے گزر رہا تھا تو اُس نے اس قصیدہ میں اپنی زندگی کے تجربات کا خلاصہ پیش کیا، اس طرح کہ اس سے پہلے اس نے مختلف اعمال اختیار کیے، وزارت ومناصب عالیہ پر متمکن ہوا اور فریب ودھوکہ دہی اور مسلسل مخالفتوں سے دوچار رہا، اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ قصیدہ شاعر کی ذات کے اردگرد گھومتا ہے، شاعر نے اس قصیدے میں اعلی خواہشات اور رنج وغم، تکلیف والم کو بیان کیا اور زمانے والوں سے انصاف کا مطالبہ کیا۔

طغرائی نے قصیدہ کی ابتدا میں اپنے متعلق اور زمانے کے بارے میں ذکر کیا، اس کے بعد غزل پھر حکمتوں کو بیان کیا جن میں سے بعض مثالوں کے طور پر استعمال کی جانے لگیں۔

قصیدہ میں غزل کی صنف کو اس طور پر استعمال کیا جس طرح سابقہ شعرا اپنے قصائد میں استعمال کرتے، شاعر نے تقلید کا راستہ اختیار کیا تا کہ اپنے قصیدہ کو بام عروج تک پہنچائے اور اس میں وہ ندرت اور جزالت پیدا کرے۔

شاعر نے شکایت کرتے ہوئے اہل زمانہ کے بارے میں کہا کہ میں اپنے مقام سے دور رہ کر اجنبیت اور غربت محسوس کر رہا ہوں اور فقر وفاقہ سے دوچار ہوں اور اپنے اوپر ذمہ داریاں اور حقوق بھی رکھتا ہوں جنہیں ادا کرنا مجھ پر لازم ہے اور اسی کے سلسلہ میں مال کا طلبگار ہوں جسے حاصل کرنے کے لیے میں نے مسلسل سفر اختیار کیا اور انتہائی محنت ومشقت سے مختلف شہروں کا قصد وارادہ کیا تا کہ کچھ مال حاصل کروں اور واجب حقوق ادا کروں۔

اس قصیدے میں شاعر نے کئی حکمت ودانائی کی باتیں بتلائیں جو شاعر کو کثرت مطالعہ، اسفار کا تسلسل اور ذاتی تجربہ سے حاصل ہوئیں کہ

آدمی زندگی میں دوسروں پر بوجھ بن کر نہ رہے بلکہ خود دار ہو کر زندگی کے مراحل طے کرے اور اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے محنت ومشقت کرے اسی بنا پر اس قصیدہ کو شاعر کے زمانہ اور لوگوں کے احوال پر تنقید کرنے والا قصیدہ بھی کہا گیا۔

طغرائی نے اپنے اس لامیہ میں ایک انوکھا اسلوب اختیار کیا جس میں بلاغت وبدیع کی خصوصیات پائی جاتی ہیں، اسلوب دلکش، غرابت سے دور اور تکلف سے پاک ہے، تشبیہ واستعارہ کو استعمال کیا، ادب عربی کے ماہرین نے اس قصیدے کو بہت اہمیت دی اور اس کا معارضہ کیا اور اس قصیدہ کی تشطیر وتخمیس کی اور اس کی بہت شروح لکھیں، اس قصیدہ کی لغوی وادبی شرح بھی کئی گئی ہے جو کہ عربی اور ترکی زبان میں ہے۔

14.9 امتحانی سوالات کے نمونے

۱۔قصیدہ لامیۃ العجم کا خلاصہ لکھیے۔

۲۔ابتدائی پانچ اشعار کی تشریح کیجیے۔

۳۔طغرائی کی شعری خصوصیات پر جامع نوٹ لکھیے۔

۴۔طغرائی کے دو عمدہ اشعار تحریر کیجیے، اعراب لگائیے اور اس کا ترجمہ کیجیے۔

۵۔آخری پانچ اشعار کی جامع تشریح کیجیے۔

14.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

۱۔الطغرائی حیاته، شعرهٔ، لامیتهٔ	علی جواد طاہر
۲۔الغيث المسجم في شرح لامية العجم	صلاح الدین صفدی
۳۔المقصد الأتم	کمال الدین دمیری
۴۔تحفة الرائي للامية الطغرائي	علی منیاوی
۵۔نشر العلم فی شرح لامية العجم	جمال الدین محمد بن عمر حضرمی

اکائی 15 قصیدہ: ''سلامُ اللّٰہ عدۃَ رملِ خبتٍ'' از: ابوتمام

اکائی کے اجزا

15.1 تمہید
15.2 مقصد
15.3 حیات وشاعری
15.3.1 حیات
15.3.2 شاعری
15.3.2 شاعری
15.4 عربی اشعار مع اعراب
15.5 الفاظ ومعانی
15.6 اشعار کا ترجمہ
15.7 اشعار کی تشریح
15.8 اکتسابی نتائج
15.9 امتحانی سوالات کے نمونے
15.10 مزید مطالعے کے لے تجویز کردہ کتابیں

15.1 تمہید

ابوتمام کا نام حبیب بن اوس بن حارث طائی ہے جو عصر عباسی کا معروف شاعر ہے اس کے اشعار وقصائد میں عصر عباسی کے مروجہ طریقے وموضوعات پائے جاتے ہیں۔عصر عباسی کی شاعری میں عموما اور عصر عباسی دوم کی شاعری میں خصوصا دقت خیال، جدید معانی وموضوعات ہیں،بعض اشعار میں مدح میں مبالغہ آرائی بھی پائی جاتی ہے اور اس کی شاعری میں بچوں کی صفات،شراب کا وصف،لہو ولعب کا تذکرہ اور پھول وباغات کی تشبیہات پائی جاتی ہیں۔

جاہلی دور میں شعرا قصائد واشعار نظم کرتے تو اس میں مختلف اصناف سخن کے ساتھ اپنے قبیلے کے کارنامے اور خود اپنی شجاعت وفخریہ امور کو بیان کرتے اور کسب ومعاش کی غرض سے شعر لکھنے والے بہت کم تھے جب کہ عصر اموی میں شعرا صرف اس غرض ومقصد سے خلفا ووزرا کے سامنے اپنے اشعار پیش کرتے کہ وہ اپنے قصائد کے ذریعہ خلفا کے اعدا پر غلبہ حاصل کریں اور ان کی مدد کریں،لیکن جب عصر عباسی کا قیام عمل میں آیا تو سلاطین کے شعرا کو قریب کرنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ ادبی اشعار سے متمتع ہوں اور اپنی مدح وستائش سنیں اور شعرا کو داد ودہش سے نوازیں، اسی لیے اکثر شعرا بغداد کا رُخ کرتے جو سلطنت عباسیہ کا دار الخلافۃ تھا اور بغداد میں قیام کرتے اور بادشاہوں کے دربار میں آتے،اپنے قصائد پیش کرتے اور انعامات حاصل کرکے اپنے شہروں کو لوٹتے۔

عصر عباسی کی شاعری دیگر عصور سے اس طرح بھی مختلف ہے کہ اس دور میں مدحیہ اشعار بہت لکھے گئے اور شعرا اس جانب کثرت سے مائل تھے،عباسی دور کے شعرا میں جنھوں نے مدحیہ قصائد میں شہرت حاصل کی ان میں ابوتمام،بحتری اور متنبی کے نام قابل ذکر ہیں۔

ابوتمام کسب مال اور حصول انعام کی خاطر مامون،معتصم،واثق،حسن بن سہل اور احمد بن ابوداؤد وغیرہ کی مدح وستائش کیا کرتا اور اس کی مدح کے اسلوب میں بہترین تعبیرات،عمدہ تصویر،صنعت بدیع کی طرف میلان پایا جاتا ہے،غرض ابوتمام نے مدحیہ اسلوب کی ترقی پر زور دیا اور اس صنف شاعری کو اوج کمال تک پہنچایا،ابوتمام نے اپنے دور میں رائج تمام علوم ومعارف کو حاصل کیا جس کی بنا پر اس کے پاس تجربات اور حکمتوں کا ذخیرہ جمع ہوگیا،اس نے اپنے اشعار میں بھی عمدہ معانی اور حکمتوں کو ذکر کیا،ابوتمام کا ایک دیوان ہے جو سات ابواب وموضوعات پر مشتمل ہے اور وہ درج ذیل ہیں:(۱)مدیح(۲)ھجا(۳)معاتبات(۴)اوصاف(۵)فخر(۶)غزل(۷)رثا۔

ابوتمام نے اپنے دور میں شاعری کی مختلف اصناف میں قصائد ترتیب دیے جس کی بنا پر اسے بلند پایہ شاعر متصور کیا جانے لگا اور اس کی شہرت اس قدر ہوئی کہ اس دور کے تمام شعرا پر اس کو فضیلت حاصل ہوئی بلکہ بعض ناقدین نے اسے جاہلی دور کے بعض شعرا پر فوقیت وفضیلت دے دی۔ابوتمام ان شعرا کی جماعت کا سرخیل سمجھا جاتا ہے جنھوں نے عصر عباسی میں تجدید کو اختیار کیا اور تقلیدی موضوعات وطریقہ کار کو ترک کیا اور شعر کے جدید معیارات کے فروغ کے ساتھ قدیم تہذیب کو ملحوظ رکھا،اس طرح ابوتمام نے اپنے قصائد واشعار میں اکثر موضوعات کا احاطہ کیا لیکن ھجا کے باب میں اس کے اشعار کم ہیں۔

نصاب میں ابوتمام کا یہ قصیدہ بحر وافر میں ہے، یہ قصیدہ پینتیس(۳۵)اشعار پر مشتمل ہے لیکن نصاب میں ابتدائی بیس(۲۰)اشعار ہیں۔یہ قصیدہ محمد بن ھیثم بن شبانہ کی مدحت ومنقبت،تعریف وتوصیف میں اور ابوصالح بن یزداد کی مذمت وھجو میں نظم کیا گیا۔

اس قصیدے میں شاعر ابوتمام نے اپنے ممدوح کے ان سارے کمالات اور محاسن اور خوبیوں کو بہت ہی حسین پیرائے اور پُراثر اسلوب میں بیان کیا جس سے وہ متّصف تھا۔

15.2 مقصد

ابوتمام کے مدحیہ قصیدے کے ابتدائی بیس اشعار کو آپ کے نصاب میں شامل کیا گیا ہے تاکہ آپ کو اس عظیم شاعر کی خصوصیات اور عصر عباسی دوم کی شاعری سے معرفت حاصل ہو، آپ اس دور کے موضوعات ومقاصد جان سکیں اور اس قصیدے کے ذریعہ آپ کو مدح کے باب میں ابوتمام کی امتیازی اوصاف معلوم ہوں اور دیگر شعرا پر اس کے تفوق وبرتری کا علم ہو۔

اس قصیدے میں جہاں الفاظ ومفردات آپ کے ذخیرہ علم میں جمع ہوں گے وہیں جدید تعبیرات اور بلاغت کے مختلف اسلوب بھی آپ جان سکیں گے؛ کیونکہ ابوتمام کے اشعار میں محسنات لفظیہ کی اقسام جناس، طباق وغیرہ بھی ہیں اور تشبیہات، مجازات اور استعارات بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں اسی لیے اس کی شاعری سے یہ مدحیہ قصیدہ آپ کے نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔

15.3 ابوتمام: حیات وشاعری

15.3.1 حیات

ابوتمام کا نام حبیب بن اوس طائی ہے، 190ھ مضافات دمشق کی جاسم نامی بستی میں اس نے آنکھ کھولی، ابوتمام اپنے والد کے ہمراہ جاسم سے دمشق منتقل ہوا۔ جب وہ جوان ہوا تو دمشق سے تحصیل علم کی خاطر مصر کی طرف روانہ ہوا، مصر پہنچ کر جامع مسجد عمرو بن عاص میں لوگوں کے لیے پانی بھرنے اور ان کو سیراب کرنے لگا اور ساتھ ساتھ علما وشعرا کی مجالس میں بیٹھنے لگا اور ان سے علم اور شعر وادب سیکھنے لگا اور مسلسل اشعار حفظ کرنے لگا، قدیم شعرا کی نقل کرتا، کبھی اس میں کامیاب ہوتا اور کبھی ناکام ہوتا، یہاں تک کہ اس نے شاعری میں ایسا بلند مقام حاصل کیا جہاں تک کسی شاعر کی رسائی نہیں ہوتی۔

ابوتمام نے شاعری اور ادبی دنیا میں خوب نام کمایا اور دھوم مچائی، بہت سارے انعامات واکرامات حاصل کیے، اس دور میں کسی شاعر نے اتنے انعامات حاصل نہیں کیے جتنے ابوتمام نے حاصل کیے حتّٰی کہ کہا گیا کہ اس کی زندگی میں کوئی اور شاعر اپنی شاعری کے ذریعہ ایک درہم بھی نہیں کما سکا۔ جب یہ عباسی بادشاہ معتصم کے دربار میں پہنچا تو اس کی مدح ومنقبت میں ایک شاہکار قصیدہ کہا جس سے متأثر ہوکر اس نے ابوتمّام کو اس کے احسان کا بدلہ دیتے ہوئے موصل شہر کے ڈاک خانے کا سرپرست بنایا، صرف دو سال تک اس محکمہ کی سرپرستی ونگرانی کرتا رہا یہاں تک کہ چالیس (۴۰) برس کی مختصر سی مدّت میں فوت ہوگیا۔

حلیہ، اخلاق وعادات:

ابوتمام گندمی رنگ کا طویل القامت شخص تھا اور تیز فہم، حاضر دماغ تھا، دوررس فکر کا حامل اور فصیح اللسان وشیریں بیان انسان تھا، گفتگو کے دوران قدرے ہکلاتا تھا، لیکن اس کا حافظہ اور یادداشت بہت قوی اور مضبوط تھی، یہاں تک کہ اس کو بے شمار قصائد وقطعات کے ساتھ چودہ ہزار (۱۴۰۰۰) ارجوزے یاد تھے، چناں چہ اس کی دو کتابیں ''حماسة'' اور ''فحول الشعراء'' اس کی صلاحیت وقابلیت کا بیّن ثبوت ہیں۔

15.3.2 شاعری

ابوتمام مولّدین کے دوسرے طبقے کے تمام شعرا کا سردار ہے، اس نے متقدمین ومتأخرین کے تمام معانی کو یکجا کر دیا، اس کے عہد میں تمدّن وثقافت بہت عروج وبلندی پر تھی اور مختلف علوم وفنون کے ترجمے ہورہے تھے، اس ارتقا وبلندی کی آشنائی ومعرفت شناسی کی بنا پر اس کی عقل پختہ ہوگئی اور خیال نازک ہوگیا، اس نے ایسا نادر اسلوب اور منفرد طریقہ اختیار کیا جس میں سہل عبارت پر معنیٰ کی سلاست وعمدگی کو ترجیح دی، یہ پہلا شاعر ہے جس نے منطقی وعقلی دلائل سے خوب استفادہ کیا۔

اس نے اپنے کلام میں جناس، استعارہ، طباق، مقابلہ، کنایات وتشبیہات کا خوب استعمال کیا، اس نے جدید معانی کو پُرکشش الفاظ میں پرویا، شاعری کو ضرب الامثال والحکم کے ذریعے اس قدر احسن انداز میں سجایا کہ اس کی وجہ سے عربی ادب کے سرمایے میں اضافہ ہوا؛ جو کہ بعد والوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوا۔

متنبی اور ابوالعلاء المعرّی نے اس کے طرز کو اختیار کیا، اس پر اس قدر حکمت کا غلبہ چڑھا ہوا تھا کہ لوگوں میں یہ بات عام ہوگئی کہ ابوتمام اور متنبی حکیم ہیں، شاعر تو بحتری ہے۔

15.3.3 شاعری کی خصوصیات

ابوتمام کی شاعری میں جو خصوصیات پائی جاتی ہیں ان کو مندرجہ ذیل نکات سے سمجھا جاسکتا ہے:

- ☆ ابوتمّام نے افکار کی دقّت ووسعت اور معانی کی گہرائی وگیرائی کو اپنی شاعری کا حصّہ بنایا۔
- ☆ سرسری وسطحی معنیٰ کے استعمال سے گریز کیا اور ایسے مفردات کو استعمال کیا جو گہرے معانی رکھتے ہوں۔
- ☆ شاعری کے ذریعہ سے لوگوں کے شعور واحساس کو جگایا۔
- ☆ اس کی شاعری میں وسعت خیال، ندرت معنیٰ، حقائق پر مبنی واقعات موجود ہیں۔
- ☆ اس نے بسا اوقات مبالغہ آرائی اور غلو سے بھی قدرے کام لیا۔
- ☆ منطقی وعقلی دلائل کا استعمال کیا تا کہ مزاج زندگی سے ہم آہنگ ہو۔
- ☆ ابوتمّام نے مختلف اصناف سخن جیسے مدح، وصف، ہجا، رثا، معاتبات، فخر اور غزل میں طبع آزمائی کی۔

اس کی تصانیف میں (۱) دیوان الحماسة (۲) فحول الشعراء (۳) مختار أشعار القبائل (۴) نقائض جریر والأخطل قابل ذکر ہیں۔

15.4 عربی اشعار مع اعراب

1	سَلاَمُ اللهِ عِدَّةَ رَمْلِ خَبْتٍ	عَلَی ابْنِ الْهَیْثَمِ الْمَلِکِ اللُّبَابِ
2	ذَکَرْتُکَ ذِکْرَةً جَذَبَتْ ضُلُوْعِيْ	إِلَیْکَ کَأَنَّهَا ذِکْرٰی تَصَابِيْ
3	فَلاَ یُغْبِبْ مَحَلَّکَ کُلَّ یَوْمٍ	مِنَ الأَنْوَاءِ أَلْطَافُ السَّحَابِ
4	سَقَتْ جُوْداً نَوَالاً مِنْکَ جَوْداً	وَرَبْعًا غَیْرَ مُجْتَنَبِ الْجَنَابِ

5 فَثَمَّ الْجُوْدُ مَشْدُوْدُ الْأَوَاخِيْ   وَثَمَّ الْمَجْدُ مَضْرُوْبُ الْقِبَابِ

6 وَأَخْلَاقٌ كَأَنَّ الْمِسْکَ فِيْهَا   بِصَفْوِ الرَّاحِ وَالنُّطَفِ الْعِذَابِ

7 وَكَمْ أَحْيَيْتَ مِنْ ظَنٍّ رُفَاتٍ   بِهَا وَعَمَّرْتَ مِنْ أَمَلٍ خَرَابِ

8 يَمِيْنُ مُحَمَّدٍ بَحْرٌ خِضَمٌّ   طَمُوْحُ الْمَوْجِ، مَجْنُونُ الْعُبَابِ

9 تَفِيْضُ سَمَاحَةً وَالْمُزْنُ مُكْدٍ   وَتَقْطَعُ وَالْحُسَامُ الْعَضْبُ نَابِ

10 فِدَاکَ أَبَا الْحُسَيْنِ مِنَ الرَّزَايَا   وَمِنْ دَاجِيْ حَوَادِثِهَا الْغِضَابِ

11 حَسُوْدٌ قَصَرَتْ كَفَّاهُ عَنْهُ   وَكَفُّکَ لِلنَّوَالِ وَلِلضِّرَابِ

12 وَيَحْسَبُ مَا يُفِيْدُ بِلَا عَطَاءٍ   وَتُعْطِي مَا تُفِيْدُ بِلَا حِسَابِ

13 وَيَغْدُو يَسْتَثِيبُ بِلا نَوَالٍ   وَنَيْلُکَ كُلُّهَا لاَ لِلثَّوَابِ

14 ذَكَرْتُ صَنِيْعَةً لَکَ أَلْبَسَتْنِيْ   أَثِيثَ الْمَالِ وَالنِّعَمِ الرِّغَابِ

15 تَجَدَّدُ كُلَّمَا لُبِسَتْ وَتَبْقَى   إِذَا ابْتُذِلَتْ وَتُخْلِقُ فِي الْحِجَابِ

16 إِذَا مَا أُبْرِزَتْ زَادَتْ ضِيَاءً   وَتَشْحُبُ وَجْنَتَاهَا فِي النِّقَابِ

17 وَلَيْسَتْ بِالْعَوَانِ الْعَنْسِ عِنْدِيْ   وَلَا هِيَ مِنْکَ بِالْبِكْرِ الْكِعَابِ

18 فَلَا يَبْعُدْ زَمَانٌ مِنْکَ عِشْنَا   بِنَضْرَتِهٖ وَرَوْنَقِهِ الْعُجَابِ

19 كَأَنَّ الْعَنْبَرَ الْهِنْدِيَّ فِيْهِ   وَفَأْرَ الْمِسْکِ مَفْضُوْضُ الرُّضَابِ

20 لَيَالِيْهِ لَيَالِيْ الْوَصْلِ تَمَّتْ   بِأَيَّامٍ كَأَيَّامِ الشَّبَابِ

15.5 فرہنگ

(۱)

سَلَامٌ: سَلَّمَ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا و سَلَامًا (عَلٰی) السلام علیکم کہنا، سَلَّمَ بالامر راضی ہونا۔ سَلَّمَ الی حوالہ کرنا

عِدَّةٌ: (ج) عِدَدٌ چند، کچھ، تعداد، مقدار

رَمْلٌ: (ج) رِمَالٌ ریت

خَبْتٌ: (ج) خبوتٌ الخبت من الارض پست کشادہ زمین، نشیبی زمین جس میں ریت ہو

خَبَتَ: (ن) يَخْبُتُ خَبْتًا (المكان) پست ہونا، نشیب ہونا

لُبَابُ الْقَومِ: برگزیدہ شخص، شریف، منتخب سردار، خالص

حَسَبٌ لُبَابٌ: خالص نسب۔ عَيْشٌ لُبَابٌ فراخ زندگی

(۲)

ذَکَرْتُ: ذَکَرَ یَذْکُرُ ذِکْرًا الشیئَ یاد کرنا۔ اَلذِّکْرَۃُ یاد۔ الذِّکْرٰی یاد دہانی، دل یا زبان سے یاد کرنا۔

جَذَبَ: (إلی) اپنی طرف مائل کرنا، (جذب القلب) دل موہ لینا، فریفتہ بنانا

ضِلَعْ: (ج) ضُلُوْعٌ، أضلعٌ، اضلاعٌ پسلی

تَصَابٰی یَتَصَابٰی تَصَابِیًا: بچہ بننا، کھیل کود کی طرف مائل ہونا، عشق، اَلْمَرْاَۃُ عورت کو میلان

(۳)

فلَا یُغْبِبْ: أَغَبَّ یُغِبُّ إِغْبَابًا (باب اِفعال) ایک دن ناغہ دیکر ملاقات کو آنا۔

: غَبَّ یَغِبُّ غَبًّا و غِبًّا و غُبُوبًا (الماشیۃ) جانوروں کو ایک دن ناغہ دے کر پانی پلانا

مَحَلٌّ: مَحَلٌّ (ج) مَحَالٌ جگہ، مقام

یوم: یَوْمٌ (ج) أَیَّامٌ دن

نَوْءٌ: (ج) أَنْوَاءٌ المطر الشدید عطا و بخشش، کارتی

السَّحَابِ: سَحَابٌ (ج) سُحُبٌ بادل

(۴)

سقَتْ: سَقٰی یَسْقِی سَقْیًا (الرجل) پلانا، سیراب کرنا

الجود: موسلا دھار بارش، لم یأت أحد من ناحیۃ إلا حدّث بالجود (حدیث شریف)

الجُودُ: سخاوت، فیاضی

نَوَالاً: اَلنَّوَالُ عطا نَالَ یَنُوْلُ عَلٰی فُلَانٍ بِالشیء سخاوت کرنا، عطا کرنا،

الرَّبْعُ: (ج) رِبَاعٌ مکان، حویلی جس میں متعدد چھوٹے چھوٹے مکانات ہوں۔ اَلْجَنَابُ گوشہ۔

مجتنبِ: اِجْتَنَبَ یَجْتَنِبُ اِجْتِنَابًا دور رہنا

(۵)

ثَمَ الشیء: یَثُمُّ ثَمًّا (ن) درست کرنا، اصلاح کرنا، ثَمَّ وہاں

شَدَّ: یَشُدُّ شِدَّۃً (ن) سخت ہونا

اَلأَوَاخِیْ: اَلْاُخَیَّۃُ وَالْاٰخِیَّۃُ (ج) أَوَاخِیْ و أَخَایَا و أَوَاخٍ وہ رسی جس کے دونوں سرے زمین میں گاڑ دیے جاتے ہیں اور اوپر کو حلقہ سا نکلا ہوتا ہے جس سے جانوروں کو باندھا جاتا ہے۔

المجدُ: (ج) الأَمْجَادُ عزت و بلندی۔

مَضْرُوْب: ضَرَبَ یَضْرِبُ ضَرْبًا اَلْخَیْمَۃَ خیمہ نصب کرنا۔

قُبَةٌ: (ج)قِبَابٌ وقُبَبٌ گنبد،خیمہ،شامیانہ۔

(۶)

أخلاق: خُلُقٌ (ج) أَخْلَاقٌ اخلاق وعادات

نُطْفَةٌ: (ج)نِطَافٌ ونُطَفٌ صاف پانی، النطف العِذاب میٹھا پانی

العَذْبُ: (ج)عِذَابٌ وعُذُوْبٌ میٹھا،شیریں،خوشگوار

(۷)

أحييتَ: اَحْيٰى يُحْيِيْ إِحْيَاءًا (باب اِفعال) زندہ کرنا

ظنَ: ظَنَّ يَظُنُّ ظَنًّا(ن) جاننا،یقین کرنا

الرُّفَاتُ: ریزے، چورا، بوسیدہ

رَفَتَ: يَرْفُتُ رَفْتًا (ن) چوراہونا

عمّرتَ: عَمَّرَ يُعَمِّرُ تَعْمِيْرًا (باب تفعیل)(المنزل) آباد کرنا

أملِ: أَمَلَ يَأْمُلُ أَمَلًا(ن) امید کرنا۔أَمَلٌ (ج) آمالٌ امید

خرابِ: خَرِبَ يَخْرَبُ خَرْبًا و خَرَابًا(س) (البيت) اجاڑ ہونا، ویران ہونا، خَرَابٌ (ج) أَخْرِبَةٌ ویران

(۸)

بَحْر طَمُوْح الموج: بلندموج والاسمندر

العُبَاب: اول ونمایاں چیز، پانی کا طوفان، زبردست سیلاب، زبردست موج

(۹)

تَفِيضُ: فَاضَ يَفِيْضُ فَيْضًا و فُيُوْضًا و فَيَضَانًا (ض) (الشیء) بہت ہونا، بہنا

سَماحةً: سَمُحَ يَسْمُحُ سَمَاحًا و سُمُوْحًا و سَمَاحَةً(ک) فیاض وسخی ہونا

مُزْنَةٌ: (ج) المُزنُ پانی سے بھراہوابادل، ایک دفعہ کی بارش

مُكْدٍ: اسم فاعل باب إفعال سے أَكْدٰى يُكْدِيْ العامُ قحط سالی ہونا المطرُ بارش کم ہونا

حُبٌ مَاكِدٌ: دیرپا محبت

تَقطَعُ: قَطَعَ يَقْطَعُ قَطْعًا(ف) (الشيء) کاٹنا، جدا کرنا

العَضْبُ: عَضَبَ يَعْضِبُ عَضْبًا(ض) قطع کرنا

الحُسَامُ: تیز تلوار

(۱۰)

فَدٰی: يَفْدِيْ فَداءً و فِداءً ا (ض) فدیہ دینا، جان بچانا، کسی کو مال کے بدلے قید وغیرہ سے چھڑانا

الرَّزایا: الرُّزْءُ (ج) أَرْزَاءُ مصیبت۔ الرَّزِيْئَةُ و الرَّزِيَّةُ (ج) رَزَایَا مصیبت

دَاجی: دَجَایَدْجُوْ ادَجْوًا و دُجُوًّا (الیل) تاریک ہونا، صفت دَاجٍ مؤنث دَاجِیَةٌ

حَوادِثھا: اَلْحَادِثُ (ج) حَوَادِثُ و حَادِثَاتٌ نو پید چیز، قدیم کی ضد

حَوَادِثُ الدَّھْرِ: زمانے کے مصائب

الغِضَابِ: غَضِبَ يَغْضَبُ غَضْبًا و مَغْضَبَةً غضبناک ہونا

(۱۱)

حسودٌ: اَلْحَسُوْدُ (ج) حُسُدٌ وہ شخص جو طبعًا حاسد ہو (مذکر و مؤنث دونوں کے لیے)

قصرتُ: قَصَرَ (الشیء) چھوٹا کرنا، قَصَرَ في العطية کم کرنا

کفاہُ: کَفَّ یَکُفُّ کَفًّا و کَفَافَةً عن الأمر باز رکھنا

للنوالِ: نَالَ يَنُوْلُ نَوَالًا و نُوْلًا فلانا للعطية و بالعطية دینا، نَوَالٌ عطا

(۱۲)

یَحْسُبُ: حَسَبَ يَحْسُبُ حَسْبًا و حِسَابًا و حِسْبَانًا و حُسْبَانًا شمار کرنا

حَسِبَ يَحْسَبُ حِسَابًا و مَحْسَبَةً: گمان کرنا

یُفیدُ: أَفَادَ يُفِيْدُ إِفَادَةً (باب افعال) فلانا مالا أو علما دینا، نفع پہنچانا

تُعْطی: أَعْطٰی يُعْطِيْ إِعْطَاءً (الشیء) دینا، عطا کرنا

(۱۳)

یَغْدُو: غَدَا يَغْدُوْ غُدُوًّا و غُدُوَةً سویرے آنا

یسْتَثِیب: اِسْتَثَابَ يَسْتَثِيْبُ اِسْتِثَابًا (باب استفعال) (المال) لوٹانا۔ (الرجل) بدلہ مانگنا

نَیْلُکَ: أَنَالَ يُنِيْلُ إِنَالَةً (باب افعال) (الشيء و بالشيء) دینا، نَیْلٌ عطا

(۱۴)

صنیعةً: صَنِيْعَةٌ (ج) صَنَائِعُ احسان

أَلْبَسْتَنِيْ: لَبِسَ يَلْبَسُ لُبْسًا (س) (الثوب) کپڑا پہننا

أَلْبَسَ (الثوب): چھپانا، پوشیدہ کرنا، کپڑا پہنانا

أثیث: أَثِیْثٌ کثیر

النعمَ : النِّعْمَةُ (ج) نِعَمٌ و أَنْعُمٌ احسان، رزق وغیرہ کا انعام

الرغابِ: رَغِيبٌ (ج) رِغَابٌ بھاری، پسندیدہ

(۱۵)

تجددُ: تَجَدَّدَ يَتَجَدَّدُ تَجَدُّدًا (باب تفعّل) ماڈرن ہونا، نیا ہونا

تبقی: بَقِيَ يَبْقٰى بَقَاءً (س) باقی رہنا، باقی بچنا، دیرپا ہونا

ابتذلتْ : ابْتَذَلَ يَبْتَذِلُ ابْتِذَالاً (باب افتعال) ناجائز استعمال کرنا، حقارت سے کام لینا

وتخلقُ: أَخْلَقَ يُخْلِقُ إِخْلَاقًا (الثوب) پرانا کرنا۔ خَلُقَ الثوبُ (س، ک، ن) کپڑے کا پرانا ہونا، بوسیدہ ہونا

الحجابِ: حِجَابٌ (ج) حُجُبٌ پردہ، رکاوٹ، آڑ

(۱۶)

أُبرزَتْ: أَبْرَزَ يُبْرِزُ إِبْرَازًا (باب افعال) ظاہر کرنا، نمایاں کرنا، نکالنا (مجہول) نمایاں کیا جانا

زَادَتْ: زَادَ يَزِيْدُ زِيَادَةً زیادہ ہونا۔ زَادَ إِلٰی اضافہ کرنا

ضِياءً: ضَاءَ يَضُوْءُ ضَوْءً او ضِيَاءً روشن ہونا۔ ضَوْءٌ (ج) أَضْوَاءٌ روشنی

شَحُبَ: (ک) شُحُوْبًا چہرہ کا رنگ بدلنا، شاحب اللون و الوجہ اداس

وجنتاها: وَجْنَةٌ (ج) وَجَنَاتٌ رخسار

(۱۷)

اَلْعَوَانُ : (ج) عُوْنٌ متوسّط العمر، ادھیڑ عمر عورتیں، چوپایہ

اَلْبِكْرُ : بِكْرٌ (ج) أَبْكَارٌ اول حصّہ، کنواری عورت، اچھوتا کام جس کی نظیر گزری نہ ہو

اَلْعَنَسُ: (ن، ض، س) الجارية۔ لڑکی کا بالغ ہونے بعد دیر تک بلا شادی کے رہنا۔ صفت عَانِسٌ جمع عَوَانِس و عُنُسٌ

الكعابِ: كَعَبَ (الثدی) يَكْعُبُ كُعُوْبًا پستان ابھرنا۔ كَعَابٌ لڑکی جس کا سینہ ابھرا ہوا ہو (ج) كَوَاعِبُ۔

(۱۸)

يَبْعُدُ : بَعُدَ يَبْعُدُ بُعُوْدًا (ک) دور ہونا

زَمَانُ : زَمَانٌ، زَمَنٌ (ج) أَزْمِنَةٌ و أَزْمَانٌ و أَزْمُنٌ وقت، زمانہ

عِشْنَا: عَاشَ يَعِيْشُ عَيْشًا زندہ رہنا، زندگی گزارنا

بِنَضْرَتِهِ: نَضُرَ يَنْضُرُ نَضَارَةً تروتازہ ہونا، شگفتہ ہونا

رَوْنَقِهِ: رَوْنَقٌ بہار، حسن، رونق، آب وتاب

العُجَابِ: عَجِيْبٌ عُجَابٌ حیرت ناک، قابل تعجب۔ عَجِيْبَةٌ (ج) عَجَائِبُ انوکھی بات

(۱۹)

الرُّضَابُ: رُضَابُ مشک کے ریزے، لعاب، مَاءُرَضَابُ آب شیریں، مشک کا نافہ

المفضوض: کھولا ہوا، منتشر کیا ہوا

(۲۰)

ليالي: لَيْلٌ (ج) لَيَالٍ رات

الوصلِ: وَصَلَ يَصِلُ وَصْلًا (ض) ملانا، جوڑنا

تمت: تَمَّ يَتِمُّ تَمَامًا (ض) پورا ہونا، انجام پانا، کام ختم ہوجانا

بأَيَام: يَوْمٌ (ج) أَيَامٌ دن

الشَّبَابِ: شَبَّ يَشِبُّ شَبَابًا جوان ہونا۔ شَبٌّ شَابٌّ (ج) شَبَاب وشُبَّانُ جوان

15.6 اشعار کا ترجمہ

(1)

سَلاَمُ اللّٰهِ عِدَّةَ رَمْلِ خَبتٍ عَلَى ابْنِ الْهَيْثَمِ الْمَلِكِ اللُّبَابِ

ترجمہ: دوررس وزیرک (خودمختار) بادشاہ ابن ہیثم پر مقام خبت کی ریت کے ذرات کی تعداد میں اللہ تعالی کی جانب سے سلامتی ہو۔

(2)

ذَكَرْتُكَ ذِكْرَةً جَذَبَتْ ضُلُوْعِيْ إِلَيكَ كَأَنَّهَا ذِكْرَى تَصَابِيْ

ترجمہ: میں نے تجھ کو اسقدر یاد کیا کہ وہ یاد میرے دل کو تیری طرف کھینچ لائی گویا کہ وہ دوشیزہ لڑکی کے ساتھ عشق ومحبت کی کہانی ہے۔

(3)

فَلاَيُغبِبْ مَحَلَّكَ كُلَّ يَوْمٍ مِنَ الأَنْوَاءِ أَلْطَافُ السَّحَابِ

ترجمہ: کارتیوں سے بادل کی مہربانیاں کسی دن تیرے در سے غائب نہ ہوں۔

(4)

سَقَتْ جُوْداًنَوَ الأَمِنْكَ جَوْداً وَرَبْعًاغَيْرَ مُجْتَنَبِ الْجَنَابِ

ترجمہ: بادل کی مہربانیوں نے سخاوت کو سیراب کرکے برسنے والی عطا بنایا اور گھر کو اس کے اطراف موجود آنگن کے ساتھ سیراب کیا۔

(5)

فَثَمَّ الْجُوْدُ مَشْدُوْدُ الْأَوَاخِيْ وَثَمَّ الْمَجْدُ مَضْرُوْبُ الْقِبَابِ

ترجمہ: پس یہاں سخاوت وفیاضی رسیوں سے باندھ دی گئی ہے اور یہاں شرافت وبزرگی خیمہ زن ہے۔

(6)

وَأَخْلَاقٌ كَأَنَّ الْمِسْكَ فِيهَا بِصَفْوِ الرَّاحِ وَالنُّطَفِ الْعِذَابِ

ترجمہ: یہاں اخلاق ایسے ہیں گویا مشک صاف وشفاف شراب اور شیریں پانی کے ساتھ اس میں ملا دیا گیا ہے۔

(7)

وَكَمْ أَحْيَيْتَ مِنْ ظَنٍّ رُفَاتٍ بِهَا وَعَمَّرْتَ مِنْ أَمَلٍ خَرَابِ

ترجمہ: تو نے کتنے ہی مردہ خیالات کو اپنے اخلاق وفیاضی کے ذریعہ زندہ کیا اور کتنی ہی ویران امیدوں کو اپنے کرم واحسان سے آباد کیا۔

(8)

يَمِينُ مُحَمَّدٍ بَحْرٌ خِضَمٌّ طَمُوحُ الْمَوْجِ، مَجْنُونُ الْعُبَابِ

ترجمہ: محمد بن ہیثم کا ہاتھ ایک بڑا سمندر ہے جسکی موجیں انتہائی بلند اور اونچی ہیں اور اس کا پانی حد سے زیادہ مقدار میں ہے۔

(9)

تَفِيضُ سَمَاحَةً وَالْمُزْنُ مُكْدٍ وَتَقْطَعُ وَالْحُسَامُ الْعَضْبُ نَابِ

ترجمہ: محمد بن ہیثم کا ہاتھ داد ودہش کے اعتبار سے بہتا ہے خوب فیاضی کرتا ہے جب کہ بھرا ہوا بادل کم مقدار میں آب رسانی کرتا ہے اور (اس کا ہاتھ) کاٹتا ہے جب کہ تیز دھاری دار تلوار کند ہوتی ہے۔

(10)

فِدَاكَ أَبَا الْحُسَيْنِ مِنَ الرَّزَايَا وَمِنْ دَاجِيْ حَوَادِثِهَا الْغِضَابِ

ترجمہ: ہولناک مصائب وہلاکت خیز حادثات کے موقع پر اے ابوالحسن! تجھ پر میری جان قربان ہے۔

(11)

حَسُوْدٌ قَصَّرَتْ كَفَّاهُ عَنْهُ وَكَفُّكَ لِلنَّوَالِ وَلِلضِّرَابِ

ترجمہ: وہ خوب حسد کرنے والا اور بخیل ہے اس کے ہاتھ خود اس پر خرچ کرنے سے تنگ ہیں جب کہ تیرا ہاتھ بخشش کے لیے اور مسلسل حملے کے لیے ہے۔

(12)

وَيَحْسُبُ مَا يُفِيدُ بِلَا عَطَاءٍ وَتُعْطِي مَاتُفِيدُ بِلَا حِسَابِ

ترجمہ: وہ جو کماتا ہے کسی عطا کے بغیر حساب کرتا ہے اور تو جو کماتا ہے کسی حساب کے بغیر عطا کرتا ہے۔

(13)

وَيَغْدُو يَسْتَثِيبُ بِلَا نَوَالٍ وَنَيْلُكَ كُلُّهُ لَا لِلثَّوَابِ

ترجمہ: وہ کسی عطا کے بغیر بدلہ کی امید میں صبح کرتا ہے اور تو ہمیشہ بدلہ کی امید کے بغیر لوگوں کو خوب مالا مال کرتا ہے۔

(14)

ذَكَرْتُ صَنِيْعَةً لَکَ أَلْبَسَتْنِيْ أَثِيْثَ الْمَالِ وَالنِّعَمِ الرِّغَابِ

ترجمہ: میں نے تیرے اس احسان کو یاد کیا جس نے مجھے وافر مال اور وسیع انعامات میں ڈھانک دیا۔

(15)

تَجَدَّدُ كُلَّمَا لُبِسَتْ وَتَبْقَى إِذَا ابْتُذِلَتْ وَتُخْلِقُ فِي الْحِجَابِ

ترجمہ: جب بھی اس احسان کو یاد کیا جاتا ہے تو وہ تروتازہ رہتا ہے اور جب اس کو نظر انداز کیا جائے تو (نسیان کے) پردہ میں بوسیدہ ہو جاتا ہے۔

(16)

إِذَا مَا أُبْرِزَتْ زَادَتْ ضِيَاءً وَتَشْحُبُ وَجْنَتَاهَا فِي النِّقَابِ

ترجمہ: جب ان کو نمایاں کیا جائے تو انکی رونق اور چمک دمک بڑھ جاتی ہے اور پردۂ خفا میں ان کے گال زرد پڑ جاتے ہیں۔

(17)

وَلَيْسَتْ بِالْعَوَانِ الْعَنْسِ عِنْدِيْ وَلَا هِيَ مِنْکَ بِالْبِكْرِ الْكِعَابِ

ترجمہ: تیرا احسان میرے حق میں ادھیڑ عمر والی غیر شادی شدہ عورت کی طرح نہیں (کہ مجھے اس کا انتظار رہا ہو) اور نہ وہ تیرے پاس جوانی سے بھرپور ابھرے ہوئے سینے والی دوشیزہ کی طرح نیا ہے۔ (کیونکہ تو احسان پر احسان کرتا ہے)

(18)

فَلَا يَبْعُدْ زَمَانٌ مِنْکَ عِشْنَا بِنَضْرَتِهِ وَرَوْنَقِهِ الْعُجَابِ

ترجمہ: تو وہ زمانہ تجھ سے کبھی دور نہ ہو جس کی تازگی اور عجیب رونق میں ہم نے زندگی گزاری۔

(19)

كَأَنَّ الْعَنْبَرَ الْهِنْدِيَّ فِيْهِ وَفَأْرَ الْمِسْکِ مَفْضُوْضُ الرِّضَابِ

ترجمہ: (اس کی مہک سے یوں لگتا ہے) گویا کہ اس میں ہندوستانی عنبر مہکا ہوا اور مشک کا نافہ کھلا ہوا ہے۔

(20)

لَيَالِيْهِ لَيَالِيْ الْوَصْلِ تَمَّتْ بِأَيَّامٍ كَأَيَّامِ الشَّبَابِ

ترجمہ: اس کی راتیں وصال محبوب کی راتیں ہیں جو شباب کے زمانے کی طرح تمام وکمال کو پہنچ چکی ہیں۔

15.7 اشعار کی تشریح

(1)

سَلَامُ اللهِ عِدَّةَ رَمْلِ خَبْتٍ عَلَى ابْنِ الْهَيْثَمِ الْمَلِکِ اللُّبَابِ

پہلے شعر میں شاعر اپنے محسن وممدوح بادشاہ کے حق میں اللہ تعالی سے دعاوالتجا کر رہا ہے اور اس پر اللہ کی بے شمار رحمتوں اور لاتعداد الطاف ومہربانیوں کے نازل ہونے کی خواہش وتمنا کر رہا ہے، اس شعر میں ''ایجازِ حذف'' ہے کہ ابن الہیثم سے پہلے ''محمد'' کو حذف کیا گیا۔

(2)

ذَكَرْتُکَ ذِكْرَةً جَذَبَتْ ضُلُوْعِيْ إِلَيکَ كَأَنَّهَا ذِكْرى تَصَابِيْ

شاعر اپنے محبوب بادشاہ کی یاد کا تذکرہ کر رہا ہے اور اپنے دل کے اس پر فدا اور فریفتہ ہونے کو بیان کر رہا ہے، وہ اپنی محبت کی تصویر کو اس انداز سے پیش کر رہا ہے جیسے وہ کسی دوشیزہ کے عشق میں ڈوبا ہوا ہے، شعر میں ''ضلوع''(پسلیوں) سے مراد قلب ہے یہ ''مجازِ مرسل'' ہے کہ محل کہہ کر حال مراد لیا گیا اس میں علاقہ محلیت ہے ''کأنها ذکری تصابی''تشبیہ مرسل'' مجمل ہے کیونکہ یہاں حرف تشبیہ مذکور اور وجہ شبہ محذوف ہے جو محبت یا میلان قلب ہے۔

(3)

فَلايُغبِبْ مَحَلَّکَ كُلَّ يَوْمٍ مِنَ الأَنْوَاءِ أَلْطَافُ السَّحَابِ

شاعر اپنے ممدوح کی سخاوت وفیض رسانی کو بادل کی لطافتوں اور مہربانیوں سے تشبیہ دے رہا ہے اور تمنا کر رہا ہے کہ تیرے در سے خالی ہاتھ کوئی محروم نہ رہے۔ لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری رہے اور ہر شخص اپنے دامن مراد کو بھر کر واپس جائے۔

(4)

سَقَتْ جُوْدًا نَوَالُکَ مِنْکَ جَوْداً وَرَبْعًا غَيْرَ مُجْتَنَبِ الْجَنَابِ

بادل کی مہربانیوں نے سخاوت کو برسنے والی عطا بنایا جس کے ذریعہ ہر شخص فیضیاب ہوا، اس سخاوت کے بادل نے نہ صرف گھر کو سیراب کیا بلکہ گھر کے اطراف آنگن بھی اس کی بخشش وعطا سے بہرہ مند ہوا، شعر میں موجود کلمہ ''جُود''(سخاوت) اور ''جَود''(بارش) میں جناس غیر تام ہے۔

(5)

فَثَمَّ الْجُوْدُ مَشْدُوْدُ الْأَوَاخِيْ وَثَمَّ الْمَجْدُ مَضْرُوْبُ الْقِبَابِ

شاعر اپنے ممدوح کی سخاوت اور شرافت بیان کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس کی سخاوت وشرافت راستہ سے گزرنے والوں کا انتظار کر رہی ہے جو کوئی اپنا رخ اس کی جانب پھیر لے اور دست سوال دراز کرے وہ اپنی مراد کو پائے بغیر وہاں سے نہیں لوٹے گا۔

شعر میں دونوں جگہ ''استعارہ مکنیہ اصلیہ'' ہے ''جود''کو جانور سے تشبیہ دی گئی مشبہ بہ کو حذف کر کے مشبہ کو ذکر کیا گیا اور مشبہ بہ کا لازم ''مشدو دالاواخی''ہے، وجہ تشبیہ قیام وبقا ہے اور ''مجد''کو انسان سے تشبیہ دی گئی، مشبہ بہ کو حذف کر کے مشبہ کو ذکر کیا گیا، مشبہ بہ کا لازم ''مضروب القباب''ہے، دونوں جگہ قرینۂ حالیہ ہے۔

(6)

وَأَخْلَاقٌ كَأَنَّ الْمِسْکَ فِيْهَا بِصَفْوِ الرَّاحِ وَالنُّطَفِ الْعِذَابِ

شاعر ممدوح کی سخاوت وشرافت کے علاوہ اس کے اخلاق فاضلہ اور مکارم عالیہ کی بھی گواہی دے رہا ہے اور اس کے اخلاق کو مشک کی

خوشبو سے تشبیہ دے رہا ہے جو صاف وشفاف پانی اور پاکیزہ شراب سے ملائی گئی ہے۔ شعر میں ''تشبیہ مرسل مجمل'' ہے کیونکہ یہاں حرف تشبیہ مذکور ہے لیکن وجہ شبہ محذوف ہے۔

(7)

وَكَمْ أَحْيَيْتَ مِنْ ظَنٍّ رُفَاتٍ   بِهَا وَعَمَرْتَ مِنْ أَمَلٍ خَرَابِ

شاعر ممدوح کے پاکیزہ اخلاق اور عمدہ صفات کو اجاگر کر رہا ہے اور منفی خیالات ورجحانات کے حامل لوگوں کو اپنے اخلاق حسنہ کے ذریعے روشن افکار ونیک خیالات کا پیکر بنا دینے کا اظہار کر رہا ہے اور یہ بیان کر رہا ہے کہ ممدوح منفی ذہن والے افراد کو اپنے احسان وکرم کے ذریعہ اپنا ہم مزاج اور ہم خیال بنا دیتا ہے۔

شعر میں اطناب ہے کہ ''من'' بیانیہ کو دو جگہ ذکر کیا گیا ''ظن'' اور ''امل'' میں ''استعارہ مکنیہ اصلیہ'' ہے، ''ظن'' کو میت سے اور ''امل'' کو مکان سے تشبیہ دی گئی مشبہ کو ذکر کر کے مشبہ بہ کو حذف کیا گیا پہلے مصرعہ میں میت کا لازم ''رفات'' ذکر کیا گیا اور دوسرے میں مکان کا لازم خراب مذکور ہے ''احییت'' اور ''عمرت'' ترشیح ہے۔

(8)

يَمِيْنُ مُحَمَّدٍ بَحْرٌ خِضَمٌّ   طَمُوْحُ الْمَوْجِ، مَجْنُوْنُ الْعُبَابِ

شاعر ممدوح کی سخاوت وعطا بیان کر رہا ہے اور اس کے ہاتھ کو ایک بڑا تموج خیز لہریں مارتا ہوا سمندر قرار دیتا ہے یہ ''تشبیہ بلیغ'' ہے یہاں وسعت سخاوت میں ممدوح کے ہاتھ کو سمندر سے تشبیہ دی گئی۔ ادات تشبیہ اور وجہ شبہ کو حذف کیا گیا ''بحر'' کا مبتدأ محذوف ہے اس لیے یہاں ''ایجاز حذف'' پایا جاتا ہے۔

(9)

تَفِيْضُ سَمَاحَةً وَالْمُزْنُ مُكْدٍ   وَتَقْطَعُ وَالْحُسَامُ الْعَضْبُ نَابِ

شاعر پہلے مصرعہ میں ممدوح کی سخاوت اور دوسرے میں اس کی شجاعت کو آشکار کر رہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ممدوح کا ہاتھ ایک ساتھ دو الگ الگ اوصاف سے متصف ہے۔ اس کا ہاتھ فیاضی کر رہا ہے ایسے وقت جب کہ بھرا ہوا بادل بھی فیاضی سے رک جائے نہ برسے اور یہی ہاتھ جنگ کے موقع پر کاٹتا ہے جب کہ تیز دھاری تلوار کاٹنے کے قابل نہیں رہتی۔

یعنی تیز تلوار کند ہو جاتی ہے لیکن ممدوح کبھی معرکہ سر کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتا، پوری جان کی بازی لگا دیتا ہے لیکن کبھی پست ہمتی کا شکار نہیں ہوتا دشمنوں پر ٹوٹ ٹوٹ کر حملہ کرتا ہے، میدان جنگ سے راہ فرار اختیار نہیں کرتا۔

شعر میں ''مزن'' (بادل) اور حسام (تلوار) کو سخی اور بہادر سے استعارہ مان لیا جائے تو شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ بڑے بڑے فیاض جب سخاوت نہیں کر پاتے تب بھی ممدوح سخاوت کرتا ہے اور بڑے بڑے بہادر جب بہادری کے جوہر نہیں دکھاتے، ممدوح بہادری کے جوہر دکھاتا ہے، اس صورت میں دونوں جگہ استعارہ ''تصریحیہ اصلیہ ترشیحیہ'' ہوگا اور اگر ''مزن'' اور ''حسام'' سے حقیقی بادل اور تلوار مراد لی جائے تو یہ شعر مبالغہ پر محمول کیا جائے گا شعر میں ''تفیض اور مکد'' کے درمیان اور ''تقطع'' و ''ناب'' کے درمیان مقابلہ ہے۔

(10)

فَدَاکَ أَبَا الْحُسَيْنِ مِنَ الرَّزَايَا　　　وَمِنْ دَاجِيْ حَوَادِثِهَا الْغِضَابِ

اس شعر میں شاعر اپنے اوپر ممدوح کے جو احسانات اور نوازشات و مہربانیاں ہیں اس کی وجہ سے ممدوح پر جان نچھاور کر رہا ہے اور وہ تمنا کر رہا ہے کہ ممدوح پر کوئی مصیبت نہ آئے بلکہ اس کی گردشیں میری طرف پھر جائیں اور وہ سلامت رہے، یہاں دو طرح ایجازِ حذف ہے'' فداک'' کا فعل محذوف ہے تقدیری عبارت ہے''جعلت نفسي فداک اور أبا الحسين سے قبل حرف ندا محذوف ہے حرف ندا کو حذف کر کے شاعر ممدوح سے اپنے قرب کو ظاہر کر رہا ہے شعر میں اطناب بھی ہے کیونکہ حرف جر''من'' کو مکرر لایا گیا۔

(11)

حَسُوْدٌ قَصَّرَتْ كَفَاهُ عَنْهُ　　　وَكَفُّکَ لِلنَّوَالِ وَلِلضَّرَابِ

شاعر ابو صالح بن یزداد کی مذمت و ہجو کر رہا ہے اور اس کی بخالت و کنجوسی کو بتلا رہا ہے کہ اس کا ہاتھ خود اس پر خرچ کرنے سے عاجز ہے اور اسی شعر میں ممدوح کی تعریف کرتا ہے کہ تیرا ہاتھ محض عطا کرنے کے لیے اور جنگ وجدال کے لیے ہے ممدوح کی سخاوت وشجاعت کو بتا رہا ہے اور اپنے مبغوض کے حسد وصفت بخل کو نمایاں کر رہا ہے۔

اس شعر میں ایجاز حذف ہے کیونکہ ''حسودٌ'' کا مبتدأ حذف کر دیا گیا۔شعر کے جملہ''قصرت كفاه عنه''میں ایجاز قصر ہیں یعنی شاعر نے بہت کم الفاظ میں زیادہ معانی کو رکھ دیا کہ اس کے ہاتھ خود اس پر خرچ کرنے سے قاصر ہیں اور دوسروں کو عطا کرنا بہت دور کی بات ہے۔نیز دوسرے مصرعے میں اطناب ہے کہ یہاں حرف جر''ل'' کو مکرّر ذکر کیا گیا۔

(12)

وَيَحْسُبُ مَا يُفِيْدُ بِلَا عَطَاءٍ　　　وَتُعْطِي مَا تُفِيْدُ بِلَا حِسَابِ

اس شعر میں شاعر اپنے ممدوح کی بلا حساب و کتاب عطا و بخشش کو بیان کر رہا ہے کہ وہ جو کچھ حاصل کرتا ہے کسی اعداد وشمار کے بغیر دوسروں کو نوازتا ہے اور ابو صالح بن یزداد کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ جو کچھ دولت، مال ومتاع اپنی ملکیت میں یا اپنے خزانہ میں رکھتا ہے اسے خرچ کیے بغیر محض شمار کرتا ہے۔

یہ شعر بھی ممدوح کی فیاضی اور مبغوض کی بخالت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

(13)

وَيَغْدُو يَسْتَثِيْبُ بِلَا نَوَالٍ　　　وَنَيْلُکَ كُلُّهُ لَا لِلثَّوَابِ

شاعر بادشاہ کے انعامات وعطیات کو یاد کر رہا ہے اور بیان کر رہا ہے کہ وہ بہت کچھ دینے کے باوجود بدلے کی طلب اور اجر کی توقع نہیں کرتا اور ابو صالح کچھ خرچ نہیں کرتا لیکن بدلے کا طالب رہتا ہے اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں روایتیں مختلف ہیں۔

۱۔جو شعر کی نص میں مذکور ہے۔۲۔واکثر ماتنیل بلا ثواب ۔۳۔وانت فقد تنیل بلا ثواب ۔تینوں عبارتوں کا مفہوم یہی ہے کہ تو ہمیشہ بدلہ کی توقع کے بغیر عطا کرتا ہے۔

اس شعر اور اس سے پہلے دو اشعار میں اطناب ہے کیونکہ شاعر نے تینوں اشعار میں ممدوح کی سخاوت اور مذموم کے بخل کے علاوہ کوئی اور بات نہیں بتائی۔

(14)

ذَكَرْتُ صَنِيعَةً لَکَ أَلْبَسَتْنِيْ   أَثِيثَ الْمَالِ وَالنِّعَمِ الرِّغَابِ

شاعر ممدوح کے ان احسانات اور بھلائیوں کو یاد کر رہا ہے جو ممدوح نے اس پر بے تحاشہ وافر مال و دولت اور وسعت والی نعمتوں کی شکل میں کی ہیں شعر میں ''استعارہ مکنیہ اصلیہ'' ہے شاعر نے احسان کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو محسن و مشفق سے تشبیہ دی، مشبہ بہ کو حذف کر کے مشبہ کو ذکر کیا، مشبہ بہ کا لازم ''ألبست'' ذکر کیا ''أثيث المال'' وغیرہ ترشیح ہے اور اس میں ''قرینہ حالیہ'' ہے۔

(15)

تَجَدَّدُ كُلَّمَا لُبِسَتْ وَتَبْقَى   إِذَا ابْتُذِلَتْ وَتُخْلِقُ فِي الْحِجَابِ

شاعر ممدوح کے احسانات کے بارے میں غور و خوض کرتا ہے تو وہ یکے بعد دیگرے یاد آتے ہیں اور جب وہ ان احسانات سے صرف نظر کرتا ہے تو وہ فراموش ہو جاتے ہیں ''لبست'' اور ''تخلق'' میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہے۔

(16)

إِذَا مَا أُبْرِزَتْ زَادَتْ ضِيَاءً   وَتَشْحُبُ وَجْنَتَاهَا فِي النِّقَابِ

اس شعر کا مفہوم سابقہ شعر کی طرح ہے شاعر اس کے احسانات کو خوب صورت حسین و جمیل عورت سے تشبیہ دے رہا ہے کہ جب وہ ظاہر ہوتی ہے تو اس کے چہرے کی چمک دمک کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور جب وہ نقاب میں ہوتی ہے تو اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔

اس شعر میں ''استعارہ مکنیہ اصلیہ مرشحہ'' ہے شاعر نے ممدوح کے احسان کو خوب صورت عورت سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو حذف کر کے مشبہ کو ذکر کیا ''وجنتاها'' لازم ہے اور ''نقاب'' ترشیح ہے، جس کا قرینہ حالیہ ہے۔

(17)

وَلَيْسَتْ بِالْعَوَانِ الْعَنْسِ عِنْدِيْ   وَلَا هِيَ مِنْکَ بِالْبِكْرِ الْكِعَابِ

اس شعر میں شاعر ممدوح کے احسان کو خوب صورت دوشیزہ سے تشبیہ دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس کا احسان اس ادھیڑ پن خاتون کی طرح نہیں ہے اور نہ اس عورت کی طرح جو بڑی عمر تک بغیر شادی کے زندگی کے دن کاٹ رہی ہے، بلکہ ایسی نوجوان لڑکی کی طرح ہے جسکا جمال نگاہوں کو خیرہ کر رہا ہو۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ تیرا احسان کرنا میرے پاس بڑی عمر والی عورت کی طرح پرانا نہیں ہے کیونکہ تو احسان پر احسان کیے جا رہا ہے اور یہ احسان تیرے نزدیک جوان نہیں یعنی مجھ پر تیرا احسان پہلا نہیں ہے۔

شعر کے دونوں مصرعوں میں تشبیہ بلیغ ہے کیونکہ ادات تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں محذوف ہیں پہلی تشبیہ میں وجہ شبہ اعجاب ہے اور دوسری میں اعتیاد ہے عوان اور بکر کے درمیان طباق ایجاب ہے۔

(18)

فَلَا يَبْعُدُ زَمَانٌ مِنْکَ عِشْنَا   بِنَضْرَتِهٖ وَرَوْنَقِهِ الْعُجَابِ

اس شعر میں شاعر ممدوح کے ساتھ جو خوشگوار وقت گزارا ہے اس کو یاد کر رہا ہے اور تنعم پسندی، عیش کوشی اور خوش حالی کے ساتھ جو خوشگوار زندگی گزاری اس کو بیان کر رہا ہے اور تمنا کر رہا ہے کہ یہی سلسلہ برقرار رہے، ابھی ختم نہ ہو۔

''زمان'' میں ''استعارہ مکنیہ اصلیہ'' ہے، شاعر نے ''زمان'' کو ''نبات'' سے تشبیہ دی، مشبہ بہ کو حذف کر کے مشبہ کو ذکر کیا اور مشبہ بہ کے لازم ''نضرۃ و رونق'' کو بیان کیا۔

(19)

كَأَنَّ الْعَنْبَرَ الْهِنْدِيَّ فِيْهِ   وَفَأْرَ الْمِسْکِ مَفْضُوْضَ الرِّضَابِ

اس شعر میں شاعر اپنے ممدوح کے زمانہ کو ہندوستانی خوشبو سے عنبر اور مشک کی خوشبو سے معطر قرار دیتا ہے اور اس کی مدّتِ حکومت کو داد و تحسین دے رہا ہے کہ اس کے زمانہ میں چاروں طرف خوش حالی اور مال کی فراوانی تھی، ہر شخص خوش حال زندگی گزار رہا تھا، کسی انسان کو اس کے مستقبل کے تاریک ہونے کی فکر نہیں ستا رہی تھی، ہر انسان کا مستقبل درخشاں و روشن نظر آتا تھا۔

شعر میں تشبیہ مرسل و مجمل ہے۔

(20)

لَيَالِيْهٖ لَيَالِيْ الْوَصْلِ تَمَّتْ   بِأَيَّامٍ كَأَيَّامِ الشَّبَابِ

شاعر اس شعر میں بھی ممدوح کے زمانہ کی تعریف کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اُس کی راتیں محبوب سے وصال کی راتیں ہیں، ایسی راتیں جو جوانی کے زمانہ میں گزری ہیں یعنی ممدوح کے زمانہ کے رات و دن بہت اچھے ہیں۔

شعر کے پہلے مصرعہ میں تشبیہ بلیغ اور دوسرے میں تشبیہ مرسل و مجمل ہے، اس شعر میں مراعاۃ النظیر ہے کیونکہ وصل کے ساتھ شباب کو ذکر کیا گیا ہے اور وصل کے ساتھ ليالي مذکور ہے، اسی طرح صنعت تکریر دو جگہ ہے اس طرح کہ پہلے مصرع میں ليالي اور دوسرے میں أيام مکرّر ہے۔

معلومات کی جانچ:

۱۔ مناسب مصرعے کے ذریعہ مندرجہ ذیل اشعار مکمل کیجیے۔

سلام الله عدة رمل خبت ____________________

فلا يغبب محلک کل يوم ____________________

سقت جودا نوالا منک جودا ____________________

وأخلاق كأنّ المسک فيها ____________________

۲۔درج ذیل اشعار کا با محاورہ ترجمہ کیجیے۔

ذكرتک ذكرة جذبت ضلوعي إليک كأنها ذكرى تصابي
فثم الجود مشدود الأواخي وثم المجد مضروب القباب
تفيض سماحة والمزن مكد وتقطع والحسام العضب ناب
ويحسب ما يفيد بلا نوال وتعطي ما تفيد بلا حساب
ذكرت صنيعة لک ألبستني أثيث المال والنعم الرغاب

۳۔درج ذیل اشعار پر درست اعراب لگائیے۔

ويغدو يستثيب بلا نوال ونيلک كله لا للثواب
تجدد كلما لبست وتبقى إذا ابتذلت وتخلق في الحجاب
اذا ما أبرزت زادت ضياء وتشحب وجنتاها في النقاب
وليست بالعوان العنس عندى ولا هي منک بالبكر الكعاب
فلا يبعد زمان منک عشنا بنضرته ورونقه العجاب

۴۔حسب ذیل اشعار کے ادبی محاسن پر روشنی ڈالیے؟

فثم الجود مشدود الأواخي وثم المجد مضروب القباب
وكم أحييت من ظن رفات بها وعمرت من أمل خراب

۵۔مندرجہ ذیل الفاظ کے معنیٰ بیان کیجیے۔

خبت	اللباب	ضلوع	ذكرى	السحاب
الجناب	الأواخي	القباب	يمين	طموح
مكد	حسود	نوال	تعطى	صنيعة
ابتذلت	تشحب	عشنا	مفضوض	الرضاب

15.8 اکتسابی نتائج

ابوتمام کا یہ قصیدہ مدح کے باب میں ہے اس نے ابن ھیثم کی تعریف وتوصیف میں اشعار لکھے جس میں نہایت ہی عمدہ اسلوب اور دلکش تعبیرات کا استعمال کیا اور کلام کو تشبیہات واستعارات سے مرصع ومزین کیا۔

ابوتمام کے اشعار کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں:

(۱) معانی میں خفا وغموض: یہ وصف اس کے خصائص میں بڑی خاصیت کا حامل شمار کیا جاتا ہے، وہ اس نظریے کے مخالف تھا کہ قدیم شعرا تمام

معانی وموضوعات کو اپنے اشعار میں ڈھال چکے ہیں اور بعد میں آنے والے شعرا ان کے محتاج ہیں اسی وجہ سے وہ اپنے اشعار میں جدید معانی پیش کرتا یہاں تک کہ نقاد نے اسے جدید معانی پیش کرنے والے شعرا میں اوّل درجہ دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کے اشعار میں غموض وخفا پایا جاتا ہے۔

(۲) بدیع کے استعمال میں تکلف اور اسراف: ابوتمام کا شمار ان شعرا میں کیا جاتا ہے جو بتکلف اشعار کہتے تھے، خاص طور پر محسنات بدیعیہ کے استعمال میں، اس کے اشعار میں طباق، جناس، مقابلہ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

(۳) مجازات کا کثرت سے استعمال: ابوتمام محسنات لفظیہ کے کثرت استعمال کے ساتھ ساتھ علم بیان کی اقسام کو بھی کثرت سے استعمال کرتا تھا جس میں تشبیہ واستعارہ ہے اور بطور خاص اس نے مجاز کی تمام اقسام وصورتیں اپنے اشعار میں ذکر کی ہیں یہاں تک کہ بسا اوقات اشعار سمجھنے میں تفکر وتأمل کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۴) مبالغہ: ابوتمام نے اپنے مدحیہ اشعار میں واقعی کیفیت کے بجائے مبالغہ آرائی سے بھی کام لیا ہے اور اپنے ممدوح میں وہ اوصاف ذکر کیے ہیں جو اس میں نہیں پائے جاتے۔

ابوتمام کا یہ قصیدہ چونکہ مدح میں ہے تو اس کے مدحیہ اشعار کی خصوصیات اور باب مدح میں اس کے تفوق کو ذکر کیا جاتا ہے:

ابوتمام کی شاعری کا اکثر حصہ مدح میں ہے کیونکہ وہ ان شعرا میں ہے جو اپنے اشعار کے ذریعے انعامات واموال حاصل کرتے، وہ اپنے اطراف واکناف کے شہروں میں پھرتا اور مدح وتوصیف میں اشعار کہتا یہاں تک کہ جب معتصم سے ملا اور اس کی مدحت کی اور اس کا خاص شاعر بنا تو اس کی امید پوری ہوئی اور اس کی آرزو برآئی۔

ابوتمام کے مدحیہ قصائد کے معانی تقلیدی ہیں جیسا کہ عادتاً شعرا اپنے ممدوحین کو ان اوصاف سے متصف کرتے ہیں جس سے ان کے نفوس خوش ہوتے ہیں اور انہیں راحت حاصل ہوتی ہے جیسے شجاعت وبہادری، جرأت مندی واقدام، بصیرت وتفکر، ہوشیاری وزیرکی، حوادث ومعاملات پر گہری نظر، دشمن پر غلبہ، دین میں اخلاص، بڑے کارنامے، ہر رفعت وبلندی کی خواہش اور خاص طور پر سخاوت وکرم نوازی وغیرہ۔

بطور مثال یہاں دو شعر ذکر کیے جاتے ہیں:

هُوَ الْبَحْرُ مِنْ أَيِّ النَّوَاحِي أَتَيْتَهُ   فَلُجَّتُهُ الْمَعْرُوفُ وَالْجُوْدُ سَاحِلُهُ

وہ سمندر ہے تو جس طرف سے اس کے پاس آئے (دیکھے گا کہ) بھلائی اس کا تلاطم اور سخاوت اس کا کنارہ (ساحل) ہے۔

تَعَوَّدَ بَسْطَ الْكَفِّ حَتّٰى لَوْ أَنَّهُ   ثَنَاهَا لِقَبْضٍ لَمْ تُطِعْهُ أَنَامِلُهُ

وہ کشادہ دستی کا عادی ہے یہاں تک کہ اگر کسی چیز کو پکڑنے کے لیے ہاتھ موڑے تو انگلیاں اس کی اطاعت نہیں کرتی۔

ابوتمام اکثر مدحیہ اشعار میں قدیم شعرا کا اسلوب اختیار کرتا ہے لیکن بسا اوقات مدحیہ قصیدہ کا آغاز حکمت سے بھرپور اشعار کے ذریعہ بھی کرتا ہے جیسا کہ عموریہ نامی مقام کے فتح ہونے کے بعد اپنے قصیدۂ بائیہ کے شروع میں ذکر کیا کہ تلواریں نجومیوں کی کتابوں سے زیادہ سچی ہیں۔

ابوتمام نے اس قصیدہ میں ابن ہیثم کی تعریف وتوصیف کی اور اس کی صفت جود وسخا کو بیان کیا اور اس کے اخلاق، کرم نوازی، احسانات کے علاوہ اس کے ساتھ گزرے ہوئے ایام کی یاد تر وتازہ کر دی۔ یہ قصیدہ عمدہ معانی اور بہترین تعبیرات پر مشتمل ہے جو ابوتمام کے مقتدر الکلام اور جلیل القدر شاعر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

15.9 امتحانی سوالات کے نمونے

۱۔قصیدۂ ابوتمام کا خلاصہ لکھیے۔

۲۔ابتدائی پانچ اشعار کی تشریح کیجیے۔

۳۔ابوتمام کی شعری خصوصیات پر جامع نوٹ لکھیے۔

۴۔ابوتمام کے دو عمدہ اشعار تحریر کیجیے، اعراب لگائیے اور اس کا ترجمہ کیجیے۔

۵۔آخری پانچ اشعار کی جامع تشریح کیجیے۔

15.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

۱۔تاریخ الأدب العربي	أحمد حسن زيات
۲۔تاریخ الأدب العربي	حنا الفاخوري
۳۔شرح ديوان أبي تمام	خطيب التبريزي
۴۔شرح ديوان أبي تمام	أبو بكر محمد بن يحيى الصولي
۵۔أخبار أبي تمام	محمد علي الزاهدي الجيلاني

اکائی 16 قصیدہ: "أمن تذكر جيران بذي سلم" از: بوصیری

(ابتدائی بیس اشعار)

اکائی کے اجزا

16.1 تمہید
16.2 مقصد
16.3 بوصیری۔حیات وشاعری
16.3.1 حیات
16.3.2 شاعری
16.3.3 مدائح نبویہ
16.3.4 قصیدۂ بردہ
16.4 عربی اشعار
16.5 فرہنگ
16.6 اشعار کا ترجمہ
16.7 اشعار کی تشریح
16.8 اکتسابی نتائج
16.9 امتحانی سوالات کے نمونے
16.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

16.1 تمہید

خلافت عباسیہ جب تک عروج پر تھی مسلمانوں کی حالت ہر اعتبار سے بہتر تھی، مال کی فراوانی تھی اور علوم وفنون میں ترقی ہو رہی تھی، بیرونی حملوں کے وقت مدافعت اور اقدامی کارروائیاں زور شور پر تھی، خلافت عباسیہ کے دور میں جب بھی صلیبی حملے ہوئے تو اُس کا پوری قوت کے ساتھ جواب دیا گیا،لیکن آہستہ آہستہ امور سلطنت پر خلفا کی گرفت کمزور ہوئی آخر کار خلافت عباسیہ زوال وانحطاط سے دوچار ہونے لگی، بغداد پر تاتاریوں نے حملہ کر کے تباہی مچائی،نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کے بعد ان کا سا کوئی جانشین نہ رہا۔

امام بوصیری خانہ جنگی اور مسلمانوں کے لیے اس آزمائشی دور کے شاعر ہیں، امام بوصیری ایک اچھے انشا پرداز اور صوفی شاعر ہیں، اُنہوں نے بلبیس اور محلہ کبرٰی میں کاتب کی حیثیت سے کام کیا، ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف اخذ کیا اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ ابوالعباس مرسی سے استفادہ کیا۔امام بوصیری مدیح نبوی سے مشہور ہوئے،اُن کی شاعری میں سلاست وشگفتگی ہے،تشبیہ واستعارہ کا استعمال بہت ہے، مدائح نبوی میں بوصیری کا ''قصیدہ بردہ'' سرفہرست ہے۔

16.2 مقصد

اس اکائی کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو عصر عباسی کے اہم شاعر امام بوصیری کے کلام اور ان کی خصوصیات سے روشناس کرایا جائے اور یہ بتایا جائے کہ شعرا کے درمیان امام بوصیری کا مقام کیا ہے؟ ناقدین نے ان کے بارے میں کیا کہا ہے؟ بوصیری کا ''قصیدۃ البردۃ'' کے نام سے ایک مشہور قصیدہ ہے،اس کے ابتدائی بیس اشعار بطور نمونہ آپ کے مطالعہ کے لیے دیے گئے ہیں۔

16.3 بوصیری: حیات وشاعری

16.3.1 حیات

امام بوصیری کا نام محمد بن سعید بن حماد ہے،کنیت ابوعبداللہ ہے اور لقب شرف الدین ہے، والد مصر کے مقام بوصیر کے اور والدہ مقام دلاص کی ہیں، اس لیے آپ کو بوصیری بھی کہا جاتا ہے اور دلاصی بھی، نیز دونوں مقامات کی طرف نسبت کرتے ہوئے دلاصیری بھی کہا جاتا ہے لیکن بوصیری سے شہرت رکھتے ہیں، ولادت 608ھ میں ہوئی اور وصال 696ھ میں ہوا۔

بوصیری بڑی جسامت والے نہ تھے،طبیعت میں سخاوت تھی،شمالی افریقہ میں پھیلے ہوئے قبیلہ صنہاجہ سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے والد اپنے مقام سے قاہرہ منتقل ہوئے جہاں آپ نے کمسنی سے ہی تعلیم حاصل کی،لڑکپن میں حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کر کے کئی علمائے اُعلام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے رہے اور اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔

امام بوصیری صنعت کتابت وانشا پردازی میں مہارت رکھتے تھے، وہ دو الفاظ کو جوڑ کر نیا لفظ تخلیق کرتے تھے جسے اہل لغت ''منحوت'' کہتے ہیں،جیسا کہ اُنہوں نے اپنی چادر (کساء) کو ''کِسَاط'' کہا،اُن سے کہا گیا کہ آپ نے چادر (کساء) کو یہ نام کیوں دیا؟ کہا: میں کبھی اُس پر بیٹھتا ہوں تب وہ میرے لیے ''بساط'' ہے اور کبھی اُسے اُوڑھتا ہوں تب وہ میرے لیے ''کساء'' (چادر) ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے عبد شمس کی طرف منسوب شخص کو ''عبشمی'' کہا جاتا ہے۔

آپ کے دور میں مصر کی حالت نہایت ابتر تھی، سلطان صلاح الدین ایوبی کا وصال ہو چکا تھا، سلطان کا بھائی الملک العادل مصر وشام پر حاکم تھا لیکن تمام اسلامی خطے صلیبی حملوں کے کالے سایے میں تھے اور سلطان کے بعد مسلمانوں کی کوئی مرکزی قوت نہیں تھی، حکمرانوں میں سیاسی کشمکش اور حکمرانی کا جنون تھا، امرا و حکام ہوں یا چھوٹے عہدیدار، ہر شخص رشوت، خیانت، سودخوری، غصب، لوٹ مار، جھوٹ جیسی بیماریوں کے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا، امام بوصیری کا ایک طویل قصیدہ اس دور کے حالات کی عکاسی کرتا ہے اُس کے منتخب اشعار ملاحظہ ہوں:

فقدت طوائف المستخدمينا

فلم أر فيهم رجلا أمينا

میں نے تمام عہدیداروں کے گروہوں کو غور سے دیکھا تو میں نے اُن کے درمیان کوئی ایک امانت دار مرد نہ پایا۔

فقد عاشرتهم ولبثت فيهم

مع التجريب من عمري سنينا

تو میں اُن کے ساتھ رہا اور اُن میں تجربہ کرتے ہوئے اپنی عمر کے کئی سال گزارے۔

فكتاب الشمال هم جميعا

فلا صحبت شمالهم اليمينا

وہ سب ہی برے قلمکار ہیں اور اُن بروں کے ساتھ اچھا نہیں رہا۔

فكم سرقوا الغلال وما عرفنا

بهم فكأنما سرقوا العيونا

اُنہوں نے کتنا ہی محصول چرایا اور ہم اُنہیں نہ جان سکے گویا اُنہوں نے آنکھوں کو ہی چرالیا۔

ولو لا ذاک ما لبسوا حريرا

ولا شربوا خمور الأندرينا

اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ نہ ریشم پہنتے اور نہ مقام اندرین کی شراب پیتے۔

تنسک معشر منهم وعدوا

من الزهاد والمتورعينا

ان میں ایک گروہ زاہد بنا بیٹھا ہے اور وہ گروہ زہاد اور اصحاب ورع میں شمار کیا جاتا ہے۔

وقيل لهم دعاء مستجاب

وقد ملأوا من السحت البطونا

اور کہا جاتا ہے کہ اُن کی دعا مقبول ہوتی ہے جب کہ اُنہوں نے حرام سے پیٹ بھر رکھے ہیں۔

16.3.2 شاعری

امام بوصیری کی شاعری میں غایت درجہ حسن ولطافت، الفاظ میں حلاوت وشیرینی اور ترکیب میں خوب صورتی ہے، امام بوصیری کی شاعری میں انوکھی تشبیہات اور نرالے استعارات ہیں، علم بیان ومعانی کی خوبیوں کے ساتھ محسنات جا بجا ملتے ہیں، اس کے باوجود شعر تصنع اور تکلف سے خالی ہے۔ شیخ فتح الدین کے مطابق امام بوصیری، جزار اور وراق سے بڑے شاعر ہیں۔

امام بوصیری نے امرا وحکام کی تعریف میں کئی قصائد لکھے، لیکن سب سے اچھے قصائد وہ ہیں جو مدائح نبوی میں کہے ہیں۔

16.3.3 مدائح نبویہ

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں کئی قصائد لکھے، ایک قصیدہ ہمزیہ ہے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے ؎

لیس ترقی رُقِیّک الأنبیاء　　　　یاسماء ماطاولتها سماء

انبیا آپ کے مرتبہ عالیہ پر نہیں پہنچ سکتے اے بلند ذات! آسمان جس کی بلندی کو نہیں پا سکتا۔

بوصیری کا ایک قصیدہ، قصیدۂ بانت سعاد کے طرز پر ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

إلی متی أنت باللذات مشغول　　　　وأنت عن کل ماقدمت مسؤول

تو کب تک لذتوں میں مصروف رہے گا؟ جب کہ تیرے تمام اعمال کے بارے میں تجھ سے پوچھا جائے گا۔

اس قصیدے میں غم واندوہ کو بیان کرتے ہوئے امام بوصیری نے بہترین تشبیہ دی:

لاتمسک الدمع من حزن عیونهم　　　　إلا کما تمسک الماء الغرابیل

اُن کی آنکھیں غم کی وجہ سے آنسوؤں کو اتنا ہی روکتی ہیں جتنا چھلنیاں پانی کو روک پاتی ہیں۔

16.3.4 قصیدۂ بردہ

امام بوصیری نے بیان کیا کہ مجھے فالج کا مرض لاحق ہوا، جس کے باعث میرا نصف بدن ناکارہ ہو چکا تھا، اس حالت میں، میں نے یہ ''قصیدۂ بردہ'' لکھا اور اس کے ذریعے اللہ تعالی سے میری عافیت کے لیے دعا کی اور اسے دہراتا رہا، روتا، دعا کرتا، اسی حالت میں سو گیا، میں عالمِ خواب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا اور دیکھا کہ آپ نے اپنے دست مبارک سے میرے چہرہ پر مسح فرمایا اور مجھ پر ایک چادر ڈال دی، میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے اندر ایک قوت محسوس کی، میں اپنے گھر سے نکلا، میں نے یہ بات کسی کو بتائی نہیں تھی، ابوالرّجاء نامی ایک بزرگ نے مجھ سے ملاقات کر کے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے وہ قصیدہ سناؤ جس میں تم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی ہے، میں نے کہا: کونسا قصیدہ؟ اُنہوں نے فرمایا: وہی قصیدہ جو تم نے اپنے مرض کی حالت میں کہا ہے، یہ کہہ کر انھوں نے قصیدہ بردہ کا پہلا شعر پڑھا اور فرمایا: قسم بخدا! کل رات ہم نے سنا کہ یہ قصیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں پیش کیا جا رہا ہے اور میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پسند فرما رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصیدہ پڑھنے والے کو اپنی چادر اڑھا دی۔ تب امام بوصیری نے اُس بزرگ کو ''قصیدہ بردہ'' سنایا دیکھتے ہی دیکھتے اس کی قبولیت وشہرت میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا گیا۔

16.4 عربی اشعار

1 أَمِنْ تَـذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَـلَمِ — مَزَجْتَ دَمْعًـا جَرٰى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ
2 أَمْ هَبَّتِ الرِّيْحُ مِنْ تِلْقَـاءِ كَـاظِمَةٍ — وَأَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَـاءِ مِنْ إِضَمِ
3 فَمَا لِعَيْنَيْكَ إِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا — وَمَا لِقَلْبِكَ إِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِـمِ
4 أَيَحْسَبُ الصَّبُّ أَنَّ الْحُبَّ مُنْكَتِـمٌ — مَا بَيْنَ مُنْسَـجِمٍ مِّنْهُ وَمُضْـطَرِمِ
5 لَوْلَا الْهَوٰى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰى طَلَلٍ — وَلَا أَرِقْتَ لِـذِكْرِ الْبَـانِ وَالْعَلَـمِ
6 فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَمَا شَـهِدَتْ — بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ
7 وَأَثْبَتَ الْـوَجْدُ خَـطَّيْ عَبْرَةٍ وَّضَـنًى — مِثْلَ الْبَهَـارِ عَلٰى خَدَّيْكَ وَالْعَنَـمِ
8 نَعَمْ سَـرٰى طَيْفُ مَنْ أَهْـوٰى فَـأَرَّقَنِي — وَالْحُبُّ يَعْتَـرِضُ اللَّـذَّاتِ بِالْأَلَـمِ
9 يَا لَائِمِيْ فِي الْهَوَى الْعُذْرِيِّ مَعْـذِرَةً — مِنِّيْ إِلَيْـكَ وَلَوْ أَنْصَفْـتَ لَمْ تَلُـمِ
10 عَدَتْــكَ حَالِيَ لَا سِرِّيْ بِمُسْـتَتِرٍ — عَنِ الْوُشَـاةِ وَلَا دَائِيْ بِمُنْحَسِـمِ
11 مَحَضْتَنِي النُّصْحَ لٰكِنْ لَسْتُ أَسْمَعُهُ — إِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُـذَّالِ فِيْ صَمَـمِ
12 إِنِّي اتَّهَمْتُ نَصِيْحَ الشَّـيْبِ فِيْ عَذَلِيْ — وَالشَّـيْبُ أَبْعَـدُ فِيْ نُصْحٍ عَنِ التُّهَمِ
13 فَـإِنَّ أَمَّارَتِي بِالسُّـوْءِ مَـا اتَّعَظَتْ — مِنْ جَهْلِـهَا بِنَذِيْرِ الشَّـيْبِ وَالْهَـرَمِ
14 وَلَا أَعَـدَّتْ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيْلِ قِرٰى — ضَـيْفٍ أَلَـمَّ بِرَأْسِيْ غَيْرَ مُحْتَشِـمِ
15 لَوْ كُنْتُ أَعْلَـمُ أَنِّيْ مَـا أُوَقِّرُهُ — كَتَمْتُ سِـرًّا بَـدَا لِيْ مِنْهُ بِالْكَتَمِ
16 مَنْ لِيْ بِرَدِّ جِمَـاحٍ مِنْ غَوَايَتِهَـا — كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْـلِ بِاللُّـجُمِ
17 فَـلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِيْ كَسْـرَ شَهْوَتِهَا — إِنَّ الطَّعَـامَ يُقَوِّيْ شَـهْوَةَ النَّهِمِ
18 وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ إِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰى — حُبِّ الرِّضَاعِ وَإِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِـمِ
19 فَاصْرِفْ هَوَاهَـا وَحَاذِرْ أَنْ تُوَلِّيَهُ — إِنَّ الْهَوٰى مَا تَـوَلّٰى يُصْمِ أَوْ يَصِمِ
20 وَرَاعِهَـا وَهْيَ فِي الْأَعْمَالِ سَـائِمَةٌ — وَإِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعٰى فَلَا تُسِـمِ

16.5 فرہنگ

(ا)

تَـذَكُّرٍ: تَـذَكَّرَ يَتَـذَكَّرُ تَـذَكُّرًا (باب تفعل) الشيء یادکرنا

جیرانٍ: جَارٌ (ج) جِيْرَان و جِيْرَة و جِوَارٌ پڑوسی، پناہ دینے والا، پناہ لینے والا

مَزَجْتَ: مَزَجَ يَمْزُجُ مَزْجًا و مِزَاجًا (ن) الشراب بالماء پانی ملانا

دَمْعًا: دَمْعٌ (ج) دُمُوْعٌ و أَدْمُعٌ آنسو۔ دَمِعَ يَدْمَعُ (ف، س) دَمَعًا و دُمُوْعًا العين آنسو بہنا

مُقلَةٍ: مُقْلَةٌ (ج) مُقَلٌ آنکھ کا ڈھیلا، آنکھ

بِدَمِ: دَمٌ (ج) دِمَاءٌ خون

(۲)

هَبَّتْ: هَبَّ يَهُبُّ هُبُوْبًا و هَبِيْبًا (ن) و هَبًّا الريحُ ہوا کا چلنا

الريحُ: رِيْحٌ (ج) أَرْيَاحٌ و رِيَاحٌ (جمع الجمع) أَرَاوِيْحُ ہوا، بو، رحمت، اچھی چیز

تلقـاء: یہ لِقَاءٌ کا اسم ہے، ملاقات کی جگہ، جہت، جانب

كـاظِمَة: مدینہ منورہ کا نام، بحرین اور بصرہ کے درمیان ایک مقام کا نام

أومَضَ: أَوْمَضَ يُوْمِضُ إِيْمَاضًا (باب إفعال) البرقُ بجلی کا آہستہ چمکنا

البرقُ: بَرْقٌ (ج) بُرُوْقٌ بجلی۔ بَرِقَ يَبْرَقُ بَرْقًا و بُرُوْقًا و بَرِيْقًا (س) الشيء چمکنا، روشن ہونا

الظَّلمـاء: الظَّلَامُ وَ الظَّلْمَاء تاریکی، ابتدائی رات۔ ظَلِمَ يَظْلَمُ ظَلْمًا (س) و أَظْلَمَ اللَّيْلُ (باب إفعال) رات کا تاریک ہونا

إضَم: مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے

(۳)

لِعَينـيک: عَيْنٌ (ج) أَعْيُن و عُيُوْن آنکھ

قُلتَ: قَالَ يَقُوْلُ قَوْلًا و قِيلًا و مَقَالًا (ن) کہنا، بولنا

اكْفُفَا: كَفَّ يَكُفُّ كَفًّا (ن) عن الامر باز رہنا

كَفَّهُ ـــــــــ عن الامر: باز رکھنا، روکنا

هَمَتَا: هَمٰى يَهْمِيْ هَمْيًا و هَمَيَانًا (ض) الماء أو الدمعُ پانی یا آنسو بہنا، جاری ہونا

لقلبِک: قَلْبٌ (ج) قُلُوْبٌ دل، عقل

استَفِقْ: اِسْتَفَاقَ الرجل من نومه أو مرضه أو غفلته بمعنى أفاقَ

أَفَاقَ يُفِيْقُ إِفَاقَةً من مرضه: صحتیاب ہونا

(۴)

يَحْسَب: حَسِبَ يَحْسَبُ حِسْبَانًا و مَحْسَبَةً (س) گمان کرنا

الصَبُّ: صَبٌّ (ج) صَبُّوْنَ عاشق۔ صَبَّ يَصَبُّ (س) صَبَابَةً إليه عاشق ہونا

مُنكَتِمٌ: اِنْكَتَمَ يَنْكَتِمُ اِنْكِتَامًا (باب انفعال) چھپنا

منسَجِمٍ :اِنْسَجَمَ يَنْسَجِمُ اِنْسِجَامًا الماء پانی گرنا، بہنا

مُضْطَرِمٍ :اِضْطَرَمَ يَضْطَرِمُ اِضْطِرَامًا (باب افتعال) النارُ مشتعل ہونا، غصہ سے بھڑک اٹھنا

(۵)

الهوى : هَوِيَ يَهْوٰى هَوىً (س) محبت کرنا

تُرِقُ : أَرَاقَ يُرِيْقُ إِرَاقَةً (باب افعال) الماءَ گرانا، بہانا

طَلَلٍ : طَلَلٌ (ج) اَطْلَالٌ و طُلُوْلٌ بلند جگہ، ویران مکانات کے نشانات

أَرِقْتَ : أَرِقَ يَأْرَقُ أَرَقًا (س) رات میں نیند نہ آنا، جاگنا

البانِ : اَلْبَانُ ایک قسم کا درخت ہے جس کے پتے بید کے پتے کی طرح ہوتے ہیں اور اس کے پھل سے خوشبودار تیل نکلتا ہے۔ اس سے مراد وہ معروف درخت جو مکہ مکرمہ کے قریب ہے جس کے نیچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوکر صحابۂ کرام سے کلام فرماتے۔ (عصیدۃ الشھدۃ)

العَلَمِ : عَلَمٌ (ج) أَعْلَامٌ اونچا پہاڑ، جھنڈا، راستہ کا نشان

(۶)

تُنْكِرُ : أَنْكَرَ يُنْكِرُ إِنْكَارًا (باب افعال) حَقَّهٗ حق کا انکار کرنا

شَهِدَتْ : شَهِدَ يَشْهَدُ (س،ک) شَهَادَةً لِفُلَانٍ أو علىٰ فُلَان گواہی دینا

عَدْلٌ (ج) عُدُوْلٌ عادل، انصاف کرنے والا

السَّقَمِ : اَلسَّقَمُ وَ السُّقْمُ (ج) اَسْقَامٌ بیماری

سَقِمَ يَسْقَمُ (س،ن) سَقْمًا و سُقْمًا و سَقَامًا بیمار ہونا، دیر تک بیمار رہنا

(۷)

أثبتَ : أَثْبَتَ يُثْبِتُ إِثْبَاتًا (باب افعال) ثابت کرنا۔ اَلْحَقَّ دلائل سے مؤکد کرنا

وَجَدَ يَجِدُ وَجْدًا وَ جِدَةً (ض) عليه غمگین ہونا، غضبناک ہونا۔ بفلان بہت محبت کرنا

اَلْوَجْدُ : غم، محبت

خَطَّيْ : (تثنیہ) خَطٌّ (ج) خُطُوْط تحریر، کتابت، لکیر، لمبا راستہ

عَبْرَةٍ : عَبْرَةٌ (ج) عِبَرٌ و عَبَرَاتٌ آنسو، غم

و ضَنًى : ضَنِيَ يَضْنَى ضَنًى (س) مرض کی وجہ سے کمزور ولاغر ہونا

البَهَارِ : اَلْبَهَارُ (ج) بَهَارَاتٌ خوب صورتی، ایک قسم کا خوشبودار پھول جس کو "عین البقر" بھی کہتے ہیں۔

خَدَّيْكَ : (تثنیہ) خَدٌّ (ج) خُدُوْدٌ رخسار، چھوٹی ندی، طریقہ

الْعَنَمِ : ایک درخت ہے جس کا پھول سرخ رنگ کا ہوتا ہے اور جس سے رنگے ہوئے پورے کو تشبیہ دیتے ہیں۔

(۸)

سَـرَی: یَسرِيْ سرًی و سَرَیَانًا (ض) رات میں چلنا

طیفُ: طَافَ یَطِیْفُ طَیْفًا (ض) الخیالُ خواب میں خیال آنا

فـأَرَّقَنِي: أَرَّقَ یُؤَرِّقُ تَأرِیْقًا (باب تفعیل) بیدار رکھنا

یعتَـرِضُ: اِعْتَـرَضَ یَعْتَـرِضُ اِعْتِرَاضًا (باب افتعال) لَهُ بِسَهْمٍ سامنے آکر تیر مارنا۔ دون الشيء حائل ہونا، روک بننا

اللـذاتِ: لَذَّةٌ (ج) لَذَّاتٌ خوشی، مزہ

بالأَلَـمِ: أَلَمٌ (ج) آلامٌ دکھ، درد۔ أَلِمَ یَأْلَمُ أَلَمًا (س) دکھی ہونا

(۹)

لائِمِي: لَامَ یَلُوْمُ لَوْمًا و مَلَامًا و مَلَامَةً (ن) في کذا و علی کذا ملامت کرنا

عَذَرَ یَعْذِرُ عُذْرًا و مَعْذِرَةً (ض) علی أو في ما صنع الزام سے بری کرنا، عذر قبول کرنا

مَعـذِرَةٌ: (ج) مَعَاذِرُ مَعَاذِیْرُ عذر، بہانہ

أَنْصَفْـتَ: أَنْصَفَ یُنْصِفُ إِنْصَافًا (باب افعال) الخصمین انصاف سے فیصلہ کرنا

(۱۰)

عَدَتْـــکَ: عَدَا یَعْدُوْ عَدْوًا و عُدْوًا (ن) دوڑنا، آگے بڑھنا

سِـرِّي: سِرٌّ (ج) أَسْرَارٌ راز، بھید

بِمُسْـتَتِرٍ: اِسْتَتَرَ یَسْتَتِرُ اِسْتِتَارًا (باب افتعال) چھپنا، ڈھک جانا

الوُشـاةِ: وَشَی یَشِيْ وَشْیًا و وِشَایَةً (ض) الکلامَ جھوٹ بولنا

وَشَی یَشِيْ وَشْیًا و وِشَایَةً بهٖ إلی الملک: چغل خوری کرنا۔ اَلْوَاشِيْ (ج) وُشَاةٌ چغل خور

دائي: دَاءٌ (ج) أَدْوَاءٌ بیماری

بِمُنحَسِـــمٍ: اِنْحَسَمَ یَنْحَسِمُ اِنْحِسَامًا (باب انفعال) جڑ سے کٹنا

(۱۱)

مَحَضْتَنِي: مَحَضَ یَمْحَضُ مَحْضًا (ف) الودَّ أو النُّصْحَ خالص دوستی یا خیر خواہی کرنا

النُّصْـحَ: نَصَحَ یَنْصَحُ نَصْحًا و نُصْحًا و نَصَاحَةً (ف) فلانًا و بِفُلان نصیحت کرنا، مخلص ہونا

العُـذَّالِ: عَذَلَ یَعْذِلُ (ض، ن) عَذْلًا ملامت کرنا

صَمَـمٍ: صَمَّ یَصَمُّ (س) صَمًّا و صَمَمًا بہرا ہونا۔ اَلصَّمَـمُ بہرا پن

(١٢)

اتَّهَمْتُ : اتَّهَمَ يَتَّهِمُ اِتِّهَامًا (باب افتعال) بكذا تہمت لگانا، بدگمانی کرنا

نصيحٌ : نَصِيْحٌ (ج) نُصَحَاءُ نصیحت کرنے والا، خیرخواہ

الشَّيْبِ : شَابَ يَشِيْبُ شَيْبًا و مَشِيْبًا سفید بالوں والا ہونا، بوڑھا ہونا

التُّهَمِ : التُّهَمَةُ و التُّهْمَةُ (ج) تُهَمٌ و تُهَمَاتٌ تہمت، شک

(١٣)

أَمَّارَتِيْ : أَمَرَ يَأْمُرُ أَمْرًا (ن) حکم دینا۔ أَلْأَمَّارَةُ بہت حکم دینے والی، برائی پر اکسانے والی

بالسـوءِ : سَاءَ يَسُوْءُ سُوْءً (ن) الشيء قبیح ہونا، برا ہونا

سُوْءٌ (ج) أَسْوَاء آفت، شر وفساد

اتَّعَظَتْ : اتَّعَظَ يَتَّعِظُ اِتِّعَاظًا (باب افتعال) نصیحت قبول کرنا، نصیحت پر عمل کرنا

جهلِـهَا : جَهِلَ يَجْهَلُ جَهْلًا و جَهَالَةً (س) نہ جاننا، ان پڑھ ہونا

بِنَذِيْرِ : نَذِيْرٌ (ج) نُذُرٌ ڈرانے والا، قاصد، بڑھاپا (اس لیے کہ یہ قرب موت سے ڈراتا ہے)

الهَـرَمِ : هَرِمَ يَهْرَمُ هَرَمًا و مَهْرَمًا و مَهْرَمَةً (س) کمزور ہونا اور بہت بوڑھا ہونا

(١٤)

أَعَـدَّتْ : أَعَدَّ يُعِدُّ إِعْدَادًا (باب افعال) تیار کرنا، حاضر کرنا

قِرَى : قَرَى يَقْرِيْ قِرًى و قَرَاءًا (ض) الضيف مہمان کی میزبانی کرنا

اَلْقِرَى : مہمانی کا کھانا، پانی جو حوض میں جمع کیا جائے

ضَيفٍ : ضَيْفٌ (و، ج) ضُيُوْفٌ و أَضْيَافٌ مہمان

أَلَـمَّ : أَلَـمَّ يُلِمُّ إِلْمَامًا (باب إفعال) بالقوم و على القوم آکر اتر پڑنا

برأسي : رَأْسٌ (ج) رُؤُوْسٌ و أَرْؤُسٌ سر، سردار

مُحتشَـمِ : اِحْتَشَـمَ يَحْتَشِمُ اِحْتِشَامًا (باب افتعال) منه و عنه احترام کرنا، غضبناک ہونا، منقبض ہونا، شرم کرنا

(١٥)

أعلـمُ : عَلِمَ يَعْلَمُ عِلْمًا (س) الشيء و به جاننا، ادراک کرنا، یقین کرنا، پہچاننا

أُوَقِّرُهُ : وَقَّرَ يُوَقِّرُ تَوْقِيْرًا (باب تفعيل) الشيخ تعظیم کرنا

كتمتُ : كَتَمَ يَكْتُمُ كَتْمًا و كِتْمَانًا (ن) الشيء پوشیدہ کرنا، چھپانا

بَـدَا : بَـدَا يَبْدُوْ بُدُوًّا و بَدَاءًا (ن) ظاہر ہونا

اَلْکَتَمُ: وسمہ جس سے خضاب بناتے ہیں اوراس کی جڑ کو جوش دیکر روشنائی تیار کرتے ہیں۔

(۱۶)

بِرَدِّ: رَدَّیَرُدُّ رَدًّاو مَرَدًّا(ن) عن کذا پھیرنا، واپس کرنا، لوٹانا

جِمَاحٌ: جَمَحَ یَجْمَحُ جَمْحًاو جِمَاحًاو جُمُوْحًا (ف) الفرسُ سرکشی کرنا، سوار کے قابو میں نہ آنا

غَوَایتِھَا: غَوِيَ یَغْوَی غَیًا ۔ غَوَی یَغْوِیْ غَوَایَۃً گمراہ ہونا، محروم ہونا، ہلاک ہونا

الخیلِ: خَیْلٌ (ج) خُیُوْلٌ و أخْیَالٌ گھوڑوں کا گروہ، مجازاً خیل کا اطلاق سواروں پر بھی ہوتا ہے

بِاللُّجُمِ: لِجَامٌ (ج) لُجُمٌ و أَلْجِمَۃٌ لگام

(۱۷)

فلاتَرُمْ: رَامَ یَرُوْمُ رَوْمًا و مَرَامًا الشيء ارادہ کرنا، قصد کرنا

بالمعاصي: مَعْصِیَۃٌ (ج) مَعَاصِیْ گناہ، لغزش

کَسْرَ: کَسَرَ یَکْسِرُ کَسْرًا العودَ توڑنا

شَھوَتَھَا: شَھْوَۃٌ (ج) شَھَوَاتٌ و شُھًی خواہش

یُقَوِّي: قَوَّی یُقَوِّي تَقْوِیَۃً الرجل أو الشيء مضبوط کرنا

النَّھِمِ: نَھِمَ یَنْھَمُ نَھَمًا و نَھَامَۃً فی الأکل حریص ہونا

(۱۸)

کَالطِّفلِ: طِفْلٌ (ج) اَطْفَالٌ بچہ، ہر چیز کا چھوٹا

تُھْمِلْہُ: أَھْمَلَ یُھْمِلُ اِھْمَالاً جان بوجھ کر یا بھولے سے چھوڑ دینا، اچھی طرح سے نہ کرنا

شَبَّ: شَبَّ یَشِبُّ شَبَابًا و شَبِیْبَۃً (ض) الغلامُ جوان ہوانا

الرَّضَاعِ: رَضِعَ یَرْضَعُ (س، ف، ض) رَضْعًا و رِضَاعًا و رِضَاعَۃً الولدُ أمَّہٗ ماں کا دودھ پینا

تَفْطِمْہُ: فَطَمَ یَفْطِمُ فَطْمًا (ض) الولدَ بچّے سے دودھ چھڑانا۔ عنہ روکنا، منع کرنا، چھڑانا

یَنفَطِمِ: اِنْفَطَمَ یَنْفَطِمُ اِنْفِطَامًا (باب انفعال) دودھ چھٹنا۔ عنہ رکنا، باز رہنا

(۱۹)

فاصْرِفْ: صَرَفَ یَصْرِفُ (ض) صَرْفًا پھیرنا، ہٹانا، دفع کرنا، واپس کرنا

حاذِر: حَاذَرَ یُحَاذِرُ مُحَاذَرَۃً (باب مفاعلۃ) ایک دوسرے سے پرہیز کرنا، ڈرتے رہنا

تُوَلِّیَہُ: وَلّٰی یُوَلِّی تَوْلِیَۃً (باب تفعیل) فلانا الامرَ والی مقرر کرنا

تَوَلّٰی: تَوَلّٰی یَتَوَلّٰی تَوَلِّیًا الأمر غالب ہونا، غالب کرنا، ذمہ داری لینا، کسی کے کام کے لیے مستعد ہونا

يُصْمِ: أَصْمَى يُصْمِيْ اِصْمَاءًا (باب افعال) الصيدَ تیر مارنا اور شکار کا سامنے ہی ٹھنڈا ہونا، ہلاک کرنا

يَصِمِ: وَصَمَ يَصِمُ وَصْمًا (ض) الشيء عیب لگانا، جلدی سے باندھنا

(٢٠)

وراعِهَا: رَاعٰى يُرَاعِيْ مُرَعَاةً (باب مفاعله) الامرَ حفاظت کرنا، انجام پر غور کرنا

سائِمَةٌ: سَامَ يَسُوْمُ سَوْمًا و سَوَامًا (ن) الماشيةُ جانور کا چراگاہ میں جانا، سَائِمَةٌ چلنے والے جانور (ج) سَوَائِمُ

استَحْلَتِ: اسْتَحْلٰى يَسْتَحْلِيْ اِسْتِحْلَاءًا (باب استفعال) الشيء میٹھا پانا، میٹھا سمجھنا

اَلْمَرْعٰى: مَرْعٰى (ج) مَرَاعٍ گھاس چراگاہ

فَلاَ تُسِمِ: أَسَامَ يُسِيْمُ إِسَامَةً (باب إفعال) الماشيةَ جانور کو چراگاہ کی طرف روانہ کرنا

16.6 اشعار کا ترجمہ

(1)

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ   مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ

ترجمہ: کیا ذی سلم کے ہمسایوں کی یاد کی وجہ سے تو نے آنکھ سے بہنے والے آنسوؤں کو خون سے ملا دیا؟۔

(2)

أَمْ هَبَّتِ الرِّيْحُ مِنْ تِلْقَاءِ كَاظِمَةٍ   وَأَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَاءِ مِنْ إِضَمِ

ترجمہ: یا کاظمہ کی جانب سے ہوا چلی یا تاریکی میں وادیٔ اضم سے بجلی چمکی؟۔

(3)

فَمَا لِعَيْنَيْكَ إِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا   وَمَا لِقَلْبِكَ إِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ

ترجمہ: تو تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اگر تو اُنہیں کہتا ہے: آنسو روکو، تو وہ اور زیادہ آنسو بہاتی ہیں اور تیرے دل کو کیا ہو گیا ہے کہ اگر تو اُسے کہتا ہے: ہوش میں آ، تو وہ اور مدہوش ہو جاتا ہے۔

(4)

أَيَحْسَبُ الصَّبُّ أَنَّ الْحُبَّ مُنْكَتِمٌ   مَا بَيْنَ مُنْسَجِمٍ مِّنْهُ وَمُضْطَرِمِ

ترجمہ: کیا عاشق یہ خیال کرتا ہے کہ محبت چھپنے والی ہے جو بہتے ہوئے آنسو اور سوختہ دل کے درمیان ہے۔

(5)

لَوْلَا الْهَوٰى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰى طَلَلٍ   وَلَا أَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

ترجمہ: اگر محبت نہ ہوتی تو کھنڈر (دیار محبوب) پر تو آنسو نہ بہاتا اور نہ درخت بان و پہاڑ کی یاد کی وجہ سے راتوں کو جاگتا۔

(6)

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَمَا شَهِدَتْ   بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

ترجمہ: تو اب آنسو اور بیماری ان دو عادل گواہوں کی تیرے خلاف محبت پر گواہی دینے کے بعد محبت کا انکار کیسے کرتا ہے؟

(7)

وَأَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّيْ عَبْرَةٍ وَّضَنًى   مِثْلَ الْبَهَارِ عَلٰى خَدَّيْكَ وَالْعَنَمِ

ترجمہ: اور (تو کیسے محبت کا انکار کرتا ہے جب کہ) غم (محبت) نے تیرے دونوں گالوں پر زرد پھول اور درخت عنم کی مانند آنسو اور لاغری کی دولکیریں بنادی ہیں۔

(8)

نَعَمْ سَرٰى طَيْفُ مَنْ أَهْوٰى فَأَرَّقَنِي   وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْأَلَمِ

ترجمہ: ہاں! رات اُس ذات (محبوب) کا خیال خواب میں آیا جس سے میں محبت کرتا ہوں اور اس خیال نے (میری راحت کو دور کر کے) مجھے بیدار کر دیا اور محبت لذتوں میں حائل بن جاتی ہے۔

(9)

يَا لَائِمِيْ فِي الْهَوٰى الْعُذْرِيِّ مَعْذِرَةً   مِنِّيْ إِلَيْكَ وَلَوْ أَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ

ترجمہ: اے میرے عُذری محبت پر ملامت کرنے والے میری جانب سے معذرت قبول کر اور اگر تو انصاف کرتا تو ملامت ہی نہ کرتا۔

(10)

عَدَتْكَ حَالِيَ لَا سِرِّيْ بِمُسْتَتِرٍ   عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا دَائِيْ بِمُنْحَسِمِ

ترجمہ: میری حالت تجھ تک پہنچ چکی ہے، اب نہ میرا راز چغل خوروں سے پوشیدہ ہے اور نہ میری بیماری ختم ہونے والی ہے۔

(11)

مَحَضْتَنِي النُّصْحَ لٰكِنْ لَسْتُ أَسْمَعُهٗ   إِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِيْ صَمَمِ

ترجمہ: (اے نصیحت کرنے والے) تو نے مجھے خلوص سے نصیحت کی لیکن میں اُسے نہیں سنتا کیونکہ عاشق ملامت کرنے والوں (کی ملامت) سے بہرا ہوتا ہے۔

(12)

إِنِّي اتَّهَمْتُ نَصِيْحَ الشَّيْبِ فِيْ عَذَلِيْ   وَالشَّيْبُ أَبْعَدُ فِيْ نُصْحٍ عَنِ التُّهَمِ

ترجمہ: بے شک میں نے نصیحت کرنے والے بڑھاپے کو مجھے ملامت کرنے کے بارے میں متہم کیا جب کہ بڑھاپا نصیحت میں تہمتوں سے بہت دور ہے۔

(13)

فَإِنَّ أَمَّارَتِي بِالسُّوْءِ مَا اتَّعَظَتْ   مِنْ جَهْلِهَا بِنَذِيْرِ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ

ترجمہ: کیونکہ میرے نفس امّارہ نے اپنی جہالت و نادانی کے باعث بالوں کی سفیدی اور عمر کی درازی جیسے ناصح سے نصیحت حاصل نہیں کی۔

(14)

وَلَا أَعَـدَّتْ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيْلِ قِرٰی　　　ضَيْفٍ أَلَـمَّ بِرَأْسِيْ غَيْرَ مُحْتَشِـمِ

ترجمہ: اور میرے نفس نے اچھے کاموں سے اُس عظیم مہمان کی مہمانی تیار نہیں کی جو بے وقار ہو کر میرے سر پر اُترا ہے۔

(15)

لَوْ كُنْتُ أَعْلَـمُ أَنِّيْ مَـا أُوَقِّرُهٗ　　　كَتَمْتُ سِـرًّا بَـدَا لِيْ مِنْهُ بِالْكَتَمِ

ترجمہ: اگر میں جانتا ہوتا کہ میں اُس مہمان (بڑھاپے) کی عزت نہیں کروں گا تو میں اپنے اس ظاہر ہو چکے راز کو پہلے ہی خضاب کے ذریعہ چھپا دیتا۔

(16)

مَنْ لِيْ بِرَدِّ جِمَـاحٍ مِنْ غَوَايَتِهَـا　　　كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْـلِ بِاللُّـجُمِ

ترجمہ: کون ہے جو مجھے نفس کی سرکشی کو دفع کرنے کی ضمانت دے؟ جس طرح لگاموں کے ذریعہ گھوڑوں کی سرکشی کو دور کیا جاتا ہے۔

(17)

فَـلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِيْ كَسْـرَ شَهْوَتِهَا　　　إِنَّ الطَّعَـامَ يُقَوِّيْ شَـهْوَةَ النَّهِمِ

ترجمہ: تو نافرمانیوں کے ذریعہ اُس (نفس) کی شہوت کو توڑنے کا ارادہ مت کر، یقینا خوراک، زیادہ کھانے والے کی خواہش کو مزید طاقت بخشتی ہے۔

(18)

وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ إِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰى　　　حُبِّ الرَّضَاعِ وَإِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِـمِ

ترجمہ: اور نفس بچہ کی مانند ہے، اگر تو اُسے ڈھیل دے گا تو وہ دودھ کی محبت کے ساتھ جوان ہوگا اور اگر تو دودھ چھڑا دے گا تو وہ چھوڑ دے گا۔

(19)

فَاصْرِفْ هَوَاهَـا وَحَاذِرْ أَنْ تُوَلِّيَهٗ　　　إِنَّ الْهَوٰى مَـا تَـوَلّٰى يُصْـمِ أَوْ يَصِمِ

ترجمہ: تو نفس کی خواہش کو روک اور خوب چوکنّا رہ کہ کہیں تو اُسے (اپنے اوپر) حاکم نہ بنا ڈالے، کیونکہ خواہش جس پر غالب آتی ہے اُسے ہلاک کر دیتی ہے یا عیب دار بناتی ہے۔

(20)

وَرَاعِهَـا وَهْيَ فِي الْأَعْمَالِ سَـائِمَةٌ　　　وَإِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعٰى فَلَا تُسِـمِ

ترجمہ: اور تو نفس کی اچھی طرح نگرانی کر جب کہ وہ (نیک) اعمال کی چراگاہ میں چر رہا ہو اور اگر وہ چراگاہ کو میٹھا سمجھے تو اُسے چرنے سے منع کر دے۔

16.7 اشعار کی تشریح

(1)

أَمِنْ تَــذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِىْ سَــلَمِ　　　مَزَجْتَ دَمْعًــا جَرٰى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ

شاعر اپنے آپ سے خطاب کرتا ہے یا بطور تجرید کہتا ہے کہ تیری آنکھوں سے خون آلود آنسوؤں کے بہنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا مقام ذی سلم کے پڑوسیوں کی یاد ستاتی ہے؟

ذی سلم مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے، ذی سلم کے پڑوسی سے مراد محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، شاعر کا یہ سوال تجاہل عارفانہ کی قبیل سے ہے۔

شعر میں ''جیران '' محبوب سے کنایہ ہے، دَمْعٌ (آنسو) اور مُقْلَةٌ (آنکھ کا ڈھیلا) میں مراعاۃ النظیر ہے، دَمْعٌ اور دَمٌ میں جناس ناقص ہے، ''مِنْ تذکر'' جار مجرور کو مقدم کرنے سے قصر کا فائدہ حاصل ہے، ''مُقْلَةٌ'' میں تاء مدوّرہ جنس کے لیے ہے کیونکہ آنسو ایک آنکھ سے نہیں بہتے، طبعی طور پر دونوں آنکھوں سے بہتے ہیں، قصیدہ کا آغاز جن حروف سے ہو رہا ہے اُس سے فالِ نیک لیا جاتا ہے کہ ابتدائی چار حروف سے ''اَمِنْتَ'' بنتا ہے یعنی تو امن میں آ گیا، اس میں تجرید ہے، تجرید کا مطلب یہ ہے کہ شاعر اپنی ذات سے ایک فرضی شخص نکالتا ہے اور اس سے سوال کرتا ہے اور اُس سے مخاطب ہو کر جذبات کا اظہار کرتا ہے۔

(2)

أَمْ هَبَّتِ الرِّيْحُ مِنْ تِلْقَــاءِ كَــاظِمَةٍ　　　وَأَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَــاءِ مِنْ إِضَمِ

کاظمہ بحرین اور بصرہ کے درمیان ایک مقام ہے یا مدینہ طیبہ میں ایک مقام ہے، اِضَم مدینہ طیبہ کے قریب ایک وادی یا ایک پہاڑ ہے، شاعر پہلے شعر میں بے چینی واضطراب اور کثرتِ بکا کا ایک سبب ذکر کرنے کے بعد اس شعر میں دو اسباب ذکر کرتا ہے کہ یا مقام کاظمہ کی جانب سے ہوا چلی یا وادیٔ اضم کی جانب سے تاریکی میں بجلی چمکی، محبوب کی محبت جب عشق کے درجہ میں ہوتی ہے تو محبوب سے منسوب ہر چیز سے محبت ہو جاتی ہے، اس لیے دیارِ محبوب سے ہوا آتی ہے تو محب بے تاب ہوتا ہے یا محبوب کے مقام کی طرف سے تاریکی میں بجلی چمکتی ہے تو بجلی کی چمک کی وجہ سے عاشق کے لیے معشوق کا مقام یا اس کے اطراف وجوانب روشن نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے عاشق کی بے تابی بڑھ جاتی ہے۔

شعر میں أَوْمَضَ سے پہلے ''واو ''أَوْ کے معنی میں ہے، ایک روایت میں شعر میں ہی ''أَوْ'' مذکور ہے، شعر کے وزن میں ''واو'' اور ''أَوْ'' دونوں کی گنجائش ہے۔ ''كَاظِمَةٍ'' اور إِضَمٍ غیر منصرف ہیں لیکن ضرورت شعری کے باعث کاظمۃ کو تنوین دی گئی اور اضم کو کسرہ دیا گیا ہے۔

(3)

فَمَا لِعَيْنَيْــكَ إِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَـتَا　　　وَمَا لِقَلْبِكَ إِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِــمِ

اس شعر کا سابقہ دونوں اشعار سے معنوی تعلق ہے یعنی شاعر نے جب ابتدائی اشعار میں رونے کے اسباب ذکر کر کے پوچھا کہ کیا تیری اشکباری کے یہ اسباب ہیں؟ کوئی جواب نہ ملنے پر مخاطب کو منکر کے درجہ میں رکھ کر شاعر کہتا ہے کہ اگر گریہ وزاری کے مذکورہ اسباب نہیں تو تیری

آنکھیں روکنے پر مزید آنسو کیوں بہاتی ہیں اور تیرا دل اور زیادہ حیران کیوں ہوتا ہے؟

شعر میں آنکھوں اور دل سے خطاب مجازی طور پر ہے، هَمَتَا کی اسناد ضمیر کی طرف ہے، جو آنکھوں کی جانب لوٹ رہی ہے جب کہ آنکھ نہیں بہتی، آنکھ سے آنسو بہتے ہیں، یہ اسناد مجازی ہے جس کو مجاز عقلی کہتے ہیں، ''هَمَتَا'' اور ''يَهِم'' میں جناس غیر تام ہے، ''اكْفُفَا'' اور ''هَمَتَا'' کے درمیان اسی طرح ''اِسْتَفِقْ'' اور ''يَهِم'' کے درمیان طباقِ ایجاب ہے۔

(4)

أَيَحْسَبُ الصَّبُّ أَنَّ الْحُبَّ مُنْكَتِمٌ   مَا بَيْنَ مُنْسَجِمٍ مِنْهُ وَمُضْطَرِمِ

شاعر نے عاشق کی اشکباری اور قلبی اضطراب ذکر کرنے کے بعد جب دیکھا کہ عاشق محبت کو چھپانا چاہتا ہے اس لیے سوال کے باوجود محبت کا اقرار کرنے سے گریز کر رہا ہے تو کہنے لگا کہ کیا آنسوؤں اور بےقرار دل کے ہوتے ہوئے محبت چُھپ سکتی ہے؟

شعر میں استفہام انکاری توبیخی ہے، اس میں خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہے، اس میں ایجازِ حذف ہے کیونکہ ''منسجم'' کا موصوف ''دمع'' اور ''مضطرم'' کا موصوف ''قلب'' محذوف ہے، ''صب'' اور ''حب'' کے درمیان جناس ناقص ہے، ''مضطرم'' میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہے، خفقان قلب کو اضطرامِ نار سے تشبیہ دی گئی، وجہ تشبیہ اضطراب ہے، پھر اضطرام سے لفظ مضطرم مشتق کیا گیا، مشبہ کو حذف کر کے مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا، شعر میں اطناب ہے اس طرح کہ ''ما'' اسم موصول سے اپنے صلہ کے ساتھ ''حب'' سے بدل واقع ہے۔

(5)

لَوْلَا الْهَوٰى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰى طَلَلٍ   وَلَا أَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

شاعر محبت کا اقرار کرانے کے لیے مُصر ہے، عاشق کو یکے بعد دیگرے دلیل دیتے ہوئے مزید کہتا ہے کہ اگر تجھے محبت نہ ہوتی تو محبوب کے مقامات (مکہ مکرمہ) کے پاس تو اشک باری نہ کرتا اور درخت بان اور پہاڑ کی یاد کے باعث راتوں کو نہ جاگتا۔

درخت بان ایک خوب صورت خوشبودار قامت والا درخت ہے جس سے محبوب کو تشبیہ دی جاتی ہے یا مکہ مکرمہ کا وہ خاص درخت مراد ہے جس کے نیچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے۔

شعر میں ایجاز قصر ہے اس طرح کہ ''دمعًا'' میں تنوین برائے تکثیر ہے اور طللٍ میں تنوین برائے تحقیر بمعنی تصغیر ہے، تُرِقْ اور اَرِقْتَ میں تجنیس غیر تام ہے۔

(6)

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَمَا شَهِدَتْ   بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

گزشتہ تین اشعار میں عشق کے اثبات پر دلائل پیش کیے گئے ہیں تاہم عاشق انکار کرتا رہا، تو شاعر کہتا ہے کہ آنسوؤں کا بہنا اور جسمانی کمزوری ولاغری یہ دو علامتیں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت نمایاں ہے۔

شعر میں ایجاز حذف ہے اس طرح کہ ''فَكَيْفَ تُنْكِرُ'' میں ''فاء'' جزائیہ ہے اس کے بعد والا جملہ جزا ہے اس کے پہلے شرط محذوف ہے یعنی اِذَا قَامَتْ عَلَيْهِ الْاَدِلَّةُ فَكَيْفَ۔ ''حبًا'' میں ایجاز قصر ہے کہ اس میں تنوین برائے تعظیم ہے، ''عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ'' ''جَزْدُ

قَطِيْفَةٍ'' کی قبیل سے ہے ،(یعنی صفت کی اضافت موصوف کی طرف) نیز ''عدول الدمع والسقم'' میں تشبیہ بلیغ ہے وجہ تشبیہ '' اظہار وابانۃ'' ہے، ''کیف'' استفہام انکاری کے لیے ہے۔

(7)

وَأَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّيْ عَبْرَةٍ وَّضَنًى مِثْلَ الْبَهَارِ عَلٰى خَدَّيْکَ وَالْعَنَمِ

شاعر، عاشق کے انکار کو غلط ثابت کرتے ہوئے مزید کہتا ہے کہ غم کی وجہ سے تیرے گال پر دو لکیریں آ چکی ہیں، زرد پھول کی طرح ایک زرد لکیر، لاغری و کمزوری کی وجہ سے اور دوسری خون آلود اشکوں کی وجہ سے سرخ لکیر، درخت عنم کی طرح جس کا پھل سرخ ہوتا ہے۔

شعر میں ''خَطَّيْ'' (لکیروں) سے یا تو حقیقی لکیریں مراد ہیں جو مسلسل آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے چہرہ پر ثابت ہو چکی ہیں یا پھر حکمی لکیریں مراد ہیں یعنی چہرہ پر لمبائی میں زردی و سرخی نمایاں ہے۔

''أثبت الوجدُ'' میں وجد (غم) کی اسناد اثبات کی جانب مجاز عقلی ہے ؛ کیونکہ غم ثابت نہیں کرتا بلکہ وہ اثبات کا سبب ہے، ''عبرۃ'' (آنسو) کو ''عَنَم'' سے تشبیہ دی گئی ، وجہ شبہ سرخی ہے، اسی طرح ''ضَنًى'' کو ''بهار'' (زرد پھول) سے تشبیہ دی گئی ، وجہ تشبیہ زردی ہے، دونوں تشبیہات مرسل و مجمل ہیں، اس شعر میں محسناتِ معنویہ میں سے لف ونشر غیر مرتب ہے ؛ کیونکہ شاعر نے پہلے ''عبرۃ وضنی'' کو ذکر کیا ، پھر ''عَبرۃ'' کے مناسب لفظ ''عنم'' کو بعد میں ذکر کیا اور ''ضنی'' کے مناسب لفظ ''بهار'' کو عنم سے پہلے ذکر کیا۔

(8)

نَعَمْ سَرٰى طَيْفُ مَنْ أَهْوٰى فَأَرَّقَنِي وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْأَلَمِ

عاشق نے پیہم انکار کرنے کے بعد آخر کار اقرار کر ہی لیا اور ناچار کہہ ڈالا کہ ہاں ہاں خواب میں محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک خیال آیا جس خیال نے میری نیند ختم کر دی اور مجھے بیداری پر مجبور کیا اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ محبوب کے خیال سے نیند چلی گئی اور بے چینی پیدا ہو گئی کیونکہ محبت لذت وآرام، چین وسکون میں رکاوٹ بنتی ہے۔

شعر میں ایجاز حذف ہے کیونکہ ''من'' اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر منصوب محذوف ہے، تقدیری عبارت ''أهواه'' ہے، شاعر نے جب کہا کہ محبوب کے خیال نے نیند اُڑا دی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ محبوب کا خیال تو باعث سُرور وسبب آرام ہونا چاہیے، اس سے نیند کیسے چلی گئی؟ اس کی دلیل دیتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ محبت لذتوں کے حصول میں مانع ہوتی ہے۔

(9)

يَا لَائِمِيْ فِي الْهَوٰى الْعُذْرِيِّ مَعْذِرَةً مِنِّيْ إِلَيْکَ وَلَوْ أَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ

شاعر نے اپنی محبت کو عذری محبت قرار دیا ، عُذری محبت سے مراد یمن کے قبیلۂ بنی عُذرۃ کی محبت ہے جس کے نوجوان رقتِ قلب کے باعث عموماً تیس سال سے زیادہ زندہ نہ رہ پاتے یا ایسی محبت مراد ہے جس میں عاشق اس مقام پر ہوتا ہے کہ وہ مقبول العذر اور متروک الملامۃ ہو جاتا ہے، کیونکہ ایسی حالت میں معاملہ اس کی قدرت واختیار سے ورا ہو جاتا ہے، شاعر کہتا ہے کہ میرا عشق بھی اس درجہ کا ہے تو مجھے ملامت نہ کر، میرا عذر قبول کر اور اے ملامت گر! اگر تو انصاف پسند ہوتا تو سرے سے مجھے ملامت ہی نہ کرتا۔

شعر میں ایجاز حذف ہے کہ ''معذرۃ''کا فعل ''اقبل''محذوف ہے، ''یالائمی'' اور ''لم تلم'' میں جناس اشتقاق ہے۔

(10)

عَدَتْــکَ حَالِیَ لَا سِرِّيْ بِمُسْتَتِرٍ عَنِ الْوُشَـاۃِ وَلَا دَائِيْ بِمُنْحَسِـمِ

معذرت کرنے اور انصاف کی دہائی دینے کے بعد بھی جب ملامت کرنے والا ملامت سے باز نہ آیا تو عاشق کہتا ہے کہ میرے عشق کی کیفیت تجھے معلوم ہوچکی ہے، نہ محبت کا راز چھپا ہوا ہے اور نہ یہ محبت ختم ہونے والی ہے، لہذا ملامت کا کوئی فائدہ نہیں، دوسرا مطلب یہ ہے: ''عدتک حالی الی الناس'' میری حالت تجھ سے آگے بڑھ کر اور لوگوں تک پہنچ چکی ہے، مذکورہ دونوں صورتوں میں جملہ خبریہ ہے، یا پھر یہ جملہ خبر بمعنیٰ انشا ہے، ملامت گر کے لیے دعا ہے یعنی میرا یہ مرض عشق تجھے بھی لگ جائے اور جیسے تو نے مجھے ملامت کی ویسے تیری ملامت کی جائے۔

''مستتر'' میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہے، انکتام السر کو استتار سے تشبیہ دی گئی، پھر استتار سے کلمہ ''مستتر''مشتق کی گیا، مشبہ کو حذف کر کے مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا، وجہ شبہ ''خفاء'' (پوشیدگی) ہے۔

(11)

مَحَضْتَنِي النُّصْحَ لٰكِنْ لَسْتُ أَسْمَعُهُ إِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُـذَّالِ فِيْ صَمَـمِ

اے مشفق ومہربان ناصح! تو نے مجھے بے غرض و بے لوث نصیحت کی، تیری مخلصانہ نصیحت کے باوجود میں اُس کے لیے سمع قبول نہیں رکھتا یا مطلقاً سنتا ہی نہیں ہوں، اس لیے کہ صدق دل سے محبت کرنے والا ملامت گروں کی ملامت کو سنتا ہی نہیں چہ جائیکہ اُس نصیحت و ملامت کا اُس پر کوئی اثر ہو۔

شعر میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ ترشیحیہ ہے کہ ''عدم قبول'' کو ''عدم سماع'' سے تشبیہ دی گئی وجہ شبہ ''عدم استجابۃ'' ہے پھر ''لست اسمعہ'' فعل مشتق کیا گیا، مشبہ کو حذف کر کے مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا، ''فی صمم'' ترشیح ہے، ''صمم'' میں تنوین برائے تعظیم ہے یعنی صمم عظیم اور یہ ایجازِ قصر ہے۔

(12)

إِنِّي اتَّهَمْتُ نَصِيْحَ الشَّـيْبِ فِيْ عَذَلِيْ وَالشَّـيْبُ أَبْعَـدُ فِيْ نُصْحٍ عَنِ التُّهَمِ

بڑھاپا صادق القول ناصح ہے، موت کی خبر صادق لانے والا ہے، اس کے باوجود میں ملامت سے متعلق اُس پر تہمت لگاتا رہا، میں نے اس قدر مخلصانہ و بے غرض نصیحت کرنے والے کی بات نہ مانی تو اے ناصح میں تیری نصیحت کیوں کر قبول کر سکتا ہوں۔

''نصیح الشیب'' ''جرد قطیفۃ'' کی قبیل سے ہے (یعنی صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے)، ''شیب'' میں استعارہ مکنیہ اصلیہ ترشیحیہ ہے اس طرح کہ ''شیب'' (بڑھاپے) کو نصیحت کرنے والے انسان سے تشبیہ دی گئی، وجہ تشبیہ ''انذار'' (ڈرانا) ہے، مشبہ بہ کو حذف کیا گیا، اس کا لازم ''نصیح'' ذکر کیا گیا اور مشبہ کو لایا گیا، ''اِتَّهَمْتُ'' ترشیح ہے، ''نصیح الشیب'' کو استعارہ کی بجائے تشبیہ بلیغ بھی کہا جائے تو درست ہے، ''اتہمت'' اور ''تہم'' میں جناسِ اشتقاق ہے۔

(13)

فَإِنَّ أَمَارَتِي بِالسُّوْءِ مَـا اتَّعَظَتْ   مِنْ جَهْلِـهَا بِنَذِيْرِ الشَّـيْبِ وَالْهَـرَمِ

شاعر انکسار کا اظہار کرتے ہوئے اپنے نفس کو نفس امّارہ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ پیری جیسے حق گو ناصح کی نصیحت کے باوجود میرا نفس باز نہیں آیا، بالوں کی سفیدی اور عمر کی درازی اعلان کر رہی ہے کہ موت قریب ہے تاہم نفس ہے کہ برابر برائیوں کا حکم دیے جا رہا ہے۔

''نذیر الشیب والھرم'' (جَزْدُ قَطِيْفَةٍ کی قبیل سے ہے) تشبیہ بلیغ ہے، وجہ تشبیہ ''تحذیر'' ہے، ''نذیر'' بمعنٰی ''انذار'' ہو تو استعارہ مکنیہ ہوگا، ''شیب'' اور ''ھَرم'' میں صنعتِ مراعاۃ النظیر ہے، ''شیب'' کے ساتھ ''ھرم'' کا ذکر اطناب ہے۔

(14)

وَلَا أَعَـدَّتْ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيْلِ قِرٰى   ضَيْفٍ أَلَـمَّ بِرَأْسِيْ غَيْرَ مُحْتَشِـمِ

بڑھاپا قابل احترام مہمان ہے جس کی تعظیم کی جانی چاہیے، یہ عظیم مہمان آیا لیکن آ کر غیر محترم و بے وقار رہا؛ کیونکہ میرے نفس نے اُس کی مہمان نوازی کا کوئی سامان نہیں کیا۔

''ضیفٍ'' میں تنوین برائے تعظیم ہے یعنی ضیفٍ عظیمٍ یوں اس میں ایجازِ قصر ہے۔

(15)

لَوْ كُنْتُ أَعْلَـمُ أَنِّيْ مـا أُوَقِّرُهٗ   كَتَمْتُ سِـرًّا بَـدَا لِيْ مِنْهُ بِالْكَتَمِ

جب ابتدائی طور پر پیری کی آمد ہوئی پہلے پہل جب بال سفید ہوئے تو بڑھاپا راز میں تھا، شاعر کہتا ہے، اُس وقت مجھے معلوم ہوتا کہ میں اس مہمان کے مطابق اکتساب حسنات واجتناب سیئات نہیں کروں گا تو اس کو خضاب لگا کر مخفی رکھتا تا کہ پیری کی وجہ سے جو مزید ملامت ہوتی ہے، اُس سے بچا رہتا۔

شعر میں استعارہ تصریحیہ اصلیہ ترشیحیہ ہے ''شیب'' (بڑھاپے) کو ''سر'' (راز) سے تشبیہ دی گئی، وجہ شبہ ''اخفاء'' ہے، مشبہ کو حذف کیا گیا اور مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا، ''کتمت'' ترشیح ہے، ''کتمت'' اور ''کتم'' میں جناسِ اشتقاق ہے، ''کتمت'' اور ''بدا'' کے درمیان طباق ایجاب ہے۔

(16)

مَنْ لِيْ بِرَدِّ جِمَـاحٍ مِنْ غَوَايَتِهَـا   كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْـلِ بِاللُّـجُمِ

مخلص و مشفق نصیحت کرنے والی پیری سے نفس نے اپنی اصلاح نہ کی اور رشد کا راستہ اختیار نہ کیا تو شاعر ناچار اصحاب قلوب وارباب نظر سے امداد واعانت طلب کرتا ہے کہ میرے نفس کی سرکشی کیوں کر دور ہوگی اور کون اس میں امداد فرمائیں گے۔ ''مَن'' اور ''مِن'' میں جناس غیر تام ہے، شعر میں تشبیہ مرسل مجمل ہے کیونکہ ادات تشبیہ مذکور اور وجہ شبہ محذوف ہے، ''خیل'' اور ''لجم'' میں مراعاۃ النظیر ہے، ''برد'' اور ''یرد'' میں جناس غیر تام ہے، ''من لی'' حدیث پاک سے اقتباس ہے، ''یضمن'' فعل محذوف ہے اس طرح یہاں ایجازِ حذف ہے۔

(17)

فَلَاتَرُمْ بِالْمَعَاصِيْ كَسْرَ شَهْوَتِهَا   إِنَّ الطَّعَامَ يُقَوِّيْ شَـهْوَةَ النَّهِم

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جی بھر کے نافرمانی کر لینے سے نفس برائیوں سے بیزار ہوتا ہے، لیکن یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے، سابقہ شعر میں رہنمائی طلب کرنے کے بعد شاعر من جانب اللہ کہتا ہے کہ نافرمانیوں کے ارتکاب کے ذریعہ نفس کی خواہش مت توڑ کیونکہ غذا، خوب کھانے والے کی شہوت کو قوت دیتی ہے۔

اس شعر میں تشبیہ ضمنی ہے، شعر کے پہلے جز میں شاعر نے کہا کہ معصیت کے ذریعہ شہوتِ نفس کو نہ توڑ، سوال پیدا ہوا کہ کیوں نہیں؟ ہوسکتا ہے کہ نفس بیزار ہو کر معصیت سے متنفر ہو جائے، دوسرے جزء میں شاعر کہتا ہے: نہیں، غذا تو خوب کھانے والے کی شہوت کو بڑھاتی ہے، یعنی خوراک، کھانے والے کی غذا ہے وہ کھائے گا تو مزید طاقتور ہوگا اسی طرح معصیت نفس کی غذا ہے، اگر وہ معصیت میں رہے گا تو مزید طاقتور بنے گا، شعر میں "معاصی" اور "شھوۃ" میں اسی طرح "طعام" اور "نھم" میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(18)

وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ إِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰى   حُبِّ الرِّضَاعِ وَإِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِـمِ

یہ شعر حکمت سے بھرا ہوا ہے، گزشتہ شعر میں جس طرح غلط خیال کو رد کیا گیا یہاں بھی اُسی کا تسلسل ہے، شاعر کہتا ہے کہ نفس کی مثال شیر خوار بچہ کی سی ہے اگر اُس سے دودھ چھڑایا جائے تو وہ چھوڑ دے گا اور اگر مہلت دی جائے تو جوانی میں بھی دودھ پینے کا ہی عادی رہے گا۔

شعر میں تشبیہ مرسل مجمل ہے، "طفل" اور "شب" کے درمیان طباقِ ایجاب ہے اور "رضاع" اور "تفطم" کے درمیان بھی طباقِ ایجاب ہے، "تفطم" اور "ینفطم" میں جناس اشتقاق ہے۔

(19)

فَاصْرِفْ هَوَاهَـا وَحَاذِرْ أَنْ تُوَلِّيَهُ   إِنَّ الْهَوٰى مَـا تَـوَلّٰى يُصْمِ أَوْ يَصِمِ

جب تو نے نفس کے بارے میں جان لیا کہ وہ روکنے سے باز آتا ہے اور ڈھیل دینے سے طاقتور ہوتا ہے تو اُسے روک اور اپنے اوپر حاوی ہونے مت دے کیونکہ جس نے نفسانی خواہش کو اپنا حاکم بنایا وہ خواہش اُسے اپنے قابو میں کرتی ہے پھر یا تو ہلاک و برباد کرتی ہے یا کم از کم عیب لگا دیتی ہے۔

یُصْمِ اور یَصِمِ میں جناس غیر تام ہے، "تُوَلِّيَهُ" اور "تولّٰی" میں جناس اشتقاق ہے، "مَاتَـوَلّٰى" میں "مَن" ہونا چاہیے تھا، "من" کی جگہ "ما" بطور استعارہ ہے، "یُصم" اور "یصم کی جانب "ھوی" کی اسناد مجاز عقلی ہے، یہ دراصل فعل کی اسناد سببِ فعل کی طرف ہے۔

(20)

وَرَاعِهَـا وَهْيَ فِي الْأَعْمَالِ سَـائِمَةٌ   وَإِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعٰى فَلَاتُسِـمِ

برائیوں سے نفس کو روکنے کی تلقین کرنے کے بعد شاعر نیکیوں کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نیک کاموں کی انجام دہی کے وقت نفس کی نگہبانی کر، اگر نیکی کرتے وقت نفس شہرت، ریا، خود پسندی یا تکبر کی وجہ سے نیکی کو اچھا سمجھے تو نفس کو نفل اعمال سے روک دے کیونکہ

اعمال صالحہ جب شہرت ونیک نامی اور ریا کاری کے شائبہ کے ساتھ کیے جائیں تو وہ اعمال وبالِ جان ہوتے ہیں۔

"سائمة" میں استعارہ تصریحیہ تبعیہ ترشیحیہ ہے، نفس کی پسندیدہ چیز پر آمادہ ہونے کو مویشی کے چرنے (سوم) سے تشبیہ دی گئی، مشبہ کو حذف کیا گیا اور مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا، وجہ تشبیہ "انهماک" ہے، "سوم" سے لفظ "سائمة" مشتق کیا گیا، "استحلت المرعی فلاتسم" ترشیح ہے، "راع" اور "مرعی" میں جناس اشتقاق اور مراعاة النظیر ہے، اسی طرح سائمة اور لاتسم میں بھی جناس اشتقاق ہے۔

معلومات کی جانچ:

۱۔ درج ذیل اشعار کا بامحاورہ ترجمہ کیجیے۔

أيحسب الصب أن الحب منكتم ما بين منسجم منه ومضطرم
لو لا الهوى لم ترق دمعا على طلل ولا أرقت لذكر البان والعلم
فكيف تنكر حبا بعد ماشهدت به عليک عدول الدمع والسقم
وأثبت الوجد خطى عبرة وضنى مثل البهار على خديک والعنم

۲۔ مناسب مصرعہ کے ذریعہ مندرجہ ذیل اشعار کو مکمل کیجیے۔

نعم سرى طيف من أهوى فأرقني ___________________
يالائمي في الهوى العذرى معذرة ___________________
عدتک حالي لا سري بمستتر ___________________
محضتني النصح لكن لست أسمعه ___________________

۳۔ ذیل میں دیے گئے اشعار پر اعراب لگائیے۔

فلا ترم بالمعاصي كسر شهوتها إن الطعام يقوي شهوة النهم
والنفس كالطفل إن تهمله شب على حب الرضاع وإن تفطمه ينفطم
فاصرف هواها وحاذر أن توليه إن الهوى ما تولى يصم أو يصم
وراعها وهي في الأعمال سائمة وإن هى استحلت المرعى فلا تسم

۴۔ ان اشعار میں علم بیان کے کونسے محسنات مذکور ہیں؟ تشریح کیجیے۔

فاصرف هواها و حاذر أن توليه إن الهوى ما تولى يصم أو يصم
وراعها وهي في الأعمال سائمة وإن هي استحلت المرعى فلا تسم

۵۔ مندرجہ ذیل کلمات کے معنیٰ بیان کیجیے۔

مقلة	ظلماء	صب	منسجم	بان	ضنًى
طيف	علم	ألم	عنم	وشاة	عذال

لائم　　　جماح　　　نهم　　　شبّ

16.8 اکتسابی نتائج

خلافت عباسیہ کے عروج کے زمانہ میں مسلمانوں کی حالت ہر طرح سے بہتر تھی، پھر امورِ سلطنت پر خلفا کی گرفت کمزور ہونے کے سبب انحطاط آیا اور خلافت خانہ جنگیوں کی نذر ہوئی، امام بوصیری کا زمانہ آزمائش اور سیاسی افراتفری کا زمانہ تھا۔

امام بوصیری ایک اچھے انشا پرداز اور بہترین شاعر تھے، امام بوصیری نے اپنے اشعار میں اس دور کے حالات بیان کیے کہ کس طرح ہر طرف رشوت، خیانت، سودخوری اور غصب کا دور دورہ تھا، بوصیری کی شاعری میں لطافت ونزاکت، الفاظ میں شیرینی، ترکیب کی خوب صورتی، تشبیہات میں انوکھا پن اور استعارہ میں ندرت ملتی ہے، امام بوصیری کی شاعری محسنات لفظیہ ومعنویہ سے مرصع ہونے کے باوجود تصنّع سے خالی ہے، اُنہوں نے امرا وحکام کی مدح میں بھی قصائد لکھے ہیں لیکن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں جو قصائد ہیں وہ اُن کے سب سے بہتر اشعار ہیں اور اُن قصائد میں بوصیری نے غایت درجہ کمال کے اشعار کہے ہیں، قصائد مدیحیہ نبویہ میں اُن کا سب سے عمدہ اور مشہور قصیدہ ”قصیدۃ البردۃ“ ہے جو دنیا میں کثرت سے پڑھا جانے والا قصیدہ ہے۔

امام بوصیری کو جب فالج کا مرض لاحق ہوا تو اُنہوں نے مرض سے خلاصی کے لیے ایک بہترین قصیدہ لکھا اور روتے ہوئے دعا کرتے ہوئے سو گئے، عالم خواب میں اُن پر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی کرم ہوا، آپ نے دست مبارک اُن کے چہرہ پر پھیرا، اپنی مزین چادر (بردہ) مرحمت فرمائی، بیدار ہوئے تو بدن صحیح وتوانا پایا اور بدن پر مبارک چادر موجود تھی، تبھی سے یہ قصیدہ ”قصیدہ بردہ“ کے نام سے عرب وعجم میں مشہور ہے۔

16.9 امتحانی سوالات کے نمونے

1۔قصیدۂ بردہ کے ابتدائی بیس اشعار کا خلاصہ لکھیے۔

2۔امام بوصیری کی تشبیہات واستعارات کی ایک مثال دیجیے۔

3۔ابتدائی پانچ اشعار کی مفصل تشریح کیجیے۔

4۔آخری پانچ اشعار کی جامع شرح لکھیے۔

5۔امام بوصیری کے کوئی تین عمدہ اشعار لکھیے اور معنیٰ بیان کیجیے۔

16.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1۔الزبدة في شرح البردة　　　ملا علي القاري

2۔عصيدة الشهدة　　　عمر بن أحمد آفندي

Maulana Azad National Urdu University

M.A. Arabic: II Semester Examination Model Paper

Paper: MAAR201CCT: Classical Poetry

Time: 3Hrs Marks 70

الملاحظة: تحتوي هذه الورقة على ثلاثة أجزاء، وتلزم الإجابة من كل جزء۔

جزء " الألف " :أجب عن جميع الأسئلة (10 = 1 × 10)

1۔أشعر الشعراء إذا رغب

a)طرفة b)لبيد c)زهير d)النابغة

2۔"جمهرة أشعار العرب" ينسب إلى:

a)أبي زيد القرشي b)الميداني c)ابن النحاس d)حماد الراوية

3۔"ما زال هذا القرشي يهذي حتى قال الشعر" قال جرير هذا المقال عن:

a)عمران بن حطان b)عمر بن أبي ربيعة c)الأخطل d)قطري بن فجاءة

4۔العصر العباسي يبتدأ من عام:

130(a 131(b 132(c 133(d

5۔ابن الرومي كان روميا من ناحية:

a)أمه b)أبيه c)أجداده d)قبيلته

6۔يعتبر "العصر الذهبي" للأدب العربي:

a)الأموي b)العباسي c)العثماني d)ليس من هؤلاء

7۔شاعر كبير في العهد الجاهلي لقّب بـ"صنّاجة العرب" هو:

a)أعشى قيس b)امرؤ القيس c)النابغة الذبياني d)لبيد بن ربيعة

8۔ليس من الشعراء الصعاليک:

a)ورقة بن نوفل b)تأبط شرا c)الشنفرى d)عروة بن الورد

9۔اشتهر بـ"الزهديات"

a)أبو العتاهية b)أبو نواس c)البحتري d)ابن الرومي

10_تماضر بنت عمرو كانت شاعرة_____

a)جاهلية b)مخضرمية c)أموية d)عباسية

جزء " ب" (5 ×6 = 30)

أجب عن خمسة فقط مما يأتي ولا يقل كل واحد عن مأتي كلمة۔

1۔اشرح الأبيات التالية مع شرح الكلمات المخطوط عليها:

ويغدو يستثيب بلا نوال ونيلک كله لا للثواب
تجدد كلما لبست وتبقى إذا ابتذلت وتخلق في الحجاب
إذا ما أبرزت زادت ضياء وتشحب وجنتاها في النقاب
وليست بالعوان العنس عندى ولا هي منک بالبكر الكعاب
فلا يبعد زمان منک عشنا بنضرته ورونقه العجاب

2۔ماهي الموضوعات التي خاض فيها الشعراء الأمويون وأبدعوا فيها، اذكرها مفصلا۔

3۔ماهي الميزات التي تميز بها قصيدة "عفت ذات الأصابع فالجواء" وصاحبها حسان بن ثابت رضي الله عنه۔

4۔تناول الأبيات الآتيه بالشرح الوافي مع الإشارة إلى قائلها:

أقيموا بني أمي صدور مطيكم فإنـي إلى قوم سواكم لأميل
فقد حمت الحاجات، والليل مقمر وشدت لطيات مطايا وأرحل
وفي الأرض منأى للكريم عن الأذى وفيها، لمن خاف القلى، متعزل
لَعَمرک، ما بالأرض ضيقٌ على أمرئ سرى راغبا أو راهبا، وهو يعقل

5۔اذكر نشأة الغزل في العصر الأموي۔

6۔ماذا تعرف عن البوصيري وقصيدته؟

7۔اشرح الأبيات الوافية شرحا وافيا:

طلبتهم على الأمواه حتى تخوف أن تفتشه السحاب
فبت لياليا لا نوم فيها تخب بک المسومة العراب
يهز الجيش حولک جانبيه كما نفضت جناحيها العقاب
وتسأل عنهم الفلوات حتى أجابک بعضها وهم الجواب

8۔اشرح الأبيات وحللها نحوا وصرفا۔

أبت عيناك بالحسن الرقادا	وأنكرت الأصادق والبلادا
لعمرك إن نفع سعاد عنّي	لمصروف ونفعي عن سعادا
فلا دية سقيت وديت أهلي	ولا قودا بقتلي مستفادا
ألمّا صاحبي نزر سعادا	لقرب مزارها وذر البعادا

جزء " ج" (3×10 = 30)

المطلوب إجابة ثلاثة أسئلة فقط ولا يقل الجواب عن خمسمائة كلمة.

1۔ماذا تعرف عن نشأة النقائض وتطوره وميزاتها؟

2-اذكر حياة الطغرائي وبين ميزات شعره في ضوء "لاميته" مفصلا۔

3۔اذكر مفصلا عن المعلقات السبع وشعرائها وميزاتها۔

4۔اذكر مزايا شعر امرئ القيس مع الأمثلة۔

5۔اذكر مزايا شعر بشار بن برد واذكر ثلاثة أبيات من قصيدته التي درسته في المقرر الدراسي۔